ادارۂ معارف اسلامی

# فقہ النساء

www.KitaboSunnat.com

محمد عطیہ خمیس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## معزز قارئین توجہ فرمائیں!

**کتاب وسنت ڈاٹ کام** پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ..........

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹوکاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

## ☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

**﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾**

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

# فقہ النساء

تصنیف

محمد عطیہ خمیس

ترجمہ

سید شبیر احمد

ادارہ معارف اسلامی

منصورہ ○ لاہور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یکے از مطبوعات ادارہ معارف اسلامی، منصورہ، لاہور

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب ---------- فقہ النساء
مصنف ---------- محمد عطیہ خمیس
مترجم ---------- سید شبیر احمد
مطبع ---------- میٹرو پرنٹرز۔ لاہور
قیمت ---------- ۵۰/ روپے
بار اول ---------- (ایک ہزار) ۱۹۸۸ء
بار ششم ---------- (ایک ہزار) ۱۹۹۶ء
بار ہفتم ---------- (ایک ہزار) دسمبر ۱۹۹۷ء

تقسیم کنندہ :

مکتبہ معارف اسلامی، منصورہ۔ ملتان روڈ
لاہور ---- ۵۴۵۷۰
فون: 7830033، 448022

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# فہرست مضامین


**مقدمہ** ۲۵

**طہارت** ۳۱

**شیر خوار بچے اور بچی کے پیشاب کا بیان** ۴۰

پیشاب نجس ہے ۴۲

بچہ جب تک غذا نہ کھانے لگے ۴۵

لڑکے کے سلسلے میں رخصت کا سبب ۴۷

دودھ پلانے والی عورت کے لئے خاص حکم ۴۷

نجاستِ خون اور اس کے دھونے کا طریقہ ۵۰


" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com




وضو ۵۴

مردہ عورت کو چھونا اور مصافحہ کرنا ۵۴
وضو کی حالت میں اپنی بیوی کو چھونا ۵۷

ناخنوں کا لیپ (نیل پالش) ۵۹

مصنوعی بال (وِگ) ۶۲

نصوص شرعیہ ۶۲
فقہاء کا مسلک ۶۵
خلاصۂ بحث ۶۵
مغالطہ دینا، فطری ساخت بدلنا اور چہرے کو رنگنا وغیرہ
مصنوعی بالوں (وگ) پر مسح کا حکم ۷۱

موزوں پر مسح ۷۴

وضو کے بغیر قرآن مجید کو چھونا ۷۹

مختلف فقہی اقوال کی تفصیل ۸۱

عورتوں کے خون سے متعلق مسائل ۸۴


" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com




**حیض** ۸۴

حیض کی تعریف ۸۸

خروجِ حیض کی شرائط

حیض کی مدت ۹۰

طہر کی کم سے کم مدت ۹۲

ایام حیض کے دوران وقفہ ۹۲

**نفاس** ۹۳

نفاس کی تعریف ۹۳

جڑواں بچوں کی پیدائش ۹۴

نفاس کی مدت ۹۴

ایام نفاس کے دوران وقفہ ۹۴

**استحاضہ** ۹۶

اگر خونِ استحاضہ ہمیشہ آتا ہو ۹۶

فقہاء کے اختلاف کا سبب ۹۹

مستحاضہ کی طہارت ۱۰۰

فقہاء کے اختلاف کا سبب ۱۰۲

جس عورت کو استحاضہ کا عارضہ ہو کیا طریقہ اختیار کرے ۱۰۴

استحاضہ میں وہ امور منع نہیں جو حیض میں منع ہیں ۱۰۴

مستحاضہ سے جماع کا جواز و عدم جواز ۱۰۵


" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اختلاف کا سبب ۱۰۶

## غسل ۱۰۷

مندرجہ ذیل پانچ امور سے غسل واجب ہو جاتا ہے۔ ۱۰۸
ولادت ۱۰۸
جنابت ۱۰۸
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کی کیفیت ۱۰۹
عورت کے لئے غسل کا طریقہ ۱۱۰
غسل کے ارکان ۱۱۲
۱۔ نیت ۱۱۳
۲۔ پورے جسم پر پاک پانی ڈالنا ۱۱۴
و۔ غسل کے وضو کی کیفیت ۱۱۴
ب۔ بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچانا ۱۱۵
بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچانے کے بارے میں فقہی مسالک ۱۱۶
ج۔ پانی ہر اس مقام تک پہنچانا جہاں تک اس کا پہنچنا ممکن ہو۔ ۱۱۸
د۔ کان کی تنگ بالیوں کا حکم ۱۱۹
غسل کی سنتیں اور مستحبات ۱۲۰
غسل کے متعلق مزید دو مسئلے ۱۲۲
حدثِ اکبر کی حالت میں جو امور منع ہیں ۱۲۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com


۱۔ تلاوتِ قرآن ۱۲۳
۲۔ نماز پڑھنا اور مسجد میں داخل ہونا ۱۲۵
۳۔ حیض اور نفاس کی حالت میں روزہ ۱۲۷
۴۔ حیض کی حالت میں طلاق ۱۲۹
۵۔ حیض و نفاس کی حالت کے بعض دیگر مسائل ۱۳۱

حیض و نفاس کی حالت میں اعتکاف ۱۳۳
حیض و نفاس کی حالت میں عورت سے قربت یعنی جماع ۱۳۴
حیض کی حالت میں جماع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وعید ۱۳۶
حدثِ اصغر یا حدثِ اکبر کا ازالہ ۱۳۸

## فطری مسنون طریقے ۱۳۹

پیڑو کے بال صاف کرنا ۱۴۱
ختنہ ۱۴۵
بغل کے بال اکھاڑنا ۱۴۸
ناخن تراشنا ۱۴۹

## عُریانی اور لباس ۱۵۱

عورت کے لئے نماز میں اپنے جسم کے کونسے حصے چھپانا ضروری ہیں؟ ۱۵۲


" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com




## محرم کون ہیں ؟ ۱۶۱

خاوند کے آباء ۱۶۳

خاوند کے بیٹے ۱۶۵

بھائی ۱۶۵

بھائیوں اور بہنوں کے بیٹے ۱۶۵

چچا اور ماموں ۱۶۵

رضاعت کا رشتہ ۱۶۷

عورتوں سے ستر ۱۶۷

شیخ شربنی اور لارڈ کرومر ۱۶۹

اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُھُنَّ کے بارے میں اقوال ۱۷۱

اَوِ التّٰبِعِیْنَ غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ کی تفسیر ۱۷۳

اَوِ الطِّفْلِ الَّذِیْنَ لَمْ یَظْھَرُوْا عَلٰی عَوْرٰتِ النِّسَاءِ کی تفسیر ۱۷۵

## حدود ستر ۱۷۷

محرم کے سامنے عورت کا ستر ۱۷۷

غیر محرم کے سامنے عورت کے ستر کی حد ۱۷۸

وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِھِنَّ عَلٰی جُیُوْبِھِنَّ کی تفسیر ۱۸۷

رسول اللہ اور آپ کی بیٹی زینب رضی اللہ عنہا ۱۸۸

مہاجر عورتیں ۱۸۹

انصار عورتیں ۱۸۹


" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مختلف فقہی آراء ۱۹۰
فقہی آراء کا خلاصہ ۲۰۱

## لباس اور شرائط لباس ۱۹۳

جلابیب ۱۹۵
جلباب کیسی ہونی چاہئے ۱۹۹
زینتِ پازیب ۲۰۷
خوشبو کی زینت ۲۱۱

## آواز کا پردہ

۲۱۷
کیا آزاد عورت کی آواز بھی "عورۃ" ہے؟ ۲۱۷
نماز میں عورت کی آواز ۔ بلند یا پست ۲۱۹
عورت کی اذان ۲۲۰
امام کو غلطی پر متنبہ کرنا ۲۲۱
عورت کا اجنبی مرد کے سامنے گانا ۲۲۱
ان علماء کے دلائل جو اجنبی مردوں کے سامنے عورت کا گانا مباح قرار دیتے ہیں ۲۲۵
ان دلائل کے جوابات ۲۲۹

## عورتوں کے مسائل نماز

۲۳۰
حیض اور نفاس میں نماز ۲۳۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

حائضہ جب پاک ہو جائے ۲۳۱
نفاس والی عورت اور نماز ۲۳۱
حیض اور نفاس کے دنوں کی نمازوں کی قضا نہیں ہے ۲۳۲
استحاضہ والی عورت کے لئے نماز کے احکام ۲۳۴
استحاضہ کے عارضہ میں عورت نماز نہیں چھوڑے گی ۲۷۴
نماز کے لئے استحاضہ والی عورت کی طہارت ۲۷۶
خلاصۂ بحث ۲۷۹
استحاضہ والی عورت کو نماز کے وقت کیا کرنا چاہئے؟ ۲۸۰
عورت کے لئے اذان کے وقت مؤذن کے کلمات کو دہرانا ۲۸۱
عورت کے لئے تکبیرِ اقامت کہنا ۲۸۱
تکبیرِ اقامت کے الفاظ ۲۴۵
عورت کا نماز کے لئے مسجد میں جانا ۲۴۷
امّ المؤمنین حضرت عائشہ رض کی طرف سے تنبیہ ۲۴۹
عورت کا گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے ۲۴۹
اس مسئلہ میں فقہی آراء ۲۵۱
نماز باجماعت میں عورت کہاں کھڑی ہو ۲۵۲
عورت کی امامت ۲۵۴
اس مسئلہ میں فقہی آراء ۲۵۵
امامت کی صورت میں عورت کہاں کھڑی ہو ۲۵۷

**عیدین کی نماز اور خواتین** ۲۵۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

## عورتوں کے لئے نمازِ جنازہ کے احکام


عورتوں کا جنازے کے ساتھ جانا ۲۶۲

میت پر رونے پیٹنے کی ممانعت ۲۶۲

سیاہ لباس پہننے کی ممانعت ۲۶۶

میت کا سوگ منانا ۲۶۷

عورتوں کا قبروں پہ جانا ۲۶۷

عورتوں کے قبروں پر جانے کے مسئلہ پر اختلافِ فقہاء ۲۶۸


## زکوٰۃ ۲۷۲


زیور کی زکوٰۃ نہ ادا کرنے پر وعید

عورت کے زیوروں کی زکوٰۃ

چاروں اماموں کے دلائل

خلاصۂ بحث

وہ زیورات جن پر زکوٰۃ نہیں ہے

سونے کا نصاب

چاندی کا نصاب ۲۸۱

سونے اور چاندی کے نصاب کا ثبوت ۲۸۲

واجب الادا زکوٰۃ کی مقدار ۲۸۲

مستحقینِ زکوٰۃ ۲۸۳

عورت کے مہر کی زکوٰۃ ۲۸۴

مہر کی زکوٰۃ کس حساب سے ادا کی جائے؟ ۲۸۶


www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## عورت اور صدقات

۲۹۵

خاوند کی اجازت ہو تو عورت کیلیے خاوند کے مال میں سے صدقہ دینا جائز ہے ۲۹۵

خاوند کی اجازت کے بغیر عورت اپنا مال خیرات کر سکتی ہے ۲۹۹

عورت کا اپنے مال میں سے اپنے خاوند، اپنی اولاد اور رشتہ داروں کو صدقہ دینا افضل ہے ۳۰۰

زکوٰۃ کی رقم خاوند کو دینے کے سلسلے میں اختلاف فقہاء ۳۰۳

عورت کا اپنے مال کی زکوٰۃ اپنے بیٹے کو دینا ۳۰۵

عورت اور صدقۂ فطر ۳۰۷

صوم (روزہ) ۳۱۰

روزے کے اقسام ۳۱۰

۱۔ فرض روزے ۳۱۰

۲۔ حرام روزے ۳۱۱

۳۔ مستحب روزے ۳۱۱

۴۔ مکروہ روزے ۳۱۱

حیض و نفاس والی عورت کے لئے روزہ رکھنا حرام ہے ۳۱۲

کیا اس خیال سے کہ حیض شروع ہونے والا ہے عورت روزہ نہ رکھنے کی نیت کر سکتی ہے؟ ۳۱۴

حائضہ عورت کا خون اگر دن کے وقت بند ہو تو کیا اُسے دن بھر روزے دار کی طرح کھانے پینے سے رُک کے رہنا چاہیے؟ ۳۱۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com




حیض اور نفاس والی عورت پر روزوں کی قضا فرض ہے ۳۱۶

اگر حیض یا نفاس والی عورت طلوعِ فجر سے پہلے پاک ہو جائے تو اس پر اس دن روزہ رکھنا واجب ہے ۳۱۷

خاوند والی عورت کے لیے نفلی روزے کا حکم ۳۱۸

## رمضان میں روزہ نہ رکھنے کی رُخصت ۳۲۱

حاملہ اور بچے کو دودھ پلانے والی عورت کے لیے روزہ نہ رکھنے کی رخصت ۳۲۱

آنکھوں میں سُرمہ لگانے یا پانی اور دوا کا قطرہ ڈالنے کا حکم ۳۲۶

پانی یا دوا کا قطرہ بھی سرمے کے حکم میں ہے ۳۲۹

روزے میں کھانے کا ذائقہ چکھنا ۳۲۹

روزے کی حالت میں بوسہ لینا ۳۳۱

اس مسئلہ میں فقہی آراء ۳۳۲

اس بارے میں مختلف فقہی احکام مسالکِ اربعہ ۳۳۶

## روزے کے چند متفرق مسائل ۳۴۰

روزے دار کا جنابت کی حالت میں صبح کرنا ۳۴۰

اگر حیض یا نفاس کا خون منقطع ہو جائے ۳۴۴

ماہِ رمضان میں دن کے وقت جماع کرنا ۳۴۴

کفارہ کیا ہے؟ ۳۴۷


" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



روزہ دار کو اگر دن کے وقت احتلام ہو جائے ۲۵۰

## روزے کی قضا اور فدیہ ۲۵۱

قضا کیا ہے؟ ۲۵۱
روزوں کی قضاء میں اگر اس قدر تاخیر ہو جائے کہ دوسرا رمضان آ جائے ۲۵۲
فدیہ اور اس کی مقدار ۲۵۳
روزے میں غیبت، فحش کلامی اور جھوٹ کی ممانعت ۲۵۷

## اعتکاف ۲۶۰

اعتکاف کے لغوی معنی ۲۶۱
اعتکاف کی شرعی حیثیت
اعتکاف کی مسجد ارکانِ اعتکاف ۲۶۲
اس مسجد کے بارے میں جس میں اعتکاف کیا جا سکتا ہے علماء کے درمیان اختلاف ہے ۲۶۳
عورت کے اعتکاف کے سلسلے میں ہماری رائے ۲۶۵
نیت ۲۶۶
اعتکاف کرنے کے لئے شرائط ۲۶۷
کیا اعتکاف کے لئے روزہ شرط ہے؟ ۲۶۹
عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر اعتکاف نہ کرے ۲۷۰
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خیمۂ اعتکاف کیوں اکھڑوا ۲۷۱

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com




دیا تھا؟

اعتکاف کی مدت ۳۷۳

مفسداتِ اعتکاف (وہ اُمور جن سے اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے) ۳۷۳

## حج ۳۷۷

حج کے لغوی اور اصطلاحی معنیٰ ۳۷۷

فرضیتِ حج کے دلائل ۳۷۸

عمرہ کا بیان ۳۷۹

عورت کا جہاد حج مبرور ہے ۳۸۰

عورت کا حج کے سلسلے میں شوہر سے اجازت لینا ۳۸۲

اگر خاوند حج کی اجازت نہ دے ۳۸۳

عورت کے سفر کے لئے محرم کی شرط ۳۸۵

مدتِ سفر کے سلسلے میں اختلافِ احادیث کا سبب ۳۸۸

عورت کے ساتھ سفر میں شوہر یا محرم لازم ہونے کی شرط پر اختلافِ فقہا ۳۸۹

بڑی عمر کی عورت کا سفرِ حج ۳۹۲

نفلی حج کے لئے سفر کا حکم ۳۹۴

مذکورہ بالا اقوال کا خلاصہ ۳۹۸

اگر کوئی عورت بغیر محرم کے حج کرلے ۳۹۹

محرم کون ہے؟ ۴۰۰


" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com




محرم کا عاقل بالغ ہونا ضروری ہے ۴۰۲
عورت کے ساتھ سفرِ حج پر جانے والے محرم کے اخراجات ۴۰۲
طلاق یا وفات کی عدت گزارنے والی عورت کا حج ۴۰۴
طلاق کی قسمیں ۴۰۵
طلاقِ مغلظہ کی صورت میں گھر سے نکلنے نہ نکلنے کا حکم ۴۰۶
عدتِ وفات گزارنے والی عورت کے گھر سے نکلنے کے بارے میں حکم ۴۰۶
طلاق یا وفات کی عدت گزارنے والی عورت کے حج پر جانے کے بارے میں حکم ۴۰۷
اگر محرم راستے میں مر جائے ۴۰۹


## احرام باندھتے وقت پاک صاف ہونا اور غسل کرنا


۴۱۰
غسل کرنا مستحب ہے ۴۱۰
حیض و نفاس والی عورت کے لئے بھی احرام سے پہلے غسل کرنا مستحب ہے۔ ۴۱۱
احرام باندھتے وقت عورت کا خوشبو لگانا ۴۱۳
عورت کے لئے سوگ منانے کے زمانے میں خوشبو کا استعمال مکروہ ہے ۴۱۴
روزہ دار کے لئے خوشبو کا استعمال ۴۱۶
بوقتِ احرام خوشبو لگانے کی ممانعت ۴۱۷
احرام باندھتے وقت عورت کا مہندی لگانا ۴۱۸


" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ناخنوں ۔ لپسٹک (نیل پالش) ۲۲۰
احرام باندھنے کے بعد مرد یا عورت کے لیے مہندی لگانا

## عورت کا احرام ۲۲۲

اصطلاحی معنی ۲۲۲
حیض اور نفاس والی عورت کا احرام ۲۲۳
احرام کی قسمیں ۲۲۳
۱۔ افراد ۲۲۴
۲۔ تمتع ۲۲۵
۳۔ قران ۲۲۵

## احرام میں عورت کا لباس ۲۲۹

خوشبو میں لبا ہوا کپڑا ۲۳۱
دستانے ۲۳۲
کسم کے رنگ میں رنگا ہوا کپڑا ۲۳۴
بحالتِ احرام زیور اور سیاہ لباس ۲۳۵

## بحالتِ احرام عورت کیلئے منہ ڈھانپنے کے بارے میں احکام ۲۳۶

عورت کا لبیک پکارنا ۲۳۹
حیض اور نفاس کی حالت میں لبیک ۲۴۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com




## جو باتیں احرام میں حرام ہیں ۴۴۱

بال مونڈنا ۴۴۴

کنگھی کرنا ۴۴۶

بال ٹوٹنے کا فدیہ ۴۴۷

بحالتِ احرام نکاح ۴۴۸

جو علماء نکاح سے منع کرتے ہیں ۴۴۹

ان علماء کے دلائل جو احرام کی حالت میں نکاح جائز قرار دیتے ہیں ۴۵۰

احرام کی حالت میں نکاح کا گواہ بننا ۴۵۲

بحالتِ احرام منگنی کرنا ۴۵۴

احرام کی حالت میں تیل لگانا ۴۵۵

مندرجہ بالا مسالک فقہ کا خلاصہ ۴۵۷

احرام کی حالت میں سُرمہ لگانا ۴۵۸

## احرام کی حالت میں جماع ۴۶۲

بوسہ و دیگر محرکاتِ جماع کے بارے میں احکام ۴۶۴

## حج کے اعمال و مناسک ۴۶۶

طوافِ بیت اللہ کا بیان ۴۶۷

۱۔ طہارت ۴۶۸

استحاضہ کی مریض عورت کا طواف ۴۷۱


" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com




۲۔ ستر ۴۷۲

عورت پر "اضطباع" نہیں ہے ۴۷۴

۳۔ عورت طواف میں "رمل" بھی نہیں کرے گی ۴۷۵

۴۔ عورتیں مردوں سے دور رہ کر طواف کریں ۴۷۶

صفا اور مروہ کی سعی ۴۷۸

حیض اور نفاس کی حالت میں سعی کرنا

کیا صفا و مروہ کی سعی کا مقام اب مسجدِ حرام کا حصہ ہے؟ ۴۸۰

کیا عورت سعی کرتے وقت صفا و مروہ پر بھی چڑھے؟ ۴۸۱

عورت کے لئے مستحب ہے کہ وہ رات کو سعی کرے ۴۸۳

سعی میں عورت "رمل" نہ کرے ۴۸۳

وقوفِ عرفہ ۴۸۴

وقوفِ عرفہ کے لئے طہارت شرط نہیں ۴۸۵

عرفہ میں مسلسل تکبیر و تہلیل یعنی اللہ اکبر اور لا الٰہ الا اللہ کا ورد کرنا ۴۸۵

مُزدلفہ میں رات گزارنا ۴۸۶

## رمیٔ جمار (کنکریاں مارنا) ۴۹

جمرۂ عقبہ ۴۹۱

ایامِ تشریق میں رمیٔ جمار ۴۹۴

رمیٔ جمار کے لئے دوسرے کو نائب بنانا ۴۹۶

احرام کھولتے وقت بال کٹانا ۴۹۷

عورت کے لئے کس قدر بال کٹوانا ضروری ہے؟ ۴۹۸


" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com




ھَدی (قربانی کا جانور) ۴۹۹

ھَدی ذبح کرنے کے لئے کسی کو نائب بنانا ۵۰۱

ھَدی کے سلسلے میں بعض جاہلانہ خیالات کی نشاندہی ۵۰۲

وقتِ ذبح کے بارے میں شیخ محمود شلتوت کی رائے ۵۰۳


## طواف


۵۰۴

طوافِ قدوم ۵۰۴

طوافِ عمرہ ۵۰۵

اگر عورت کو حج کا احرام باندھنے کے بعد طواف سے پہلے حیض شروع ہو جائے ۵۰۶

سر کے بال نہ کھولے ۵۱۱

اگر طواف سے پہلے حیض شروع ہو جائے تو ھَدی واجب ہے ۵۱۴

طوافِ افاضہ ۵۱۵

طوافِ افاضہ کا وقت ۵۱۵

عورتوں کو طوافِ افاضہ میں جلدی کرنا چاہیے ۵۱۶

اگر طوافِ افاضہ سے پہلے حیض شروع ہو جائے ۵۱۷

امام مالکؒ، امام احمدؒ بن حنبل اور شافعیوں کی رائے ۵۱۸

احناف کی رائے ۵۱۹

مالکی مسلک ۵۱۹

امام ابن تیمیہؒ کی رائے ۵۲۱


" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



طوافِ وداع ۵۲۰
طوافِ وداع اور حائضہ ۵۲۵
اگر کوئی عورت طوافِ زیارت مؤخر کر دے یعنی کوچ کے وقت کرے ۵۲۷
طوافِ وداع حائضہ کے علاوہ کسی اور حاجی سے ساقط نہیں ہوتا ۵۲۸

سفرِ مدینہ منورہ ۵۳۱

قبرِ مبارک کی زیارت مستحب ہے ۵۳۱
حیض اور نفاس کی حالت میں مسجدِ نبویؐ میں یا قبرِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہ جانا ۵۳۵
خلاصۂ کلام ۵۴۰

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# فقہ النساء

اُردو زبان میں یہ اپنے موضوع کی پہلی اور منفرد کتاب ہے۔ اس میں مُسلم خواتین کے لیے صرف عبادات سے متعلق احکام و مسائل بیان کیے گئے ہیں۔ آئندہ ہم مسلمان عورتوں کے بارے میں شخصی قوانین (نکاح و طلاق، خلع، وراثت وغیرہ) معاملات (خرید و فروخت، تجارت، شراکت، قرض وغیرہ) جہاد اور سرکاری خدمات کے سلسلے میں احکام شریعت پر مشتمل کتاب لائیں گے۔ مسلمان عورت معاشرے کا ایک نہایت اہم اور متحرک عنصر ہے۔ اسلامی تہذیب کے خدوخال روشن کرنے اور اسلامی انقلاب کو بروئے کار لانے میں جس طرح مردوں کی خدمات ہیں، اسی طرح عورتوں کی بھی زریں خدمات ہیں۔ تعلیم و تربیت، دعوت و تبلیغ، جہاد و دفاع، تمدنی و عمرانی اصلاحات، ادب و شعر اور تدریس و تالیف غرض ہر شعبۂ زندگی میں خواتین نے تاریخ میں غیر معمولی کارنامے سرانجام دیے ہیں۔

آج بھی اگر ہم پاکستان کے اندر صالح انقلاب برپا کرنا چاہیں اور معاشرے کی ناہمواریوں کو دُور کرنا چاہیں تو خواتین کو ہمقدم بننا ہوگا۔ بلکہ ماضی کی نسبت آج خواتین کے اشتراک کی زیادہ ضرورت ہے اور خواتین کی جدوجہد بھی اب زیادہ نتیجہ خیز اور اثر انگیز ثابت ہو رہی ہے۔ یہ اشتراک تب ہو سکتا ہے کہ خواتین احکام شریعت سے پوری طرح آگاہ ہوں۔ کتاب فقہ النساء اس ضرورت کو بڑی حد تک پورا کرتی ہے۔ زیرِ نظر کتاب فقہ النساء اپنی افادیت کے لحاظ سے ایسی ہے کہ اسے جہیز میں بچیوں کو دیا جانا چاہیے۔ نیز یہ کتاب ہر گھر میں بڑی خواتین سے لے کر چھوٹی بچیوں تک کے لیے ایک اچھا استاذِ شریعت ہے۔ اس میں جو احکام بیان کیے گئے ہیں وہ تحقیق و تدقیق کی میزان سے گزرے ہیں۔ اور ہر مسئلے کے بارے میں مختلف مسلک بیان کر کے شریعتِ اسلامی کی وسعت اور ہمہ گیری واضح کی گئی ہے۔

خاکسار

خلیل احمد حامدی

ڈائریکٹر ادارۂ معارفِ اسلامی، منصورہ، لاہور

۳، نومبر ۱۹۹۲ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



بسم اللہ الرحمن الرحیم

# مقدمہ

حمد وثنا، اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے اپنی محکم کتاب میں ارشاد فرمایا:

یَا أَیُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۔ (الحجرات-۱۳)

(اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنا دیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے)

نیز یہ ارشاد فرمایا: وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ (اور جو نیک عمل کرے گا خواہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ ہو وہ مومن ایسے سب لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔ (المومن-۴۰)

اور صلوٰۃ وسلام ہو بنی نوعِ انسان کے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو نبی برحق ہیں اور اللہ کی طرف سے برحق رہنمائی کرنے والے ہیں، جنہوں نے ہمیں عورتوں سے حُسنِ سلوک کا حکم دیا اور عورتوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت میں پورے اہتمام و انہماک کا حکم دیا۔ آپ کا ارشاد ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



"اللہ تعالیٰ اس شخص پر اپنی رحمت نازل فرمائے جو رات کے وقت بیدار ہو کر خود بھی نماز پڑھتا ہے اور اپنی بیوی کو بھی جگاتا ہے اور وہ بھی نماز پڑھتی ہے اور اگر وہ اٹھنے کو تیار نہ ہو تو اس کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ رحمت نازل فرمائے اس عورت پر جو رات کو اٹھتی ہے خود بھی نماز پڑھتی ہے اور اپنے خاوند کو بھی جگاتی ہے اور وہ بھی نماز پڑھتا ہے اور اگر وہ انکار کرے تو اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارتی ہے۔"

اے اللہ! تو صلاۃ و سلام اور برکتیں نازل فرما اس نبیؐ امین و کریم پر جو سب کا محبوب ہے اسی طرح جیسے تو نے اپنا صلاۃ و سلام اور برکتیں نازل فرمائیں سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام پر۔ بے شک تو حمید و مجید ہے۔

ہمارے ادارے "شباب سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم" نے ایک مدت سے اپنی توجہ مسلمان عورت کی بہتر تربیت اور صحیح رہنمائی کی طرف مبذول کر رکھی ہے کیونکہ عورت کی تعلیم و تربیت خاندان کی اصلاح کے بنیادی عوامل میں سے ہے اور اگر خاندان کی اصلاح ہو جائے تو پوری قوم کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

"ماں کی گود ایک ایسا مدرسہ ہے کہ اگر اس کی تعمیر و اصلاح کر لی جائے تو یہ سمجھنا چاہیے کہ ایک عمدہ اور مضبوط اخلاق و کردار کی پود تیار ہو گئی۔"

ماں اُن تمام نامور معلمین کی اصل اُستاذ ہے جن کی تعلیم و حکمت پوری دُنیا پر چھاتی رہی ہے۔ اپنی بیٹیوں کی بہتر تعلیم و تربیت کرو' کیونکہ مشرق کی پس ماندگی کی اصل علّت عورت میں صحیح تعلیم و تربیت کا فقدان ہے۔

امتِ مُسلمہ کا روشن مستقبل اور اسلام کا عروج و غلبہ دونوں اس بات پر موقوف ہیں کہ ایک ایسی نئی نسل تیار کی جائے جو ایمان و طاعت کی فضا میں پروان چڑھے' تقویٰ و

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اخلاقِ فاضلہ کی حامل ہو، پاکیزگی و عفت کے جوہر سے آراستہ اور قوت و شجاعت سے بہرہ ور ہو۔ اور یہ چیز اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی جب تک کہ معاشرے میں ایسے مسلمان مرد اور عورتیں نہ پیدا ہو جائیں جو صحیح معنوں میں مسلمان کہلائے جا سکتے ہوں۔

مغربی استعمار نے ماضی میں ہمارے ملکوں کے اندر طرح طرح کے فتنے پیدا کیے۔ بے راہروی اور بگاڑ کے اسباب زیادہ سے زیادہ پھیلائے۔ اباحیت اور بداخلاقی کو رواج دیا۔ مسلمان گھرانوں کو مغرب کی بے دین تہذیب کے ذریعے سے۔ جو عریانی اور اختلاطِ مرد و زن کی علمبردار تھی کھوکھلا کر دیا اور اللہ و رسول ؐ کی تعلیمات کے بارے میں غفلت میں مبتلا کر دیا۔ ان تمام حالات کے پیشِ نظر اب ہمارا فرض ہے کہ ہم مسلمان عورت کی مدد کریں اور اسے تباہی سے نکالیں تاکہ پھر ہمارا ہر گھر حق اور راستبازی کا قلعہ اور ایمان و حیاداری اور اسلامی تعلیمات سے تعلق و استواری کا مستحکم گہوارہ بن جائے۔

آج بہت سی ایسی باتیں دیکھنے میں آ رہی ہیں جو اچھے مستقبل کی طرف اشارہ کر رہی ہیں۔ اُن میں سے ایک یہ ہے کہ ماضی میں مسلمان عورت اسلامی اقدار سے جس قدر دور ہو گئی تھی اب اس کے برعکس ہم بہت سی مسلم خواتین کو اللہ کے دین اور اسلامی تعلیمات کی طرف ذوق و شوق کے ساتھ رُخ کرتا ہوا دیکھ رہے ہیں بالخصوص پردے کے بارے میں اسلامی احکام کی طرف اُن کی رغبت بڑی حوصلہ افزا ہے اور اس مبارک اور پاکیزہ رجحان کی بنا پر جو اب ہر طرف پھیلتا جا رہا ہے جامعات کی تعلیم یافتہ طالبات میں یہ ذوق بطورِ خاص روز افزوں ہے۔ یہ صورت اغیار کی نظروں کو اپنی طرف متوجہ کر رہی ہے۔ یہاں تک کہ ایک غیر ملکی خبر رساں ادارے نے مصر کی جامعات میں باپردہ طالبات کے اعداد و شمار جمع کیے تو معلوم ہوا کہ تقریباً چھ ہزار طالبات ایسی ہیں جو تعلیم کے دوران پردہ کی پابندی کرتی ہیں۔ ان خواتین اور لڑکیوں میں دینی احکام و مسائل جاننے اور اُن پر عبور حاصل کرنے کا شدید احساس موجود ہے اور اُن کی طرف سے مجھے بارہا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ایسے سوالات موصول ہوتے رہتے ہیں جن میں وہ خواتین سے متعلق اسلام کے احکام دریافت کرتی ہیں ۔حقیقت یہ ہے کہ ان خواتین اور طالبات میں یہ جاننے کی شدید پیاس پائی جاتی ہے کہ عبادات و معاملات کے سلسلے میں خواتین کے لیے اللہ اور اور رسول ؐ کے احکام کیا ہیں؟ اور از روئے اسلام خواتین کے حقوق و فرائض کیا ہیں؟

الغرض دینی موضوعات پر متعدد خواتین کی طرف سے اس نوعیت کے بکثرت سوالات مجھ سے پوچھے گئے ہیں۔ یہ دیکھ کر مجھے احساس ہوا کہ ایسے ہی سوالات دوسری خواتین کے ذہنوں میں بھی گردش کر رہے ہوں گے، چنانچہ میں نے اسی احساس کے پیش نظر یہ کتاب ترتیب دی ہے۔ اس کتاب میں اسلام کے صرف پانچ بنیادی ارکان سے متعلق احکام و مسائل بیان کیے گئے ہیں اور یہ امر خاص طور پر ملحوظ رکھا گیا ہے کہ صرف اُن احکام و مسائل کا ذکر کیا جائے جو بالخصوص عورتوں سے متعلق ہیں اور عام فقہی مسائل کو چھوڑ دیا گیا ہے کیونکہ وہ دیگر کُتب فقہ میں بآسانی دیکھے جا سکتے ہیں۔

میں نے یہ اہتمام بھی کیا ہے کہ مسائل پیش کرتے وقت فقہ کے چاروں مذاہب کا نقطہ نظر پیش کردوں تاکہ پڑھنے والیوں کی معلومات میں اضافہ ہو اور وہ دینی احکام میں سے اپنے لیے اس مسئلہ کا انتخاب کرسکیں جس پر ان کا دل مطمئن ہو۔

ان مسالک میں در اصل اصولوں کا اختلاف نہیں ہے بلکہ یہ محض فروعی اختلاف ہے اور ان چاروں مسالک کے جس عالم نے بھی کسی مسئلے میں جو رائے اختیار کی ہے اس کے پاس اپنی اس رائے کے حق میں کوئی نہ کوئی دلیل و سند موجود ہے۔

مجھے امید ہے کہ میں نے اس کتاب میں اپنی بہنوں اور بیٹیوں کے ان تمام مسائل کا حل پیش کر دیا ہے جو شاید ان کو معلوم نہ تھے اور دینی علم کا جو دروازہ ان پر بند تھا وہ کھول دیا ہے، تاکہ وہ عبادات صحیح طریقہ پر ادا کرسکیں اور اپنی طرز روش حیات کو درست کرلیں اور ایسی زندگی گزاریں جو اللہ اور اس کے رسول ؐ کو پسند ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان بہن اور بیٹی کو اپنی اطاعت اور ایسے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے جن سے اس کی خوشنودی حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ۔ (آل عمران: ۱۸۵)

(جو جہنم سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل ہو گیا بس وہ کامیاب ہو گیا)

محمد عطیہ خمیس

صدر "شباب سیدنا محمد" صلی اللہ علیہ وسلم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# طہارت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

"الطھور شطر الایمان" (مسلم) "طہارت ایمان کا نصف حصہ ہے"

——— دراصل طہارت و پاکیزگی ان ستونوں میں سے ایک بنیادی ستون ہے جن پر دینِ اسلام قائم ہے ——— اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہ پہلی وحی جو نازل ہوئی وہ یہ تھی :

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ○ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ○[1] الخ

اور اس کے بعد دوسری وحی جو نازل ہوئی وہ تھی :

---

[1] ترجمہ "پڑھو (اے نبیؐ) اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا، جمے ہوئے خون کے ایک لوتھڑے سے انسان کی تخلیق کی"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



يَا اَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝ لہ

گویا دوسری وحی کی یہ آیاتِ کریمہ پاکیزگی اور صفائی کی طرف ایک ایسی دعوت ہے جس میں ظاہری طہارت " ثِيَابَكَ فَطَهِّرْ " بھی ہے اور باطنی طہارت کا حکم : " وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ " بھی ہے بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ " ثِيَابَكَ فَطَهِّرْ " ہی طہارت و پاکیزگی کی حقیقی اور مکمل دعوت ہے کیونکہ کپڑوں کے پاک صاف ہونے کے معنی یہ ہیں کہ کہ ہر طرح کی ظاہری و باطنی اور مکمل طہارت اختیار کی جائے ۔

اسلام کی عظمت و جمال کے کیا کہنے کہ جب اپنے پیروکاروں کو طہارت کی تعلیم دیتا ہے تو طہارت کا کوئی پہلو نہیں چھوڑتا ، ظاہری طہارت بھی اور باطنی طہارت بھی بلکہ ہر چیز اور ہر بات میں کامل طہارت اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے ۔

قرآنِ مجید میں طہارت کی تعلیم جس انداز میں دی گئی ہے ذرا اس پر ایک نظر ڈال لی جائے ۔

۱ ۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ۝

(البقرۃ ۔ ۲۲۲)

(بے شک اللہ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو بدی سے باز رہیں اور پاکیزگی اختیار کریں )

۲ ۔ فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى

---

لہ ترجمہ : " اے اوڑھ لپیٹ کر لیٹنے والے ، اٹھو اور خبردار کرو ۔ اور اپنے رب کی کبریائی کا اعلان کرو اور اپنے کپڑے پاک رکھو اور گندگی سے دور رہو ۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



يَطْهُرْنَ ـ (البقرة ـ ۲۲۲)

(حیض کی حالت میں عورتوں سے الگ رہو اور ان کے قریب نہ جاؤ جب تک کہ وہ پاک صاف نہ ہو جائیں)

۳ ـ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللهُ ط (البقرة ـ ۲۲۲)

(پھر جب وہ پاک ہو جائیں تو ان کے پاس جاؤ اس طرح جیسا کہ اللہ نے تم کو حکم دیا ہے)

۴ ـ فِيهِ رِجَالٌ يُّحِبُّونَ أَنْ يَّتَطَهَّرُوا وَاللهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ٥ (التوبہ ـ ۱۰۸)

(اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنا پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو پاکیزگی اختیار کرنے والے ہی پسند ہیں)

۵ ـ وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا (المائدہ ـ ۶)

(اور اگر جنابت کی حالت میں ہو تو نہا کر پاک ہو جاؤ)

۶ ـ فِي كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ٥ لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ٥ (الواقعہ ـ ۷۸ ـ ۷۹)

(ایک محفوظ کتاب میں لکھا ہوا جسے پاک لوگوں کے سوا کوئی چھو نہیں سکتا)

اللہ تعالیٰ نے جنت کی حوروں کا وصف بھی پاکیزگی بیان کیا ہے :

۷ ـ وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّهُمْ فِيهَا خَالِدُوْنَ ٥ (البقرۃ ـ ۲۵)

(اور ان کے لئے وہاں پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور وہ وہاں ہمیشہ رہیں گے)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



۸۔ خَالِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ۔ (آلِ عمران ۔ ۱۵)

(وہاں انہیں ہمیشگی کی زندگی حاصل ہوگی۔ پاکیزہ بیویاں ان کی رفیق ہوں گی اور اللہ کی رضا سے وہ سرفراز ہوں گے)

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بہت سی احادیث مبارکہ میں اسلامی رعزت وتعلیم کے نقطۂ نگاہ سے طہارت و پاکیزگی کی اہمیت پہ بیحد زور دیا ہے، چنانچہ آپؐ کا ارشاد ہے:

۱۔ الطھور شطر الایمان ۔ (مسلم)

(طہارت نصف ایمان ہے)

۲۔ لا تقبل الصلوٰۃ بلا طھور (مسلم)

(طہارت (وضو وغیرہ) کے بغیر نماز قبول نہیں ہوتی)

ان ارشادات کی رُو سے طہارت ایمان کا نصف بھی ہے اور مسلمان ہونے کی شرائط میں سے ایک شرط بھی، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کے بارے میں سوال کیا اور پوچھا کہ: اسلام کیا ہے؟

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا:

الاسلام ان تشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وان محمدا رسول اللّٰہ وان تقیم الصلوٰۃ وتؤتی الزکوٰۃ وتحج البیت وتعتمر وتغتسل من الجنابۃ وان تتم الوضوء وتصوم رمضان ...... الخ

(اسلام یہ ہے کہ تو گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



نہیں اور یہ کہ حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ ادا کرے اور بیت اللہ کا حج اور عمرہ کرے اور جنابت کا غسل کرے اور وضو کرے اور رمضان کے روزے رکھے۔

جبریلؑ نے کہا: اگر میں یہ سب کروں تو کیا پھر مسلمان ہوں؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔

اس پر جبریلؑ نے کہا: آپؐ نے درست فرمایا۔

یہ روایت ابن خزیمہؒ نے اپنی کتاب "الصحیح" میں بیان کی ہے اور بخاریؒ، مسلمؒ اور ان کے علاوہ دیگر کتبِ حدیث میں بھی یہ روایت موجود ہے جس کا اندازِ بیان قدرے مختلف ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے طہارت کو نماز کے لئے شرط قرار دیا ہے۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

ما من مسلم یتطہر فیتم الطہور الذی کتب اللہ علیہ فیصلی ھذہ الصلوات الخمس الا کانت کفارات لما بینھا۔ (مسلم)

(جو مسلمان طہارت حاصل کرتا ہے اور اللہ کے فرض کئے ہوئے طریقہ پر پوری طرح پاک صاف ہوکر پانچوں نمازیں ادا کرتا ہے تو یہ نمازیں اس کے ان گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہیں جو اوقاتِ نماز کے درمیان کئے گئے ہوں)

اور اگر غسل اور وضو کے لئے پانی دستیاب نہ ہو تو اسلام نے تیمم کی صورت میں معنوی طہارت کا انتظام فرمادیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(النساء - ۴۳ والمائدہ - ٦)

(اور پھر پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے کام لو)

ان ارشادات کی روشنی میں اگر یہ کہا جائے کہ اسلام پاکیزگی اور صفائی کا دین ہے تو ایسا کہنا بالکل صحیح ہو گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

الطهور شطر الايمان والحمد لله تملأ الميزان وسبحان الله والحمد لله تملأ ما بين السموات والارض والصلوة نور والصدقة برهان والصبر ضياء والقرآن حجة لك او عليك - كل الناس يغدو فبائع نفسه فمعتقها او موبقها۔ (مسلم - كتاب الطهارة)

(طہارت نصف ایمان ہے اور الحمد للہ کا ثواب ترازو کو بھر دے گا اور سبحان اللہ والحمد للہ کا ثواب آسمانوں اور زمین کے درمیان جو خلا ہے اس کو بھر دے گا اور نماز نور ہے اور صدقہ دلیل ہے اور صبر روشنی ہے اور قرآن تیرے حق میں حجت بنے گا یا تیرے خلاف حجت قائم کرے گا۔ ہر شخص روزانہ صبح اٹھتا ہے اور اپنی جان کا سودا کرتا ہے۔ پھر وہ یا اپنے آپ کو آزاد کرا لیتا ہے (عذاب الٰہی سے) اور یا خود کو تباہ کرتا ہے (برے کام کر کے)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ ہدایت فرمائی ہے کہ ہم پورے اہتمام سے وضو کریں اور اس کا ثواب یہ بتایا ہے کہ:

من توضأ فاحسن الوضوء خرجت خطاياه من جسده حتى تخرج من تحت اظفاره - (متفق عليه)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(جس شخص نے وضو کیا اور بھرپور طریقہ اور پورے اہتمام سے کیا اس کے جسم سے اس کے تمام گناہ نکل جاتے ہیں حتیٰ کہ اس کے ناخنوں کے نیچے سے بھی گناہ خارج ہو جاتے ہیں)

نیز آپؐ کا ارشاد ہے:

انتم الغر المحجلون من اسباغ الوضوء۔

(متفق علیہ)

(تم لوگ بھرپور وضو کی وجہ سے قیامت کے دن روشن چہروں اور تابندہ ہاتھ پاؤں والے ہو گے)

نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو وہ اعمال نہ بتاؤں جن کے کرنے سے اللہ تعالیٰ گناہ معاف فرما دیتا ہے اور درجات بلند کرتا ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسولؐ اللہ، ضرور! آپؐ نے فرمایا:

اسباغ الوضوء علی المکارہ وکثرۃ الخطا الی المساجد وانتظار الصلوۃ بعد الصلوۃ فذلکم الرباط فذالکم الرباط۔ (مسلم)

۱۔ تکلیف اور ناگواری کے باوجود پوری طرح کامل وضو کرنا۔

۲۔ مسجد کی طرف جاتے ہوئے قدموں کا زیادہ اٹھانا۔

۳۔ اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا منتظر رہنا۔ پس یہی تمہارا حقیقی رباط[1] ہے۔ یہی تمہارا حقیقی رباط ہے۔

---

[1] رباط اسلامی ریاست کی سرحدی چھاؤنیوں کو کہتے ہیں جو دشمن کے حملوں سے ہر قلمرو کی حفاظت کرتی ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



یہی طہارت ہر مسلمان مرد و عورت سے مطلوب ہے اور طہارت کے سلسلہ میں اسلام جو تقاضا مرد سے کرتا ہے وہی عورت سے بھی کرتا ہے۔

حضرت ام سُلیم رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: یارسولؐ اللہ، (ان اللہ لا یستحیی من الحق فھل علی المرأۃ من غسل اذا احتملت؟)

اللہ تعالیٰ سچ بات میں کوئی باک محسوس نہیں فرماتا۔ اگر عورت کو احتلام ہو تو کیا اس پر بھی غسل واجب ہے؟ آپؐ نے فرمایا:

(نعم اذا رأت الماء)

ہاں اگر اسے انزال ہو اور منی دیکھے تو اس پر بھی غسل واجب ہے۔

یہ سن کر ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

(یارسول اللہ وتحتلم المرأۃ؟)

یارسول اللہ! کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا،

(تربت یداك۔ فبم یشبھھا ولدھا؟)

تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں! اگر عورت کو احتلام نہیں ہوتا تو بچہ عورت سے مشابہ کیونکر ہوتا ہے؟ (صحیح مسلم کتاب الطھارۃ)

یہ وہ انداز ہے جس سے اسلام نے طہارت کی طرف توجہ دلائی ہے، چند امور ایسے ہیں جن کی بنا پر اس نے غسل فرض کیا ہے مثلاً جنابت اور حیض و نفاس اس کے علاوہ نماز کے لئے وضو فرض کیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے طہارت اور پاکیزگی کو جو اہمیت دی ہے اس کی مثال ہمیں دوسرے مذاہب میں نہیں ملتی بلکہ وہ تو پاکیزگی کے بارے میں وہ باتیں جانتے ہی نہیں جو اسلام نے سکھائی ہیں۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ پیرس میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ورسائی کا تاریخی محل جس میں کمروں کی تعداد سینکڑوں تھی مگر اس میں ایک بھی غسل خانہ نہ تھا۔ غیر مسلم لوگ طہارت کے وہ آداب بھی نہیں جانتے جن سے مسلمان واقف ہیں۔ بالخصوص نماز کے لئے وضو کرنا ایک ایسی خوبی ہے جو صرف مسلمانوں میں ہی پائی جاتی ہے۔ دوسری قومیں تو جنابت سے پاک ہونا بھی نہیں جانتیں۔ اور کیفیت یہ ہے کہ طہارت کا اہتمام نہ رکھنے کی وجہ سے ان کے جسموں سے بدبو کے بھبکے اٹھتے ہیں اور وہ لوگ اس بدبو کو دبانے اور چھپانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں اور اس کے لئے طرح طرح کی خوشبوئیں اور مرکبات تیار کئے گئے ہیں' چنانچہ مغربی عورت اپنی بدبو کو چھپانے کے لئے اپنے جسم پر عطریات کا لیپ کرتی ہے لیکن ایک مسلمان عورت اللہ اور رسولؐ کے احکام کی پیروی کر کے اس قسم کے تکلفات سے بے نیاز رہے بلکہ اسے ایسی باتوں سے منع کیا گیا ہے چنانچہ نسائی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا خرجت المرأة الى المسجد فلتغتسل من الطيب كما تغتسل من الجنابة۔

(کوئی عورت اگر خوشبو لگا کر مسجد جانے کے لئے گھر سے نکلے تو اسے اسی طرح غسل کرنا چاہئے جیسے غسلِ جنابت کیا جاتا ہے)

یہی وجہ ہے کہ فقہاء اسلام نے مسائلِ طہارت کو بے حد اہمیت دی ہے اور کتبِ فقہ میں پہلا باب ہی "کتاب الطہارۃ" باندھا ہے اور کتاب الطہارت میں بڑا حصّہ عورتوں کے مسائل پر مشتمل ہے۔ چنانچہ ہم اپنے اس رسالے میں صرف انہی احکام سے بحث کریں گے جن کا تعلق عورتوں کے مسائلِ طہارت سے ہے۔ طہارت کے دوسرے مسائل و احکام جو مردوں اور عورتوں کے لئے مشترک ہیں ان کے لئے کتبِ فقہ کا مطالعہ کیا جائے۔

---

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# شیرخوار بچے اور بچی کے پیشاب کا بیان

۱۔ ام قیس بنت محصنؓ روایت کرتی ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنا ایک بچہ (جس نے ابھی غذا کھانی شروع نہیں کی تھی) لے کر حاضر ہوئی اس بچے نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا، تو آپؐ نے پانی منگوایا اور کپڑے پر چھڑک دیا اور اسے دھویا نہیں۔ یہ روایت صحاح ستہ میں ہے اور مسلمؒ کی ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں: فدعا بماء فرشہ۔

(آپؐ نے پانی طلب کیا اور اسے اس کپڑے پر چھڑک دیا)

۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بول الغلام الرضیع ینضح وبول الجاریۃ یغسل

رواہ احمدؒ والترمذی۔

(دودھ پیتا بچہ اگر لڑکا ہو اور وہ کپڑے پر پیشاب کر دے تو اس پر پانی چھڑک دیا جائے اور اگر وہ لڑکی ہو تو اس کا پیشاب دھویا جائے)

قتادہؒ کہتے ہیں یہ حکم ان بچوں کے پیشاب کا ہے جنہوں نے ٹھوس غذا کھانی شروع نہ کی ہو لیکن جب وہ غذا کھانا شروع کر دیں تو پھر لڑکا ہو یا لڑکی دونوں کے پیشاب کو دھونا ضروری ہے (احمدؒ و ترمذیؒ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



۲۔ نیز ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بچہ لایا گیا تاکہ آپؐ اسے گھٹی دیں۔ اس بچے نے آپؐ کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا تو آپؐ نے اس پر پانی چھڑک دیا۔

اس حدیث کو امام بخاریؒ، امام احمد بن حنبل اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے روایت کیا ہے اور ابن ماجہؒ میں اتنا مزید ہے "ولم یغسلہ" (اور آپؐ نے اسے دھویا نہیں)

۴۔ اور صحیح مسلمؒ میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بچوں کو لایا جاتا تھا، آپؐ ان کے لیے برکت کی دعا فرمایا کرتے اور گھٹی دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک بچہ لایا گیا اور اس نے آپؐ کے کپڑوں پہ پیشاب کر دیا تو آپؐ نے پانی منگوایا اور پیشاب پر چھڑک دیا، اور دھویا نہیں۔

۵۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم حضرت ابو السمح رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (چھوٹی) لڑکی کا پیشاب دھویا جائے اور چھوٹے لڑکے کے پیشاب پر پانی چھڑک دیا جائے۔

اس روایت کو ابو داؤدؒ، نسائیؒ اور ابن ماجہؒ نے بیان کیا ہے۔

۶۔ امّ کرز رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بچہ لایا گیا، اس نے آپؐ کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا تو آپؐ نے حکم دیا اور جہاں جہاں اس نے پیشاب کیا تھا اس پر پانی چھڑک دیا گیا پھر ایک بچی لائی گئی اس نے بھی پیشاب کر دیا۔ اس دفعہ آپؐ نے اس کپڑے کو دھونے کا حکم دیا جس پر اس بچی نے پیشاب کیا تھا۔

یہ روایت امام احمدؒ نے بیان کی ہے۔

۷۔ امّ کرز رضی اللہ عنہا سے ہی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



لڑکے کے پیشاب پر پانی چھڑکا جائے اور لڑکی کے پیشاب کو دھویا جائے۔
یہ روایت ابنِ ماجہؒ میں ہے۔

۸۔ ام الفضل لبابہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں پیشاب کر دیا تو میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! یہ کپڑا مجھے دیجئے تاکہ میں اسے دھو ڈالوں اور آپؐ دوسرا کپڑا پہن لیجئے، تو آپؐ نے فرمایا:

انما ينضح من بول الذكر ويغسل بول الانثىٰ.

(اگر لڑکا پیشاب کر دے تو صرف پانی چھڑکنا کافی ہے اور لڑکی کے پیشاب کو دھویا جائے)

یہ حدیث امام احمدؒ، ابوداؤد اور ابنِ ماجہؒ نے روایت کی ہے۔

## پیشاب نجس ہے:

لغوی اعتبار سے نجاست کا اطلاق ہر گندی اور ناپاک چیز پر ہوتا ہے، چنانچہ آدمی کا فضلہ یعنی پیشاب اور پاخانہ بھی نجس ہے خواہ آدمی بچہ ہو جو ابھی ٹھوس غذا نہ کھاتا ہو۔ اسی طرح آدمی کی منی وغیرہ یعنی "مذی[۱]" اور "ودی[۲]" اور "ھادی[۳]" سب نجس ہیں۔

---

۱؎ مذی: ایک لیس دار رطوبت ہے جو بوقت شہوت مرد کی شرمگاہ سے خارج ہوتی ہے۔
۲؎ ودی: یہ سفید رطوبت پیشاب کے بعد کبھی کبھی خارج ہوتی ہے۔
۳؎ ھادی: یہ سفید رنگ کا پانی ہے جو بچے کی ولادت سے پہلے عورت کے جسم خاص سے خارج ہوتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



نمازی کا جسم، کپڑے اور نماز پڑھنے کی جگہ ہر قسم کی نجاست سے پاک ہونا ضروری ہے سوائے ایسی نجاستوں کے جو اس بنا پر معاف کر دی گئی ہیں کہ یا تو ان کا زائل کرنا بہت مشکل ہے یا اس بنا پر کہ ان سے بچنا مشکل اور باعثِ دقت ہے۔ یعنی اس نجاست کو دور کرنے یا اس سے بچنے میں ناقابلِ برداشت تکلیف ہو کیونکہ دین میں اللہ نے ایسی کوئی بات نہیں رکھی جو ناقابلِ برداشت ہو۔

اس سے پہلے اُن احادیث کا تذکرہ کیا جا چکا ہے جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوٹے بچے اور چھوٹی بچی کے پیشاب کا حکم بیان فرمایا ہے اب یہاں اس مسئلہ پر تفصیلی گفتگو کی جائے گی۔

حدیث میں جو لفظ نضح وارد ہوا ہے اُس کے معنی میں فقہاء کے مابین اختلاف ہے:

۱۔ شیخ ابو محمد جوینیؒ، قاضی حسینؒ اور امام بغویؒ کا خیال ہے کہ نضح سے مراد یہ ہے کہ جس چیز پر پیشاب کیا گیا ہو اس پر زیادہ مقدار میں پانی ڈالا جائے۔ جیسے تمام نجاستوں کی صورت میں کیا جاتا ہے لیکن یہ پانی اتنا ہو کہ اگر نچوڑا جائے تو نہ نچڑے۔

۲۔ اور بعض دیگر علماء نے اس سے اختلاف کیا ہے اور کہا ہے کہ نچوڑنا ضروری ہے لیکن یہ درست نہیں اس لئے کہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ نچوڑنا شرط نہیں ہے۔

۳۔ امام الحرمین یعنی امام جوینیؒ اور دیگر محققین کا مسلک یہ ہے کہ نضح سے مراد اس پر صرف پانی بہانا ہے محض اس قدر پانی جو نہ تو کپڑے سے بہے نہ اس کے اوپر گردش کرے اور نہ ٹپکے۔ لیکن لڑکے کے پیشاب کے علاوہ دیگر صورتوں میں پانی زیادہ ڈالنے کا مفہوم اس سے مختلف ہے اور ان میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



یہ شرط ہے کہ پانی اس قدر ہو کہ کچھ پانی بہہ جائے اور مقامِ نجاست سے قطروں کی صورت میں ٹپک جائے اگرچہ اس میں بھی نچوڑنا شرط نہیں ـــ اور یہی مسلک درست ہے اور اسی پر عمل ہے اور حضرت ام قیسؓ کا قول: فنضحہ و لم یغسلہ (کہ اس پہ پانی چھڑک دیا اور دھویا نہیں) اسی پہ دلالت کرتا ہے۔ اور دوسری روایت میں ان کے الفاظ: فرشہ (یعنی اُس پہ پانی کے چھینٹے مارے) سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے۔ واللہ اعلم[1]

گویا نضح کے معنی ہیں: پانی سے ترکرنا اور جہاں جہاں پیشاب کا اثر ہو اس پر پانی چھڑکنا کہ وہ تر ہو جائے لیکن نہ ملا جائے اور نہ نچوڑا جائے۔

بچے کے پیشاب کے سلسلہ میں علماء کے تین اقوال ہیں:

۱۔ لڑکے کا پیشاب ہو تو اس میں نضح کافی ہے لیکن لڑکی کے پیشاب میں نضح کافی نہیں بلکہ اس کا دھونا ضروری ہے جیسے تمام نجاستوں کو دھویا جاتا ہے۔ یہی قول مشہور ہے اور سب نے اسی کو اختیار کیا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرات عطاءؒ، زہریؒ، احمد بن حنبلؒ، اسحٰقؒ اور ابن وہبؒ وغیرہ کا قول بھی یہی ہے۔ اور امام مالکؒ سے بھی یہی مروی ہے لیکن امام مالکؒ کے اصحاب کہتے ہیں کہ یہ روایت شاذ[2] ہے۔

اور ابن حزمؒ نے لکھا ہے کہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سفیان

---

[1] اقتباس از شرح النوویؒ علی صحیح المسلم۔

[2] روایت شاذہ اس روایت کو کہتے ہیں جس میں کوئی ثقہ راوی اپنی روایت کے ذریعے اپنے سے قوی تر راوی کی مخالفت کرے۔

(مترجم)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ثوریؒ ، اوزاعیؒ ، ابراہیم نخعیؒ ، داؤد ظاہریؒ اور ابن وہبؒ بھی اسی کے قائل ہیں ۔

۲۔ دوسرا قول یہ ہے کہ لڑکا اور لڑکی دونوں کے پیشاب میں نضح یعنی پانی چھڑکنا کافی ہے ۔ یہ امام اوزاعیؒ کا مسلک ہے اور امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا بھی ایک قول یہی بیان کیا گیا ہے ۔

۳۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اس سلسلہ میں لڑکے اور لڑکی میں کوئی فرق نہیں اور دونوں کے پیشاب کا دھونا واجب ہے ۔ اس قول کے کہنے والوں میں مشہور روایت کے مطابق امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ ۔ نیز اہل کوفہ شامل ہیں ۔

لیکن یہ آخری دونوں آراء شاذ ہیں اور اس سلسلہ میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں ان کی بنا پر یہ دونوں اقوال رد ہو جاتے ہیں ۔ ویسے بھی اس اختلاف میں پڑنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ اس سلسلہ میں جو احادیث بیان ہو چکی ہیں ان سے بصراحت یہ ثابت ہوتا ہے کہ لڑکے اور لڑکی کے پیشاب کے حکم میں فرق ہے ۔

خیال رہے کہ یہ اختلاف محض اس بات میں ہے کہ اس چیز کو جس پر بچہ پیشاب کر دے پاک کیسے کیا جائے ورنہ پیشاب کے نجس ہونے کے سلسلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے ۔

## جب تک غذا نہ کھانے لگے :

حضرت ام قیسؓ کی مذکورہ بالا حدیث میں جو یہ بیان ہوا ہے کہ وہ اپنے ایک چھوٹے بچے کو لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اس بچے نے ابھی غذا کھانا شروع نہیں کیا تھا ۔ اس سے آخر کیا مراد ہے ؟

امام نوویؒ نے شرح مسلم میں لکھا ہے :

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



" پھر یہ پانی چھڑکنے کی اجازت صرف اس عمر تک کے بچے کے سلسلہ میں ہے جس نے ابھی ٹھوس غذا کھانا شروع نہ کیا ہو لیکن جب بچہ غذا کھانے لگے تو اس کے پیشاب کا دھونا واجب ہے اور اس کی نجاست دھوئے بغیر زائل نہیں ہوگی اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

لیکن ولادت کے فوراً بعد بچے کو جو کھجور وغیرہ کی گھٹی دی جاتی ہے اس کا یہ اثر نہیں پڑتا کہ لڑکے کے پیشاب کو دھویا جائے اور پانی کا چھڑکنا کافی نہ ہو۔ "نکت التنبیہ" میں ہے کہ لڑکے کے پیشاب پہ پانی چھڑکنا کافی ہے اگر وہ دودھ اور گھٹی میں جو چیزیں دی جاتی ہیں۔ ان کے علاوہ اور کچھ نہ کھاتا ہو"

شیخ جلال الدینؒ محلی نے "منہاج الطالبین" کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ بچے کی گھٹی یا جو سفوف وغیرہ علاج کی غرض سے دیا جاتا ہے اس سے پیشاب پہ پانی چھڑکنے کے حکم پر کوئی اثر نہیں پڑتا یعنی اس کے باوجود لڑکے کے پیشاب پہ پانی چھڑکنا کافی ہے اور دھونا ضروری نہیں۔

اس کا مفہوم یہ ہے کہ بچے کو جو شہد وغیرہ بطور دوا دیا جاتا ہے اسے کھانا نہیں کہا جا سکتا اور اس کی وجہ سے نضح کے حکم میں رکاوٹ نہیں پڑتی۔

الموفق الحمدیؒ نے "شرح تنبیہ" میں لکھا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس بچے نے ابھی مستقل طور پر اپنے منہ سے غذا کھانا شروع نہ کیا ہو (یعنی دودھ نہ چھوڑا ہو) اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ جب تک دودھ چھوڑ کر مستقل طور پہ غذا کھانا نہ شروع کر دے اور اس کی خوراک کا اکثر حصہ ٹھوس اجزاء پر مشتمل نہ ہو اس وقت تک اس کے پیشاب کا یہی حکم ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## لڑکے کے سلسلہ میں رخصت کا سبب :

غالباً لڑکے کے پیشاب پر محض پانی ڈالنے کو کافی قرار دینے کی رخصت کا سبب یہ ہے کہ لوگ لڑکے کو گود میں لینے کے زیادہ مشتاق ہوتے ہیں جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ان کے کپڑوں پر پیشاب کے واقعات بکثرت پیش آتے ہیں اور ہر دفعہ کپڑا دھونے میں دشواری پیش آتی ہے لہذا اس سلسلہ میں شریعت نے اپنے حکم میں تخفیف کر دی۔

یا — دوسرا سبب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لڑکے کا پیشاب ادھر ادھر بکھر کر پھیلتا ہے جبکہ لڑکی کا پیشاب ایک ہی جگہ گرتا ہے۔

نیز یہ کہ لڑکے کا پیشاب لڑکی کے پیشاب کے مقابلہ میں پتلا اور رقیق ہوتا ہے اور اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ لڑکے کا پیشاب جہاں گرتا ہے لڑکی کے پیشاب کی مانند چپکتا نہیں اور یہ بھی ہے کہ لڑکی کا پیشاب لڑکے کے پیشاب کے مقابلہ میں زیادہ گندہ اور بدبودار ہوتا ہے[1]۔

## دودھ پلانے والی عورت کے لئے خاص حکم :

فقہاء کا مسلک یہ ہے (جن میں فقہاء مالکی بھی شامل ہیں) کہ دودھ پلانے والی عورت کے کپڑوں اور بدن پر دودھ پیتے بچے کا جو پیشاب پاخانہ لگ جاتا ہے

---

[1] اعلام الموقعین لابن قیم صفحہ ۲/ ۸۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



یہ ایسی نجاست ہے جو معاف ہے۔ یہ بچہ اس کا اپنا ہو یا پرایا ـــــ بشرطیکہ وہ بچے کے پیشاب اور پاخانہ کرتے وقت اس سے بچنے کی پوری کوشش کرتی ہو، اگرچہ ان سب فقہاء کے نزدیک بہتر یہ ہے کہ ایسی عورت کو چاہیئے کہ اگر استطاعت ہو تو کپڑوں کا ایک جوڑا علیحدہ رکھے[1] اور یہی حکم اس خون کا ہے جو قصاب کے کپڑوں پہ لگ جاتا ہے اور ان چھینٹوں کا جو کپڑے پٹخنے یا ڈنڈے سے کوٹتے وقت اڑ کر دھونے والے کے کپڑوں پہ پڑتی ہیں اور اس خون کا بھی یہی حکم ہے جو زخمیوں کا علاج کرتے وقت طبیب کے کپڑوں پہ لگ جاتا ہے لیکن ان سب لوگوں کے لئے مستحب یہی ہے کہ نماز کے لئے صاف کپڑوں کا اہتمام رکھیں۔

مذکورہ بالا حکم، شریعت کے اس قاعدہ کلیہ سے ماخوذ ہے کہ جب کسی حکم شرع پر عمل کرنے میں ناقابلِ برداشت مشقت ہو تو اس میں آسانی پیدا کر دی جائے۔ کیونکہ شریعتِ اسلامیہ کی بنیاد جن اصولوں پر ہے ان میں سے ایک اصول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو کسی ایسے حکم کا پابند نہیں بنایا جو ان کی قوتِ برداشت سے زائد ہو۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۔ (البقرہ ۔ ۱۸۵)

(اللہ تمہارے لئے آسانی پیدا کرنا چاہتا ہے اور سختی میں مبتلا کرنا نہیں چاہتا)

نیز ارشاد ہے:

---

[1] الفقہ علی المذاہب الاربعہ ص ۲۱ ۔ مطبع دار الشعب ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مَاجَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ۔ (الحج-۷۸)

(اور اللہ نے دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی)

نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

بعثت بالحنيفية السمحة۔ (مسند احمد)

(میں ایک ایسا دینِ حنیف دے کر بھیجا گیا ہوں جو نہایت آسان ہے)

امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے:

جب کسی معاملے میں تنگی پیدا ہو جائے تو آسانی اور سہولت پیدا کر دی جاتی ہے۔

یہ رخصت دودھ پلانے والی عورت کے لئے ہے خواہ وہ اس بچے کی جسے دودھ پلا رہی ہے ماں ہو یا نہ ہو۔ اور اس کا سبب یہ ہے کہ اسے شیر خوار بچے کو ہر وقت اٹھانا پڑتا ہے۔ اور اس رخصت میں یہ قید بھی نہیں ہے کہ بچہ لڑکا ہو یا لڑکی۔ دونوں کے سلسلے میں شریعت کی طرف سے یہ سہولت حاصل ہے۔

---

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# نجاستِ خُون

## اور اُس کو دھونے کا طریقہ

۱۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ہم عورتوں کے کپڑوں پر حیض کا خُون لگ جاتا ہے، ایسی صورت میں ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟ آپؐ نے فرمایا: (تحتہ ثم تقرضہ بالماء ثم تنضحہ ثم تصلی فیہ) (متفق علیہ)

(پہلے اسے کھُرچ دے پھر پانی ڈال کر ملے پھر دھو ڈالے پھر اسی کپڑے میں نماز پڑھ سکتی ہے)

۲۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خولہؓ بنت یسار نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ! میرے پاس صرف ایک ہی لباس ہے اور میں اسی کو حیض کی حالت میں پہنتی ہوں۔ تو آپؐ نے فرمایا: فاذا طهرت فاغسلی موضع الدم ثم صلی فیہ۔

(جب حیض آنا بند ہو جائے اور تم پاک ہو جاؤ تو کپڑے پر جہاں خون لگا ہو اس جگہ کو دھو لو اور پھر اسی کپڑے میں نماز پڑھ لو)

اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! خون کا نشان نہیں جاتا۔ آپؐ نے فرمایا: یکفیک الماء ولا یضر اثرہ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(پانی سے دھولینا تمہارے لیے کافی ہے اور خون کے نشان کا کوئی حرج نہیں)

۳۔ معاذہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ حائضہ عورت کے کپڑوں پہ اگر خون لگ جائے تو وہ کیا کرے؟ آپؓ نے فرمایا: تغسله فان لم يذهب اثره فلتغيره بشيئ من صفرة۔

(اسے دھو ڈالے، لیکن اگر اس کا نشان نہ جائے تو اس پہ کوئی زرد چیز مل کر اس کا رنگ بدل دے)

نیز حضرت عائشہؓ نے فرمایا: ولقد كنت احيض عند رسول الله صلى الله عليه وسلم ثلاث حِيَض جميعا لا اغسل لي ثوبا ـــــ (احمد وابوداؤد)۔

(مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں حیض آیا کرتا تھا تو مسلسل تین تین حیضوں میں ایک ہی کپڑا استعمال کرتی تھی اور اسے دھوتی نہ تھی)

مذکورہ بالا احادیث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ نجاست کو پانی سے دھونا واجب ہے اور خون کے نجس ہونے پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔ اور نجاست سے پاک کرنے کے سلسلے میں ایسی کوئی شرط نہیں ہے کہ دو مرتبہ دھویا جائے یا تین مرتبہ دھویا جائے بلکہ دھو کر صاف کر لینا کافی ہے خواہ ایک مرتبہ دھونے سے ہو یا زیادہ بار دھونے سے۔

امام نوویؒ لکھتے ہیں: جاننا چاہئے کہ نجاست کو دور کرنے میں جو چیز واجب ہے وہ صاف کرنا ہے، اب اگر نجاست حکمی ہے یعنی ایسی نجاست جو آنکھوں سے نظر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



نہیں آتی، مثلاً پیشاب وغیرہ تو اسے ایک مرتبہ دھونا واجب ہے اور زیادہ مرتبہ دھونا واجب تو نہیں لیکن مستحب یہ ہے کہ دو یا تین مرتبہ دھولیا جائے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اذا استیقظ احدکم من نومه فلا یغمس یده فی الاناء حتی یغسلها ثلاثاً۔ (مسلم)

(جب کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو جب تک اپنا ہاتھ دھو نہ لے اس کو پانی بھرے برتن میں نہ ڈالے)

لیکن اگر نجاست نظر آنے والی ہو جیسے خون وغیرہ تو اس نظر آنے والے مواد کو صاف کرنا ضروری ہے اور مواد صاف ہونے کے بعد دو یا تین بار دھونا مستحب ہے۔ لیکن اگر نجاست کا نظر آنے والا مواد دھولیا جائے اور اس کا رنگ باقی رہ جائے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ طہارت مکمل ہو گئی ــــ لیکن اگر نجاست کا ذائقہ باقی رہ گیا تو کپڑا بدستور نجس ہے جب تک یہ ذائقہ زائل نہ ہو لہذا اس کا دور کرنا ضروری ہے اور اگر بو باقی رہ گئی تو اس میں امام شافعیؒ کے دو قول ہیں جن میں صحیح تر قول یہ ہے کہ کپڑا پاک ہو جاتا ہے (خواہ بو باقی ہو)

خونِ حیض ایسی نجاست ہے جس کی تھوڑی مقدار بھی معاف نہیں ــــ خواہ کتنی ہی کم ہو۔ اور کپڑوں اور لباس کا پاک ہونا نماز کے لئے شرط ہے۔

اور حدیث نمبر ۲ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ "یکفیك الماء ولا یضرك اثره" اس بات کی دلیل ہے کہ نجاست کو دھونے کے لئے پاک پانی کا ہونا ضروری ہے اور سرکہ وغیرہ قسم کے سیال سے نجاست دھولینا کافی نہیں ہے کیونکہ جس چیز سے دھونے کا حکم دیا گیا ہے وہ پانی ہے اور اس حدیث میں اس بات کی بھی صراحت موجود ہے کہ نجاست دھونے کے بعد اگر اس کا ایسا نشان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



باقی رہ جائے جس کا دور کرنا مشکل ہو تو کوئی حرج نہیں۔۔۔ لیکن ایسی صورت میں اس نشان کے رنگ کو زعفران یا زرد رنگ کی کوئی اور چیز مل کر تبدیل کر دینا چاہئے تاکہ خون کا رنگ باقی نہ رہے کیونکہ اس سے گھن آتی ہے اور ممکن ہے جو شخص اس داغ کو دیکھے تو یہ خیال کرے کہ دھونے میں کوتاہی کی گئی ہے۔ جیسا کہ تیسری حدیث میں بیان ہوا ہے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو یہ فرمایا کہ لَا اغسل ثوبا لی (کہ میں اپنا کوئی کپڑا دھویا نہیں کرتی تھی) تو اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ آپ احتیاط برتتی ہوں اور آپ کے کپڑوں پہ ذرا بھی خون نہ لگتا ہو۔ اور جو چیز اپنی اصل کے اعتبار سے پاک ہو وہ اس وقت تک پاک رہتی ہے جب تک اس پر نجاست نہ لگ جائے اور جب اس پہ نجاست لگ جائے تو اس کا دھونا ضروری ہو جاتا ہے۔

---

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# وضو

## مرد کا عورت کو چھونا اور مصافحہ کرنا :

بحالتِ وضو مرد کا عورت کو چھونا ایک ایسا مسئلہ ہے جس میں علماء کے درمیان خلاف ہے۔ علماء احناف کا خیال یہ ہے کہ چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا جب تک صورت نہ ہو کہ مرد و عورت کے برہنہ جسم بحالتِ شہوت بغیر دخول کے باہم ملیں۔

مالکیوں کے نزدیک وضو ٹوٹنے کے لیے چار شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے:

۱۔ چھونے والا بالغ ہو۔

۲۔ یہ چھونا حصولِ لذت کی غرض سے ہو یا بغیر ارادے کے لذت حاصل ہو۔

۳۔ جسم کے جس حصے کو چھوا جائے اس پر کپڑا وغیرہ نہ ہو یا اگر وہ کپڑے سے چھپا ہوا ہو تو یہ کپڑا بہت ہلکا ہو لہذا اگر وہ کپڑا جس سے جسم ڈھکا ہوا ہے موٹا اور دبیز ہو تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ البتہ یہ لمس اگر اس انداز کا ہو کہ جسم کے کسی حصے کو پکڑ لیا جائے اور مقصد حصولِ لذت ہو یا لذت حاصل ہو جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

۴۔ جسے چھوا جائے وہ ایسی عورت ہو جس کی طرف بالعموم شہوانی رغبت ہوتی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہے، چنانچہ ایسی چھوٹی بچی کو چھونے سے جس کی طرف شہوانی رغبت نہ ہوتی ہو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ مثلاً پانچ سالہ بچی اور ایسی بڑھیا کو چھونے سے بھی وضو نہیں ٹوٹے گا جس میں مرد کے لئے طبعاً شہوانی رغبت نہ ہو۔

ان شرائط کی موجودگی میں اگر کسی ایسی عورت کو چھوا جائے جو (ابدالشی) محرم نہ ہو تو وضو ٹوٹ جائے گا، خواہ یہ عورت بیوی ہو یا کوئی غیر بشرطیکہ یہ لمس مذکورہ بالا صورت میں ہو۔

اور منہ کا بوسہ لینا بھی چھونے ہی کی ایک شکل ہے اور اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے خواہ لذت حاصل کرنا مقصود نہ ہو یا لذت حاصل نہ ہو ـــــ یا بوسہ زبردستی لیا گیا ہو۔ لیکن اگر بوسہ پیار و شفقت کی بنا پر لیا گیا ہو یا سفر پر روانگی کے وقت الوداعی بوسہ لیا جائے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔

اب تک جو کچھ بیان ہوا یہ تو چھونے والے کے بارے میں مسئلے کی نوعیت تھی لیکن جس کو چھوا جائے اس کی نوعیت یہ ہے کہ اگر وہ بالغ ہے اور چھونے کی وجہ سے اس نے لذت محسوس کر لی ہے تو اس کا بھی وضو ٹوٹ جائے گا اور اگر اس نے بھی حصولِ لذت کا قصد کیا ہے تو اس کا بھی وہی حکم ہے جو خود چھونے والے کا ہے۔ اور اس پر ان تمام احکام کا اطلاق ہو گا جو چھونے والے مرد کے بارے میں پہلے بیان ہو چکے ہیں۔ البتہ چھوئے بغیر سوچنے یا دیکھنے سے وضو نہیں ٹوٹتا خواہ حصولِ لذت کا قصد ہو یا لذت حاصل لیکن سوچنے یا دیکھنے سے اگر مذی خارج ہوئی تو وضو ٹوٹ جائے گا اور اس کا سبب خروجِ مذی ہو گا اور اگر منی خارج ہو گئی تو غسل واجب ہو گا۔

## شافعیوں کا مسلک

شافعیوں کے نزدیک کسی اجنبی عورت کو چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے خواہ لذت کے بغیر ہو اور خواہ مرد بوڑھا اور عورت بدشکل بڑھیا ہو بشرطیکہ چھونے والے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کے ہاتھ اور جسے چھوا گیا اس کے جسم کے درمیان کوئی چیز مثلاً کپڑا وغیرہ حائل نہ ہو۔ لیکن اگر کوئی چیز درمیان میں حائل ہے تو پھر یہ چیز کتنی ہی باریک ہو وضو نہیں ٹوٹے گا حتیٰ کہ درمیان میں حائل ہونے والی یہ چیز میل کی جمی ہوئی تہہ یا غبار کی گرد ہو تب بھی وضو نہیں ٹوٹے گا۔

شافعیوں نے چھونے کے سلسلہ میں عورت کے بال، دانت اور ناخن کو مستثنیٰ کر دیا ہے یعنی ان کے چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا خواہ اس سے لذت بھی حاصل ہو اس لئے کہ یہ وہ اعضاء ہیں جن کے چھونے سے بالعموم لذت حاصل نہیں کی جاتی۔

مردہ عورت کو چھونے سے بھی وضو ٹوٹ جائے گا لیکن میت اگر محرم ہو یعنی ایسی محرم جس سے نکاح ہمیشہ کے لیے حرام ہے تو وضو نہیں ٹوٹے گا، خواہ یہ حرمت نسب کی بنا پر ہو یا رضاعت کی بنا پر یا دامادی کی بنا پر۔ لیکن ایسی عورت جس سے نکاح کرنا ہمیشہ کے لیے حرام نہیں ہے، مثلاً بیوی کی بہن، بیوی کی پھوپھی اور بیوی کی خالہ، تو ان میں سے کسی کو بھی مردہ حالت میں چھونے سے وضو ٹوٹ جائے گا۔

حنبلیوں کا مسلک یہ ہے کہ عورت کو شہوت سے اس طرح چھوا جائے کہ درمیان میں کوئی چیز یعنی کپڑا وغیرہ حائل نہ ہو تو وضو ٹوٹ جاتا ہے اور اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ عورت محرم ہو یا اجنبی، زندہ ہو یا مردہ، جوان ہو یا بوڑھی، بڑی ہو یا چھوٹی لیکن ایسی ہو جسے دیکھ کر بالعموم شہوت میں تحریک پیدا ہو جاتی ہے۔

اور اس معاملہ میں عورت اور مرد کا حکم یکساں ہے یعنی اگر عورت بھی مذکورہ بالا شرائط کی موجودگی میں مرد کو چھوئے گی تو اس کا وضو بھی ٹوٹ جائے گا۔ نیز چھونے سے وضو صرف اسی صورت میں ٹوٹے گا جب جسم کا وہ حصہ جسے چھوا گیا ہے، بال، ناخن اور دانتوں کے علاوہ ہو لہٰذا اگر دانتوں، بال اور ناخنوں کو چھوا ہے تو وضو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



نہیں ٹوٹے گا۔

مالکیوں کے نزدیک جسے چھوا جائے اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا، خواہ وہ شہوت اور لذت بھی محسوس کرے۔

اوپر جتنی آراء بیان ہوئی ہیں ان میں سے ہر رائے کے لئے کوئی نہ کوئی سند اور دلیل موجود ہے اور ہر ایک مسلک میں صحابہ کرام ہی کی پیروی ہے۔ اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ مرد کے لئے اجنبی عورت سے مصافحہ نہ کرنا اور اسے ہاتھ نہ لگانا ہی بہتر اور افضل ہے۔ اللہ تعالیٰ نیکی کی توفیق عطا کرنے والا اور سیدھے راستے کی طرف ہدایت دینے والا ہے۔

## وضو کی حالت میں اپنی بیوی کو چھونا :

اوپر جو کچھ بیان ہوا یہ تو اجنبی عورت کے بارے میں تھا۔ اب رہ گیا بیوی کا معاملہ جو کتاب و سنت کی رو سے مرد کے لئے حلال ہے لیکن سوال یہ ہے کہ بحالتِ وضو بیوی کو چھونے کا حکم شرعاً کیا ہے؟ مثلاً اگر مرد اپنی بیوی سے مصافحہ کرے یا اسے ہاتھ لگائے تو کیا مرد کا وضو ٹوٹ جائے گا؟

امام احمدؒ بن حنبل، ترمذیؒ، ابنِ ماجہؒ، نسائیؒ اور ابوداؤدؒ نے روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواجِ مطہرات میں سے بعض کا بوسہ لے لیا کرتے تھے اور پھر وضو کئے بغیر نماز کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (رات کو نماز پڑھتے اور میں آپؐ) کے آگے سوئی ہوئی ہوتی تھی اور میرے دونوں پاؤں آپ کے قبلہ کی جانب ہوا کرتے اور جب آپ سجدے میں جاتے تو مجھے ٹھوکا دیتے اور میں اپنے پاؤں سکیڑ لیتی تھی۔ (متفق علیہ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



نیز اسحاق بن راہویہ اور بزار نے اچھی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا بوسہ لیا جبکہ آپ روزے سے تھے اور فرمایا: بوسے سے نہ تو وضو ٹوٹتا ہے اور نہ روزہ۔

اور مسلم و ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت کیا ہے اور اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ ایک رات میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بستر میں نہ پایا تو میں آپ کی تلاش میں نکلی اور آپ کو مسجد میں پالیا اور میں نے اپنا ہاتھ آپ کے پاؤں کے تلوں پر رکھ دیا جبکہ آپ سجدے میں پڑے تھے اور آپ کے دونوں پاؤں اٹھے ہوئے تھے اور آپ یہ دعا مانگ رہے تھے:

اللهم انی اعوذ برضاك من سخطك واعوذ بمعافاتك من عقوبتك واعوذ بك منك لا احصی ثناء علیك، انت كما اثنیت علی نفسك۔

(اے میرے معبود! میں پناہ طلب کرتا ہوں تیری رضا کی تیرے غصے سے اور پناہ طلب کرتا ہوں تیری بخشش کی تیری سزا سے اور پناہ طلب کرتا ہوں تیری ہی تیرے جلال سے۔ میں تیری ثناء کا احاطہ نہیں کر سکتا تُو ویسا ہی ہے جیسی تُو نے خود اپنی ثنا کی۔

اس کے بالمقابل مندرجہ ذیل اقوال بھی ہیں:

۱۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے صراحتاً یہ بات بیان کی ہے کہ جس نے اپنی بیوی کا بوسہ لیا یا اسے اپنے ہاتھ سے چھوا تو اس پر وضو لازم ہے۔ یہ روایت امام مالک اور امام شافعی نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی ہے۔

۲۔ بیہقی نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے۔ اس روایت کے الفاظ یہ ہیں:
بوسہ بھی لمس ہے اور اس پر وضو واجب ہے اور لمس جماع سے کم ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# ناخنوں کا لیپ

## (نیل پالش)

اگر ناخنوں کو کسی ایسے رنگ سے رنگا جائے جس کی ٹھوس تہہ نہ جمے (مثلاً مہندی یا وسمہ وغیرہ) تو اس سے وضو یا غسل پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور اگر ایسا رنگ ہاتھ یا ناخنوں پر باقی ہو تب بھی نماز صحیح ہو جاتی ہے۔

لیکن ایسے رنگ جن کی ٹھوس تہہ جم جاتی ہے مثلاً کیمیاوی ساخت کے نیل پالش جو آج کل بازاروں میں عام ملتے ہیں جیسے میڈورا یا سوئس مس وغیرہ تو ایسے تمام لیپ اگر وضو یا غسل کرنے کے بعد لگائے جائیں تب تو نماز درست ہو جائے گی لیکن اگر وضو، یا غسل کرنے سے پہلے استعمال کیے گئے ہوں تو وضو یا غسل کرتے وقت طہارت کے لئے ان کا اتارنا ضروری ہے تاکہ پانی جلد اور ناخن تک پہنچ سکے۔

اس بات پر اجماع نقل کیا گیا ہے کہ ناخنوں پر جس لیپ کی موجودگی میں وضو یا غسل درست نہیں ہوتا وہ ایسا لیپ ہے جو گاڑھا اور ٹھوس ہو۔ اور بعض مصری علماء نے جو یہ فتویٰ دیا ہے کہ ناخنوں پر ٹھوس لیپ (نیل پالش) کی موجودگی میں غسل اور وضو درست ہو جاتا ہے یہ قطعاً غلط ہے کوئی ایسا شرعی عذر موجود نہیں ہے جس کو غسل یا وضو صحیح ہو جانے کے لئے وجہ جواز بنایا جا سکے۔ فاضل جلیل شیخ حسنین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



محمد مخلوف جو مصر میں دار الافتاء کے ناظم ہیں ان کی رائے بھی یہی ہے کہ نیل پالش کی موجودگی میں وضو اور غسل درست نہیں اور ڈاکٹر عبدالحلیم محمود شیخ الازھر نے اپنے فتویٰ میں جو قاہرہ ریڈیو اسٹیشن کے پروگرام "القرآن الکریم" میں نشر ہوا — اسی رائے کا اظہار کیا ہے۔

میری بہنوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ فتاویٰ عالمگیر جلد ۱ صفحہ ۲۵ پر جو یہ مسئلہ درج ہے کہ اگر کسی کا ناخن ٹوٹ جائے اور اس نے اس پر کسی دوا کا لیپ لگا رکھا ہو تو اگر وہ دوا یا لیپ اتارنا نقصان دہ ہو تو وہ اس پر مسح کر لے اور اگر مسح کرنا بھی باعثِ ضرر ہو تو مسح بھی نہ کرے۔ اسی طرح اگر پاؤں کی انگلی میں زخم ہو اور اس انگلی پر پٹا باندھ رکھا ہو یا کوئی اور مرہم لگا رکھا ہو اور یہ مرہم زخم کے مقام سے آگے بڑھ کر صحیح حصہ جسم تک پہنچ گیا ہو ایسی صورت میں اگر وضو کرتے وقت اس پر مسح کر لے تو ایسا کرنا جائز ہے اور وضو درست ہو جائے گا بشرطیکہ مسح اس طرح کیا جائے کہ پوری پٹی پر مسح ہو جائے۔ ان تمام صورتوں میں جو مسح کو جائز قرار دیا گیا ہے اس کی وجہ ضرورت اور عذر ہے اور ظاہر ہے نیل پالش کی صورت میں ایسا کوئی عذر یا ضرورت موجود نہیں جو جوازِ وضو کا تقاضا کرتی ہو لہٰذا اس کو اتار کر وضو کرنا ضروری ہے ورنہ وضو یا غسل درست نہ ہو گا۔[۱]

میں یہاں اپنی بہنوں اور بیٹیوں سے یہ کہنا ضروری خیال کرتا ہوں کہ وہ نیل پالش استعمال کرنے کی عادتِ بد سے اپنے آپ کو بچائیں اور اس بات کو سمجھیں کہ یہ فیشن ہمارے ہاں مغرب کی کلچر تہذیب کے نتیجہ میں رائج ہوا ہے جس کا مقصد

---

[۱] تفصیل کے لئے دیکھئے: مجلہ الوعی الاسلامی۔ عدد ۴۸۔ شمارہ ۱۲۔ ربیع الثانی ۱۳۹۷ھ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ایسی بے راہروی ہے جو ہر اصول اور ضابطہ سے آزاد ہونے کا تقاضا کرتی ہے اور اس کے پیش نظر عورت کی حفاظت واحترام کے وہ ضابطے اور طریقے نہیں ہیں... جو اسلامی نقطۂ نگاہ سے نہایت اہم ہیں۔

کیا ہماری بہنوں اور بیٹیوں کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ مغرب کی کافر و فاجر عورتوں کی اندھی تقلید کرنا چھوڑ دیں اور امہات المؤمنین، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں اور سلف صالحین کی مہاجر و انصار خواتین کے نقش قدم پہ چلنے کی کوشش کریں ؟

حقیقت یہ ہے کہ یہ نیل پالش اور لیپ جن سے ناخنوں کو رنگا جاتا ہے اپنے اندر ذرا بھی حسن و جاذبیت اور زیب و زینت کا سامان نہیں رکھتے۔ پھر جو عورت یا لڑکی اپنے ناخنوں پہ نیل پالش استعمال کرتی ہے اس کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ اس کے ناخن زیادہ سے زیادہ لمبے ہوں۔ وہ یہ بھول جاتی ہے کہ ناخنوں کو اس طرح بڑھانا انسان کی اس فطرت سلیمہ کے خلاف ہے جس کی طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رہنمائی فرمائی ہے۔ آپ نے ناخن تراشنے کا حکم دیا ہے کیونکہ لمبے ناخنوں میں جراثیم پرورش پاتے ہیں اور اُن میں میل کچیل جمع ہو جاتا ہے۔ جس سے انسانی صحت پہ بُرا اثر پڑتا ہے۔

لہٰذا مسلمان عورت کو چاہیئے کہ وہ اپنے رب سے ڈرے اور اپنے دین اور اس کے احکام کا خیال رکھے۔ ظاہر و باطن اور عقیدے و عمل کے اعتبار سے اپنے آپ کو مسلمان بنانے کا شوق پیدا کرے اور مغرب کی بیہودہ تہذیب سے بچنے اور دور رہنے کی کوشش کرے۔ اس لئے کہ اس تہذیب میں وہ خرابی موجود ہے جو انسان کو گناہ کی طرف دھکیل دیتی ہے۔

---

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# مصنوعی بال (وِگ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے :

لعن اللّٰہ الواصلۃ والمستوصلۃ ۔ (متفق علیہ)

(اللہ کی لعنت اس عورت پر جو دوسری عورت کے بالوں میں مصنوعی بالوں کا جوڑ لگائے اور اس پر بھی جو ایسا جوڑ لگوائے)

ہمارے دور کے ایک عالم نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ ــــ مصنوعی بالوں ــ یعنی وِگ پر عورت کے لیے مسح کرنا جائز ہے ۔

ہماری شدید خواہش ہے کہ کاش یہ مفتی صاحب جو اس قسم کے عجیب وغریب فتوے صادر کرنے میں مشہور ہیں اپنی غلط رائے کی پیروی چھوڑ کر وِگ کے استعمال کے بارے میں شریعتِ حقہ کی طرف رجوع کریں ۔

## نصوصِ شرعیہ :

۱۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ ! میری ایک بیٹی ہے جس کے چیچک نکلی تھی اور اس کے بال جھڑ گئے تھے ۔ اب وہ دُلہن بن رہی ہے تو کیا میں اس کے بالوں میں مصنوعی بال جوڑ دوں ؟ آپ نے فرمایا :

لعن اللّٰہ الواصلۃ والمستوصلۃ ۔ (متفق علیہ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(بالوں میں جوڑ لگانے اور لگوانے والیوں پر اللہ کی لعنت)

۲۔ حمید بن عبدالرحمن رضؓ بن عوف بیان کرتے ہیں کہ میں نے جس سال حج کیا اسی سال حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو منبر پر خطبہ دیتے ہوئے سُنا: آپ نے بالوں کا ایک گچھہ ہاتھ میں لیا جو آپ کے ایک محافظ کے پاس تھا اور فرمایا: اے اہلِ مدینہ! تمہارے علماء کہاں ہیں؟ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قسم کی چیزوں سے منع فرماتے سنا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل اس وقت ہلاک ہوئے جب ان کی عورتوں نے (بناؤ سنوار کے لئے) اس قسم کی چیزیں اختیار کرلیں۔ (متفق علیہ)

۳۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے موقوفاً یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کئے بغیر روایت ہے کہ حضرت عبداللہؓ بن مسعود نے کہا: اللہ تعالیٰ کی لعنت ان عورتوں پر جو حُسن کے لئے گودتی اور گدواتی ہیں، بال نوچتی اور نچواتی ہیں اور جو اپنے دانتوں کے درمیان جھری بنواتی ہیں اور اس طرح اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو بدلتی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے اس قول کی اطلاع بنی اسد کی ام یعقوب نامی خاتون کو پہنچی تو وہ حضرت عبداللہؓ بن مسعود کے پاس آئیں اور کہنے لگی کہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ آپ نے ایسی ایسی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے۔ حضرت عبداللہ نے کہا: میں آخر ان پر کیوں نہ لعنت بھیجوں جن پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت بھیجی ہے اور جن کی مذمت قرآن میں کی گئی ہے۔ وہ عورت کہنے لگی: میں نے پورا قرآن پڑھا ہے مجھے تو ایسی کوئی بات نہیں ملی۔ آپ نے کہا: اگر تم نے واقعی قرآن پڑھا ہوتا تو تم کو ضرور وہ بات مل جاتی جو میں کہتا ہوں۔ کیا تم نے یہ آیت قرآن مجید میں نہیں پڑھی:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۔ (الحشر ۔ ۷)

(جو کچھ رسولؐ تمہیں دیں وہ لے لو اور جس سے منع کر دیں اس سے رک جاؤ)

وہ خاتون کہنے لگی، کیوں نہیں! آپ نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ پھر وہ کہنے لگی: میں نے ابھی آپ کی بیوی کو دیکھا ہے، وہ ایسا کرتی ہیں۔ آپ نے کہا: جاؤ جاکر دیکھو (ایسا نہیں ہے)۔ چنانچہ وہ گئی اور اسے وہاں ایسی کوئی بات نہ ملی تو واپس آکر کہنے لگی، مجھے کچھ نہیں ملا ـــــ حضرت عبداللہؓ نے کہا: اگر ایسا ہوتا جیسا تم کہتی ہو تو میں اس کے ساتھ نہ رہتا۔ (بخاریؒ ومسلمؒ)

۴۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عورتوں پر لعنت بھیجی ہے جو بالوں میں جوڑ لگاتی اور لگواتی ہیں اور ان عورتوں پر بھی لعنت بھیجی ہے جو گودتی اور گدواتی ہیں۔ (بخاریؒ ومسلمؒ)

۵۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک دن کہا: تم نے برے حلیے بنانے کا نیا طریقہ اختیار کر لیا ہے حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے "زُور" (دوسروں کو دھوکہ دینے کے لئے خاص قسم کا حلیہ بنانے) سے منع فرمایا ہے۔

قتادہؒ کہتے ہیں: حضرت معاویہؓ کی مراد "زُور" سے وہ طریقہ ہے جو عورتیں اختیار کرتی ہیں کہ اپنے بال زیادہ دکھانے کی غرض سے ان میں کچھ مصنوعی چیزیں شامل کر لیتی ہیں۔

حضرت قتادہؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص ایک لاٹھی لایا جس کے سر سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



پر کچھ دھجیاں بندھی ہوئی تھیں۔ اسے دیکھ کر حضرت معاویہؓ نے کہا: "یہی زُور ہے"۔ (بخاری و مسلم)

مندرجہ بالا نصوص کی بنا پر جمہور علماء کا فتویٰ یہی ہے کہ عورت کا اپنے بالوں میں مصنوعی بالوں کا اضافہ کرنا حرام ہے اور یہی حکم وِگ وغیرہ کے استعمال کا ہے

## فُقہاء کا مسلک:

اس مسئلہ میں کہ عورت کے لئے اپنے بالوں میں مصنوعی بال جوڑنا جائز ہے یا نہیں نیز ممانعت میں سختی اور نرمی کے اعتبار سے فقہاء کے مابین اختلاف ہے جس کا خلاصہ ہم ذیل میں پیش کرتے ہیں:

۱۔ احناف کی رائے یہ ہے کہ عورت کے لئے اپنے بالوں میں انسانی بال جوڑنا قطعاً حرام ہے، خواہ یہ بال اس کے اپنے ہوں یا اس کے شوہر یا کسی محرم کے یا کسی دوسری عورت کے یا ان کے علاوہ کسی اور طرح کے انسانی بال ہوں۔ لیکن بالوں کے ساتھ غیر انسانی بالوں کا جوڑنا مثلاً اون یا پشم یا بکری کے بال ملانا یا دھجیاں وغیرہ بٹ کر اس کا جوڑ لگانا۔ سو یہ جائز ہے کیونکہ اس میں نہ تو دھوکہ ہے اور نہ انسانی اجزاء کا استعمال کیا جا رہا ہے اور یہی دونوں باتیں حنفیوں کے نزدیک اس فعل کے حرام ہونے کا سبب ہیں۔

(رسائل ابن عابدین (شامی) ص ۲۷۲ و ۲۷۳، ۲۷۴ - ج ۶)

۲۔ مالکیوں کے نزدیک بالوں میں کسی قسم کے بال جوڑنا ناجائز ہے، خواہ وہ آدمی کے ہوں یا اون اور پشم یا کسی اور قسم کے بال ــــ امام نوویؒ نے جو کہ شوافع کے چوٹی کے اماموں میں سے ہیں اسی رائے کی تائید کی ہے اور اپنی کتاب "المجموع" میں لکھا ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



"جن لوگوں نے مصنوعی بالوں کے استعمال کو مطلقاً حرام قرار دیا ہے ان کی رائے سب سے زیادہ قوی ہے اس لئے کہ احادیثِ صحیحہ سے بظاہر جو بات ثابت ہوتی ہے یہی ہے۔" (المجموع ج ۳ ص ۱۴۷)

۱۔ شافعیوں کا مسلک یہ ہے کہ انسانی بالوں کا جوڑ لگانا تو مطلقاً حرام ہے یعنی جو حنفیوں کا مسلک ہے البتہ غیر انسانی بالوں سے جوڑا بنانا مثلاً اون یا پشم وغیرہ سے تو اس کی دو صورتیں ہیں:

و۔ اگر وہ چیز جس کا جوڑ لگایا گیا ہے ناپاک ہے تب تو جوڑا بنانا حرام ہے کیونکہ نجس چیز کا استعمال نماز میں اور نماز کے علاوہ بھی حرام ہے۔

ب۔ لیکن اگر وہ چیز جس سے ملا کر جوڑا بنایا گیا ہے پاک ہے تو اب دیکھا جائے گا کہ جس نے یہ جوڑا استعمال کیا ہے، وہ اگر ایسی عورت ہے جس کا خاوند نہیں ہے تو اس کے لئے جوڑے کا استعمال حرام ہے اور اگر خاوند والی ہے تو اس میں تین قول ہیں:

۱۔ ایک قول یہ ہے کہ بالوں میں جوڑ لگانا یا مصنوعی بالوں کا جوڑا استعمال کرنا صرف اس صورت میں جائز ہے جب خاوند اجازت دے۔

۲۔ دوسرا قول یہ ہے کہ بالوں میں جوڑ لگانا یا مصنوعی بالوں کا جوڑا استعمال کرنا مطلقاً جائز ہے اور خاوند کی اجازت ضروری نہیں ہے۔

۳۔ تیسرا قول یہ ہے کہ خواہ خاوند اجازت دے تب بھی جوڑے کا استعمال حرام ہے۔

امام نوویؒ نے المجموع میں لکھا ہے کہ شافعیوں کے نزدیک پہلا قول سب سے زیادہ صحیح ہے (المجموع ج ۳، ص ۱۴۷)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



۴۔ حنبلیوں کے نزدیک بھی انسانی بالوں کا جوڑ لگانا یا جوڑا استعمال کرنا حرام ہے کیونکہ ایسا کرنا ایک قسم کی دھوکہ دہی ہے لیکن ان کے نزدیک غیر انسانی بال مثلاً اون یا پشم وغیرہ کا جوڑ لگانا یا جوڑا استعمال کرنا بھی حرام ہے البتہ بالوں کے علاوہ کوئی اور چیز مثلاً کپڑے کی دھجی وغیرہ جوڑنا جس سے بال باندھے جاتے ہیں تو اس کے سلسلہ میں یہ حکم ہے کہ اگر یہ دھجی وغیرہ فقط اس قدر ہے جس سے سر پہ بال باندھے جاتے ہیں تب تو کوئی حرج نہیں کیونکہ اس کی ضرورت پڑتی ہے۔ لیکن اگر اس مقدار سے زائد ہے تو اس کے بارے میں دو روایتیں ہیں جن میں سے ایک روایت کے مطابق مکروہ ہے۔ (المغنی ج ۱، ص ۹۹)

## خلاصۂ بحث :

اوپر جو کچھ بیان ہوا اس سے ایک بات واضح ہو گئی کہ اس بات میں فقہاء کے چاروں مذاہب متفق ہیں کہ عورت کے لئے انسانی بالوں کا جوڑ لگانا یا جوڑا استعمال کرنا حرام ہے خواہ یہ بال جو استعمال کئے گئے ہیں کسی محرم کے ہوں یا خاوند کے یا کسی اجنبی شخص کے ہوں یا کسی دوسری عورت کے ۔ یا خود اپنے ہوں۔

نتیجہ یہ نکلا کہ :

۱۔ مختلف قسم کے وِگ جو انسانی بالوں سے بنائے جاتے ہیں ان کا استعمال بالکل حرام ہے۔

۲۔ ایسے بالوں کی آمیزش جو قدرتی بالوں سے مشابہ ہوں اور جن کی وجہ سے دیکھنے والا دھوکہ کھا جائے اور پہلی نظر میں ان کو عورت کے اصلی بال ہی خیال کرے جیسا کہ آج کل مروّجہ وِگوں کی کیفیت ہے جو نائیلون وغیرہ سے بنائی جاتی ہیں اور جن کو عورتیں استعمال کرتی ہیں، ان کا استعمال بھی حرام ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اور یہ حرمت قیاسی ہے یعنی چونکہ قدرتی بالوں کا جوڑ لگانا اس لئے منع ہے کہ اس میں دھوکہ دہی ہے تو یہی علت ان مصنوعی بالوں میں بھی پائی جاتی ہے اور اس علت کی دلیل موجود ہے جس کا ذکر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں ہے جو پہلے بیان ہو چکی ہے۔ نیز حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی جو پہلے بیان ہو چکی ہے، جس علت کا ذکر ہے یعنی اللہ کی تخلیق کو بدلنا وہ بھی اس میں پائی جاتی ہے اور یہ دونوں علتیں ایسی ہیں جن کی بنا پر کسی فعل کے حرام ہونے پر فقہاء کا اتفاق ہے۔

۳۔ بالوں میں ایسی آمیزش جو قدرتی بالوں سے مشابہ نہ ہو اور دیکھنے والے کو پہلی ہی نظر میں معلوم ہو جائے کہ یہ قدرتی بال نہیں ہیں اور نہ عورت کے اپنے بال ہیں بلکہ اس کے بالوں سے یکسر مختلف ہیں مثلاً اون یا دھاگہ وغیرہ تو ایسی اشیاء کا استعمال مباح ہے کیونکہ اس صورت میں وہ علت جو پہلے بیان ہو چکی ہے یعنی دھوکہ دہی موجود نہیں لیکن اس سے بھی بچنا بہتر ہے کیونکہ وہ تمام نصوص شرعیہ یعنی احادیث جو اس بارے میں وارد ہوئی ہیں عام ہیں اور ان کا اطلاق سب صورتوں پر ہوتا ہے نیز اس روایت سے بھی جو ابوالزبیرؒ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کی ہے، یہی ثابت ہوتا ہے۔ ابوالزبیرؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابرؓ سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ عورت اپنے سر کے بالوں میں کسی چیز کا جوڑ لگائے۔ (مسلمؒ)

اب تک جو کچھ بیان ہوا یہ مالکیوں اور حنبلیوں کا نقطۂ نظر تھا لیکن ہم اس کو حرام نہیں کہہ سکتے اس لئے کہ حرمت کا وہ سبب جو نصوص میں بیان ہوا ہے یعنی دھوکہ دہی وہ یہاں پوری طرح نہیں پایا جاتا اور ان احادیث کو جو پہلے بیان ہوئی ہیں اور جن سے مطلق ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ بالخصوص حضرت جابرؓ والی حدیث

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کو۔ ان احادیث کی بنا پر جن میں حرمت کی اصل علّت یعنی دھوکہ دہی کا ذکر ہے۔ اسی علّت کے ساتھ مقید کیا جائے گا کیونکہ قاعدہ یہی ہے کہ نصوصِ مطلقہ کو ان نصوص کی روشنی میں جن میں کوئی علت بیان کی گئی ہو۔ مقید کر دیا جاتا ہے۔

۴۔ عورتوں کا ایسے رنگ دار دھاگوں سے مینڈھیاں گوندھنا جن سے صاف ظاہر ہوتا ہو کہ یہ عورت کے اپنے بال نہیں ہیں، بالکل جائز ہے کیونکہ یہ تو بالوں میں جوڑ لگانے کی حرمت کے دائرے میں بھی نہیں آتا لیکن اس میں بھی مناسب یہی ہے کہ بقدرِ ضرورت ہو اور بالوں کو سمیٹنے اور باندھنے کے لئے جس قدر ضروری ہو اسی قدر استعمال کیا جائے ۔ یہ حنبلی نقطۂ نگاہ ہے۔

## مغالطہ دینا، فطری ساخت

## بدلنا اور چہرے کو رنگنا

اوپر جو کچھ بیان ہوا یہ تو وِگ اور بالوں کے بارے میں تھا۔ موقعہ کی مناسبت سے یہاں یہ تنبیہ مناسب معلوم ہوتی ہے کہ ہم نے جو احادیث صحیحہ پیش کی ہیں ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عورت کے لئے ایسی تمام زیب و زینت حرام یا مکروہ ہے جس سے اس کی اصلی شکل وصورت جس پر اسے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے بدل جائے اور دیکھنے والا اس دھوکے میں مبتلا ہو جائے کہ جو کچھ وہ دیکھ رہا ہے یہی اس عورت کی قدرتی شکل و صورت ہے مثلاً چہرے (بھنوؤں اور پلکوں) کے زائد بالوں کو نوچنا یا چہرے کو طرح طرح کے رنگوں سے اس طرح رنگنا کہ دیکھنے والوں کو معلوم ہو کہ یہ سرخی اصلی ہے اور اس عورت کا یہی رنگ و روپ قدرتی ہے۔ شافعی علماء نے اس موضوع پر واضح بات کہی ہے جسے امام نووی ؒ نے "المجموع" میں بیان کیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

التہذیب کے مصنف نے لکھا ہے کہ چہرے کو سرخ رنگنا اور بالوں میں سیاہ خضاب لگانا اور انگلیوں کے طرح طرح کے فیشن بنانا خاوند کی اجازت کے بغیر حرام ہے اور خاوند کی اجازت کی صورت میں دو قول ہیں جن میں صحیح یہی ہے کہ پھر بھی حرام ہے۔

باقی زیب وزینت کی ایسی تمام صورتیں جن میں دھوکہ ، فریب نہ ہو عورت کے لیئے جائز ہیں اگرچہ وہ خاوند والی نہ ہو بشرطیکہ اجنبی مردوں کو دکھانے کے لیے بناؤ سنگھار نہ کرے لیکن پھر بھی ایسی عورت کے لیئے افضل یہی ہے کہ زیادہ بناؤ سنگھار نہ کرے۔

اور اگر عورت کا خاوند موجود رہے اور اس کا مطالبہ ہے کہ بیوی بناؤ سنگھار کرے تو عورت کے لیئے بناؤ سنگھار کرنا واجب ہے کیونکہ عورت کو زیب و زینت سے آراستہ دیکھنا خاوند کا حق ہے اور اگر خاوند زیب و زینت سے منع کرے تو عورت کے لیئے بناؤ سنگھار کرنا حرام ہے کیونکہ اس صورت میں خاوند کی نافرمانی ہوگی اور اگر خاوند اس بارے میں خاموش رہے نہ اس سے بناؤ سنگھار کا مطالبہ کرے اور نہ منع کرے تو عورت کے لیئے بناؤ سنگھار کرنا اسی طرح مباح ہے جس طرح اس عورت کے لیئے مباح ہے جس کا خاوند نہ ہو۔

ان تصریحات کی روشنی میں یہ بات واضح ہو گئی کہ بالوں میں بال جوڑنا یا مصنوعی بالوں کا جوڑا استعمال کرنا زینت اور سنگھار کی وہ قسم ہے جو حرام اور کبیرہ گناہ ہے اور ایسا فعل ہے جس کو معمولی سمجھ کر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اور اس کے نقصان کو سمجھنے کے لیئے وہ بات کافی ہے جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بیان ہوئی کہ : بنی اسرائیل محض اس بنا پر ہلاک ہوئے کہ ان کی عورتوں نے اس قسم کے مصنوعی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



بالوں کا استعمال شروع کر دیا تھا اور جس طرح حضرت معاویہؓ نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ "میرا خیال ہے یہ ایسا کام ہے جسے یہودیوں کے سوا کوئی نہیں کرتا" لہٰذا اہلِ بصیرت کو ان باتوں سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔

## مصنوعی بالوں (وِگ) پر مسح کا حکم :

اور جب مصنوعی بالوں کے بارے میں شریعت اسلامیہ کا حکم وہی ہے جو اوپر بیان ہوا۔ یعنی جب مصنوعی بالوں کا استعمال ہی یکسر ناجائز ہے تو پھر یہ کہنا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے کہ مصنوعی بالوں یعنی وِگ پر مسح کر لیا جائے تو سر پر مسح کرنے کی ضرورت نہیں رہتی ؟ ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ
فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ
وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ

(المائدۃ ۵-۶)

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم نماز کے لئے اٹھو تو چاہیے کہ اپنے منہ اور ہاتھ کہنیوں تک دھو لو سروں پر ہاتھ پھیر لو اور پاؤں ٹخنوں تک دھو لیا کرو)

اس ارشادِ ربانی کی رو سے وضو کے فرائض و ارکان چار ہیں :

۱۔ منہ دھونا۔
۲۔ دونوں ہاتھ کہنیوں تک دھونا
۳۔ سر کا مسح کرنا۔
۴۔ اور دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھونا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



چنانچہ سر کا مسح فرض اور وضو کا رکن ہے اور اس کے بغیر وضو مکمل نہیں ہو سکتا' اس بات پہ تمام علماء کا اتفاق ہے کہ سر کا مسح وضو کے فرائض میں سے ہے' اختلاف محض اس بات پر ہے کہ سر کے کتنے حصے کا مسح کر لینا کافی ہے۔

- چنانچہ امام مالکؒ کا مسلک یہ ہے کہ پورے سر کا مسح کرنا فرض ہے لیکن امام مالکؒ کے اصحاب میں سے بعض کا خیال ہے کہ صرف ایک تہائی سر کا مسح کر لینا کافی ہے اور ان میں سے بعض کے نزدیک دو تہائی سر کا مسح کرنا ضروری ہے۔
- حنفی مسلک کے قابلِ اعتماد قول کے مطابق چوتھائی سر کا مسح کرنا فرض ہے۔
- شافعیوں کے نزدیک سر کے کچھ حصے کا مسح ضروری ہے خواہ یہ حصہ کتنا ہی کم ہو۔
- حنبلیوں کے نزدیک پورے سر کا مسح فرض ہے۔

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہو گئی کہ سر کا مسح وضو کا رکن ہے اور فرض ہے اس پہ تمام ائمہ کا اتفاق ہے۔ اختلاف اگر ہے تو محض اس بات میں ہے کہ آیا پورے سر کا مسح فرض ہے یا سر کے کچھ حصے کا۔ یا پھر اس بات میں اختلاف ہے کہ سر کے کس قدر حصے کا مسح کرنا فرض ہے۔ دراصل اس اختلاف کی وجہ حرف "ب" ہے جو ارشادِ باری تعالیٰ "فَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ" میں ہے کیونکہ عربی لغت کے اعتبار سے یہ "ب" جو حرف جار ہے۔ کبھی تو زائد ہوتا ہے یعنی اس کے کوئی معنی نہیں لئے جاتے اور کبھی اس کے معنی "بعض" ہوتے ہیں یعنی کچھ حصہ مثلاً جب کوئی کہتا ہے: اخذت بثوبہ یا بعضدہ تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ میں نے اس کے کپڑے یا بازو کا کچھ حصہ پکڑا۔ پورا کپڑا یا پورا بازو مراد نہیں ہوتا۔ اب جن لوگوں نے "ب" کو زائد قرار دیا ہے انہوں نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو دلیل بنایا ہے جس کو امام مسلمؒ نے روایت کیا ہے کہ نبی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور اپنی پیشانی اور عمامہ پر مسح کیا یعنی عمامہ کو کسی قدر اونچا اٹھایا اور سر کی پیشانی اور عمامہ پر مسح کیا۔ اس حدیث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مصنوعی بالوں پر مسح کر لینے سے وضو صحیح نہیں ہوتا جب تک سر کے کچھ حصہ کا مسح نہ کیا جائے اور اس صورت میں بھی محض ان علماء کے قول پر عمل ہوگا جنہوں نے سر کے کسی قدر حصہ پر مسح کر لینے کو کافی قرار دیا ہے۔

علاوہ ازیں شیخ الازہر ڈاکٹر عبدالحلیم محمود مرحوم کا یہ فتویٰ موجود ہے کہ وِگ اور مصنوعی بالوں پر مسح کر لینے سے وضو صحیح نہیں ہوتا۔ یہ فتویٰ قاہرہ ریڈیو اسٹیشن سے "نشریاتِ قرآن" کے پروگرام میں نشر ہو چکا ہے۔

---

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# موزوں پر مسح کا بیان

بعض کارکن خواتین اور طالبات اپنی ڈیوٹی کے دوران یا تعلیم کے اوقات میں وضو کرتے وقت جرابیں اتارنے میں وقت محسوس کرتی ہیں اور انہوں نے دریافت کیا ہے کہ کیا عورت وضو کرتے وقت پاؤں دھونے کی بجائے جرابوں پر مسح کر سکتی ہے؟

ان کے جواب میں ہم اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ مبارکہ سے موزوں پر مسح کرنا ثابت ہے۔ چنانچہ امام بخاریؒ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کیا۔

اور موزوں یا جرابوں پر مسح کی یہ رخصت مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے ہے سفر میں بھی اور حضر میں بھی لیکن اس کے لئے کچھ شرائط ہیں جو درج ذیل ہیں البتہ یہ بات ضرور ہے کہ پاؤں کا دھونا افضل ہے اور مسح محض رخصت برائے سہولت ہے۔

موزوں پر مسح کے لئے جو شرائط ضروری ہیں ان میں سے ایک شرط یہ ہے کہ موزہ ایسا ہو جسے پہن کر مسلسل چلا جا سکے۔ یہ نہ ہو کہ چلتے وقت موزے میں سے پاؤں نکل جائے یا موزہ اتر جائے۔ اس مسئلہ میں فقہی اختلاف کی نوعیت درج

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ذیل ہے :

۱۔ مالکیوں کے نزدیک موزے پر مسح اس وقت تک جائز نہیں جب تک موزہ کھال کا بنا ہوا نہ ہو، چنانچہ ان کے نزدیک نمدے وغیرہ سے بنے ہوئے موزے پر مسح کرنا صحیح نہیں۔

پھر کھال کے موزے کے لئے بھی یہ ضروری ہے کہ سلا ہوا ہو لہٰذا اگر چمڑے یا کھال کے ٹکڑوں کو سریش وغیرہ سے جوڑ کر موزہ بنا لیا جائے تو ایسے موزے پر مسح صحیح نہیں۔

۲۔ شافعیوں کے نزدیک صرف ایسے موزے پر مسح صحیح ہے جو کھال یا مضبوط بانات کا بنا ہوا ہو۔

۳۔ حنفیوں کے نزدیک ایسے موزے پر مسح جائز ہے جس میں یہ صلاحیت ہو کہ اسے پہن کر ایک فرسخ مسافت طے کی جا سکے۔ (فرسخ تین میل یا بارہ سو قدم کے برابر ہوتا ہے) اور یہ ایک فرسخ مسافت طے کرنے کی صلاحیت خود موزے میں ہونی چاہیئے بغیر اس کے کہ اس پر چمڑے وغیرہ کا خول پہنا جائے اگر اس میں اتنی صلاحیت نہ ہو تو اس پر مسح درست نہیں ہوگا۔ اسی طرح اگر بہت باریک ہو یا لوہے یا شیشے یا اسی قسم کی کسی اور چیز سے بنا ہوا ہو تو اس پر مسح صحیح نہیں ہوگا۔

۴۔ حنبلیوں کے نزدیک یہ شرط ہے کہ موزہ ایسا ہو جسے پہن کر اتنا چلا جا سکے جسے عام طور پر چلنا کہا جاتا ہے اگرچہ یہ موزہ کسی ایسی چیز سے بنا ہو جس سے عام طور پر موزہ نہیں بنایا جاتا مثلاً لوہا یا لکڑی وغیرہ۔

کتاب "فقہ علی المذاہب الاربعہ" میں مذکور ہے کہ :

جرابوں پر مسح کرنا سنتِ نبویؐ سے ثابت ہے، چنانچہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جرابوں اور جوتیوں پہ مسح کیا۔ (یہ روایت احمدؒ، ابوداؤدؒ اور ترمذیؒ نے بیان کی ہے)

علاوہ ازیں جرابوں پہ مسح کا جواز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نو۹ صحابہ کرام سے منقول ہے جن کے اسماءِ گرامی یہ ہیں :

حضرت علی، حضرت عمار بن یاسر، حضرت ابن مسعود، حضرت انس، حضرت ابن عمر، حضرت براء بن عازب، حضرت بلال، حضرت ابن ابی اوفیٰ اور سہل بن سعد رضی اللہ عنہم اجمعین۔

جرابوں پہ مسح کے لئے یہ شرط بھی ہے کہ جرابیں موٹی ہوں، چنانچہ ایسی پتلی جرابوں پہ جو باندھے بغیر پاؤں پہ قائم نہ رہ سکیں مسح درست نہیں ہے اور نہ ایسی پتلی جرابوں پہ مسح صحیح ہے جن سے پانی جلد تک پہنچنے سے نہ رک سکے۔ اسی طرح ایسی شفاف جرابوں پر بھی مسح درست نہیں جن میں سے ان کے نیچے کی سطح صاف نظر آئے، خواہ پتلی ہوں یا موٹی [1]

ان کے علاوہ موزوں پہ مسح کرنے کے لئے جو شرائط ہیں اور یہ کہ کس قدر حصہ پہ مسح کرنا ضروری ہے۔ تو اس طرح کے مسائل کے لئے فقہ کی کتابوں سے رجوع کیا جائے۔

---

[1] جواب : جہاں تک چمڑے کے موزوں پر مسح کرنے کا تعلق ہے اس کے جواز پر قریب قریب تمام اہلِ سُنّت کا اتّفاق ہے۔ مگر سوتی اور اُونی جرابوں کے معاملہ میں عموماً ہمارے فقہاء نے یہ شرط لگائی ہے کہ وہ موٹی ہوں، اور شفاف نہ ہوں کہ اُن کے نیچے سے پاؤں کی جلد نظر آئے اور وہ کسی قسم کی بندش کے بغیر خود قائم نہ رہ سکیں۔

مَیں نے اپنی امکانی حد تک یہ تلاش کرنے کی کوشش کی کہ اِن شرائط کا مأخذ کیا ہے۔ مگر سُنّت میں ایسی کوئی چیز نہ مل سکی۔ سُنّت سے جو کچھ ثابت ہے وہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



وسلّم نے جرابوں اور جوتوں پر مسح فرمایا ہے۔ نسائی کے سوا کتبِ سنن میں اور مُسند احمد میں مغیرہ بن شعبہ کی روایت موجود ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے وضو کیا اور مَسَحَ عَلَی الجورَبین والنعلین (اپنی جرابوں اور جوتوں پر مسح فرمایا)۔ ابو داؤد کا بیان ہے کہ حضرت علیؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، براءؓ بن عازب، انس بن مالکؓ، ابو امامہؓ، سہلؓ بن سعد اور عمروؓ بن حریث نے جرابوں پر مسح کیا ہے۔ نیز حضرت عمر اور ابن عبّاس رضی اللہ عنہما سے بھی یہ فعل مروی ہے۔ بلکہ بیہقی نے ابن عبّاس اور انسؓ بن مالک سے اور طحاوی نے اوس بن ابی اَوس سے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ حضورؐ نے صرف جوتوں پر مسح فرمایا ہے۔ اس میں جرابوں کا ذکر نہیں ہے۔ اور یہی عمل حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔ ان مختلف روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف جراب اور صرف جوتے، اور جرابیں پہنے ہوئے جوتے پر مسح کرنا بھی اُسی طرح جائز ہے جس طرح چمڑے کے موزوں پر مسح کرنا۔ ان روایات میں کہیں یہ نہیں ملتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے فقہاء کی تجویز کردہ شرائط میں سے کوئی شرط بیان فرمائی ہو، اور نہ یہی ذکر کسی جگہ ملتا ہے کہ جن جرابوں پر حضورؐ نے اور مذکورۂ بالا صحابہ نے مسح فرمایا وہ کس قسم کی تھیں۔ اس لیے میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ فقہاء کی عاید کردہ ان شرائط کا کوئی ماخذ نہیں ہے اور فقہاء چونکہ شارع نہیں ہیں، اس لیے اُن کی شرطوں پر اگر کوئی عمل نہ کرے تو وہ گنہ گار نہیں ہو سکتا۔

امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کی رائے یہ ہے کہ جرابوں پر اس صورت میں آدمی مسح کر سکتا ہے جبکہ آدمی جوتے اُوپر سے پہنے رہے۔ لیکن اُوپر جن صحابہ کے آثار نقل کیے گئے ہیں اُن میں سے کسی نے بھی اس شرط کی پابندی نہیں کی ہے۔

مسح علی الخفّین پر غور کر کے مَیں نے جو کچھ سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ دراصل یہ تیمم کی طرح ایک سہولت ہے جو اہلِ ایمان کو ایسی حالتوں کے لیے دی گئی ہے جبکہ وہ کسی صورت سے پاؤں ڈھانکے رکھنے پر مجبور ہوں اور بار بار پاؤں دھونا اُن کے لیے موجبِ نقصان یا وجہ مشقّت ہو۔ اس رعایت کی بنا اس مفروضے پر نہیں ہے کہ طہارت کے بعد موزے پہن لینے سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



پاؤں نجاست سے محفوظ رہیں گے اس لیے ان کو دھونے کی ضرورت باقی نہ رہے گی۔ بلکہ اس کی بناء اللہ کی رحمت ہے جو بندوں کو سہولت عطا کرنے کی مقتضی ہوئی، لہٰذا ہر وہ چیز جو سردی سے یا راستے کے گرد و غبار سے بچنے کے لیے یا پاؤں کے کسی زخم کی حفاظت کے لیے آدمی پہنے اور جس کے بار بار اُتارنے اور پھر پہننے میں آدمی کو زحمت ہو، اس پر مسح کیا جاسکتا ہے، خواہ وہ اُونی جراب ہو یا سُوتی، چمڑے کا جُوتا ہو یا کرمچ کا، یا کوئی کپڑا ہی ہو جو پاؤں پر لپیٹ کر باندھ لیا گیا ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# وضو کے بغیر قرآن مجید کو چھونا

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَا یَمَسُّہٗ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (الواقعہ - ۷۹)

(اسے پاک لوگوں کے سوا کوئی چھو نہیں سکتا)

یہاں اس وقت جس بات سے ہمیں بحث مطلوب ہے وہ یہ ہے کہ بغیر وضو کے قرآن مجید کو چھونے کا حکم کیا ہے؟

اس مسئلہ میں علماء کے درمیان اگرچہ اختلاف ہے لیکن جمہور اہل سنت کا مسلک یہی ہے کہ وضو کے بغیر قرآن کو چھونا منع ہے۔

ان کی دلیل یہ روایت ہے جسے امام مالکؒ نے بیان کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرؓ بن حزم کو ایک تحریر لکھ کر دی جس میں یہ بھی تھا کہ قرآن کو صرف وہ شخص چھوئے جو پاک ہو۔

اس تحریر کو امتِ مسلمہ کے علماء نے پوری طرح قبول کیا اور کسی نے اس پر اعتراض نہیں کیا یہ روایت ابو عبیدؒ نے فضائل القرآن میں بیان کی ہے اور ان کے علاوہ اور لوگوں نے بھی اسے درج کیا ہے اور امام اثرمؒ نے بھی یہ روایت بیان کی ہے اور حافظ مغرب امام ابن عبد البرؒ نے لکھا ہے کہ اس تحریر کے مندرجات حدیث متواتر کی حیثیت رکھتے ہیں کیونکہ لوگوں نے اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور اسے بے حد مقبولیت حاصل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہوئی اور یعقوبؒ بن سفیان نے لکھا ہے کہ میں نے اس تحریر سے زیادہ صحیح کوئی تحریر نہیں دیکھی کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام اور تابعین کبار اس تحریر کے مندرجات کی طرف رجوع کیا کرتے تھے اور اپنی رائے کو چھوڑ دیا کرتے تھے اور حاکمؒ نے لکھا ہے کہ عمر بن عبدالعزیزؒ اور امام زہریؒ نے اس تحریر کی صحت کی گواہی دی ہے۔

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تمس القرآن الا وانت طاهر۔

(قرآن مجید کو مت چھونا مگر اس حالت میں کہ تم پاک ہو)

اور اسی روایت سے امام احمدؒ بن حنبل نے بغیر وضو کے قرآن کو چھونے کی حرمت پر استدلال کیا ہے۔

امام داؤد ظاہریؒ نے اس مسئلہ میں جمہور کے مسلک سے اختلاف کیا ہے، ان کے نزدیک ایسے شخص کو جو پاک نہ ہو قرآن کا چھونا جائز ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر روم کو ایک خط ارسال فرمایا تھا جس میں قرآن مجید کی آیت لکھی ہوئی تھی[1]۔

جمہور کی طرف سے اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ پورے قرآن مجید اور ایسے خط میں جس میں ایک آیت لکھی ہوئی ہو نمایاں فرق ہے۔

---

[1] قیصر روم عیسائی تھا اور ظاہر ہے کہ وہ باوضو نہ تھا۔ (مترجم)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## مختلف فقہی اقوال کی تفصیل :

- مالکیوں کے نزدیک قرآن مجید یا اس کے کسی جزکو خواہ ایک آیت ہی ہو بغیر وضو کے چھونا منع ہے خواہ ننگے ہاتھوں چھوا جائے یا کپڑے اور لکڑی وغیرہ کے ذریعے سے۔ اسی طرح بغیر وضو کے قرآن مجید کو اٹھانا بھی منع ہے خواہ کسی چیز مثلاً تکیئے وغیرہ پہ رکھ کر اٹھائے بشرطیکہ قرآن مجید کو اٹھانا مقصود ہو لیکن اگر سامان مثلاً صندوق وغیرہ اٹھایا جائے اور اس میں قرآن مجید بھی ہو تو ایسے سامان کو اٹھانا جائز ہے لیکن یہ پابندی اس صورت میں ہے جب قرآن مجید عربی خط میں لکھا ہوا ہو اور خط کوئی بھی عربی خط ہے ۔ مالکیوں کے نزدیک تعلیمی ضرورت کے ماتحت بالغ مرد یا عورت اگر استاد یا طالب علم ہو تو قرآن مجید کو بغیر طہارت کے ہاتھ لگا سکتا ہے بلکہ تعلیمی مقاصد کے لئے عورت اگر حیض کی حالت میں ہو تب بھی قرآن کو چھو سکتی ہے ۔
- حنبلیوں کا مسلک یہ ہے کہ بالغ مرد یا عورت بغیر وضو کے قرآن مجید کو نہیں چھو سکتے، خواہ ایک آیت ہی لکھی ہوئی ہو ۔ البتہ ان کے نزدیک بے وضو کے لئے کسی دوسری پاک چیز مثلاً کپڑے یا لکڑی کے واسطے سے چھو لینا جائز ہے یا کسی چیز مثلاً جزدان یا سامان وغیرہ میں رکھ کر اٹھانا بھی جائز ہے خواہ مقصود قرآن مجید ہی اٹھانا ہو ۔ اسی طرح قرآن مجید کی آیات کو بطور تعویذ لکھ کر اپنے پاس رکھنا بھی بغیر وضو کے جائز ہے بشرطیکہ یہ تحریر کسی پاک چیز کے اندر چھپی ہو ۔ لیکن نابالغ بچہ اگر بے وضو ہے تو ولی کے لئے جائز نہیں ہے کہ اسے قرآن مجید یا وہ تختی جس پہ قرآنی آیات لکھی ہوں پکڑنے کی اجازت دے، خواہ مقصد قرآن کی تعلیم حاصل کرنا یا حفظ کرنا ہی کیوں نہ ہو ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



○ شافعیوں کے نزدیک بالغ مرد و عورت کے لئے بغیر وضو کے قرآن مجید یا اس کے کسی جز کو چھونا خواہ ایک آیت ہو حرام ہے خواہ بے وضو شخص کے ہاتھ اور قرآن کے درمیان کوئی چیز حائل ہو جو اس سے جدا ہو۔ لیکن اگر قرآن کریم کسی ایسے بڑے تھیلے یا صندوق میں رکھا ہو جو قرآن رکھنے کے لئے نہ بنایا گیا ہو تو اس کا چھونا یا اٹھانا حرام نہیں۔ اس صورت میں بھی اس تھیلے یا بکس کے اس حصہ کو ہاتھ لگانا حرام ہے جو قرآن مجید کے بالمقابل ہے نیز قرآن مجید کی جلد کو بھی بے وضو ہاتھ لگانا حرام ہے خواہ یہ جلد قرآن مجید سے علحدہ کر لی گئی ہو البتہ اگر اسے کسی اور کتاب پر چڑھا دیا گیا ہے اور اب وہ قرآن کی جلد نہیں رہی تو اب اس کا چھونا بغیر وضو کے جائز ہے۔ اسی طرح اس چیز کو بھی بغیر وضو کے چھونا حرام ہے جس کے ساتھ قرآن مجید لٹک رہا ہو۔

○ احناف کے نزدیک بغیر وضو کے قرآن مجید کو چھونا اور لکھنا خواہ ایک آیت ہو منع ہے خواہ یہ مصحف عربی زبان میں لکھا ہوا ہو یا فارسی وغیرہ یعنی کسی دوسری زبان میں البتہ اگر کوئی ضرورت پیش آجائے مثلاً قرآن مجید کو پانی میں ڈوبنے یا آگ میں جلنے سے بچانا مقصود ہو تو ایسی صورت میں بے وضو چھونا جائز ہے اسی طرح اگر قرآن مجید ایسے غلاف میں لپٹا ہوا ہو جو اس سے علحدہ ہو مثلاً جزدان وغیرہ تو اس کو بغیر وضو کے بلا ضرورت بھی چھونا جائز ہے لیکن وہ جلد بھی جو قرآن کے ساتھ جڑی ہوئی ہو اور وہ تمام چیزیں جو قرآن کی خرید و فروخت کے وقت اس کے ساتھ ہوتی ہیں اور یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہوتی کہ یہ چیزیں بھی ساتھ ہوں گی ان چیزوں کے حائل ہونے سے بھی مُفتیٰ بہ قول کے مطابق قرآن مجید کو چھونے کا جواز پیدا نہیں ہوتا۔
البتہ قلم یا لکڑی یا ایسی ہی کسی اور چیز سے بلا وضو چھونا جائز ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



قرآن کی تلاوت بغیر ہاتھ لگائے بلا وضو جائز ہے لیکن حدثِ اکبر یعنی جنابت اور حیض و نفاس کی حالت میں تلاوت کرنا منع ہے جیساکہ آگے چل کر ہم اس مسئلہ کو تفصیل سے بیان کریں گے ۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



# عورتوں کے خون سے متعلق مسائل

## حیض :

ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ ۖ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ ۖ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّىٰ يَطْهُرْنَ ۖ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ ۝

( البقرہ ۲۲۲ )

( پوچھتے ہیں حیض کا کیا حکم ہے ؟ کہو وہ ایک گندگی کی حالت ہے اس میں عورتوں سے الگ رہو اور ان کے قریب نہ جاؤ جب تک کہ وہ پاک صاف نہ ہو جائیں۔ پھر جب وہ پاک ہو جائیں تو ان کے پاس جاؤ اُس طرح جیسا کہ اللہ نے تم کو حکم دیا ہے، اللہ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو بدی سے باز رہیں اور پاکیزگی اختیار کریں )

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



عورتوں کے اندامِ نہانی سے جو خون خارج ہوتا ہے وہ تین قسم کا ہے :

۱۔ ایک : بیماری کا خون : جو نو سال کی عمر سے پہلے آئے یا ایسے ایام میں یا ایسی عمر میں آئے جب عورت کو حیض کا خون آنا بند ہو جاتا ہے۔ ایسے خون کو استحاضہ یا خونِ فاسد کہتے ہیں۔

۲۔ دوسرا : حیض کا خون۔

۳۔ تیسرا : نفاس کا خون۔

حیض ایک ایسا معاملہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے ساتھ خاص کیا ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد میں اس کا ذکر ہے ۔ دینِ اسلام میں حیض کے مخصوص احکام و مسائل ہیں جو بنی اسرائیل کے احکام سے مختلف ہیں، چنانچہ امام مسلمؒ اور امام ترمذیؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یہودی حیض والی عورت کو گھر سے باہر نکال دیا کرتے تھے اور کھانے پینے میں اسے اپنے ساتھ شریک نہیں کرتے تھے اور وہ گھر میں بھی دوسرے افرادِ خانہ کے ساتھ نہیں رہ سکتی تھی، چنانچہ اہلِ عرب اور قرب و جوار کے رہنے والوں نے اس سلسلہ میں بنی اسرائیل کے یہی طور طریقے اپنا لیئے اور وہ بھی حائضہ عورت کے ساتھ کھانے پینے اور رہنے سہنے سے پرہیز کرنے لگے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلے میں دریافت کیا گیا تو قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی :

وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ ۖ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ الخ ـــ

اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ " حائضہ عورت سے جماع کے سوا سب کچھ جائز ہے " آپؐ کے اس ارشاد کی اطلاع جب یہودیوں کو ہوئی تو وہ کہنے لگے : یہ شخص (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کیا چاہتا ہے ؟ اس نے ہمارے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



طور طریقے میں سے کوئی چیز باقی نہیں چھوڑی جس کی مخالفت نہ کی ہو۔

عربی زبان میں محیض سے ـــــ وہ زمانہ بھی مراد لیا جاتا ہے جب عورت کو حیض آتا ہے اور مقامِ حیض بھی اور خونِ حیض بھی یعنی اس لفظ کے یہ تینوں معنیٰ ہیں۔

لفظِ حیض کے بنیادی معنیٰ بہنے اور پھوٹ نکلنے کے ہیں۔ محاورے میں کہا جاتا ہے کہ: (حاض السیل وفاض) سیلاب پھوٹ بہا یا سیلاب آگیا۔ اسی طرح کہا جاتا ہے کہ: (حاضت الشجرۃ) درخت کی رطوبت بہنے لگی۔ اسی سے لفظِ حیض یا حوض بنا ہے کیونکہ پانی اس کی طرف بہہ کر جاتا اور جمع ہوتا ہے۔

شریعت کی اصطلاح میں حیض سے مراد وہ خون ہے جو عورت کے مقامِ مخصوص سے بحالتِ صحت خارج ہوتا ہے اور رحم کے اندر سے آتا ہے اور اس کا سبب نہ تو زچگی ہوتی ہے اور نہ اسقاطِ حمل اور یہ عورت کے بالغ ہونے سے شروع ہوتا ہے ـــ بلوغ کی کم سے کم عمر نو سال ہے ـ اور سن ایاس تک یعنی اس عمر تک ـ جب عورت اولاد پیدا کرنے کے قابل نہیں رہتی، ـــ جاری رہتا ہے۔ اس سلسلے میں مختلف مسالکِ فقہ کی تفصیل آگے بیان کی جائے گی۔

عورت کو اگر نو سال کی عمر سے پہلے خون آئے یا سنِ ایاس میں یعنی ایسی عمر میں جب خون آنا بند ہو جاتا ہے کسی عورت کو خون آئے تو ایسا خون حیض نہیں ہوگا بلکہ خونِ فاسد یا بیماری کا خون ہوگا۔

حیض ایک ایسا معاملہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے ساتھ مخصوص کیا ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت ارشاد فرمایا جب آپؐ حج کے لئے تشریف لے گئے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپؐ کے ہمراہ تھیں۔ اس موقعہ پر حضرت عائشہؓ کو حیض شروع ہو گیا اور یوم عرفہ تک جاری رہا۔ یہ کیفیت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



دیکھ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رونے لگیں۔ اسی وقت آپ کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو روتے دیکھ کر دریافت کیا: کیا بات ہے کیوں رو رہی ہو؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: میں اس لئے رو رہی ہوں کہ لوگوں نے عمرہ کرنے کے بعد احرام کھول دیا اور میں ایسا نہ کر سکی۔ لوگوں نے بیت اللہ کا طواف کیا اور میں نہ کر سکی اور اب حج یعنی یوم عرفہ آگیا ہے اور میں اس حال میں ہوں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تو ایک ایسا ناگزیر معاملہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے آدم کی بیٹیوں کے نصیب میں لکھ دیا ہے لہٰذا تم غسل کرو اور حج کا احرام باندھو۔

حدیث شریف میں جو آدم کی بیٹیوں کا ذکر آیا ہے اس سے ان کی اکثریت مراد ہے لہٰذا اگر بعض عورتوں کو حیض نہ آئے تو اس سے کوئی اشکال لازم نہیں آتا۔

بعض عورتوں کو حیض نہ آنا ایک امرِ واقعہ ہے اور اطباء اسے تسلیم کرتے ہیں۔ اگرچہ ایسا بہت کم ہوتا ہے لہٰذا اس پر حیران ہونے یا انکار کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

خونِ حیض کے دس نام ہیں:

حیض، طمث، ضحک، اکبار، اعصار، دراس، عراک، فراک، طمس اور نفاس۔

ضحک بمعنی حیض کی مثال سورۂ ہود کی آیت نمبر ۷۱ میں ہے۔ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَامْرَأَتُهُ قَائِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحَاقَ وَمِنْ وَرَاءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ ؕ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(ابراہیمؑ کی بیوی بھی کھڑی ہوئی تھی، وہ یہ سن کر ہنس دی پھر ہم نے
اس کو اسحاقؑ کی اور اسحاقؑ کے بعد یعقوبؑ کی خوشخبری دی)

اس آیت میں "ضحکت" کے معنی بعض مفسروں نے "حاضت" کئے ہیں یعنی انہیں حیض شروع ہوگیا۔

## حیض کی تعریف :

حیض کی تعریف میں علماء کے درمیان اختلاف ہے۔

○ مالکی مسلک کے مطابق اگر قریب البلوغ لڑکی کو جس کی عمر ۹ سال سے تیرہ سال کے مابین ہو خون آنا شروع ہو جائے تو اس سلسلے میں بڑی عورتوں سے دریافت کر لیا جائے اور اگر وہ قطعیت کے ساتھ کہہ دیں کہ یہ حیض ہے یا انہیں کچھ شک ہو تو بھی حیض ہی سمجھا جائے گا۔ ورنہ وہ محض فاسد خون اور کسی بیماری کی علامت ہوگا۔ کسی تجربہ کار اور دیانتدار طبیب کی رائے بھی وہی حکم رکھتی ہے جو عورتوں کی رائے رکھتی ہے۔

لیکن اگر جس لڑکی کو خون آنا شروع ہوا ہے اس کی عمر تیرہ اور پچاس سال کے درمیان ہے تو یہ یقیناً حیض کا خون ہے اور اگر ایسی عورت کو خون آنا آئے جس کی عمر پچاس سال سے زائد اور ستر سال کے قریب ہو تو اس کے سلسلے میں بھی تجربہ کار عورتوں سے پوچھا جائے گا اور ان کی صوابدید کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔ لیکن اگر ایسی عورت کو خون آئے جس کی عمر پورے ستر سال ہو چکی ہے تو یہ خون قطعاً حیض نہیں ہے بلکہ استحاضہ ہے اور یہی حکم اس بچی کے خون کا ہے جس کی عمر ابھی نو سال بھی نہ ہوئی ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



○ احناف نے جس قول کو اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ اگر نو سال عمر کی لڑکی کو خون آنا شروع ہو تو یہ حیض ہی کا خون ہے اور اس خون کے آتے ہی عورت ان دنوں میں نماز روزہ چھوڑ دے گی خون آنے کا سلسلہ سنِ ایاس تک جاری رہتا ہے اور حنفی مسلک کے قولِ مختار کے مطابق سنِ ایاس پچپن ۵۵ سال کی عمر ہے لہٰذا اگر پچپن ۵۵ سال کی عمر کے بعد خون آئے تو وہ حیض کا خون نہیں ہے۔ لیکن اگر عورت سنِ ایاس یعنی پچپن ۵۵ سال کی عمر کے بعد گہرے سیاہ یا خوب سرخ رنگ کا خون دیکھے تو ایسی صورت میں اسے حیض ہی شمار کیا جائیگا۔

○ حنبلیوں کے نزدیک سنِ ایاس پچاس سال کی عمر ہے لہٰذا اگر عورت کو اس عمر کے بعد خون آئے تو وہ حیض کا خون نہیں ہے۔

○ شافعیوں کے خیال میں حیض کا خون اس وقت شروع ہوتا ہے جب عورت کی عمر نو سال ہو جائے اور حیض ختم ہونے کے لئے عمر کی کوئی حد مقرر نہیں ہے، چنانچہ عورت کو حیض ساری زندگی آسکتا ہے لیکن عام طور پہ باسٹھ سال کی عمر میں خونِ حیض آنا بند ہو جاتا ہے۔ غالباً یہی وہ عمر ہے جسے سنِ ایاس کہا جا سکتا ہے۔

## خونِ حیض کے شرائط :

خونِ حیض کے لئے ضروری ہے کہ مندرجہ ذیل رنگوں میں سے کسی رنگ کا ہو۔ یعنی سرخ، یا زرد یا گدلے رنگ کا (یعنی سیاہی اور سفیدی کے بین بین) ہو۔ لہٰذا اگر خالص سفید رنگ کی رطوبت نظر آئے تو وہ حیض نہیں ہے۔ احناف نے ان رنگوں میں سیاہ، سبز اور مٹیالے رنگ کا اور اضافہ کیا ہے اور شافعیوں نے اس میں صرف سیاہ اور زعفرانی یعنی سرخی مائل زرد، رنگ کا اضافہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کیا ہے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ عورت حاملہ نہ ہو، چنانچہ حاملہ عورت کو اگر خون آئے تو وہ کسی خرابی کی وجہ سے ہوگا، حیض نہیں ہوگا۔

اور یہ شرط بھی ہے کہ اس خون کے آنے سے پہلے طُہر (پاکی کے ایام) کی کم از کم مدت گزر چکی ہو اور یہ بھی شرط ہے کہ خون اتنے دن آئے جو حیض آنے کی کم سے کم کی مدت ہے۔

مالکیوں اور شافعیوں کے نزدیک حاملہ عورت کو اگر خون آئے تو وہ خونِ حیض ہوسکتا ہے۔ لہٰذا ان کے ہاں یہ ضروری نہیں ہے کہ رحم حمل سے خالی ہو۔ البتہ اگر حاملہ عورت کو مسلسل خون آئے تو شافعیوں کے نزدیک اتنے دنوں کا خون حیض شمار ہوگا جتنے دن اس عورت کو عام حالات میں عادۃً حیض آیا کرتا تھا اور جتنے دن اس مدت سے زائد ہوں گے وہ حیض شمار نہیں ہوگا۔ مالکیوں کا خیال ہے کہ حاملہ عورت کو حمل کے دو ماہ بعد سے چھ ماہ تک کے دوران میں اگر خون آئے تو اس میں سے بیس۲۰ دن حیض کے شمار ہوں گے۔ اگر خون مسلسل جاری رہے اور چھٹے مہینے سے حمل کے آخری دنوں تک خون آئے تو تیس۳۰ دن حیض کے شمار ہوں گے۔ اور اگر حمل کے پہلے یا دوسرے مہینے میں خون آئے تو عام عادت کے حساب سے حیض کے دن مقرر کئے جائیں گے۔

## حیض کی مدت :

شافعیوں کے نزدیک حیض کی کم سے کم مدّت ایک دن اور ایک رات ہے اور زیادہ سے زیادہ مدت پندرہ دن ہے اور عام طور پر چھ یا سات دن حیض آتا ہے۔

○ احناف کے نزدیک حیض کی کم سے کم مدت تین دن رات ہے اور زیادہ سے زیادہ مدت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



حیض دس دن رات ہے۔ اب اگر کسی عورت کی عادت مقرر ہو یعنی عام طور پر اسے چند مقررہ دن حیض آتا ہو اور پھر زیادہ دن آ جائے تو دس دن کے اندر اندر جتنے دن زائد خون آئے گا وہ حیض شمار ہو گا۔ مثلاً ایک عورت کی عادت تین دن کی تھی پھر چار دن خون آ گیا تو یہ سمجھا جائے گا کہ اس کی عادت بدل گئی ہے اور تین دن کی بجائے اب چار دن خون آنے لگا ہے اور چوتھے دن کے خون کو بھی حیض ہی شمار کیا جائے گا کیونکہ ایک مرتبہ ایک خاص مدت تک خون آ جائے تو وہ مدت عادت قرار پاتی ہے۔ لہٰذا اگر پہلے چار دن خون آیا کرتا تھا پھر پانچ دن آیا تو گویا عادت چار کی بجائے پانچ دن ہو گئی ہے اور پانچویں دن کا خون بھی حیض ہی شمار ہو گا۔ اسی طرح دس دن تک جتنے دن عادت کے دنوں سے زائد خون آئے گا وہ حیض شمار ہو گا لیکن اگر خون دس دن سے بھی زائد دن آئے تو استحاضہ کا خون سمجھا جائے گا اور دس دن کے اندر بھی جتنے دن عادت سے زائد خون آیا ہے اسے حیض شمار نہیں کیا جائے گا بلکہ عادت کے مطابق جتنے دن حیض آیا کرتا تھا اتنے ہی دنوں کا خون حیض شمار ہو گا اور باقی دنوں کے خون کو استحاضہ شمار کیا جائے گا۔

○ مالکیوں کے نزدیک عبادت کے نقطۂ نگاہ سے تو حیض کی کم سے کم حد کچھ نہیں ہے، نہ مقدارِ خون کے لحاظ سے اور نہ مدت کے اعتبار سے۔ اس لئے اگر کسی عورت کو ایک لحظہ کیلئے بھی خون کی کچھ مقدار خارج ہو گئی تو وہ حائضہ سمجھی جائے گی ———— لیکن عدت اور استبراء[1] کے نقطۂ نگاہ سے مالکیوں کے نزدیک حیض کی کم سے کم مدت ایک دن یا دن کا کچھ حصہ

[1] استبراء یہ اطمینان کرنا کہ عورت کا رحم حمل سے خالی ہے۔ (مترجم)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہے اور زیادہ سے زیادہ کے لئے مقدار کے اعتبار سے کوئی حد مقرر نہیں ہے مثلاً اس کی مقدار کا اس طرح اندازہ نہیں کیا جائے گا کہ ایک پونڈ خارج ہوا یا اس سے کم یا اس سے زیادہ وغیرہ۔ البتہ مدت کے اعتبار سے جس عورت کو پہلی بار حیض آیا ہو اور وہ حاملہ نہ ہو تو اس کے لئے حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت پندرہ دن شمار ہو گی۔

## طُہر[1] کی کم سے کم مدت :

○ حنفیوں کے نزدیک طُہر کی کم سے کم مدّت پندرہ دن ہے اور زیادہ سے زیادہ مُدت کی کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ حنبلیوں کے نزدیک طُہر کی کم سے کم مدت تیرہ دن ہے۔

## ایّامِ حیض کے دوران وقفہ :

حیض کے دنوں کے دوران میں اگر کسی دن خون کا داغ نہ لگے تو وہ دن بھی مدتِ حیض میں شمار ہو گا مثلاً ایک دن خون آیا لیکن دوسرے دن کپڑے پر خون کا دھبہ نہ لگا اور تیسرے دن پھر خون آ گیا۔ الغرض حیض کی پوری مدت کے دوران میں اسی طرح ہوتا رہا تو یہ تمام دن حیض کے شمار ہوں گے لیکن حنبلیوں کے نزدیک حیض کے دنوں کے درمیان جس دن خون نہ آئے اور داغ نہ لگے وہ دن طُہر کا شمار ہو گا۔ مثلاً ایک دن خون آیا پھر دوسرے دن خُون نہ آیا پھر تیسرے دن آیا تو جس دن خون نہ آیا وہ دن طُہر کا ہے اور اس دن وہ تمام ایسے کام کر سکتی ہے جو ایک پاک عورت کے لئے جائز ہیں۔

---

[1] طُہر کے لفظی معنیٰ پاکی کے ہیں اور اصطلاحاً طُہر سے مراد وہ دن ہیں جن میں حیض یا نفاس کا خون نہ آ رہا ہو۔ (مترجم)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# نفاس

## نفاس کی تعریف :

نفاس اس خون کو کہتے ہیں جو ولادت کے وقت عورت کے اندام نہانی سے آتا ہے، چنانچہ اگر پیٹ چاک کیا جائے اور بچہ پیدا ہو اور خون نہ آئے تو عورت "نفساء"[1] نہ ہوگی اور خونِ نفاس سے متعلقہ احکام کا اطلاق اس پر نہ ہوگا۔ اگرچہ اس طرح بچے کی پیدائش سے بھی عدت پوری ہو جائے گی

استقاطِ حمل کی صورت میں اگر ساقط ہونے والے حمل میں انسانی شکل وصورت نمایاں ہو گئی تھی اور اس کی انگلیاں، ناخن یا بال وغیرہ پیدا ہو چکے تھے تب تو اسے بچہ قرار دیا جائے گا اور اس کے بعد آنے والا خون "نفاس" ہوگا لیکن اگر اس میں انسانی شکل وصورت نمایاں نہ ہوئی ہو، مثلاً خون کا لوتھڑا یا گوشت کا ٹکڑا ہو تو ایسی صورت میں اس کے بعد آنے والے خون کو اگر حیض قرار دیا جا سکے۔ مثلاً وہ ان ایام میں آیا ہو جن میں اس عورت کو عادتاً خون آیا کرتا تھا تب وہ حیض ہوگا۔ ورنہ اسے بیماری کا خون یا خونِ فاسد قرار دیا جائے گا۔

٭

[1] نفساء وہ عورت ہے جسے زچگی کے بعد خونِ نفاس آئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## جُڑواں بچّوں کی پیدائش :

اگرعورت توأم بچوں کو جنم دے یعنی اُس کے ہاں دو بچے بیک وقت پیدا ہوں توأس کے نفاس کی مُدّت پہلے بچّے کی پیدائش کے وقت سے شمار کی جائے گی یعنی اگر پہلے بچے اور دوسرے بچے کی پیدائش کے درمیان کچھ وقفہ ہو تو نفاس کی مدت کا شمار پہلے بچے کی ولادت سے کیا جائے گا خواہ یہ وقفہ نفاس کی زیادہ سے زیادہ مدت کے برابر ہو، چنانچہ اگر دوسرا بچہ پہلے بچے کی ولادت کے چالیس دن بعد پیدا ہوا تو دوسرے بچے کی ولادت کے بعد آنے والے خون کو نفاس شمار نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ بیماری کا خون یا خونِ فاسد سمجھا جائے گا۔ یہی احناف کا مسلک ہے۔

## نفاس کی مدّت

نفاس کی کم سے کم مدت کے لئے کوئی حد مقرر نہیں، چنانچہ یہ مدت ایک لحظہ بھی ہو سکتی ہے۔ لہذا اگر کسی عورت نے بچے کو جنم دیا اور ولادت کے فورًا بعد خون کا آنا بند ہو گیا یا بچہ پیدا ہوا اور خون آیا ہی نہیں تو نفاس کی مُدّت گزر گئی اور اس پہ وہ تمام امور واجب ہوں گے جو ایک پاک عورت پر واجب ہوتے ہیں۔ نفاس کی کم سے کم مدت بعض کے نزدیک ایک لحظہ ہے۔ البتہ نفاس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن ہیں۔

## ایامِ نفاس کے دوران وقفہ

مدتِ نفاس کے دوران میں جن دنوں خون نہ آئے مثلاً ایک دن خون آئے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



دوسرے دن نہ آئے تو اس کے بارے میں جو فقہی اختلاف ہے، اس کی تفصیل درج ذیل ہے :

۱۔ حنفیوں کے نزدیک نفاس کا خون آنے کے دوران میں جن دنوں خون نہ آئے وہ بھی نفاس کے دن شمار ہوں گے۔

۲۔ حنبلیوں کے نزدیک خونِ نفاس آنے کے دوران میں جس دن خون نہ آئے وہ دن طہر یعنی پاکی کا دن شمار ہو گا۔

۳۔ شافعیوں کے نزدیک خون نہ آنے کا وقفہ اگر پندرہ دن یا پندرہ دن سے زیادہ ہو تو وہ طُہر (پاک دن) شمار ہوں گے یعنی ان پندرہ دنوں سے پہلے جتنے دن خون آتا رہا وہ نفاس کے دن ہوں گے اور پندرہ یا پندرہ دن سے زیادہ دن خون نہ آنے کے بعد بھی پھر جن دنوں میں خون آئے گا وہ دن بھی طہر کے شمار ہوں گے لیکن یہ خون نہ آنے کا وقفہ اگر پندرہ دن سے کم ہو تو پھر یہ دن بھی جن میں خون نہیں آیا صحیح تر قول کے مطابق نفاس کے دن سمجھے جائیں گے۔

۴۔ مالکیوں کے مطابق خون نہ آنے کا وقفہ اگر نصف ماہ کے برابر ہے تو وہ طُہر یعنی پاک دن شمار ہوں گے اور ان کے بعد جو خون آئے گا وہ خونِ حیض ہے اور اگر یہ وقفہ نصف ماہ سے کم ہے تو اس کے بعد آنے والے خون کو بھی نفاس ہی سمجھا جائے گا اور نفاس کی زیادہ سے زیادہ مدت کا حساب اس طرح کیا جائے گا کہ خون آنے کے دنوں کو باہم جمع کر لیا جائے گا اور جن دنوں میں خون نہیں آیا وہ خارج کر دیئے جائیں گے حتیٰ کہ خون آنے کے دنوں کی تعداد ساٹھ ہو جائے۔ ساٹھ دن پورے ہونے کے بعد سمجھ لیا جائے گا کہ نفاس کی مدت ختم ہو گئی اور جن دنوں میں خون بند رہا تھا ان میں یہ عورت وہ سب کچھ کرے گی جو ایک پاک عورت کر سکتی ہے مثلاً نماز پڑھنا اور روزہ رکھنا وغیرہ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# اِستحاضہ

حیض اور نفاس کے سوا جو خون عورت کے رحم سے آئے اُسے استحاضہ کہا جاتا ہے، چنانچہ وہ خون جو حیض اور نفاس کی زیادہ سے زیادہ مدت پوری ہو جانے کے بعد آئے . یا حیض و نفاس کی کم سے کم مدت سے بھی کم وقت آئے یا حیض شروع ہونے کی عمر (نو سال کی عمر) سے بھی پہلے آئے وہ استحاضہ ہے ــــ الغرض خونِ استحاضہ وہ خون ہے جو بیماری کی وجہ سے آئے اور خونِ حیض کے علاوہ ہو جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

انما ذلك عرق وليس بحيضة -

(یہ خون کسی رگ سے آرہا ہے اور حیض نہیں ہے)

## اگر خونِ استحاضہ ہمیشہ آتا ہو :

جس طرح فقہاء کے درمیان اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ اگر حائضہ عورت کو طویل مدت تک خون آتا رہے تو کب اس کے خون کو حیض سمجھا جائے گا اور کب اس کا خون استحاضہ ہوگا . اسی طرح ان کے مابین اس میں بھی اختلاف ہے کہ جب کسی عورت کو استحاضہ کا خون ہمیشہ آتا ہو تو کب اس پر حائضہ کے احکام جاری ہوں گے . امام ابو حنیفہؒ کا قول یہ ہے کہ ایسی عورت ہر ماہ اپنی حیض کی عادت کے لحاظ سے حائضہ شمار ہوگی اور اگر کسی عورت کو پہلی مرتبہ خونِ حیض آیا ہے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اس کی عادت مقرر نہیں ہے تو اُسے ہر ماہ حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت کے برابر (جو کہ ان کے نزدیک دس دن ہے) حائضہ سمجھا جائے گا اور باقی دنوں میں مستحاضہ ہو گی۔

امام شافعیؒ کا قول یہ ہے کہ اگر وہ عورت صاحبِ تمیز ہے یعنی اگر اس کو خون اس طرح آتا ہے کہ اس کے خونِ حیض اور استحاضہ میں امتیاز کیا جا سکتا ہے تب تو اس فرق کے مطابق عمل کرے گی۔ اور اگر اس کی عادت مقرر ہے تو پھر عادت کے مطابق فیصلہ کیا جائے (یعنی اس کی عادت جتنے دن حیض آنے کی ہو اتنے دن حیض کے شمار کئے جائیں باقی دنوں کے خون کو استحاضہ سمجھا جائے) اور اگر وہ ایسی عورت ہے کہ اس کی عادت بھی مقرر ہو اور اس کے خونِ حیض اور خونِ استحاضہ میں فرق کیا جا سکتا ہو تو ایسی صورت میں امام شافعیؒ سے دو قول مروی ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ خون میں تمیز کر کے اس کے مطابق عمل کرے اور دوسرا قول یہ ہے کہ عادت کے مطابق فیصلہ کرے۔

یعنی وہ عورت جسے خونِ استحاضہ آرہا ہے اگر وہ ایسی عورت ہے کہ اسے پہلی بار حیض آیا ہے لیکن وہ دونوں قسم کے خونوں میں فرق و امتیاز کر سکتی ہے یعنی قوی اور ضعیف خون کی پہچان ہے تو قوی خون حیض سمجھا جائے گا بشرطیکہ یہ حیض کی کم سے کم مدت سے کم اور حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت سے زیادہ نہ ہو اور ضعیف خون کو استحاضہ شمار کیا جائے گا اور وہ عورت ان دنوں پاک ہو گی بشرطیکہ یہ وقفہ طہر کے کم سے کم وقفہ سے کم نہ ہو اور خون مسلسل آئے۔

لیکن اگر معاملہ عادت اور خون کی پہچان دونوں کے اعتبار سے غیر واضح ہو تو پھر ایسی عورت کو ہر ماہ ایک دن اور ایک رات حائضہ شمار کیا جائے گا اور مہینہ کے باقی دنوں میں وہ پاک شمار ہو گی بمثلاً کسی عورت کو پہلی مرتبہ خونِ حیض آیا ہو اور اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سلسلے میں اس کی کوئی عادت مقرر نہ ہو اور ساتھ ہی وہ حیض اور استحاضہ کے خونوں میں فرق و امتیاز بھی نہ کر سکتی ہو تو اس کے لئے مندرجہ بالا حکم ہے۔

لیکن اگر ایسی عورت ہے کہ اس کی عادت مقرر ہے اور وہ دونوں قسم کے خونوں میں فرق بھی کر سکتی ہے تو پھر قوی سے خون کو حیض کا خون سمجھا جائے گا اور اس کی عادت کو ملحوظ نہیں رکھا جائے گا بلکہ دونوں قسم کے خونوں میں فرق و امتیاز پہ عمل کیا جائیگا۔

لیکن اگر عورت صاحب عادت ہو اور دونوں قسم کے خونوں میں فرق نہ کر سکتی ہو مگر مقررہ عادت کی بنا پر اسے معلوم ہو کہ اس سے پہلے اسے کتنے دن خون آیا کرتا تھا تو پھر اس کے حیض و استحاضہ کا فیصلہ اس کی عادت کے مطابق ہو گا۔

مالکیوں کا کہنا یہ ہے کہ جس عورت کو مسلسل خون آئے وہ پاک سمجھی جائے گی تا آنکہ اس کے خون میں خونِ حیض کے اوصاف نمایاں نہ ہو جائیں جو بو، قوام، اور درد سے پہچانے جا سکتے ہیں، چنانچہ جن دنوں خونِ حیض کے اوصاف پائے جائیں اور خون کی کیفیت بدل جائے وہ ایام حیض کے ہوں گے بشرطیکہ اس سے پہلے اس قدر وقفہ ہو جو طہر کی کم سے کم مدت ہے یعنی پندرہ دن کا وقفہ ہو لیکن اگر خون میں فرق نہ کیا جا سکے یا طہر کا جو کم سے کم وقفہ مقرر ہے اس سے پہلے ہی خون کی کیفیت میں فرق پڑ جائے تو یہ دن بھی استحاضہ کے شمار ہوں گے یعنی وہ ان دنوں میں اس طرح رہے گی گویا کہ وہ پاک ہے خواہ پوری زندگی اس کی یہی کیفیت رہے ۔ اور ایسی عورت احادیث کی رو سے عدت اس طرح گزارے جیسے "مرتابہ" یعنی وہ عورت عدت گزارتی ہے جس کے خون کا معاملہ مشکوک ہو۔ لیکن جو عورت خون میں فرق و امتیاز کر سکتی ہے وہ محض احتیاط کی خاطر تین دن بھی اپنی سابقہ عادت پہ زیادہ نہ کرے بلکہ جب تک ایسا خون آتا رہے جو خونِ حیض سے مختلف ہو اپنی سابقہ عادت پہ قائم رہے، لیکن اگر ہمیشہ یہی صورتِ حال رہے تو پھر احتیاط کرے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



حنبلیوں کا مسلک یہ ہے کہ جس عورت کو مسلسل خون آتا ہو وہ یا تو ایسی عورت ہو گی جس کی حیض کی عادت مقرر ہو گی اور یا اسے پہلی مرتبہ حیض آیا ہو گا اور عادت مقرر نہ ہو گی۔

چنانچہ جس عورت کی عادت مقرر ہے وہ اپنی عادت کے مطابق عمل کرے گی یعنی جتنے دن عادتاً اسے حیض آیا کرتا تھا اتنے دن وہ حیض کے شمار کرے گی اور عادت والی کے سلسلے میں خون کے فرق کو ملحوظ نہیں رکھا جائے گا اور وہ عورت جسے پہلی بار خون آیا ہو اور اس کی عادت مقرر نہ ہو وہ یا تو ایسی ہو گی کہ وہ اپنے دونوں قسم کے خونوں (یعنی خونِ حیض اور خونِ استحاضہ میں) فرق کر سکتی ہو گی یا اسے مسلسل ایک ہی طرح کا خون آتا ہو گا اور حیض و استحاضہ کے خون میں فرق نہ کر سکتی ہو گی۔ چنانچہ اگر وہ فرق کر سکتی ہے تو اپنے فرق و امتیاز کے مطابق عمل کرے بشرطیکہ قوی خون حیض کا خون شمار ہو سکے یعنی وہ ایک دن اور ایک رات سے کم اور پندرہ دن سے زیادہ مدت نہ آیا ہو ــــ اور اگر وہ تمیز نہ کر سکتی ہو تو اس کے حیض کی مدت ایک دن ایک رات شمار کی جائے گی۔ اس کے بعد وہ غسل کرے اور ایسے سب کام کرے جو ایک پاک عورت کرتی ہے لیکن یہ حکم صرف پہلے دوسرے اور تیسرے مہینہ کے لئے ہے۔ چوتھے مہینہ اس کے حیض کی مدت اتنے دن شمار ہو گی جتنے دن عام طور پر عورتوں کو حیض آتا ہے یعنی چھ یا سات دن۔ اور اس سلسلے میں وہ خود اچھی طرح سوچ کر کوئی فیصلہ کرے۔

## فقہاء کے اختلاف کا سبب :

اس مسئلہ میں فقہاء کے درمیان اختلاف کا سبب دو مختلف حدیثیں ہیں :

۱۔ پہلی حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ حضرت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



فاطمہؓ بنت ابی حبیش استحاضہ کی مریض تھیں۔ انہوں نے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں مسئلہ پوچھا تو آپ نے ارشاد فرمایا، کہ فاطمہؓ اتنے دن نماز چھوڑ دیں جتنے دن انہیں اس بیماری کے لاحق ہونے سے پہلے حیض کا خون آیا کرتا تھا اس کے بعد غسل کریں اور نماز پڑھیں۔

۲۔ دوسری حدیث وہ ہے جسے ابوداؤدؒ نے فاطمہ بنت ابی حُبیش کے حوالے سے روایت کیا ہے کہ فاطمہؓ کو استحاضہ کا خون آیا کرتا تھا تو انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت کی کہ حیض کا خون سیاہ رنگ کا ہوتا ہے جو پہچانا جاسکتا ہے لہذا جن دنوں ایسا خون آئے نماز چھوڑ دو اور جب اس سے مختلف رنگ کا خون آرہا ہو تو وضو کرو اور نماز پڑھو کیونکہ یہ کسی رگ کا خون ہے۔ اس حدیث کو ابومحمد ابن حزمؒ نے صحیح قرار دیا ہے۔

## مُستحاضہ کی طہارت :

اس مسئلہ میں چار اقوال ہیں :

۱۔ ایک قول کے مطابق ایسی عورت پر صرف ایک بار طہارت کرنا واجب ہے۔

۲۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس پہ ہر نماز کے لئے طہارت ضروری ہے۔

۳۔ تیسرے قول کے مطابق اس پر دن رات میں تین بار طہارت ضروری ہے۔

۴۔ چوتھا قول یہ ہے کہ اس پر دن رات میں ایک بار طہارت ضروری ہے۔

پہلے قول کے مطابق اس پر صرف ایک بار پاک ہونا ضروری ہے اور یہ وہ موقع ہے جب اُسے معلوم ہوجائے کہ حیض کی مدت ختم ہوچکی ہے۔ اور اُسے حیض کے ختم ہوجانے کا علم اس وقت ہوگا جب وہ خونِ حیض ختم ہونے کی کوئی علامت دیکھ لے گی جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



پھر وہ فقہاء جو صرف ایک بار طہارت ضروری خیال کرتے ہیں ان میں پھر دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ کے خیال میں ایسی عورت پر ہر نماز کے لیے نیا وضو کرنا واجب ہے۔ جبکہ دوسرے گروہ کے نزدیک ہر نماز کے لئے نیا وضو واجب نہیں بلکہ مستحب ہے یعنی اگر چاہے تو ہر نماز کے لئے نیا وضو کرے اور اگر چاہے تو ایک ہی وضو سے سب نمازیں ادا کرے۔

امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام ابو حنیفہؒ اور ان کے ساتھی صرف ایک بار طہارت واجب خیال کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ مختلف علاقوں کے اکثر فقہاء کی رائے بھی یہی ہے۔ اور ان میں سے اکثر کے نزدیک اس پہ واجب ہے کہ وہ ہر نماز کے لئے نیا وضو کرے لیکن بعض کے نزدیک ہر نماز کے لئے نیا وضو واجب نہیں بلکہ مستحب ہے اور یہ امام مالکؒ کا مسلک ہے۔

دوسرا قول یہی ہے کہ جس عورت کو خونِ استحاضہ آتا ہو وہ ہر نماز کے لئے غسل کرے۔

تیسرا قول جس کے مطابق دن رات میں تین بار غسل واجب ہے۔ انکے نزدیک ایسی عورت ظہر کی نماز کو عصر کے وقت تک مؤخر کرے۔ پھر غسل کر کے دونوں نمازیں یعنی ظہر اور عصر کو جمع کر کے پڑھے۔ اسی طرح مغرب کی نماز کو اتنا مؤخر کرے کہ مغرب کی نماز کا آخری وقت ہو جائے اور عشاء کی نماز کا اول وقت شروع ہو جائے اور دوبارہ غسل کر کے یہ دونوں نمازیں جمع کر کے پڑھے۔ اور تیسرا غسل فجر کی نماز کے لئے کرے اس طرح ان لوگوں نے دن رات میں تین بار طہارت یعنی غسل کرنا واجب قرار دیا ہے۔

چوتھے قول کے مطابق دن رات میں ایک بار غسل کرنا واجب ہے لیکن جن کا یہ قول ہے ان میں سے کچھ علماء نے اس غسل کے لئے کوئی خاص وقت مقرر نہیں کیا۔ یہی قول حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ پھر ان میں سے بعض فقہاء کے نزدیک ایسی عورت کے لئے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ضروری ہے کہ ایک ظہر کی نماز کے لئے غسل کرے پھر دوسرے دن بھی ظہر کی نماز کے وقت غسل کرے۔

## فقہاء کے اختلاف کا سبب :

اس مسئلہ میں علماء کے درمیان جو اختلاف ہے اس کا سبب یہ ہے کہ اس سلسلہ میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں ان میں بظاہر اختلاف ہے اور وہ کل چار حدیثیں ہیں ان میں سے ایک حدیث کی صحت پر سب کا اتفاق ہے اور تین کی صحت مختلف فیہ ہے۔

۱۔ پہلی حدیث جس کی صحت متفق علیہ ہے وہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ فاطمہؓ بنت ابی حبیشؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا، کہ مجھے استحاضہ کا خون آتا ہے اور کبھی پاک نہیں ہوتی یعنی خون رکتا ہی نہیں تو کیا میں نماز چھوڑ دوں ؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لا ..... انما ذلك عرق و ليست بالحيضة فاذا اقبلت الحيضة فدعي الصلوة و اذا ادبرت فاغسلي عنك الدم وصلي ۔ (بخاریؒ ومسلمؒ)

(نہیں نماز نہ چھوڑو کیونکہ یہ کوئی رگ ہے جس سے خون آرہا ہے حیض کا خون نہیں ہے لہٰذا جن دنوں میں حیض کا خون آئے، نماز چھوڑ دو اور جب حیض ختم ہو جائے، ان دنوں اپنے جسم سے خون دھوکر نماز پڑھ لیا کرو)

اور بعض روایات میں اتنا مزید ہے کہ (وتوضئي لكل صلوٰة) "اور ہر نماز کے لئے وضو کر لیا کرو" لیکن یہ اضافہ بخاریؒ اور مسلمؒ کی روایتوں میں نہیں ہے، البتہ ابوداؤد کی روایت میں ہے اور بعض علماء حدیث نے اس اضافے کو صحیح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



قرار دیا ہے۔

۲۔ دوسری حدیث بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ ام حبیبہؓ بنت جحش جو کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کی بیوی تھیں انہیں استحاضہ کا خون آنے لگا تو انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہر نماز کے لئے غسل کیا کریں۔

۳۔ تیسری حدیث امام ابوداؤدؒ نے روایت کی ہے اور اس حدیث کو ابو محمدؒ بن حزم نے صحیح قرار دیا ہے۔ اس حدیث میں ہے: حضرت اسماءؓ بنت عمیس بیان کرتی ہیں کہ فاطمہؓ بنت ابی جبیش کو استحاضہ کا خون آنے لگا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی کہ وہ ظہر اور عصر کی نمازوں کے لئے غسل کیا کریں اور مغرب اور عشاء کی نمازوں کے لئے غسل کیا کریں اور فجر کی نماز کے لئے بھی ایک غسل کیا کریں اور ان کے درمیان (اگر کوئی نماز پڑھنا چاہیں تو) وضو کر لیا کریں۔

۴۔ چوتھی حدیث حضرت حمنہؓ بنت جحش کی ہے جس میں یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اختیار دیا تھا کہ جب وہ محسوس کریں کہ اب حیض کا خون ختم ہو گیا ہے تو اگر چاہیں تو دن میں صرف ایک بار غسل کر کے پانچوں نمازیں پڑھ لیا کریں اور چاہیں تو دن رات میں تین بار غسل کر لیا کریں۔ جیسا کہ حضرت اسماءؓ بنت عمیس کی حدیث میں مذکور ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ حدیث اسماءؓ میں بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ دن رات میں تین بار غسل کرنا واجب ہے جبکہ اس حدیث میں اختیار دیا گیا ہے کہ چاہیں تو تین بار غسل کر لیا کریں۔ یعنی پانچ نمازوں کے لئے دن رات میں ایک بار غسل کرنا تو واجب ہے اور تین بار غسل کرنا ان کی اپنی مرضی پر منحصر ہے یعنی چاہیں تو زیادہ بار غسل کر لیا کریں۔

٭

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## جس عورت کو استحاضہ کا عارضہ ہو وہ کیا طریقہ اختیار کرے :

امام نوویؒ نے المنہاج میں لکھا ہے کہ استحاضہ ایک ایسا عارضہ ہے جس میں عورت مسلسل ناپاک رہتی ہے جیسا کہ سلسل البول (مسلسل قطرہ قطرہ پیشاب آنا) میں مریض مسلسل ناپاکی کی حالت میں مبتلا رہتا ہے لہذا اس عارضہ کی وجہ سے نماز اور روزہ منع نہیں ہوتا بلکہ جسے استحاضہ کی بیماری ہو وہ یہ کرے کہ وضو سے پہلے اپنی شرمگاہ کو دھولے اور مضبوطی سے کس کر لنگوٹ باندھ لے اور ہر نماز کا وقت شروع ہونے پر وضو کرے اور جلدی نماز پڑھے۔ گویا ہر فرض نماز کے لئے نیا وضو کرنا فرض ہے اور صحیح قول کے مطابق ہر نماز کے لئے نئی لنگوٹ باندھنا بھی فرض ہے۔

## استحاضہ میں وہ امور منع نہیں جو حیض میں منع ہیں :

وہ امور جو حیض و نفاس کی حالت میں منع ہیں استحاضہ کی صورت میں منع نہیں ہیں مثلاً نماز پڑھنا، روزہ رکھنا، قرآنِ مجید کی تلاوت کرنا اور چھونا، مسجد میں داخل ہونا، اعتکاف بیٹھنا، بیت اللہ کا طواف کرنا اور جماع کرنا وغیرہ، جن کی تفصیل حدثِ اکبر کے باب میں بیان ہوگی، الغرض مذکورہ بالا امور کے لیے مستحاضہ کو غسل کرنا ضروری نہیں ہے۔ اگرچہ بعض امور وضو کے بغیر نہیں کئے جا سکتے۔ اس مسئلہ کی صحیح نوعیت یہی ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



یہ الگ بات ہے کہ اس سلسلے میں فقہاء کے درمیان دو مسئلوں کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ایک یہ کہ نماز کے لئے طہارت کی کیا صورت ہے؟ اور دوسرا یہ کہ ایسی حالت میں جماع کرنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

امام مالکؒ کا قول یہ ہے کہ فقہاء اور اہلِ علم کا مسلک یہ ہے کہ اگرچہ خون زیادہ مقدار میں آرہا ہو مذکورہ بالا تمام امور اس کے لئے جائز ہیں۔ یہ قول امام مالکؒ سے ابنِ وہبؒ نے روایت کیا ہے۔

گویا وہ عورت جسے استحاضہ کا عارضہ ہو معذور ہے اور اس شخص کی مانند ہے جسے مسلسل دست آرہے ہوں یا قطرہ قطرہ پیشاب جاری ہو یا مسلسل نکسیر آنے کا عارضہ ہو یا ایسا زخم ہو جس میں سے ہر وقت خون رستا رہتا ہو۔

## مُستحاضہ سے جماع کا جواز و عدم جواز

استحاضہ والی عورت سے جماع کے بارے میں تین مختلف اقوال ہیں:

- علماء کی ایک جماعت نے ایسی عورت سے جماع کو جائز کہا ہے اور مختلف علاقوں کے علماء کا مسلک بھی یہی ہے۔ اور یہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، سعید ابن المسیبؒ اور متعدد تابعین سے بھی مروی ہے۔
- لیکن کچھ علماء کا خیال ہے کہ —— ایسی حالت میں جماع ناجائز ہے یہی قول حضرت عائشہؓ سے مروی ہے اور امام نخعیؒ اور حکمؒ کا بھی یہی قول ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ ہر خون گندگی ہے لہذا اس کو جسم اور کپڑے پر سے دھونا واجب ہے لہذا خون حیض کا آرہا ہو یا استحاضہ کا، دونوں صورتوں میں مباشرت کرنا یکساں ہے۔ کیونکہ دونوں خونِ نجس ہیں۔ باقی رہا استحاضہ کی حالت میں نماز کا جواز تو یہ رخصت ہے جو سنّت سے ثابت ہے۔ جیسے سلسل البول کا مریض

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



نماز پڑھ سکتا ہے۔ لیکن یہ قول مسلکِ جمہور کے خلاف ہے۔

○ علماء کے ایک گروہ کی رائے یہ ہے کہ خاوند کے لئے ایسی حالت میں جماع کی اجازت صرف اس صورت میں ہے جب بیماری بہت لمبی ہو جائے۔ یہ قول امام احمدؒ بن حنبل کا ہے[1]۔

## اختلاف کا سبب :

اس مسئلہ میں علماء کے درمیان اختلاف کا سبب یہ ہے کہ مستحاضہ کیلئے نماز پڑھنا جائز ہے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا نماز کا جواز محض رخصت کا حکم رکھتا ہے کیونکہ نماز ایک ایسا فرض ہے جو کسی حالت میں ساقط نہیں ہوتا ——— یا نماز پڑھنا اس لئے جائز کر دیا گیا ہے کہ استحاضہ والی عورت حکماً پاک ہوتی ہے؟

چنانچہ جن علماء نے اسے رخصت قرار دیا ہے ان کے نزدیک ایسی عورت سے جسے خونِ استحاضہ آرہا ہو اس کے خاوند کے لئے جماع کرنا جائز نہیں ہے۔ اور جن لوگوں نے اس حالت میں عورت کو حکماً پاک قرار دیا ہے انہوں نے جماع کو جائز رکھا ہے۔

بہر حال یہ ایک مسئلہ ہے جس کے بارے میں شریعت کا کوئی واضح حکم موجود نہیں ہے۔

---

[1] بدایۃ المجتہد و نہایۃ المقتصد لابن رشد - ج اوّل۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# غسل

غسل کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنتُمْ سُكَارَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ حَتَّىٰ تَغْتَسِلُوا ۚ وَإِن كُنتُم مَّرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِّنكُم مِّنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُورًا ﴿٤٣﴾ (النساء-۴۳)

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم نشے کی حالت میں ہو تو نماز کے قریب نہ جاؤ۔ نماز اس وقت پڑھنی چاہیے جب تم جانو کہ کیا کہہ رہے ہو اور اسی طرح جنابت کی حالت میں بھی نماز کے قریب نہ جاؤ جب تک غسل نہ کر لو، اِلّا یہ کہ راستے سے گذرتے ہو۔ اور اگر کبھی ایسا ہو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کہ تم بیمار ہو، یا سفر میں ہو، یا تم میں سے کوئی شخص رفع حاجت کر کے آئے یا تم نے عورتوں کو چھوا ہو اور پھر پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے کام لو اور اس سے اپنے چہروں اور ہاتھوں پر مسح کر لو۔ بے شک اللہ نرمی سے کام لینے والا اور بخشش فرمانے والا ہے)

## مندرجہ ذیل پانچ امور سے غسل واجب ہو جاتا ہے

۱۔ حیض یا نفاس کا خون آنے سے۔
۲۔ ولادت سے خواہ بغیر خون کے ہو۔
۳۔ موت سے، بشرطیکہ مرنے والا مسلمان ہو۔
۴۔ کافر کے اسلام قبول کرنے سے اگر وہ حالتِ جنابت میں ہو۔
۵۔ جنابت سے۔

### ولادت :

بچہ کی ولادت سے، خواہ بغیر خون کے ہو، غسل واجب ہو جاتا ہے۔ جمہور فقہاء کا مسلک یہی ہے صرف حنبلیوں کو اس سے اختلاف ہے۔ اُن کے نزدیک اگر ولادت خون کے بغیر ہو تو غسل فرض نہیں ہوتا۔

### جنابت :

جنابت دو صورتوں میں ہوتی ہے۔ ۱۔ جماع : خواہ بغیر انزال کے ہو۔ ۲۔ منی کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



شہوت سے خارج ہو ناخواہ احتلام سے خارج ہو یا بوس وکنار سے، یا دیکھنے یا تصور کرنے سے یا اسی قسم کے کسی اور سبب سے خارج ہو، جنابت اور اس سے وجوب غسل کے معاملہ میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں۔

اس سے پہلے یہ حدیث بیان ہو چکی ہے کہ حضرت ام سلیمؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ حق بات میں شرم اور باک محسوس نہیں کرتا۔ کیا اگر عورت کو احتلام ہو تو اس پر بھی غسل واجب ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (نعم اذا رأت الماء) "ہاں اگر منی خارج ہو"۔ یہ گفتگو سن کر حضرت ام سلمہؓ نے کہا: کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے؟ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (تربت یداک، فبم یشبہا ولدھا) تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں! اگر نہیں ہوتا تو پھر بچہ اس سے مشابہ کیونکر ہوتا ہے؟

## نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کی کیفیت

بخاریؒ اور مسلمؒ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب غسل فرماتے تو سب سے پہلے اپنے دونوں ہاتھ دھوتے پھر اپنے دائیں ہاتھ میں پانی لے کر بائیں ہاتھ پر ڈالتے۔ پھر اپنی شرم گاہ دھوتے۔ پھر وضو کرتے جیسے نماز کے لئے کیا جاتا ہے۔ پھر چلو میں پانی لے کر پانی سے تر انگلیوں کو بالوں کی جڑوں تک پہنچاتے اور جب محسوس کرتے کہ بال تر ہو گئے ہیں تو تین چلو پانی سر پر ڈالتے۔ اس کے بعد پورے جسم پر پانی بہا لیتے۔

البخاریؒ اور مسلمؒ کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ ..... پھر اپنے ہاتھوں سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



بالوں میں خلال کرتے حتیٰ کہ جب آپ محسوس کرتے کہ جلد تر ہوگئی ہے تو اپنے اوپر تین مرتبہ پانی ڈال لیتے۔

اور بخاریؒ و مسلمؒ کی ایک اور روایت میں —— جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے —— اس طرح بیان ہوا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب غسلِ جنابت کرنا چاہتے تو پانی کا برتن طلب فرماتے اور اس میں سے اپنے چلو میں پانی لے کر پہلے سر کا دایاں حصّہ دھوتے پھر بایاں حصہ دھوتے اس کے بعد اپنے دونوں چلوؤں سے سر مبارک پہ پانی ڈال لیتے۔

نیز حدیث کی مشہور چھ کتابوں کے مرتبین نے روایت کیا ہے کہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کے لئے پانی کا اہتمام کیا تو آپؐ نے اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پہ پانی ڈال کر دونوں ہاتھوں کو دو یا تین بار دھویا۔ اس کے بعد دائیں ہاتھ سے پانی ڈال کر بائیں ہاتھ سے اپنی شرم گاہ کو دھویا۔ پھر اپنے ہاتھ کو زمین سے رگڑا، کلی کی اور ناک میں پانی چڑھایا اس کے بعد چہرے اور ہاتھوں کو دھویا پھر تین بار اپنے سر کو دھویا اور سارے جسم پہ پانی بہالیا۔ پھر اس جگہ سے دور ہٹ کر آپ نے اپنے دونوں پاؤں دھوئے۔ حضرت میمونہؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نے آپ کو رومال پیش کیا لیکن آپ نے اسے قبول نہ فرمایا اور اپنے دستِ مبارک سے پانی پونچھتے رہے۔

## عورت کے لئے غسل کا طریقہ :

عورت اور مرد کے غسل میں کوئی خاص فرق نہیں ہے۔ البتہ عورت کے سلسلہ میں یہ ہے کہ اس پر اپنی مینڈھیوں کو کھولنا واجب نہیں ہے۔ بشرطیکہ پانی بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے۔ لیکن بعض فقہاء عورت کے غسلِ جنابت اور غسلِ حیض و نفاس میں فرق کرتے ہیں ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کے نزدیک غسلِ جنابت میں عورت کے لیے مینڈھیاں کھولنا واجب نہیں ہے جبکہ حیض و نفاس سے پاک ہو کر غسل کرتے وقت مینڈھیاں کھولنا واجب ہے۔

امام مسلمؒ، امام احمدؒ اور امام ترمذیؒ نے حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت نے دریافت کیا۔ یا رسول اللہ! میں اپنے سر کے بالوں کی مینڈھیاں گوندھتی ہوں۔ تو کیا غسلِ جنابت کے وقت میرے لئے ان کا کھولنا ضروری ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انما یکفیک ان تحثی علیہ ثلاث حثیات من الماء تفضی علی سائر جسدک فاذا انت قد طھرت۔

(تمہارے لئے بس اتنا کافی ہے کہ اپنے سر پر تین چلّو پانی ڈال لو جو تمہارے پورے جسم پر پھیل جائے۔ بس اس کے بعد تم پاک ہو)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حیض کے بعد کا غسل کرنے کے سلسلے میں حکم دیا کہ: (انقضی شعرک واغتسلی) "اپنے بال کھولو اور غسل کرو" (یہ حدیث ابن ماجہؒ نے صحیح سند سے روایت کی ہے)

عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اطلاع ملی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عورتوں کو حکم دیتے ہیں کہ وہ غسل کرتے وقت اپنے سر کی چوٹیاں کھولیں تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا: تعجب ہے کہ ابن عمرؓ عورتوں کے لیے غسل کرتے وقت سر کے بالوں کا کھولنا ضروری قرار دیتے ہیں۔ وہ یہ حکم کیوں نہیں دیتے کہ عورتیں غسل کرتے وقت اپنا سر منڈوا لیا کریں۔ حالانکہ میں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی برتن میں سے پانی لے کر غسل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کیا کرتے تھے اور میں صرف اتنا کرتی تھی کہ اپنے سر پر تین چلّو پانی ڈال لیتی تھی۔ (یہ حدیث امام مسلمؒ اور امام احمدؒ بن حنبل نے روایت کی ہے)

عورت کے لیے مستحب ہے کہ جب وہ حیض یا نفاس کا غسل کرے تو روئی یا اسی قسم کی کسی اور چیز کا ایک ٹکڑا لے اور اس میں مشک یا کوئی اور خوشبو لگا کر اسے ان سب مقامات پر پھیرے جہاں جہاں خون لگتا ہے تاکہ خون کی بدبو دور ہو جائے اور جسم خوشبودار ہو جائے۔

ترمذیؒ کے سوا باقی پانچوں محدثین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے غسلِ حیض کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا:

تاخذ احداکن ماء ھا وسدر تھا فتطھر فتحسن الطھر ثم تصب علی رأسھا فتدلکه دلکاً شدیداً حتی یبلغ شئون رأسھا ثم تصب علیھا الماء ثم تاخذ فرصة ممسکة فتطھر بھا۔

(عورت کو چاہیے کہ پانی اور بیری وغیرہ کے پتوں سے پہلے خود کو خوب اچھی طرح پاک صاف کرے۔ پھر سر پر پانی ڈال کر خوب ملے حتیٰ کہ پانی بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے۔ اس کے بعد اپنے اوپر پانی ڈال لے پھر روئی یا کپڑے کا ایک ٹکڑا لے جس میں خوشبو لگی ہو اور اس سے خود کو پاک کرے)

حضرت اسماءؓ نے پوچھا: اس سے کس طرح پاک کرے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (سبحان اللہ! تطھری بھا) "سبحان اللہ! (اتنی بات بھی نہیں سمجھتیں) بس اس سے پاک کر لو۔ یہ کیفیت دیکھ کر حضرت عائشہؓ نے چپکے سے کہا: اسے اس مقام پر پھیر لو جہاں خون کا نشان ہو۔ پھر حضرت اسماءؓ نے آپ سے غسلِ جنابت کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



تأخذ إحداكن ماءها وسدرتها فتطهر فتحسن الطهور أو تبلغ في الطهور ثم تصب على رأسها فتدلكه حتى يبلغ شئون رأسها ثم تفيض عليها الماء -

(پانی لے کر پہلے اس سے طہارت کرو اور اچھی طرح دھو دو۔ پھر سر پہ پانی ڈال کر ملو کہ پانی بالوں کی جڑ تک پہنچ جائے پھر اپنے سارے بدن پہ پانی ڈال لو)

حضرت عائشہؓ نے کہا: انصار کی عورتیں کتنی اچھی ہیں کہ انہیں دین کے مسائل سمجھنے میں شرم مانع نہیں ہوتی۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا کہ "اپنے آپ کو خوب اچھی طرح پاک صاف کرو" اس سے مراد وضو ہے یعنی خوب اچھی طرح وضو کرے۔

## غسل کے ارکان:

جو کچھ اوپر بیان ہوا اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ شرعی غسل دو باتوں کے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔ ۱۔ نیت ۲۔ پورے جسم اور بالوں پہ پاک پانی ڈالنا۔

### ۱۔ نیت:

نیت کے بارے میں یہ ہے کہ احناف کے سوا جمہور فقہاء نے نیت کو غسل کا رکن شمار کیا ہے کیونکہ نیت ہی سے عادت اور عبادت میں امتیاز ہوتا ہے۔ اور نیت محض دل کا عمل ہے، چنانچہ دل میں نیت کر لینا کافی ہے لیکن اگر زبان سے بھی کہہ دیا جائے کہ میں غسلِ جنابت کی نیت کرتا ہوں یا حدثِ اکبر سے پاک ہونے کی نیت کرتا ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

نیت کے سلسلے میں یہ ضروری ہے کہ جسم کا پہلا عضو دھوتے وقت نیت کرے لیکن اگر کچھ دیر پہلے ہی نیت کر لے تو بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



حنفیوں کے نزدیک نیت سنّت ہے غسل کا رکن نہیں ہے۔

## ۲۔ پورے جسم اور بالوں پہ پاک پانی ڈالنا :

غسل کے صحیح ہونے کے لئے واجب ہے کہ پورے جسم پہ ایک بار پاک پانی ڈالا جائے اور جہاں تک بغیر دقت کے پہنچانا ممکن ہو، پانی پہنچایا جائے اس رکن پہ مفصّل گفتگو کے لئے درج ذیل امور بیان کرنا ضروری ہیں :

## ۱۔ غسل کے وضو کی کیفیت :

غسل صحیح ہونے کے لئے شرط ہے کہ غسل کرنے والا وضو کے تمام فرائض وارکان ادا کرے۔ مثلاً نیت کرنا، پورے چہرے کو دھونا، دونوں ہاتھ کہنیوں تک دھونا، سر کا مسح کرنا، دونوں پیروں کو ٹخنوں تک دھونا اور دھوتے وقت مذکورہ بالا ترتیب کو ملحوظ رکھنا یعنی پہلے چہرہ پھر دونوں ہاتھ کہنیوں تک، پھر سر کا مسح اور پھر دونوں پاؤں ٹخنوں تک اسی ترتیب سے دھونا۔ اور تسلسل کیساتھ دھونا، یعنی یہ درست نہیں کہ ایک عضو کو دھو کر چھوڑ دیا جائے اور پھر کچھ دیر کے بعد دوسرے عضو کو دھویا جائے۔

احناف میں اکثر علماء کا خیال ہے کہ غسل کرنے والا جب وضو کرے تو باقی اعضاء کو دھولے مگر پاؤں اس وقت نہ دھوئے بلکہ پہلے پورے بدن پہ پانی ڈال لے اس کے بعد پاؤں دھوئے جیسا کہ امّ المومنین حضرت میمونہؓ کی حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کی کیفیت بیان ہوئی ہے۔

لیکن بعض علماء احناف کا خیال ہے کہ پاؤں بھی پہلے ہی دھولیے جائیں تاکہ وضو مکمل ہو جائے۔ انہوں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اُس حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کی کیفیت بیان ہوئی ہے۔
چنانچہ ہدایہ میں ہے کہ " پھر نماز کا وضو کرے البتہ اپنے پاؤں اس وقت نہ دھوئے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



بلکہ بعد میں دھوئے لیکن اگر کسی تختے پر بیٹھ کر وضو کیا ہے تو پھر مؤخر نہ کرے بلکہ اسی وقت دھولے۔"

اور "بحرالرائق" میں ہے کہ "پیروں کو پہلے یا بعد میں دھونے کے جواز یا عدم جواز میں اختلاف نہیں ہے بلکہ اختلاف صرف اس بات میں ہے کہ پہلے دھونا افضل ہے یا بعد میں دھونا ؟ شافعیوں کے نزدیک بھی دونوں امر (یعنی پہلے دھونا اور بعد میں دھونا) جائز ہیں اور اختلاف محض اس بات میں ہے کہ دونوں میں سے اولیٰ اور بہتر کیا ہے ؟ البتہ دونوں طریقوں سے سنت ادا ہو جاتی ہے۔

## ب ۔ بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچانا

غسلِ جنابت میں سارے بدن کو پانی سے تر کرنا واجب ہے ۔اس پر تمام آئمہ کا اتفاق ہے ۔اس لئے کہ اس کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا ہے کہ :

من ترك موضع شعرة من جنابة لم يصبها الماء فعل الله به كذا وكذا من النار ۔

(جس نے غسلِ جنابت کرتے وقت بال برابر جگہ بھی ایسی چھوڑ دی کہ اس تک پانی نہ پہنچا تو اللہ تعالیٰ اسے اس طرح اور اس طرح آگ کا عذاب دے گا ) (یہ حدیث امام احمدؒ اور ابوداؤدؒ نے روایت کی ہے)

اور حیض و نفاس کا غسل بھی غسلِ جنابت کی طرح ہے ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچانے کے بارے میں فقہی مسالک کا نقطۂ نگاہ

حنفیوں کے نزدیک اگر عورت کے بالوں کی مینڈھیاں گندھی ہوئی ہوں اور غسل کرتے وقت پانی بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے تو اس پر مینڈھیوں کا کھولنا واجب نہیں ہے، البتہ مینڈھیوں کو پانی سے تر کرنا واجب ہے لیکن اگر بال گندھے ہوئے نہ ہوں تو پانی بالوں کی جڑوں میں اور ان کے اوپر سب جگہ اندر اور باہر پہنچانا واجب ہے اور اگر عورت کے سر پر خوشبو وغیرہ کا کوئی ایسا لیپ لگا ہوا ہو جو بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچنے میں مانع ہو تو اس لیپ کا اتارنا واجب ہے۔

حنبلیوں کے نزدیک حیض اور نفاس کے غسل میں گندھے ہوئے بالوں کا کھولنا واجب ہے لیکن غسلِ جنابت میں بالوں کو کھولنا واجب نہیں اس لئے کہ بار بار بالوں کو کھولنا باعثِ تکلیف ہے جبکہ حیض و نفاس کے غسل میں جو طویل وقفہ کے بعد ہوتا ہے۔ یہ علت موجود نہیں۔

شافعیوں کے نزدیک غسل میں بالوں کو اوپر اور نیچے سے اچھی طرح دھونا واجب ہے۔ بال گھنے ہوں یا ہلکے۔ اور اگر گندھے ہوئے بالوں کو کھولے بغیر اُن کے اندر کی طرف پانی پہنچانا ممکن نہ ہو تو اُنہیں کھولنا واجب ہے اور اس مسئلے میں ان کے نزدیک مرد اور عورت کے بارے میں یکساں حکم ہے، البتہ جو بال گوندھے بغیر قدرتی طور پر گھونگریالے ہوں اور ان میں پانی پہنچنا مشکل ہو تو ایسے بال اس حکم سے مستثنیٰ ہیں اور ان کی جڑوں تک پانی پہنچانا واجب نہیں ہے۔

مالکیوں کے نزدیک بالوں کے نیچے کھال تک پانی پہنچانا واجب ہے، خواہ بال گھنے ہوں یا چھدرے اور خواہ گندھے ہوئے ہوں یا کھلے ہوئے۔ اور اگر گندھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہوئی مینڈھیاں بہت کسی ہوئی ہوں خواہ وہ دھاگے کے ساتھ گوندھی گئی ہوں یا بغیر دھاگے کے تو ان کا کھولنا واجب ہے لیکن اگر زیادہ کسی ہوئی نہ ہوں تو کھولنا واجب نہیں صرف ان کو اکٹھا کر کے دھونا اور ہلانا کافی ہے تاکہ پانی نیچے تک پہنچ جائے۔ لیکن اگر چوٹی تین یا زیادہ ڈوروں سے گوندھی گئی ہو تو اس کا کھولنا واجب ہے۔ مالکیوں کے متاخرین نے سابقہ حکم سے ایسی دُلہن کو مستثنیٰ قرار دیا ہے جس کے بالوں کو خوشبو اور روغن وغیرہ سے آراستہ کیا گیا ہو۔ وہ کہتے ہیں کہ ایسی دُلہن کے لئے سر دھونا فرض نہیں ہے بلکہ وہ اگر صرف سر کا مسح کرے تو کافی ہے کیونکہ دھونے کی صورت میں مال کا نقصان ہے بلکہ اگر اس کے پورے جسم پہ خوشبو کا لیپ ہو تو وہ تیمم کرلے[1]۔

اور یہ حکم چونکہ دُلہن کے بارے میں ہے لہٰذا یہ استثنائی رخصت صرف عورت کے لئے ہے اور وہ بھی غسلِ جنابت کے معاملہ میں ہے کہ وہ سر نہ دھوئے بلکہ صرف مسح کرے اور محض اس مدت کے لئے ہے جب تک اس پہ بالعموم دُلہن کے لفظ کا اطلاق ہوتا ہو اور یہی وہ زمانہ ہے جس میں عادتاً اور طبعاً عورت بناؤ سنگھار بالخصوص بالوں کی تزئین کی زیادہ خواہش مند ہوتی ہے لہٰذا دفعِ حرج اور اس کے مال کو ضیاع سے بچانے کی خاطر اُسے غسل میں سر نہ دھونے کی اجازت دی گئی ہے تاکہ اس کی مشکل آسان ہو جائے۔ جیسا کہ شریعت نے عبادات کے معاملہ میں معذور لوگوں کو سہولت دی ہے یا موزے پہننے والوں والوں یا ایسے لوگوں کے لیے جنہوں نے ہڈی جوڑنے کی چلپٹی باندھ رکھی ہو، آسانی پیدا کرنے کی غرض سے مسح جائز کر دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ (الحج ۸)

(اور اللہ نے دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی)

---

[1] الفقہ علی المذاہب الاربعہ ص ۶۰۔ مطبوعہ دار الشعب۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



نیز ارشادِ باری ہے :

يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ

(البقرہ - ۱۸۵)

(اللہ تمہارے ساتھ نرمی کرنا چاہتا ہے سختی کرنا نہیں چاہتا)

لیکن یہ بات ظاہر ہے کہ یہ استثنار کی رخصت صرف ضرورت کی بنا پر ہے اور ضرورت کو ضرورت کی حد تک ہی محدود رہنا چاہیئے [۱]

لیکن مالکیوں کے علماءِ متاخرین نے دُلہن کے لئے غسل میں سر پر مسح کر لینے اور تیمم کر لینے کی رخصت کا جو فتویٰ دیا ہے اس سے ہمیں اتفاق نہیں ہے۔ کیونکہ ایک تو جس دلیل کا انہوں نے سہارا لیا ہے وہ کمزور ہے۔ دوسرے یہ رائے صرف چند علماء کی ہے اور مسلکِ جمہور کے خلاف ہے۔

## ج۔ پانی ہر اس مقام تک پہنچانا جہاں تک اس کا پہنچنا ممکن ہو

پورے بدن میں جہاں تک پانی کا پہنچنا بآسانی ممکن ہو وہاں تک ایک بار پہنچانا واجب ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر بدن میں ذرا سا حصہ بھی ایسا رہ گیا جہاں پانی نہ پہنچ سکا تو غسل صحیح نہ ہوگا خواہ یہ حصہ کتنا ہی تھوڑا ہو۔ اس لئے ضروری ہے کہ بدن کے ان حصوں تک بھی پانی پہنچے جو گہرائی میں واقع ہیں مثلاً ناف کا گڑھا یا جسم میں کسی زخم کا مقام جو ٹھیک ہو چکا ہو لیکن اس کا گہرا نشان باقی ہو۔ البتہ یہ ضروری نہیں کہ ایسی جگہوں تک ٹیوب وغیرہ کے ذریعہ سے پانی پہنچایا جائے۔

---

[۱] فتاویٰ شرعیہ وبحوث الاسلامیۃ للمفتی العلامۃ الشیخ محمد مخلوف۔ ج ۱۔ ص ۲۲-۲۴ والفقہ علی المذاہب الاربعۃ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



یہ بھی واجب ہے کہ ہر ایسی چیز کو جسم پر سے ہٹایا جائے جو جسم تک پانی کے پہنچنے میں حائل ہو مثلاً گندھا ہوا آٹا یا موم یا آنکھ کا چیپڑ وغیرہ اور اگر کوئی ایسی تنگ انگوٹھی پہن رکھی ہو جو جلد تک پانی پہنچنے میں مانع ہو تو اس کا اتارنا بھی واجب ہے۔

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہو گئی کہ ناخن پالش (نیل پالش) کی موجودگی میں غسل صحیح نہیں ہوگا لیکن مالکیوں کے نزدیک غسل کرنے والے پر یہ واجب نہیں کہ اگر اس نے کوئی ایسی تنگ انگوٹھی پہن رکھی ہے جس کا پہننا جائز ہے تو وہ بھی اتار دے۔ اسی طرح غسل کے لیے عورت پر زیور اتارنا بھی واجب نہیں ہے۔

## د۔ کان کی تنگ بالیوں کا حکم

عورت پر واجب ہے کہ غسل کرتے وقت کان میں پہنی ہوئی تنگ بالیوں کو حرکت دے تاکہ پانی اس سوراخ میں پہنچ جائے جس میں بالی پہن رکھی ہے اور اگر کان کی لو میں بالی کا سوراخ ہو اور بالی نہ پہن رکھی ہو تو اس سوراخ کے اندر بھی پانی کا پہنچانا واجب ہے بشرطیکہ از خود پہنچ جائے۔ یعنی یہ ضروری نہیں ہے کہ پانی پہنچانے کے لیے سوراخ کے اندر کوئی سلائی وغیرہ پھیری جائے۔ یہ حنفی نقطۂ نگاہ ہے۔

شافعیوں کے نزدیک بالی وغیرہ کے سوراخ کے اندر پانی کا پہنچانا واجب نہیں ہے کیونکہ ان کے نزدیک محض جسم کے ظاہری حصہ کو دھونا واجب ہے۔

مالکیوں کے نزدیک کان یا ناک کے سوراخ میں اگر ایسا زیور پہن رکھا ہے جس کا پہننا جائز ہے مثلاً عورت نے سونے یا چاندی کی بالی پہن رکھی ہے تو سوراخ کے اندر پانی کا پہنچانا ضروری نہیں لیکن اگر یہ زیور جو سوراخ میں پہنا ہے لوہے، تانبے یا پیتل کا ہے اور تنگ ہے تو اس کو حرکت دینا کہ پانی سوراخ کے اندر پہنچ جائے واجب ہے اور اگر کان یا ناک کے سوراخ میں زیور پہنا ہوا نہیں ہے اور خالی سوراخ موجود ہے تو اس کے اندر پانی پہنچانا واجب ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# غسل کی سنتیں اور مستحبات

غسل کی سنتیں اور مستحبات بہت ہیں اور مختلف مسالکِ فقہ کے مابین ان کے بارے میں اختلاف بھی ہے اور یہاں یہ گنجائش نہیں ہے کہ تفصیل سے سب کچھ بیان کیا جائے لہذا تفصیل کے لئے فقہ کی کتابوں کی طرف رجوع کیا جائے جن میں یہ تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔

غسل کی جن سنن و مستحبات کا بیان کرنا یہاں ضروری ہے وہ درجِ ذیل ہیں :

۱۔ نیت کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا یعنی غسل کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع کرے۔

۲۔ مسنون دعائیں : وضو کے سلسلے میں تو بعض دعائیں احادیث میں مذکور ہیں جن کا پڑھنا وضو کرتے وقت مستحب ہے۔ لیکن غسل کے وقت کسی دعا کا پڑھنا مستحب نہیں۔ کیونکہ غسل کرنے والا ایسی جگہ ہوتا ہے جہاں نجس پانی بہتا ہے اور ذکر اللہ اور اسمائے باری تعالیٰ کے احترام کا تقاضا یہ ہے کہ ان کو نجس مقامات مثلاً بیت الخلاء وغیرہ میں نہ پڑھا جائے۔

۳۔ جسم کے قابلِ ستر حصوں کو ڈھانپنا :

شافعیوں کے نزدیک غسل کرتے وقت جسم کے قابلِ ستر حصوں کو ڈھانپنا خواہ خلوت میں ہو مستحب ہے۔ لیکن شرمگاہ کو لوگوں کی نظروں سے چھپانا واجب اور کھولنا حرام ہے۔ اس سلسلے میں نص بھی وارد ہوئی ہے اور اس پر اجماع بھی ہے۔ چنانچہ ایک حدیث شریف میں بیان ہوا ہے کہ جو شخص اپنے جسم کے قابلِ ستر حصوں کو لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ نہیں کرتا اس پر مسلسل اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہوتی رہتی ہے۔ (یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



حدیث مسند ابو حنیفہؒ میں ہے)

یہ حکم دینِ حنیف کے ان معاشرتی آداب میں شامل ہے جو اس نے انسان کے اندر حیاء کا ملکہ پیدا کرنے کے لیے سکھائے ہیں۔ حیاء سراسر خیر ہے، نیز اس حکم کا مقصد فتنہ و فساد کے ذرائع کو روکنا ہے تاکہ انسانی عزت و آبرو ہر قسم کے فتور اور تذلیل سے محفوظ رہے اور اسلامی معاشرہ اعلیٰ اخلاقی اوصاف کا حامل ہو۔

اسلام میں شرمگاہوں کی حفاظت کا اس قدر اہتمام کیا گیا ہے کہ نہ صرف مردوں اور عورتوں کے لیے ایک دوسرے کے سامنے قابلِ ستر حصوں کا کھولنا اور دیکھنا ممنوع ہے بلکہ بلا ضرورت مرد کے لیے مرد کے سامنے... اور عورت کے لیے عورت کے سامنے اپنی شرمگاہ کو کھولنا یا کسی دوسرے کی شرمگاہ پر نظر ڈالنا حرام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے تو حمام میں جانے سے مطلقاً منع فرما دیا تھا۔ بعد ازاں صرف مردوں کو ایسا زیر جامہ پہن کر حمام میں جانے کی اجازت دی جو جسم کے باعثِ شرم حصوں کو بخوبی چھپا سکے اور عورتوں کو تو حمام میں جانے کی قطعاً اجازت نہیں دی سوائے اس کے کہ کسی عورت کو بیماری یا زچگی کی وجہ سے جانا پڑے اور وہ بھی اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ حمام میں جانے والی عورت کے جسم کے باعثِ شرم حصے پوری طرح مستور ہوں حتیٰ کہ عورت بھی عورت کے جسم کا وہ حصہ نہ دیکھ سکے جس پر نظر ڈالنا حرام ہے۔

۴۔ یہ بھی مستحب ہے کہ غسل کرتے وقت عورت روئی یا کپڑے کا ایک ٹکڑا لے اور اس میں مشک یا کوئی اور خوشبو لگا کر خون لگنے کے مقامات پر پھیر لے اور اگر روئی یا کپڑے کا ٹکڑا نہ ملے تو پانی سے صاف کر لے۔ لیکن یہ حکم ایسی عورت کے لئے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہے جس نے نہ تو حج یا عمرہ کا احرام باندھ رکھا، نہ وہ روزہ دار ہو اور نہ ہی شوہر کی موت کا سوگ منا رہی ہو۔

ہم گزشتہ صفحات میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وہ حدیث بیان کر چکے ہیں جو حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا کے بارے میں ہے۔ اس حدیث میں اس مسئلہ کا ذکر موجود ہے۔

## غسل کے متعلق مزید دو مسئلے

۱۔ حیض اور جنابت کے لئے ایک ہی غسل کافی ہے بشرطیکہ غسل کرتے وقت دونوں کا غسل کرنے کی نیت کرے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: (انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئٍ مانوی)

"اعمال کا دارومدار صرف نیتوں پر ہے اور ہر شخص کو وہی کچھ ملتا ہے جس کے حاصل کرنے کی وہ نیت کرتا ہے۔" (متفق علیہ)

۲۔ جُنبی اور حائضہ عورت کے لئے غسل کئے بغیر بال منڈوانا، ناخن ترشوانا، بازار جانا اور اسی قسم کے دیگر امور بغیر کسی کراہت کے جائز ہیں۔ عطاءؒ کہتے ہیں کہ جنابت کی حالت میں انسان سینگی لگوا سکتا ہے، ناخن ترشوا سکتا ہے اور سر منڈا سکتا ہے خواہ اس نے وضو بھی نہ کیا ہو[1]۔ (بخاریؒ)

---

[1] فقہ السنہ۔ ج ۱۔ ص ۷۵۔ مرتبہ شیخ سید سابق۔ مطبوعہ دار الکتب العربی ۱۳۸۹ھ / ۱۹۶۹ء۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## حدثِ اکبر کی حالت میں جو امور منع ہیں

حدثِ اکبر سے مراد جنابت، حیض اور نفاس کی حالت ہے اور ولادت اگر بغیر خون کے ہو تب بھی وہ حدثِ اکبر کا باعث ہے۔

حدثِ اکبر کی حالت میں وہ سب باتیں منع ہیں جو حدثِ اصغر (بے وضو ہونے کی حالت) میں منع ہیں۔ اس کے علاوہ حدثِ اکبر کی حالت میں تلاوتِ قرآنِ کریم اور مسجد میں داخل ہونا بھی منع ہے۔ چنانچہ چاروں فقہی مسالک میں جنبی اور حیض و نفاس والی عورت کے لئے قرآنِ مجید کی تلاوت اور مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں ہے۔

حدثِ اکبر کے بارے میں فقہی احکام کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

### ۱۔ تلاوتِ قرآن:

○ مالکیوں کے نزدیک جنابت کی حالت میں تلاوتِ قرآن جائز نہیں، اِلاّ یہ کہ حرز کے طور پر یا استدلال کی خاطر تھوڑا سا تلاوت کر لیا جائے تو جائز ہے لیکن حیض اور نفاس والی عورت کے لئے خون آنے کی حالت میں تلاوتِ قرآن جائز ہے خواہ یہ عورت حیض یا نفاس کا خون آنے سے پہلے جنابت کی حالت میں ہو۔ لیکن جب خون آنا بند ہو جائے تو صحیح تر قول کے مطابق قرآن مجید کی تلاوت غسل کرنے سے پہلے جائز نہیں خواہ جنبی ہو یا نہ ہو، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ خون بند ہو جانے کے بعد وہ غسل کر کے پاک ہونے پر قادر ہے لہٰذا اب غسل کئے بغیر اس کے لئے تلاوتِ قرآن جائز نہیں، باقی رہا قرآن مجید کو ہاتھ لگانا یا قرآن مجید کی کتابت تو یہ اگر سیکھنے اور سکھلانے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کی غرض سے ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں۔

○ حنفیوں کے نزدیک جنابت کی حالت میں قرآن کی تلاوت حرام ہے لیکن استاد کے لئے جائز ہے کہ شاگرد کو ایک ایک لفظ الگ الگ کر کے پڑھائے۔ اسی طرح بحالتِ جنابت کسی اہم کام کو شروع کرتے وقت بسم اللہ پڑھ سکتا ہے اور دعا کی غرض سے یا حمد و ثنا کے طور پر کوئی چھوٹی آیت پڑھ سکتا ہے اور اس معاملہ میں حیض و نفاس والی عورت کے لئے بھی وہی احکام ہیں جو جُنبی کے لئے ہیں۔

○ شافعیوں کے نزدیک جنابت کی حالت میں قرآن مجید کی تلاوت خواہ ایک لفظ ہی کیوں نہ ہو حرام ہے بشرطیکہ تلاوت کا قصد ہو لیکن اگر ذکر کی غرض سے ہو یا بغیر ارادہ کے از خود زبان سے نکل جائے تو حرام نہیں۔ ذکر کی غرض سے پڑھنے کی مثال یہ ہے کہ جیسے کھانا کھاتے وقت "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" پڑھے یا سواری پر بیٹھتے وقت "سُبْحَانَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ" پڑھے۔ جس طرح اس شخص کے لئے جسے پاکی حاصل کرنے کی کوئی چیز یعنی پانی اور مٹی دونوں دستیاب نہ ہوں تو اس کے لئے صرف اس نماز میں جس کا پڑھنا اس کے لئے بسببِ ضرورت مباح ہے یعنی فرض نماز میں تلاوتِ قرآن جائز ہے۔

○ حنبلیوں کے نزدیک حدثِ اکبر کی حالت میں بغیر کسی عذر کے ایک چھوٹی آیت سے کم یا اتنی ہی مقدار میں کسی بڑی آیت کا حصہ تلاوت کرنا جائز ہے اور اس سے زیادہ کی تلاوت اس پر حرام ہے لیکن اسے ایسی دعا یا کوئی ایسا ذکر پڑھنے کی اجازت ہے جس کے الفاظ قرآن کے مطابق ہوں مثلاً کھانا کھاتے وقت بسم اللہ پڑھ لے یا سوار ہوتے وقت سُبْحَانَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ○ وغیرہ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## ۲ - نماز اور مسجد میں داخل ہونا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِىْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ۔ (النساء ۔ ۴۳)

(جب تم نشے کی حالت میں ہو تو نماز کے قریب نہ جاؤ۔ نماز اس وقت پڑھنی چاہیئے جب تم جانو کہ کیا کہہ رہے ہو اور اسی طرح جنابت کی حالت میں بھی نماز کے قریب نہ جاؤ جب تک غسل نہ کر لو۔ اِلّا یہ کہ راستہ سے گزرتے ہو)

اس آیت کی تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ کی ہے کہ نماز اور نماز کے مقامات یعنی مساجد کے قریب نہ جاؤ۔

نماز کے قریب نہ جاؤ تو واضح ہے لیکن مسجد کے قریب جانا یا اس میں داخل ہونا سو اس کے سلسلے میں فقہی اختلاف کی تفصیل درج ذیل ہے۔

- مالکیوں کے نزدیک جنبی کے لئے مسجد میں داخل ہونا، اس میں ٹھہرنا اور اس میں سے گزرنا یعنی ایک دروازے سے داخل ہو کر دوسرے دروازے سے نکلنا سب ناجائز ہے خواہ یہ اس کے گھر کی مسجد ہو البتہ اگر چور، درندے یا کسی ظالم کا ڈر ہو تو جنابت کی حالت میں مسجد میں داخل ہونا اور ٹھہرنا جائز ہے لیکن اس صورت میں بھی تیمم کر کے داخل ہو۔ اسی طرح اگر غسل کے لئے پانی حاصل کرنا ہو اور راستہ مسجد میں سے گزرتا ہو۔ مثلاً پانی یا پانی نکالنے کا سامان یعنی ڈول یا رسی وغیرہ مسجد میں سے گزرے بغیر حاصل ہونا ممکن نہ ہو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



یا گھر مسجد کے اندر کی جانب ہو اور غسل کرنے کی غرض سے مسجد میں سے گزرنا پڑتا ہو تو ان سب صورتوں میں اسے چاہیئے کہ تیمم کر کے گزرے۔

اور ان تمام امور میں حیض و نفاس والی عورت کے لئے اور اس عورت کے لئے بھی جس کے ہاں بغیر خون کے ولادت ہوئی ہو وہی حکم ہے جو جنبی کے لئے بیان ہوا۔

- احناف کے نزدیک جنبی اور حیض و نفاس والی عورت کے لئے ضرورت کے بغیر مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں البتہ اگر کوئی عذر یا مجبوری ہو مثلاً غسل کے لئے پانی مسجد سے باہر نہ مل سکتا ہو یا گھر کا دروازہ مسجد میں ہو اور اسے بدلا نہ جا سکتا ہو اور کسی دوسرے گھر میں رہنا بھی اس کے لئے ممکن نہ ہو تو ایسی تمام صورتوں میں ضرورتاً مسجد میں سے گزرنا جائز ہے۔

مسجد کی چھت کا حکم ان تمام امور میں وہی ہے جو مسجد کا۔ البتہ جنبی کے لئے مسجد کے احاطہ میں داخل ہونا جائز ہے۔

- شافعیوں کے نزدیک جنبی، حائضہ اور نفاس والی عورت کا مسجد میں سے گزرنا جائز ہے لیکن مسجد میں ٹھہرنا اور بار بار آنا جانا جائز نہیں اور یہ جواز بھی اس صورت میں ہے جب مسجد کے غلاظت سے آلودہ ہونے کا خطرہ نہ ہو چنانچہ اگر کوئی شخص حدثِ اکبر کی حالت میں مسجد کے ایک دروازے سے داخل ہو کر دوسرے دروازے سے نکل جاتا ہے تو جائز ہے لیکن ایک ہی دروازے سے اندر جانا اور پھر باہر آنا حرام ہے۔

- حنبلیوں کے نزدیک جنبی اور حیض و نفاس والی عورت کا مسجد میں سے گزرنا اور ٹھہرے بغیر بار بار آنا جانا جائز ہے بلکہ اگر خون آ رہا ہو تب بھی گزرنا جائز ہے بشرطیکہ مسجد آلودہ نہ ہو۔ لیکن حائضہ اور نفاس والی عورت کا مسجد میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ٹھہرنا صرف اس صورت میں جائز ہے جب خون آنا بند ہو چکا ہو۔

## ۳۔ حیض ونفاس کی حالت میں روزہ

حیض ونفاس والی عورت کا روزے کی نیت کرنا اور روزہ رکھنا حرام ہے اگر وہ روزہ رکھے گی تو اُس کا روزہ نہ ہوگا۔

حیض ونفاس کی وجہ سے رمضان کے جو روزے چھوٹ گئے ہوں ان کی قضا تو واجب ہے لیکن جو نماز نہ پڑھی جا سکی اس کی قضا واجب نہیں ہے کیونکہ نماز دن میں پانچ بار پڑھی جاتی ہے جس کو قضا کرنے میں مشقت ہے اور اسلام انسانوں کو مشقت میں ڈالنا نہیں چاہتا۔ جبکہ روزہ دن میں صرف ایک ہے اور اس کی قضا مشکل نہیں ہے۔

حضرت معاذہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا، کیا وجہ ہے کہ حائضہ پر روزوں کی قضا واجب ہے اور نماز کی قضا واجب نہیں؟ یہ سن کر حضرت عائشہؓ نے کہا: تو "حروریہ" (خارجی) تو نہیں؟ میں نے کہا، نہیں' میں صرف وجہ پوچھنا چاہتی ہوں۔ حضرت عائشہؓ نے کہا: وجہ کچھ بھی نہیں، بس جب حیض آتا تھا تو ہمیں روزوں کی قضا کا حکم دیا جاتا تھا اور نماز کی قضا کا حکم نہیں تھا۔ (مسلمؒ)

بخاریؒ میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ یا عید الفطر کی نماز کے لئے عیدگاہ تشریف لے گئے اور عورتوں کے قریب سے گزرے تو آپؐ نے فرمایا:

یا معشر النساء تصدقن فانی ارمیتکن اکثر اھل النار۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(اے گروہِ خواتین! صدقہ دیا کرو کیونکہ مجھے (شب معراج)
دکھایا گیا کہ دوزخیوں میں تمہاری تعداد زیادہ ہے)
عورتوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ایسا کیوں ہے؟
آپؐ نے فرمایا:

تکثرن اللعن، وتکفرن العشیر۔ ما رأیت
من ناقصات عقل ودین اذھب للب الرجل الحازم
من احدا کن۔

(تم لعن طعن زیادہ کرتی ہو اور خاوند کی ناشکری کرتی ہو اور میں
نے کسی ناقص عقل و دین کو تم سے بڑھ کر ایک باشعور اور محتاط شخص
کی عقل و خرد کا دیوالہ نکالنے والا نہیں پایا)
عورتوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم میں عقل اور دین کی کمی کیا ہے؟
آپؐ نے فرمایا:

الیس شھادۃ المرأۃ مثل نصف شھادۃ الرجل؟

(کیا عورت کی گواہی مرد کی گواہی کا نصف نہیں ہے؟)
عورتوں نے کہا: ہاں ایسا ہی ہے۔
آپؐ نے فرمایا:

فذلک نقصان عقلھا۔ الیس اذا حاضت لم
تصل ولم تصم۔

(سو یہ عورت کے کم عقل ہونے کی دلیل ہے اور کیا ایسا نہیں ہوتا
کہ عورت کو جب حیض آتا ہے تو وہ نہ نماز پڑھتی ہے اور نہ روزہ رکھتی
ہے؟)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



عورتوں نے عرض کیا : یہ بھی درست ہے یارسول اللہ!

آپؐ نے فرمایا :

فذلك نقصان دينها۔

(تو یہ عورت میں دین کی کمی ہے)

## ۴۔ حیض کی حالت میں طلاق

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ۔ (الطلاق۔۶۵)

(اے نبیؐ! جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو انہیں ان کی عدت کے لئے طلاق دیا کرو)

اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ عورت کو اس وقت طلاق دی جائے جب وہ حالتِ طہر میں ہو اور اس سے جماع نہ کیا ہو۔

فقہاء نے اسی آیت سے یہ استنباط کیا ہے کہ طلاق کے شرعی یعنی مطابق سُنّت ہونے کے لیے یہ شرائط ضروری ہیں:

۱۔ یہ کہ ایک وقت میں ایک طلاق دی جائے۔

۲۔ طلاق اس طہر میں دی جائے جس میں جماع نہ کیا ہو۔

۳۔ کوئی ضرورت طلاق کی متقاضی ہو۔

بنابریں اگر خاوند نے ان شرائط کے خلاف عمل کیا اور بیوی کو ایک بار میں ایک سے زائد طلاقیں دے دیں یا حیض کی حالت میں طلاق دی یا ایسے طہر میں طلاق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



دی جس میں جماع کر چکا ہو یا بغیر ضرورت کے طلاق دی تو اس نے سنت کے خلاف کام کیا اور ایسی طلاق کو طلاقِ بدعی یا طلاقِ بدعت کہا جائے گا۔

گویا وہ طلاق جو شریعت کے بتائے ہوئے طریقے کے خلاف ہو، طلاقِ بدعت ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ـــــ وہ طلاق جو اس بنا پر طلاقِ بدعت ہو کہ حیض یا نفاس کے دوران دی گئی ہو یا ایسے طہر میں دی گئی ہو جس میں یا جس سے پہلے حیض میں خاوند نے اپنی اس بیوی سے جماع کیا ہو ـــــ ایسی طلاق از روئے شرع واقع ہو جاتی ہے یا نہیں؟ ـــــ تو اس سلسلے میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے:

جمہور فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ ایسی طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

شیعہ امامیہ، امام ابنِ حزم ظاہریؒ، امام ابنِ تیمیہؒ اور امام ابنِ قیمؒ کا مسلک یہ ہے کہ ایسی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ ویسے یہ تمام فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ ایسی طلاق دینے والا شخص گناہگار ہوگا لیکن یہ آخرت کا معاملہ ہے اور دنیوی احکام پر اس کا اثر نہیں پڑتا۔

پہلا گروہ جو اس بات کا قائل ہے کہ ایسی طلاق جس میں طلاق دینے والا خلافِ سنت فعل کا ارتکاب کر رہا ہے واقع ہو جاتی ہے۔ ان کا استدلال اس حدیث سے ہے جو حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابنِ عمرؓ نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دی تھی۔ اس کا ذکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپؐ نے فرمایا: (مرہٗ فلیراجعہا)
"اسے حکم دو کہ اس طلاق سے رجوع کرلے"۔

اور ظاہر ہے مراجعت وقوعِ طلاق کے بعد ہی قابلِ عمل ہے یعنی اگر طلاق واقع نہ ہو چکی ہوتی تو آپ رجوع کرنے کا حکم نہ دیتے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اور یہ روایت بھی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابنِ عمرؓ سے اس طلاق کے بارے میں فرمایا تھا کہ (ھی واحدۃ) "یہ ایک طلاق ہوگی"؛ اور یہ روایت بھی ہے کہ حضرت عمرؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا: کیا آپؐ اسے ایک طلاق شمار کرتے ہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا؛ "ہاں"

چنانچہ ان تمام نصوص سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایسی طلاق واقع ہو جاتی ہے کیونکہ اسے ایک طلاق شمار کیا گیا تھا[1]

اب تک جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مرد کے لئے ایسی عورت کو جو اپنی عدت حیضوں کے حساب سے پوری کرے گی۔ حیض یا نفاس کی حالت میں طلاق دینا اس لئے حرام کیا گیا ہے کہ اس طرح عدت کی مدت طویل ہو جائے گی اور اس وجہ سے اس طریقہ پر دی گئی طلاق عورت کے لئے تکلیف دِہ ہوگی لیکن حرام ہونے کے باوجود اس طرح طلاق دینے سے چونکہ طلاق واقع ہو جاتی ہے لہٰذا مرد کو حکم دیا جائے گا کہ وہ اس طلاق سے رجوع کرے کیونکہ یہ طریقہ خلافِ سنت ہونے کی بنا پر حرام ہے۔

## ۵- حیض و نفاس کی حالت کے بعض دیگر مسائل

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا، حیض کی حالت میں مجھ اپنی بیوی سے کیا کچھ جائز ہے؟ آپؐ نے جواباً ارشاد فرمایا:

لتشد علیھا ازارھا، ثم شانك باعلاھا۔

---

[1] دیکھا جائے: الاحوال الشخصیۃ فی الشریعۃ الاسلامیۃ۔ دوسرا ایڈیشن۔ ص ۲۹۵ و ۲۹۶۔ از ڈاکٹر محمود محمد طنطاوی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(اسے چاہیئے کہ اپنا زیرِ جامہ کس کر باندھ لے۔ پھر تم اس سے اوپر اوپر جو چاہو کر سکتے ہو)

اور حضرت مسروقؒ سے روایت ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حیض کی حالت میں میرے لئے اپنی بیوی سے کیا کچھ جائز ہے؟ ام المؤمنینؓ نے جواب دیا: جماع کے سوا سب کچھ جائز ہے:

○ شافعیوں اور حنفیوں کے نزدیک (حیض و نفاس کی حالت میں) ناف اور گھٹنوں کے مابین جو حصۂ جسم ہے وہ اگر ننگا ہو تو اس سے لطف اندوزی حرام ہے البتہ اگر درمیان میں کپڑا حائل ہو تو جائز ہے لیکن جماع کسی صورت میں جائز نہیں خواہ کوئی چیز درمیان میں حائل ہی کیوں نہ ہو یعنی کوئی خول وغیرہ چڑھا کر بھی جائز نہیں ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص ایسی حرکت کا ارتکاب کرے گا تو گناہگار ہوگا اور اسے چاہئے کہ ایک دینار یا نصف دینار صدقہ دے۔

○ مالکیوں کے نزدیک ناف اور گھٹنے کے درمیانی حصۂ جسم سے لطف اندوزی بصورتِ جماع تو قطعاً جائز نہیں ہے لیکن جماع کے علاوہ جو کچھ ہے اس کے بارے میں مالکیوں کے دو قول مروی ہیں۔ قولِ مشہور یہ ہے کہ یہ بھی جائز نہیں خواہ درمیان میں کوئی چیز مثلاً کپڑا وغیرہ بھی کیوں نہ حائل ہو۔ اور مالکیوں کے بعض علماء کے نزدیک قابلِ ترجیح قول یہ ہے کہ جماع کے علاوہ باقی سب امور جائز ہیں اور اس صورت میں بھی جائز ہیں کہ درمیان میں کوئی چیز یعنی کپڑا وغیرہ حائل نہ ہو۔

○ حنبلیوں کے نزدیک حیض و نفاس کی حالت میں ناف اور گھٹنے کے درمیانی حصۂ جسم سے لطف اندوزی بغیر کپڑے وغیرہ کے بھی جائز ہے اور جو چیز مطلقاً منع ہے وہ حیض کی حالت میں جماع کرنا ہے لہٰذا اگر کوئی شخص ایسی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



حرکت کر بیٹھے تو اس پر توبہ واجب ہے اور اسے چاہئے کہ اپنے اس گناہ کا کفارہ دے یعنی اگر قدرت ہو تو ایک دینار یا نصف دینار بطور صدقہ دے لیکن اگر استطاعت نہ ہو تو پھر یہ کفارہ ساقط ہو جائے گا۔

## ۶ حیض و نفاس کی حالت میں اعتکاف

حیض اور نفاس کی موجودگی میں اعتکاف جائز نہیں۔ عورت کے اعتکاف کے مسئلہ پر انشاء اللہ ہم باب الصوم میں گفتگو کریں گے۔

## ۷ حیض و نفاس کی حالت میں عورت سے قربت یعنی جماع

ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّىٰ يَطْهُرْنَ ۖ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ ۚ (البقرہ ۔ ۲۲۲)

حیض کی حالت میں عورتوں سے الگ رہو اور ان کے قریب نہ جاؤ جب تک کہ وہ پاک صاف نہ ہو جائیں۔ پھر جب وہ پاک ہو جائیں تو ان کے پاس جاؤ اس طرح جیسا کہ اللہ نے تم کو حکم دیا ہے)

اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے مطابق پاک ہونے سے پہلے مرد کے لئے عورت سے قربت یعنی جماع کرنا حرام ہے اور یہ طہارت یا تو غسل سے حاصل ہوگی اور اگر غسل ممکن نہ ہو تو تیمم سے۔

الغرض حیض و نفاس کی حالت میں عورت سے جماع کرنا قرآن مجید اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق حرام ہے اور اجماعِ امت کی رو سے بھی حرام ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



قرآن مجید کا حکم تو ہم اوپر پیش کر چکے ہیں جو اپنے مفہوم و معنیٰ کے اعتبار سے پوری طرح واضح اور صریح ہے۔

ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے، (( اصنعوا کل شیئ الا النکاح )) "مباشرت کے سوا سب کچھ کر سکتے ہو" اور دوسری روایت میں نکاح کی بجائے جماع کا لفظ ہے، معنیٰ کے لحاظ سے دونوں کا مفہوم ایک ہے (اس حدیث کو امام بخاریؒ کے سوا باقی پانچ اصحاب حدیث نے بیان کیا ہے

امام نوویؒ نے اس سلسلے میں لکھا ہے کہ اگر کوئی مسلمان یہ عقیدہ رکھے کہ حائضہ عورت سے جامعت کرنا جائز ہے تو وہ کافر و مرتد ہو جاتا ہے لیکن اگر حلال سمجھے بغیر بھول کر جماع کر بیٹھا یا اسے معلوم ہی نہ تھا کہ حیض کی حالت میں جماع حرام ہے یا اسے بیوی کے حائضہ ہونے کا پتہ نہ تھا اور جماع کر لیا تو ایسی صورت میں نہ گناہگار ہوگا اور نہ کفارہ دینا لازم آئے گا اور اگر جان بوجھ کر جماع کیا ہے جبکہ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ حیض آرہا ہے اور یہ بھی معلوم تھا کہ ایسی حالت میں جماع حرام ہے اور یہ فعل کیا بھی اپنے اختیار سے یعنی کوئی جبر و اکراہ بھی نہ تھا تو ایسا شخص گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہوا ہے اور اس پر اپنے گناہ سے توبہ کرنا واجب ہے۔

کیونکہ ارشادِ باری تعالیٰ: "فَاعْتَزِلُوْا" صیغہ امر ہے جو وجوب کا تقاضا کرتا ہے یعنی حکم دیا جا رہا ہے کہ حیض کی حالت میں حیض کے مقامِ خاص سے دور رہو اور اگر اس حالت میں جماع کیا جائے گا تو فعلِ حرام کا ارتکاب ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس مفہوم کو پوری طرح واضح کرنے اور حکم کی تاکید کی غرض سے بعد ازاں فرمایا ہے:

وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(اور ان کے قریب نہ جاؤ جب تک کہ وہ پاک صاف نہ ہو جائیں
پھر جب وہ پاک ہو جائیں تو ان کے پاس جاؤ)

اور اس کے ساتھ قرآن مجید نے اس حکم کی علت بھی بیان کر دی ہے اور فرمایا ہے "ھُوَ اَذیً" یعنی یہ گندگی کی حالت ہے جس سے سلیم الطبع انسان نفرت کرتے ہیں۔

نیز ایک روایت میں وارد ہوا ہے کہ حیض کی حالت میں جماع کرتے رہنے سے یعنی اگر کوئی مسلسل ایسا کرتا ہے تو اس کی اولاد کو جذام کا مرض لاحق ہو جاتا ہے۔

امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ نہ تو حیض کی حالت میں جماع کرنا چاہئیے اور نہ حیض منقطع ہو جانے کے بعد غسل سے پہلے جماع کرنا چاہئیے کیونکہ حرمت نص صریح سے ثابت ہے اور بعض لوگوں کا قول ہے کہ ایسا کرنے سے جذام ہو جاتا ہے۔

اطباء کہتے ہیں کہ حیض کے دنوں میں رحم کی گردن کھل جاتی ہے تاکہ خون خارج ہو سکے اور بچہ دانی کی تیزابیت میں کمی آجاتی ہے جس کے نتیجہ میں جراثیم کے خلاف نظام تناسلی کی قوت مدافعت کمزور ہو جاتی ہے لہذا ان ایام میں رحم کے اندرونی معائنہ سے اور اندامِ نہانی میں اُنگلی داخل کرنے، جماع کرنے اور اسی قسم کے دیگر اُمور سے پرہیز لازم ہے۔ کیونکہ اس طرح رحم کے اندر جراثیم داخل ہو سکتے ہیں جس کے نتیجہ میں سوزش رحم وغیرہ قسم کے امراض لاحق ہو سکتے ہیں جن کے نتائج خطرناک ہوتے ہیں۔

اطباء یہ بھی کہتے ہیں کہ جب رحم میں پرانی سوزش ہو تو حیض کے خون میں ایسے خوردبینی جراثیم موجود ہوتے ہیں جو رحم کے غدود کی رطوبت کے ساتھ خارج ہوتے ہیں۔ یہ جراثیم اگرچہ پورا مہینہ ایک حالت میں موجود رہتے ہیں لیکن حیض کے ایام میں ان کی نشو و نما خوب ہوتی ہے اور ان کی تعداد بھی زیادہ ہو جاتی ہے اور خونِ حیض میں شامل ہو جاتے ہیں اور اگر ایسی حالت میں جماع کیا جائے تو اس کے نتیجے میں مرد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



آتشک، سوزاک اور ایڈز جیسی مہلک بیماریوں میں مبتلا ہو سکتا ہے[1]۔
قرآن مجید میں ارشاد ہے: "هُوَ اَذًى"۔ اس کے ایک معنی تو نجاست اور گندگی ہیں اور دوسرے معنی ایذا اور بیماری کے ہیں چنانچہ مرد کا ایام حیض میں عورت سے جماع کرنا مرد، عورت اور بچے سب کے لئے ایذا کا باعث ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد کس قدر سچا ہے!

## حیض کی حالت میں جماع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وعید

یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حیض کی حالت میں عورت سے جماع کرنے پر سخت وعید فرمائی ہے۔ امام احمدؒ، امام ترمذیؒ اور امام نسائیؒ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من اتی حائضا فقد کفر بما انزل علی محمد۔

(جس نے حائضہ عورت سے جماع کیا اس نے ان احکام کو ماننے سے انکار کیا جو (حضرت) محمدؐ پر نازل کیے گئے ہیں)

اس حدیث میں کفر کی تاویل یہ کی گئی ہے کہ جس نے حلال سمجھ کر اس فعل کا ارتکاب کیا وہ کافر ہو گیا یا پھر اس کی تعبیر یہ کی گئی ہے کہ آپؐ نے سخت ڈرانے یا دھمکانے کے لئے یہ فرمایا ہے کہ "وہ کافر ہو گیا"۔

---

[1] فتاویٰ شرعیہ وبحوث اسلامیہ۔ ج ۱۔ ص ۲۰۔ مصنفہ شیخ حسن خلوف۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اس شخص کے بارے میں جو بحالتِ حیض اپنی بیوی سے جماع کرتا ہے ـــــ شریعت کا حکم کیا ہے ؟ یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔

امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ کا قول یہ ہے کہ وہ اللہ سے توبہ و استغفار کرے۔ اس کے علاوہ اُس پر کوئی کفارہ نہیں ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کے ساتھی امام محمدؒ بن حسن سے یہ قول مروی ہے کہ ایسا شخص نصف دینار صدقہ دے۔

امام احمدؒ بن حنبل کہتے ہیں کہ اس سلسلے میں وہ حدیث بہت اچھی ہے جو عبدالحمیدؒ نے مقسمؒ کے حوالے سے حضرت ابن عباسؓ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" ایسا شخص ایک دینار یا نصف دینار صدقہ دے "

(یہ حدیث امام ابوداؤدؒ نے اپنی سُنن میں درج کی ہے اور امام طبریؒ نے اسے پسند کیا ہے)

لیکن امام شافعیؒ کا قول جو آپ نے بغداد میں کہا تھا، یہ ہے کہ اگر یہ شخص ایسا نہ کرے یعنی صدقہ نہ دے تو کوئی گناہ نہیں۔

علماءِ حدیث میں سے ایک گروہ کا خیال یہ ہے کہ اگر ایسی حالت میں جماع کیا جب خونِ حیض آرہا ہو تو ایک دینار صدقہ دے اور خون منقطع ہونے کے بعد جماع کیا تو نصف دینار صدقہ دے۔

امام اوزاعیؒ کہتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے ایسی حالت میں جماع کیا کہ وہ حائضہ تھی تو وہ پانچ دینار صدقہ دے۔

ان تمام روایات واقوال کی سندیں اور تفصیل ابوداؤد اور دارقطنی وغیرہ میں مذکور ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ترمذیؒ میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ : اگر کسی شخص نے اپنی حائضہ بیوی سے ایسی حالت میں جماع کیا جب سرخ خون آ رہا تھا تو وہ ایک دینار صدقہ دے اور اگر زرد خون آ رہا تھا تو نصف دینار صدقہ دے ۔

ارشادِ باری تعالیٰ ــــــــــ : وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّىٰ يَطْهُرْنَ ۔ (اور ان کے قریب نہ جاؤ جب تک کہ وہ پاک صاف نہ ہو جائیں) میں ”حَتَّىٰ يَطْهُرْنَ“ کا حقیقی مقصود کیا ہے ؟

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اس سے مراد پانی سے غسل کرنا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس سے مراد صرف اندامِ نہانی کو دھونا ہے اور صرف دھو لینے سے خاوند کے لئے جماع حلال ہو جائے گا خواہ حیض سے غسل نہ بھی کیا ہو ۔

## ۸ حدثِ اصغر یا حدثِ اکبر کا ازالہ

حیض یا نفاس والی عورت خواہ وضو کرے یا جنابت یا حیض و نفاس کا غسل کرے جب تک خون بند نہیں ہو جاتا وہ پاک نہیں ہو سکتی ۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



# فطری مسنون طریقے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

خمس من الفطرۃ : الختان والاستحداد وقص الشارب وتقلیم الاظفار ونتف الابط ۔ (بخاریؒ، مسلمؒ ومسند احمدؒ)

(پانچ چیزیں فطری سنتیں ہیں۔ ۱۔ ختنہ کرنا۔ ۲۔ استرے کا استعمال یعنی پیڑو کے بال صاف کرنا۔ ۳۔ مونچھیں کترنا۔ ۴۔ ناخن تراشنا۔ ۵۔ اور بغل کے بال نوچنا)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عشر من الفطرۃ ، قص الشارب واعفاء اللحیۃ والسواک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



واستنشاق الماء وقص الاظفار وغسل البراجم ونتف الابط وحلق العانة وانتقاص الماء۔ (مسلم)

(دس باتیں فطری سنتیں ہیں: ۱۔ مونچھیں کترنا۔ ۲۔ داڑھی بڑھانا۔ ۳۔ مسواک کرنا۔ ۴۔ ناک میں پانی چڑھانا۔ ۵۔ ناخن تراشنا۔ ۶۔ جوڑوں (کانوں کا اندرونی حصہ، ناک کے نتھنے، اور کنج ران) کا دھونا۔ ۷۔ بغل کے بال نوچنا۔ ۸۔ پیڑو کے بال مونڈنا۔ ۹۔ استنجا کرنا)

راوی حدیث مصعبؒ کہتے ہیں کہ دسویں بات میں بھول گیا، البتہ میرا غالب گمان یہ ہے کہ وہ کلی کرنا ہے۔

اسلام ایک ایسا دین ہے جو طہارت کو مقدس کام قرار دیتا ہے، صفائی کو محبوب رکھتا ہے اور حسن وجمال کا طالب ہے اور اسے یہ بات پسند ہے کہ اس کے ماننے والے کی ظاہری اور باطنی حالت پاکیزہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے فطری سنتوں کو اختیار کرنا مستحسن قرار دیا ہے۔

ان دو حدیثوں میں جن امور کا ذکر ہے اگر انسان ان کو اختیار کرلے تو وہ اس فطرت کے عین مطابق عمل کرنے والا ہو جاتا ہے جس پہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا فرمایا ہے اور جس کو اختیار کرنے کی خود اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو ترغیب دی ہے اور ان فطری طور طریقوں کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لئے پسند فرمایا ہے تاکہ وہ ان پہ عمل پیرا ہو کر اعلیٰ صفات کے حامل اور بہترین شکل وصورت کے مالک بن جائیں۔

فطرت سے مراد وہ قدیم طریقے ہیں جن کو انبیاء کرامؑ نے اختیار کیا اور تمام شریعتوں کا ان پہ اتفاق ہے۔ گویا یہ ایسے فطری امور ہیں جن پہ تمام سلیم الفطرت انسان کاربند ہوتے ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ فطرت سے مراد دین الٰہی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مذکورہ بالا حدیثوں کی روشنی میں بعض علماء نے فطری خصلتیں پانچ شمار کی ہیں اور بعض نے دس۔ لیکن جن علماء نے ان دو حدیثوں میں بیان کردہ تمام امور کو جمع کر لیا ہے انہوں نے فطری خصلتوں کی تعداد گیارہ بتائی ہے۔ ہم اس مقام پر ان میں سے چند امور کا ذکر کریں گے جن کو جاننا خواتین کے لئے ضروری ہے۔

## پیڑو کے بال صاف کرنا

حدیث میں لفظ "استحداد" وارد ہوا ہے جس کے لفظی معنیٰ لوہا استعمال کرنے کے ہیں۔ لوہا استعمال کرنے سے مراد اُسترے سے کام لینا ہے یعنی بال مونڈنے کے لئے استرا استعمال کرنا۔ دوسری حدیث میں لفظ "عانۃ" آیا ہے۔ عانہ اس حصہ جسم کو کہتے ہیں جو ناف کے نیچے واقع ہے اور جس پر وہ بال اُگتے ہیں جو مرد اور عورت کے اعضاءِ تناسل کے اطراف میں ہوتے ہیں۔
الغرض استحداد یا "حلق العانہ" سے مراد یہ ہے کہ ان بالوں کو صاف کیا جائے جس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اُسترے سے مونڈا جائے لیکن قینچی سے کترنا اور نوچنا یا کوئی بال صفا پوڈر یا کریم استعمال کرنا بھی جائز ہے۔
شیخ ابن دقیق العیدؒ نے لکھا ہے کہ بعض علماء کا رجحان یہ ہے کہ عورت کے حق میں استرے سے مونڈنا زیادہ بہتر ہے اس لئے کہ بال نوچنے کے نتیجہ میں کھال ڈھیلی ہو جاتی ہے۔

اس بات کی تائید امام نوویؒ اور کچھ دیگر علماء کے اس قول سے بھی ہوتی ہے کہ مرد اور عورت دونوں کے لئے مسنون طریقہ یہی ہے کہ پیڑو کے بال اُسترے سے مونڈے جائیں نیز صحیح بخاریؒ اور صحیح مسلمؒ میں حضرت جابرؓ کی حدیث سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر سے واپسی پر رات کو اچانک گھر میں داخل ہونے اور عورتوں کے پاس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جانے سے منع فرمایا ہے اور مشورہ دیا ہے کہ اپنے آنے کی اطلاع پہلے دے دیا کرو تاکہ پراگندہ بالوں والی عورت کنگھی چوٹی کرے اور خاوند کے گھر پر نہ ہونے کی وجہ سے جس عورت نے زائد بالوں کی صفائی نہ کی ہو وہ استرا کرلے۔

بلاشبہ پیڑو کے بالوں کو مونڈنا اور ان اعضاء کی صفائی ایک بہت اچھا کام ہے۔ اس کا فائدہ یہ بھی ہے کہ بالوں میں جوئیں نہ پڑیں گی اور میل کچیل جمع نہ ہوگا۔ جس کے نتیجہ میں انسان سوزشِ جلد اور اسی قسم کے دیگر عوارض سے محفوظ رہے گا۔ پھر پیڑو پر بالوں کی موجودگی بدبو کا باعث بھی بنتی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مونچھیں کتروانے، ناخن ترشوانے، بغل اور پیڑو کے بال صاف کرنے کے لئے وقت مقرر کر دیا گیا تھا اور حکم تھا کہ ان کاموں میں چالیس دن سے زیادہ تاخیر نہ کی جائے۔ (مسلمؒ، ابنِ ماجہؒ، مسند احمدؒ، ترمذیؒ، نسائیؒ اور ابوداؤدؒ)

ایک اور روایت میں ہے کہ "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لئے وقت مقرر کر دیا تھا" امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کاموں کو اس طرح نہ چھوڑ دیا جائے کہ ان پر چالیس دن سے زیادہ گزر جائیں۔ یہ مراد نہیں ہے کہ چھوڑنے کے لئے چالیس دن کی مدت مقرر کر دی گئی تھی یعنی یہ کہ چالیس دن سے پہلے صفائی نہ کی جائے۔

اس کا مفہوم یہ ہے کہ بال صاف کرنے کے لئے کوئی خاص وقت یا محدود مدت مقرر نہیں ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ جب پیڑو کے بال بڑھ جائیں تو ان کو مونڈنا سنت ہے اور مناسب یہ ہے کہ چالیس دن سے زیادہ نہ چھوڑا جائے اور یہ حکم عورت اور مرد دونوں کے لئے یکساں ہے۔

یاد رہے کہ مرد کے لئے اپنے زیرِ ناف بال دوسروں کے سامنے صاف کرنا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



حرام ہے۔ اسی طرح عورت کے لئے بھی حرام ہے کہ دوسری عورت کے سامنے اپنے پیڑو کے بال مونڈے یا کسی دوسری عورت سے مُنڈوالے جیسا کہ بعض ناواقف عورتیں کرتی ہیں کیونکہ جسم کے جن حصّوں کو چھپانے کا حکم ہے ان کو میاں بیوی کے علاوہ دوسروں کے سامنے کھولنا شرعًا ناجائز ہے۔ یعنی فقط شوہر کو بیوی کے سامنے اور بیوی کو شوہر کے سامنے اپنا ستر کھولنے کی اجازت ہے غیروں کے سامنے کھولنا منع ہے۔

چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! جسم کے قابلِ ستر حصوں میں سے کس حصے کو دیکھنا جائز ہے اور کس کو دیکھنا ناجائز؟ آپؐ نے فرمایا:

احفظ عورتك الا من زوجتك او ما ملكت يمينك۔

(اپنے جسم کے قابلِ ستر حصوں کو چھپا کر رکھو اور اپنی بیوی یا اپنی لونڈی کے سوا کسی کے سامنے مت کھولو)

میں نے عرض کیا: اگر صرف مرد ہی مرد ہوں یا صرف عورتیں ہی عورتیں ہوں تو اس صورت میں بھی ایک دوسرے سے ستر کا چھپانا ضروری ہے؟ آپؐ نے فرمایا:

ان استطعت ان لا يراها احد فلا يرينها۔

(اگر ممکن ہو کہ کوئی دوسرا تمہارا ستر نہ دیکھے تو ایسا ضرور کرو۔)

میں نے عرض کیا: اگر میں اکیلا ہوں اور کوئی دوسرا موجود نہ ہو تو؟ آپؐ نے فرمایا:

فالله احق ان يستحيا منه۔

(تو اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے شرمایا جائے) (مسند احمد وغیرہ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ابوداؤدؒ )

آپؐ نے یہ جو ارشاد فرمایا : تو اللہ اس کا زیادہ مستحق ہے الخ اس کا مفہوم یہ ہے کہ مسلمان کو چاہیے کہ جہاں تک ممکن ہو اپنے ستر کو پوشیدہ رکھے ۔

نیز حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

لا ینظر الرجل الی عورۃ الرجل و لا المرأۃ الی عورۃ المرأۃ ولا یفضی الرجل الی الرجل فی الثوب الواحد و لا تفضی المرأۃ الی المرأۃ فی الثوب الواحد ۔

( مسلمؒ و احمدؒ )

( نہ کوئی مرد کسی دوسرے مرد کے جسم کے قابلِ ستر حصوں کو دیکھے اور نہ کوئی عورت کسی دوسری عورت کے جسم کے قابلِ ستر حصوں کو دیکھے اور نہ کوئی مرد کسی مرد کے ساتھ ایک چادر یا لحاف میں لیٹے اور نہ کوئی عورت کسی عورت کے ساتھ ایک چادر یا لحاف میں لیٹے )

افضاء سے مراد اس حدیث میں یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کے ساتھ ایک چادر وغیرہ میں اس طرح نہ لیٹے کہ ان کے جسموں کے درمیان کوئی کپڑا وغیرہ حائل نہ ہو ۔ جو ایک کے جسم کو دوسرے کے جسم کے ساتھ ملنے میں مانع ہو سکے

استرا استعمال کرنے کے سلسلے میں ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ کیا عورت کو چہرے وغیرہ سے زائد بال صاف کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

امام احمدؒ بن حنبل نے اپنی مسند میں یہ روایت نقل کی ہے کہ بکرہ بنت عقبہؓ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ سے حِنا یعنی مہندی کے بارے میں پوچھا ۔ آپ نے فرمایا : ( شجرۃ طیبۃ وماء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



طہور) مہندی کا درخت بھی پاکیزہ ہے اور جس پانی میں وہ گھولی جاتی ہے وہ بھی پاک ہے) لہذا اس کے استعمال میں کیا چیز مانع ہے؟ پھر انہوں نے آپ سے چہرے وغیرہ سے زائد بال صاف کرنے کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے جواب میں فرمایا "اگر تم خاوند والی ہو اور تمہارے لئے یہ ممکن ہو کہ اپنی آنکھوں کے ڈھیلوں کو نکال کر اس سے بہتر جگہ یا انداز میں رکھ سکو تو ایسا ضرور کرو۔"

لہذا عورت کے لئے اپنے چہرے یا جسم پر سے زائد بالوں کو صاف کرنے میں کوئی حرج نہیں البتہ سر کے بالوں کا احترام ضروری ہے اور ان کی حفاظت اور دیکھ بھال کرنا چاہیئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں روایت ہے کہ آپ عورتوں کو بالوں میں کنگھی کرنے کی تاکید فرمایا کرتی تھیں۔

## ختنہ

اُمِ عطیہ انصاری رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مدینہ میں ایک ایسی عورت تھی جو عورتوں کے ختنے کیا کرتی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ارشاد فرمایا:

لا تنہکی فان ذلك احظیٰ للمرأة واحب الی البعل۔

(سنن ابی داؤدؒ)

(زیادہ گہرائی سے نہ کاٹو۔ کیونکہ عورت کے لئے یہ صورت زیادہ لطف اندوزی اور مرد کے لئے زیادہ رغبت کا باعث ہوتی ہے)

ختنہ فطری مسنون طریقوں میں سے ہے جیسا کہ حدیثِ ابوہریرہؓ میں اس کا ذکر ہے۔

خَتَنَ کے معنیٰ ہیں "قَطَعَ" یعنی کاٹنا اور خَتْنٌ (خ پہ زبر اور ت ساکن) کے معنی ہیں کسی عضوِ مخصوص کا کوئی خاص حصہ کاٹنا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مرد کے ختنہ میں کھال کا وہ بڑھا ہوا حصہ کاٹا جاتا ہے جو حشفہ (سرِ ذکر) کو چھپا لیتا ہے۔ ختنہ کرتے وقت مستحب یہ ہے کہ اس کھال کو حشفہ کے سرے سے لے کر جڑ تک پورا کاٹ ڈالا جائے۔ امام الحرمینؒ نے لکھا ہے کہ مردوں کے ختنہ میں جس حصے کو کاٹنا چاہیئے وہ قلفہ ہے یعنی وہ کھال جو حشفہ کو ڈھانپے رکھتی ہے۔

حاکمؒ اور بیہقیؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور بیہقیؒ نے حضرت جابرؓ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے ختنے ان دونوں کی پیدائش کے ساتویں دن کرائے تھے۔

عورت کے ختنہ سے مراد اس چھوٹی سی کھال کو کاٹنا ہے جو اندامِ نہانی کے اوپر والے اس حصے میں ہوتی ہے جس کی شکل کھجور کی گٹھلی جیسی یا مرغ کی کلغی کی مانند ہوتی ہے اور ضروری بات یہ ہے کہ صرف اوپری کھال کاٹی جائے۔ پورے عضو کو جڑ سے نہ کاٹ دیا جائے۔

حدیث شریف میں جو لفظ "لا تنھکی" وارد ہوا ہے اس کے معنی یہی ہیں کہ کاٹنے میں مبالغہ نہ کیا جائے۔ اور ایک دوسری روایت کے الفاظ ہیں: (اشمی ولا تنھکی) (یہ روایت حاکمؒ، طبرانیؒ، بیہقیؒ اور ابو نعیمؒ نے ضحاکؒ بن قیس کے حوالہ سے نقل کی ہے) اس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ہلکے سے کاٹنے کو خوشبو سنگھانے سے تشبیہ دی گئی ہے اور "نہک" سے مراد مبالغہ کرنا ہے۔ حدیث کا مفہوم یہ ہوا کہ اس ابھری ہوئی کھال کا کچھ حصہ کاٹو۔ جڑ سے ختم نہ کرو۔

امام ابن قیمؒ نے "تحفۃ الودود" میں لکھا ہے کہ حدیث کا انداز ایسا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کم کاٹنے کا حکم دیا گیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے الفاظ ہیں "اشمی ولا تنھکی" جس کے معنی یہ ہوئے کہ ابھرے ہوئے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مقام کو باقی رہنے دو۔ اور اوپر والی جلد کاٹ دو۔

ختنے کے حکم کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔ چنانچہ شافعیوں کے نزدیک (جیسا کہ امام نوویؒ نے "المجموع" میں لکھا ہے) ختنے مرد اور عورت دونوں کے لئے واجب ہیں اور ان کے ہاں اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

حنبلیوں کے نزدیک (جیسا کہ ابن قدامہؒ نے المغنی میں لکھا ہے) ختنہ مرد کے لئے واجب ہے اور عورت کے لئے واجب نہیں ہے بلکہ ایک احسن طریقہ ہے اور یہی بات اکثر اہلِ علم نے کہی ہے۔

حنفیوں اور مالکیوں کے نزدیک ختنہ مرد اور عورت دونوں کے لئے سنت ہے اور یہ اسلام کے شعائر میں سے ہے یعنی مسلمان ہونے کی علامت ہے جو فقہاءؒ ختنہ کو مرد کے لئے سنت قرار دیتے ہیں۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے جسے امام احمدؒ اور امام بیہقیؒ نے روایت کیا ہے:

الختان سنة في الرجال ومكرمة في النساء۔

(ختنہ مردوں کے لئے سنت ہے اور عورتوں کے لئے ایک اعزاز و اکرام ہے)

چنانچہ عورت کے لئے ختنہ نہ واجب ہے اور نہ سنت بلکہ ایک اعزازی اور مستحب کام ہے یعنی بطور خاص اس کا حکم نہیں دیا گیا اور حدیث میں کاٹنے میں مبالغہ کرنے سے منع کیا گیا ہے اور تھوڑا سا کاٹنا جیسے خوشبو سنگھائی جاتی ہے مستحسن قرار دیا گیا ہے لیکن اگر نہ کاٹا جائے یعنی ختنے نہ کئے جائیں تو کوئی گناہ نہیں ہے البتہ خلافِ اولیٰ ہے۔

اور بہت سے عرب ملکوں بالخصوص سوڈان میں جو "خفاض فرعونی" (فرعونی ختنہ) کا رواج ہے جس میں پوری کھال اور ابھرا ہوا حصہ جڑ سے کاٹ دیا جاتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہے یہ قطعاً حرام اور خلافِ سنت ہے بلکہ زمانۂ جاہلیت کا طریقہ ہے۔ صحت کے لئے اس کے نتائج بہت خطرناک ہیں۔ مرد اور عورت دونوں ہی اُس جنسی لذت سے محروم ہو جاتے ہیں جو درحقیقت اللہ تعالیٰ کا انسان پر ایک انعام ہے۔ اور عورت کے چہرے کی رونق، تروتازگی اور آب و تاب ختم ہو جاتی ہے۔

## بغل کے بال اکھاڑنا :

اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ بغلوں کے بال اکھاڑنا یا نوچنا سنت ہے اور اس حکم میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں۔

یونس بن عبد الاعلیٰ بیان کرتے ہیں کہ میں امام شافعی رحمہ اللہ کے پاس گیا اور اُس وقت حجام اُن کی بغلوں کے بال مونڈھ رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر امام شافعیؒ نے کہا : مجھے معلوم ہے کہ سنت بالوں کا اکھاڑنا ہے۔ لیکن مجھ سے اس کی تکلیف برداشت نہیں ہوتی۔

مستحب طریقہ یہ ہے کہ دائیں بغل سے شروع کرے یعنی پہلے دائیں بغل کے بال صاف کرے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر کام دائیں طرف سے شروع کرنا پسند تھا حتیٰ کہ آپ جوتی پہنتے وقت، کنگھی کرتے وقت اور وضو کرتے وقت ۔ الغرض ہر کام دائیں جانب سے شروع کیا کرتے تھے (مسلمؒ)

چنانچہ ہر خاتون پر خواہ لڑکی ہو یا عورت، شادی شدہ ہو یا کنواری، لازم ہے کہ وہ اس فطری سنت پر عمل کرنے کی رغبت پیدا کرے اور جب بھی بغل کے بال بڑھ جائیں، ان کو صاف کرے اور خیال رکھے کہ بغل کے بالوں کی صفائی پر چالیس دن سے زیادہ نہ گزرنے پائیں کیونکہ یہ چیز ان فطری سنتوں میں سے ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جن کی وجہ سے مسلمان عورت غیر مسلم عورتوں سے ممتاز ہوتی ہے غیر مسلم عورتیں نہ اس طریقہ سے واقف ہیں اور نہ وہ ان کاموں کی طرف توجہ دیتی ہیں جس کے نتیجہ میں ان کے جسم سے سخت بدبو آتی ہے۔

## ناخن تراشنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن نماز کے لئے جانے سے پہلے اپنی مونچھیں کترتے اور ناخن تراشا کرتے تھے۔ (طبرانیؒ و بزارؒ)

لہذا ناخن تراشنا بھی فطری مسنون طریقوں میں سے ہے اور فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ ناخن تراشنا سنت ہے لیکن اس کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔ البتہ مستحب یہ ہے کہ جمعہ کے دن ناخن تراشے جائیں۔

یہ بات ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ "التہذیب" کے مصنف نے لکھا ہے کہ عورت کے لئے چہرے پر سرخی لگانا، بالوں کو سیاہ رنگنا اور انگلیوں کو سجانا بنانا خاوند کی اجازت کے بغیر حرام ہے اور اگر خاوند اجازت دے دے تو پھر اس مسئلہ کے دو پہلو ہیں جن میں صحیح تر پہلو یہ ہے کہ شوہر کی اجازت کے باوجود بھی ایسا کرنا حرام ہے لہذا مسلمان عورت کو چاہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے کی کوشش کرے۔ اور ان تمام بدعتوں سے اپنے آپ کو بچائے جو مغربی تہذیب سے ہمارے معاشرے میں در آئی ہیں۔ مثلاً ناخنوں کو بڑھانا یا رنگنا وغیرہ۔

امام نوویؒ نے لکھا ہے کہ ناخن تراشنے میں مستحب یہ ہے کہ پہلے ہاتھوں کے ناخن تراشے بعد ازاں پاؤں کے اور دائیں ہاتھ کی انگشتِ شہادت سے ناخن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کاٹنا شروع کرے یعنی پہلے انگشت شہادت کا ناخن کاٹے پھر درمیانی انگلی کا پھر اس کے برابر والی کا پھر چھنگلی کا پھر انگوٹھے کا۔ اس کے بعد بائیں ہاتھ کے ناخن کاٹنا شروع کرے اور چھنگلیا سے شروع کرے پھر اس کے برابر والی انگلی کا ناخن کاٹے اور اسی ترتیب سے پورے ہاتھ کے ناخن تراشنے کے بعد پاؤں کے ناخن کاٹے اور دائیں پاؤں کی چھنگلی سے کاٹنا شروع کر کے بائیں پاؤں کی چھنگلی پر ختم کرے کٹے ہوئے ناخنوں کو زمین پر یا کوڑے دان میں پھینکنا مکروہ ہے کیونکہ انسانی جسم کے تمام اجزاء مثلاً بال، ناخن، دانت وغیرہ سب قابل احترام ہیں۔

امام احمدؒ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ناخنوں اور بالوں کو زمین میں دفن کرنے کا حکم دیا ہے۔ اسی طرح ناخنوں کو زیادہ بڑھانا بھی نہ چاہیئے ورنہ ناخن غلاظت اور جراثیم کی پرورش گاہ بن جاتے ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# عریانی اور لباس

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یَا بَنِیْ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ۔

(الاعراف۔ ۳۱)

(اے بنی آدم! ہر عبادت کے موقع پر اپنی زینت سے آراستہ رہو)

اگرچہ اس آیت کریمہ کا اولین مقصد اُن عرب مشرکین کو ہدایت کرنا ہے جو زمانۂ جاہلیت میں برہنہ ہو کر بیت اللہ کا طواف کیا کرتے تھے لیکن آیت میں خطاب عام ہے اور پوری دنیا کے انسانوں کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے کہ اپنی زینت و لباس سے بالخصوص عبادت کے وقت ضرور آراستہ رہا کرو۔ کیونکہ اصول یہ ہے کہ الفاظ کے عموم کو ملحوظ رکھا جاتا ہے نہ کہ مخصوص سبب نزول کو۔

صحیح مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مشرک عورتیں زمانۂ جاہلیت میں بیت اللہ کا طواف برہنہ ہو کر کیا کرتی تھیں۔ اس پر یہ آیت نازل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہوئی: خُذُوا زِینَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ الخ۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت میں جن عورتوں کا ذکر ہے اُن میں سے ایک کا نام ضباعہ بنت عامر تھا۔ چنانچہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس سال کے بعد کسی مشرک کو نہ تو حجِ بیت اللہ کی اجازت ہے اور نہ برہنہ ہو کر بیت اللہ کا طواف کرنے کی۔

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز میں جسم کے قابلِ ستر حصوں کو چھپانا ضروری ہے۔ لہذا اگر لباس پر قدرت ہو تو جسم کے قابلِ ستر حصوں کو چھپائے بغیر نماز نہیں ہوگی گویا سترِ عورت یعنی جسم کے باعثِ شرم حصوں کو چھپانا فرض ہے۔

لفظِ عورت کے معنی لغت کے اعتبار سے "گھٹیا اور بری چیز" کے ہیں۔ محاورے میں کہا جاتا ہے: کلمۃً عورا یعنی بُری بات۔

"سترِ عورت" کے معنیٰ شرعاً متعین ہیں۔ اس سے مراد ہے جسم کے قابلِ ستر حصوں کو غیروں کی نظروں سے چھپانا۔ اور یہ چھپانا کپڑے سے ہوسکتا ہے اور یہ چھپانا کپڑے سے ہو سکتا ہے

لہذا ستر کے لیے ایسے کپڑے ضروری ہیں جو واقعی چھپانے والے ہوں جو نہ تو شفاف ہوں اور نہ چست کہ اس میں سے جسم کے ابھار اور خطوط جن کا چھپانا ضروری ہے نمایاں طور پر نظر آئیں۔

"سترِ عورت" یعنی جسم کے قابلِ ستر حصوں کو چھپانا امتِ مسلمہ کی خصوصیات میں سے ہے۔ چنانچہ بنی اسرائیل باہم مل کر ننگے نہایا کرتے تھے اس لیے کہ ان کے معاشرے میں یہ جائز تھا لیکن ہماری شریعت میں ناجائز ہے۔

اسی بنا پر کسی فرد کے لئے خواہ مرد ہو یا عورت غیر مرد یا غیر عورت کے جسم کا کوئی قابلِ ستر حصہ دیکھنا جائز نہیں۔ جیسا کہ ہم اس کی وضاحت بابِ طہارت میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کر چکے ہیں جہاں ہم نے حمام میں جانے اور نہانے کا حکم بیان کیا ہے۔

امام مسلمؒ نے روایت کیا ہے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے ہوئے صحابہ کرام کپڑوں کی تنگی کی وجہ سے اپنے تہبند کو بچوں کی مانند اپنی گردن میں گرہ لگا کر باندھ لیا کرتے تھے اور ایک کہنے والا کہا کرتا تھا: اے عورتو! جب تک مرد اٹھ کر کھڑے نہ ہو جائیں تم اپنے سر نہ اٹھانا۔

امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ حضرت سہیلؓ بن سعد کی بات کا مفہوم یہ ہے کہ اس وقت کپڑے کی اس قدر قلت تھی اور تہبند اتنے تنگ ہوتے تھے کہ لوگ انہیں اپنی گردن میں باندھ لیا کرتے تھے تاکہ جسم کا کوئی قابلِ ستر حصہ کھل نہ جائے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جسم کے قابلِ ستر حصوں کو چھپانے کے لئے کس قدر احتیاط ملحوظ رکھی جاتی تھی اور وہ لوگ ستر کا کتنا زیادہ اہتمام کرتے تھے۔ اور یہ جو عورتوں سے کہا جاتا تھا کہ تم اس وقت تک سر نہ اٹھانا جب تک کہ مرد اٹھ کر کھڑے نہ ہوں تو اس کا مقصد یہ تھا کہ کہیں کسی عورت کی نظر کسی مرد کے ایسے قابلِ ستر حصوں پر نہ پڑے جو کھلے ہوں یا جن کے کھلنے کا امکان ہو۔

حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ عورتیں اس وقت تک اپنا سر سجدے سے نہ اٹھائیں جب تک کہ مرد اور بچے جو اُن سے اگلی صف میں ہوں اٹھ کر پوری طرح بیٹھ نہ جائیں۔

## عورت کے لئے نماز میں جسم کے کونسے حصے چھپانا ضروری ہے

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا۔ (النور۔۳۱)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(اور اپنی زینت نہ دکھائیں بجز اس کے جو خود ظاہر ہو جائے)

آیت کریمہ میں "زینت" سے مراد اعضاءِ زینت ہیں یعنی عورت کو چاہئے کہ چہرے اور ہاتھوں کے سوا اپنے جسم کے حسن و زیبائی والے حصوں کو ظاہر نہ ہونے دے عنقریب ہم اس مسئلہ پر تفصیل سے گفتگو کریں گے۔

۱۔ حدیث شریف میں ہے:

لا یقبل اللہ صلوٰۃ حائض الا بخمار۔

(اللہ تعالیٰ کسی بالغ عورت کی نماز بغیر اوڑھنی کے قبول نہیں کرتا)

اس حدیث کو امام نسائیؒ کے علاوہ باقی پانچوں محدثین نے روایت کیا ہے اور ابن خزیمہؒ اور حاکمؒ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور ترمذیؒ نے حسن قرار دیا ہے۔

حدیث میں "حائض" سے مراد بالغ عورت ہے اور "خمار" سے مراد وہ کپڑا ہے جو عورتیں سر پر اوڑھتی ہیں۔

۲۔ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: یارسول اللہ! کیا عورت زیر جامے کے بغیر کُرتے اور اوڑھنی میں نماز پڑھ سکتی ہے؟ آپؐ نے فرمایا:

اذا کان الدرع سابغا یغطی ظھور قدمیھا۔

(ہاں پڑھ سکتی ہے بشرطیکہ کُرتا اتنا لمبا ہو جو عورت کے پیروں کی پشت کو بھی چھپا لے)

اس حدیث کو ابوداؤدؒ نے روایت کیا ہے اور ائمہ حدیث نے موقوف روایت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کی حیثیت[1] سے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

حدیث میں لفظ "درع" آیا ہے۔ اس سے مراد ایسی قمیص ہے جو گردن میں ڈال کر پہنی جاتی ہے۔ اور "ازار" تہبند کو کہتے ہیں جو جسم کے زیریں حصے کو ڈھانپتا ہے۔

۳۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

لا بد للمرأة من ثلاثة أثواب تصلي فيها: درع وجلباب وخمار۔

(نماز پڑھتے وقت عورت کو تین کپڑوں میں ہونا چاہیئے۔ ۱۔ درع (لمبی چوڑی قمیص) ۲۔ بڑی چادر جو پورا جسم ڈھانپ لے اور ۳۔ اوڑھنی)

خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نماز پڑھتے وقت اپنا تہبند کھول کر اسے بطور جلباب (بڑی چادر) اوڑھ لیا کرتی تھیں۔ یہ روایت ابن سعدؒ نے ایسی سند سے نقل کی ہے جو امام مسلمؒ کے شرائطِ صحت کے مطابق صحیح ہے۔

۴۔ اسی سے ملتی جلتی بات حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہی ہے، ان کا قول ہے:

اذا صلت المرأة فلتصل في ثيابها كلها: الدرع والخمار والملحفة۔

(جب عورت نماز پڑھے تو اسے چاہیئے کہ پورے لباس میں ہو یعنی قمیص بھی ہو، اوڑھنی بھی ہو اور سلوار یا تہبند بھی پہنے

---

[1] موقوف، اصطلاح حدیث میں اس روایت کو کہتے ہیں جس میں صحابی راوی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بات کیے بغیر کوئی مسئلہ بیان کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس نے ضرور آپؐ ہی سے سنا ہوگا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہو)

اس روایت کو ابن ابی شیبہؒ نے "المصنف" میں صحیح سند سے نقل کیا ہے۔

۵۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا: عورت کو کتنے کپڑے پہن کر نماز پڑھنی چاہئے؟ تو آپ نے پوچھنے والے سے کہا: جاؤ علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) سے پوچھو اور پھر مجھے آکر بتاؤ، اس شخص نے جاکر حضرت علیؓ سے پوچھا تو حضرت علیؓ نے کہا: اوڑھنی اور لمبی چوڑی قمیض جو پورا جسم ڈھانپ لے۔ بعدازاں یہ شخص حضرت عائشہؓ کی خدمت میں واپس حاضر ہوا اور انہیں بتایا کہ حضرت علیؓ نے یہ جواب دیا ہے۔ آپ نے فرمایا: درست کہا ہے۔

اس طرح ان تمام روایات سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ نماز پڑھتے وقت عورت کو چاہیے کہ اوڑھنی اور بڑی قمیض ضرور پہنے۔ اوڑھنی ایسی ہو جو سر ڈھانپ لے۔ اس میں یہ ضروری نہیں کہ ہے کہ چہرہ بھی چھپا ہوا ہو۔ چنانچہ حدیث شریف: "لا یقبل اللہ صلوۃ حائض الا بخمار" کے معنی یہ نہیں ہیں کہ عورت نماز میں چہرہ بھی ڈھانپ لے بلکہ اس سے مراد محض سر کا ڈھانپنا ہے۔

اوڑھنی کے استعمال کا طریقہ اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے

وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ ۔(النور۔۳۱)

(اور اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈالے رہیں)

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ اس زمانے میں عورتیں اپنے سروں کو اگر دوپٹے سے ڈھانپتی بھی تھیں تو انہیں پشت پر لٹکالیا کرتی تھیں اور سینہ گردن اور کان کھلے رہتے تھے۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اوڑھنی یا دوپٹہ سینے پر لپیٹ جائے اور اس کی صورت یہ ہے کہ عورت اپنے دوپٹہ کا بکل گریبان پر اس طرح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مارے کہ سینہ پوری طرح ڈھک جائے۔

چونکہ قمیص اور درع (بڑے کُرتے) دونوں میں گریبان کے مقام پر ہی چاک ہوتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اوڑھنی کو گردن اور سینے پہ لپیٹنے کا حکم دیا ہے۔

امام ابن حزمؒ نے المحلیٰ میں لکھا ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حکم دیا ہے کہ اوڑھنیوں کو گریبانوں پہ لپیٹا جائے۔ اور یہ ستر کا واضح حکم ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سینہ اور گردن بھی قابلِ ستر ہے ——— نیز اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ چہرے کا کھولنا جائز ہے۔ اس آیت سے اس کے علاوہ کوئی اور مفہوم سمجھا نہیں جا سکتا۔"

نماز میں عورت کے لئے ستر کے کیا حدود ہیں؟ اس مسئلہ میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے:

○ حنبلیوں کے نزدیک نماز میں عورت کے لئے پورا جسم ڈھانپنا ضروری ہے حتیٰ کہ وہ بال بھی جو کانوں سے نیچے لٹکے ہوتے ہیں وہ بھی ڈھکے ہونے چاہئیں اور ان کے نزدیک چہرے کے علاوہ اس حکم سے جسم کا کوئی حصہ مستثنیٰ نہیں ہے۔

چنانچہ حنبلی مسلک کے مطابق اگر عورت کے جسم کا کوئی حصہ بغیر ارادے کے کھل جائے اور یہ تھوڑا سا ہو تب تو نماز باطل نہیں ہوتی خواہ کتنی دیر کھلا رہے لیکن اگر کھلنے والا حصہ جسم زیادہ ہو۔ مثلاً ہوا سے چادر اتر گئی اور پوری اتر گئی تو اگر اس نے فوراً ہی "عملِ کثیر"[1] کے بغیر اپنے جسم کو ڈھانپ لیا تب تو

---

[1] عملِ کثیر: فقہی اصطلاح میں ایسی حرکت یا کام کو کہا جاتا ہے جسے کرتے ہوئے دیکھ کر کرنے والے کے بارہ میں یہ خیال ہو کہ یہ شخص نماز نہیں پڑھ رہا۔ (شبیر احمد)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



نماز باطل نہیں ہوتی اور اگر زیادہ دیر تک جسم کا کثیر حصہ کھلا رہا تو نماز باطل ہو جائے گی اور مدت کی کمی اور زیادتی کو متعین کرنے میں عرف کو ملحوظ رکھا جائے گا یعنی زیادہ دیر کے معنی یہ ہیں کہ جسے بالعموم زیادہ دیر سمجھا جاتا ہے۔ اور اگر عورت نے اپنے جسم کا کوئی حصہ جان بوجھ کر کھولا ہے تو نماز باطل ہو جائیگی۔

○ حنفیوں کے نزدیک بھی نماز میں آزاد عورت کا پورا جسم چھپا ہونا چاہیئے حتیٰ کہ وہ بال بھی جو کانوں سے نیچے لٹکے ہوتے ہیں۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: (المرأة عورة) "عورت پوری کی پوری قابلِ ستر ہے۔"

احناف اس میں سے ہاتھ کی ہتھیلیوں کو مستثنیٰ کرتے ہیں لیکن ہاتھوں کا اوپر والا حصہ چھپا ہونا چاہیئے۔

○ شافعیوں کے نزدیک بھی نماز میں عورت کا پورا جسم چھپا ہونا چاہیے سوائے چہرے اور ہاتھوں کے یعنی ان کے نزدیک پورے ہاتھ، اُن کے اوپر کا حصہ اور ہتھیلیاں بھی اگر کھلی ہوں تو کوئی حرج نہیں البتہ اس کے علاوہ جسم کا ہر حصہ حتیٰ کہ کانوں کے نیچے لٹکے ہوئے بال بھی اور پیروں کے اوپر اور نیچے کا حصہ یعنی تلوے بھی قابلِ ستر ہیں۔

اور اگر نماز میں جسم کا کوئی قابل ستر حصہ ڈھانپنے کی قدرت کے باوجود کھل گیا تو نماز باطل ہو گئی البتہ اگر ہوا سے کھلا اور فوراً ہی "عمل کثیر" کے بغیر ڈھانپ لیا تب تو نماز ہو گئی لیکن اگر ہوا کے علاوہ کسی اور سبب سے کھل گیا مثلاً کسی جانور کی وجہ سے یا کسی نامعلوم سبب سے کھل گیا تو نماز باطل ہو گئی۔

○ مالکیوں کے مسلک میں قدرے وسعت ہے وہ عورت کے جسم کے قابلِ ستر حصوں کو دو قسموں میں تقسیم کرتے ہیں۔ ایک "عورۃ مغلظۃ"[1] اور دوسرا

---

[1] "عورۃ مغلظۃ" سے مراد جسم کے وہ حصے ہیں (باقی حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



"عورۃ مخففۃ"۔

عورۃ مغلظہ : آزاد عورت کا پورا جسم "عورۃ مغلظۃ" ہے سوائے ہاتھوں، پیروں اور سینے، اور سینے کے پچھلی طرف پیٹھ کا حصہ۔

"عورۃ مخففہ" : آزاد عورت کا سینہ، سینے کے پچھلی طرف پیٹھ کا حصہ، دونوں بازو، گردن اور سر، علاوہ ازیں گھٹنوں سے پاؤں کے تلوے تک، یہ سب حصے "عورۃ مخففہ" ہیں۔

مالکیوں کے نزدیک چہرہ اور پورے دونوں ہاتھ یعنی ہتھیلیاں بھی اور اوپر والا حصہ بھی عورۃ نہیں ہے یعنی ان کو نماز میں ڈھانپنا ضروری نہیں ہے۔ اگر کسی عورت نے اس حالت میں نماز پڑھی کہ اس کے جسم کے وہ حصے جو "عورۃ مغلظہ" ہیں پورے یا جزوی طور پہ کھلے تھے خواہ یہ جز تھوڑا سا ہی کیوں نہ ہو تو اس کی نماز نہیں ہوئی بشرطیکہ اس عورت کو ان حصوں کے ڈھانپنے کی قدرت ہو خواہ یہ قدرت اس طرح ہو کہ وہ ڈھانپنے کی چیز خرید سکتی ہو یا کسی سے مانگ سکتی ہو یا اگر کوئی عاریۃً دے تو قبول کر سکتی ہو وغیرہ۔ اب اگر کسی عورت نے نماز شروع تو اس حالت میں کی کہ اس کے جسم کے وہ حصے جو "عورۃ مغلظہ" ہیں پوری طرح ڈھکے ہوئے تھے لیکن نماز کے دوران میں کھل گئے تو مالکیوں کے قولِ مشہور کے مطابق اس کی نماز باطل ہو گئی اور وہ بہر حال اس نماز کو دوبارہ پڑھے۔

---

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ) جن کا کھولنا خاوند کے سوا کسی کے سامنے جائز نہیں حتی کہ محرم سے بھی چھپانا ضروری ہیں۔ اور "عورۃ مخففۃ" یعنی جسم کے وہ حصے جن کا محرم کے سامنے کھولنا جائز ہے۔ غیر محرم کے سامنے کھولنا منع ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



البتہ اگر جسم کے وہ حصے جو "عورۃ مخففہ" ہیں پورے یا ان کا کوئی جز کھلا رہ جائے تو نماز باطل نہیں ہوتی اگرچہ نماز میں ان کا کھلا رکھنا حرام یا مکروہ ہے اور ان کو دیکھنا حرام ہے۔ لیکن اگر کسی نے اس طرح نماز پڑھی کہ اس کے وہ حصے جو "عورۃ مخففہ" ہیں، کھلے تھے تو اس کے لئے مستحب یہ ہے کہ اسی وقت پورے ستر کے ساتھ دوبارہ نماز پڑھے۔ چنانچہ اگر کسی آزاد عورت نے سر، گردن، کندھے، بازو، پستان، سینہ یا پیٹھ کا وہ حصہ جو سینے کے پچھلی طرف ہے۔ یا گھٹنا یا پنڈلی سے لے کر پاؤں کے اوپر کے حصہ تک تلووں کے سوا کھلے رکھ کر نماز پڑھی ہے تو وہ اسی وقت نماز دہرائے۔

جو کچھ ہم نے ابتک بیان کیا اس کی روشنی میں یہ بات پوری طرح واضح ہو گئی کہ نماز پڑھتے وقت عورت کو کم از کم جس لباس میں ہونا چاہئے وہ یہ ہے۔ ۱۔ موٹے کپڑے کا ایسا لمبا کرتا جو پاؤں کی پشت تک کو ڈھانپ لے۔ ۲۔ قمیص۔ ۳۔ اور موٹے کپڑے کی اوڑھنی۔

نیز پاؤں کے تلووں کا ڈھانپنا بھی ضروری ہے لیکن اگر تلوے کھلے رہ جائیں تو نماز کا اعادہ واجب نہیں۔

باریک اور شفاف کپڑوں میں نماز جائز نہیں ہے چنانچہ اگر کپڑا اتنا باریک ہے کہ اس میں سے قابلِ ستر حصے بغور دیکھے بغیر صاف نظر آتے ہوں تو نماز کا اعادہ بہر حال واجب ہے اور اگر ایسا چست ہے کہ اس میں سے جسم کے قابلِ ستر حصوں کے حدود و خطوط نمایاں ہوتے ہوں تو ایسے کپڑے میں نماز مکروہ ہے اور اگر وقت کے اندر اندر ایسی نماز کا اعادہ کر سکے تو ضرور کرلے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# محرم کون ہیں؟

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَىٰ عَوْرَاتِ النِّسَاءِ۔ (النور۔۳۱)

(اور اپنا بناؤ سنگھار نہ ظاہر کریں مگر ان لوگوں کے سامنے: شوہر، باپ، شوہروں کے باپ، اپنے بیٹے، شوہروں کے بیٹے، بھائی، بھائیوں کے بیٹے، بہنوں کے بیٹے، اپنے میل جول کی عورتیں، اپنے لونڈی غلام، وہ زیردست مرد جو کسی اور قسم کی غرض نہ رکھتے ہوں اور وہ بچے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے ابھی واقف نہ ہوئے ہوں)

اس آیت کریمہ میں ان تمام محرموں کو پوری طرح بیان کر دیا گیا ہے جن کے سامنے عورت کو اپنی زینت و آرائش ظاہر کرنے کی اجازت ہے لیکن یہ اظہار بھی قصد و ارادے اور بے کانہ انداز سے نہیں ہونا چاہئے۔

عورت کے حقیقی محرم تو یہ ہیں: خاوند، باپ، خسر، بیٹے، شوہروں کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



بیٹے، بھائی، بھتیجے اور بھانجے۔ لیکن اس آیت میں ان محرموں کے ساتھ مندرجہ ذیل کو بھی شامل کر دیا گیا ہے: اپنے میل جول والی مسلمان عورتیں، غلام لونڈی، ایسے زیر دست مرد جو کسی اور قسم کی غرض نہ رکھتے ہوں اور وہ بچے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے ابھی واقف نہ ہوئے ہوں۔

آیت کریمہ میں لفظ "بعولۃ" آیا ہے۔ اس کے معنی عربی زبان میں "خاوند" اور "آقا" کے ہیں۔ چنانچہ خاوند اور آقا یا مالک کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ اپنی بیوی یا لونڈی کی زینت دیکھے بلکہ اس کا حق تو زینت کے علاوہ بھی ہے۔ اور اس کے لئے عورت کے پورے بدن کو دیکھنا اور اس سے لطف اندوز ہونا حلال ہے یہی وجہ ہے کہ آیت میں سب سے پہلے بعل کا ذکر کیا گیا ہے۔ کیونکہ اسے عورت کو ہر پہلو سے دیکھنے کا سب سے زیادہ حق ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝ (المؤمنون: ۵-۶)

(اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں سوائے اپنی بیویوں کے اور ان عورتوں کے جو ان کے ملکِ یمین میں ہوں کہ ان پر محفوظ نہ رکھنے میں وہ قابلِ ملامت نہیں ہیں)

خاوند کے لئے عورت کی شرمگاہ کو دیکھنے کے جواز میں علماء میں اختلاف ہے اور اس سلسلے میں دو قول ہیں۔ ایک قول کے مطابق دیکھنا جائز ہے کیونکہ اسے اپنی بیوی سے ہر طرح لذت اندوزی کی اجازت ہے اور دیکھنا بدرجہ اولیٰ حصولِ لذت کا ذریعہ ہے۔

"ابن خویز منداد" نے لکھا ہے کہ خاوند اور آقا کے لئے جائز ہے کہ اپنی بیوی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اور باندی کے پورے جسم کو اور شرمگاہ کے ظاہری حصے کو دیکھے البتہ اندرونی حصہ کو دیکھنا منع ہے۔ اسی طرح عورت بھی اپنے خاوند کی اور لونڈی اپنے مالک کی شرمگاہ کو دیکھ سکتی ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ شرمگاہ کو دیکھنا جائز نہیں۔ اس لئے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمانی تعلق کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ ، ما رأیت ذلک منہ ولا رأی ذلک منی ) ( مسند احمد ) " نہ میں نے کبھی آپؐ کے جسم کے مخصوص حصے دیکھے اور نہ آپؐ نے کبھی میرے جسم کے مخصوص حصے دیکھے۔

قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیت میں خاوند کے ذکر کے بعد باقی محرموں کا ذکر کیا گیا ہے اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اظہار زینت کے سلسلے میں شوہر اور باقی محرم سب برابر ہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ سب کا حکم یکساں نہیں ہے بلکہ نفسِ انسانی کی باطنی کیفیات کی بنا پر ان کی حیثیتیں مختلف ہیں۔

بلاشبہ ایک عورت کے لئے اپنے باپ اور بھائی کے مقابلے میں اپنے سوتیلے بیٹے کے سامنے اظہار زینت میں کہیں زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔

لہٰذا اظہارِ زینت کے لحاظ سے ان محرموں کے درجے مختلف ہیں۔

قاضی اسمٰعیلؒ نے ذکر کیا ہے کہ امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے تھے امہات المومنین کو نہیں دیکھا کرتے تھے باوجودیکہ ان کے لئے ان کو دیکھنا جائز تھا۔ جیسا کہ اس مسئلہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مسلک ہے۔

قاضی اسمٰعیلؒ لکھتے ہیں ، میرا خیال ہے کہ امام حسنؓ اور امام حسینؓ ایسا اس لئے کرتے ہوں گے کہ وہ آیت جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کا ذکر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہے اور کہا گیا ہے کہ :

لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْ اٰبَآئِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآئِهِنَّ وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اَخَوَاتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ۔ (الاحزاب ۔ ۵۵)

(ازواجِ نبی کے لئے اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ ان کے باپ، ان کے بیٹے، ان کے بھائی، ان کے بھتیجے، ان کے بھانجے، ان کے میل جول کی عورتیں اور ان کے مملوک گھروں میں آئیں)

اس آیت میں خاوند کے بیٹوں کا ذکر نہیں ہے اس سے ان دونوں اماموں رضہ نے یہ سمجھا ہوگا کہ ہمارا امہات المؤمنین کو دیکھنا جائز نہیں۔ جبکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سورۂ نور کی اُس آیت سے جس میں یہ صراحت ہے کہ خاوند کے بیٹوں سے پردہ نہیں ـــــ یہ استدلال کیا ہے کہ امام حسنؓ اور امام حسینؓ کے لئے امہات المؤمنین کا دیکھنا جائز تھا۔

سورۂ نور کی آیت میں جو لفظ " آباء " وارد ہوا ہے اس سے باپ، دادا، نانا، سب مراد ہیں چنانچہ مسلمان عورت کے لئے جائز ہے کہ اپنے دادا، پردادا اور نانا، پرنانا وغیرہ کے سامنے اسی طرح بے حجاب آئے جس طرح خاوند اور باپ کے سامنے آتی ہے۔

## خاوند کے آباء

اسی طرح " آباء بعولتهن " میں، خاوند کے باپ، دادا، پردادا اور نانا، پرنانا سب شامل ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## خاوند کے بیٹے

اس سے مراد خاوند کی نرینہ اولاد ہے جو دوسری بیوی سے ہو اور اس میں بھی بیٹے، پوتے، نواسے وغیرہ سب شامل ہیں۔

## بھائی

اس سے مراد ہر قسم کے بھائی ہیں یعنی سگے بھی جو باپ اور ماں دونوں کی طرف سے ہوں اور سوتیلے بھی جو صرف ماں یا صرف باپ کی طرف سے ہوں۔

## بھائیوں اور بہنوں کے بیٹے

اس سے مراد بہنوں اور بھائیوں کے ہر قسم کے بیٹے ہیں یعنی سگے بھی اور وہ بھی جو صرف ماں یا صرف باپ کی طرف سے ہوں۔ اس کے علاوہ ان کے بیٹے، پوتے اور پڑپوتے بھی سب اس میں شامل ہیں۔

یہ محرم جن کا اوپر ذکر ہوا یہ تو اس معنی میں محرم ہیں کہ ان سے ہمیشہ کے لئے نکاح حرام ہے یعنی یہ پیدائشی محرم ہیں۔

## چچا اور ماموں

چچا اور ماموں بھی پردہ نہ ہونے کے سلسلے میں دوسرے محرموں کے مانند ہیں یعنی چچا اور ماموں، بھتیجی اور بھانجی کے جسم کا وہ حصہ دیکھ سکتا ہے جس کا دیکھنا اس کے لئے جائز ہے (یعنی چہرہ، ہاتھ اور پاؤں) چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضرت افلح رضی اللہ عنہ نے جو حضرت ابو القعیس رضی اللہ عنہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کے بھائی اور میرے رضاعی چچا تھے ـــــ مجھ سے گھر کے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ یہ اس زمانے کی بات ہے جب حجاب کا حکم نازل ہوچکا تھا، تو میں نے اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ پھر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے آپؐ سے ذکر کیا کہ میں نے افلحؓ کو گھر میں آنے کی اجازت نہیں دی اس پر آپؐ نے مجھے حکم دیا کہ میں انہیں اجازت دے دوں۔

اس روایت کو بہت سے دوسرے محدثین نے بھی بیان کیا ہے اور امام احمدؒ بن حنبل نے بھی اپنی مسند میں درج کیا ہے۔

ابوداؤدؒ کی روایت اس طرح ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت افلح رضی اللہ عنہ میرے گھر آئے تو میں نے ان سے پردہ کیا اس پر انہوں نے کہا، تم مجھ سے پردہ کرتی ہو حالانکہ میں تمہارا چچا ہوں؟ میں نے کہا: کیسے؟ کہنے لگے، تم کو میرے بھائی کی بیوی نے دودھ پلایا ہے۔ میں نے کہا: دودھ تو عورت (یعنی بھائی کی بیوی) نے پلایا ہے، تمہارے بھائی (یعنی مرد) نے تو دودھ نہیں پلایا، پھر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے آپؐ سے اس کا ذکر کیا، آپؐ نے فرمایا: وہ واقعی تمہارے چچا ہیں اور تمہارے پاس آسکتے ہیں یعنی ان سے پردہ نہیں ہے۔

اس لئے کہ چچا اور ماموں ایسے رشتہ دار ہیں جن سے بھتیجیوں اور بھانجیوں کا نکاح حرام ہے لہذا وہ بھی ان محرموں کے حکم میں داخل ہیں جن کا ذکر اس آیتِ کریمہ میں ہے۔ یہ رائے تابعین میں سے امام حسن بصریؒ کی ہے اور امام ابوبکر جصاصؒ نے "احکام القرآن" میں اس کی تائید کی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## رضاعت

آیت کریمہ میں رضاعت کا ذکر نہیں ہے یعنی رضاعی بیٹے یا رضاعی بھائی سے پردہ نہ ہونے کا حکم مذکور نہیں ہے لیکن رضاعت بھی نسب کی مانند ہے اور جو رشتے نسب سے ثابت ہوتے ہیں وہی رضاعت سے بھی ثابت ہوتے ہیں اور جو احکام نسبی رشتوں کے ہیں ان کا اطلاق رضاعی رشتوں پر بھی ہوتا ہے چنانچہ رضاعی بیٹا اور رضاعی بھائی بھی محرم شمار ہوتے ہیں۔

## عورتیں

آیت کریمہ میں ہے "اَوْ نِسَآئِهِنَّ" (اپنی میل جول کی عورتیں) اس کے معنی یہ ہیں کہ مسلمان عورت کے لئے جائز ہے کہ اپنی زینت مسلمان عورتوں کے سامنے ظاہر کرے۔ لیکن ذمی کافر عورتوں کے سامنے اظہار زینت منع ہے تاکہ وہ اپنے مردوں سے مسلمان عورتوں کے حسن و جمال اور زیب و زینت کا حال بیان نہ کر سکیں۔

چنانچہ مسلمان عورت کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے جسم کا کوئی حصہ کسی مشرک عورت کے سامنے کھولے۔ لیکن وہ اپنی مشرکہ لونڈی کے سامنے ایسا کر سکتی ہے۔

ابن جریج ؒ، عبادہ بن نسی ؒ اور ہشام القاری ؒ اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ کوئی نصرانی عورت مسلمان عورت کا بوسہ لے یا اس کے قابل ستر حصوں کو دیکھے۔

عبادہ بن نسی ؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبیدہ بن الجراح ؓ کو لکھا تھا:

"مجھے اطلاع پہنچی ہے کہ ذمی کافروں کی عورتیں مسلمان عورتوں کے ساتھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



حمام میں جاتی ہیں، لہٰذا اُنہیں ایسا کرنے سے روک دو۔ کیونکہ کسی ذمّی عورت کو مسلمان عورت کا ستر دیکھنے کی اجازت نہیں ہے ؟؟

یہ خط ملتے ہی حضرت ابو عبیدہؓ نے فوراً اعلان کرایا :

" جو عورت بغیر ضرورت کے حمام جائے گی یعنی محض اس غرض سے جائے گی کہ چہرے کو چمکائے تو اللہ تعالیٰ اس روز جب کچھ چہرے روشن ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے، اس کے چہرے کو سیاہ کر دے گا ؟؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ کسی مسلمان عورت کے لئے جائز نہیں کہ کوئی یہودی یا نصرانی عورت اسے دیکھے۔ حضرت ابن عباسؓ سے " اَوْ نِسَآئِهِنَّ " کی تفسیر میں یہ مروی ہے کہ اس سے مراد مسلمان عورتیں ہیں اور مسلمان عورت کے لئے جسم کے جو حصے کسی یہودی یا نصرانی عورت کے سامنے کھولنا جائز نہیں وہ یہ ہیں ؛ گردن، کان اور زیور وغیرہ۔ یعنی وہ کچھ جس کا دیکھنا صرف محرم کے لئے حلال ہے۔

مجاہدؒ کہتے ہیں کہ کوئی مسلمان عورت کسی مشرک عورت کے سامنے اپنی اوڑھنی نہ اتارے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے " اَوْ نِسَآئِهِنَّ " فرمایا ہے اور مشرک عورت " نِسَآئِهِنَّ " میں شامل نہیں ہے۔

لیکن اس سلسلے میں بھی فقہاء کے درمیان اختلاف ہے :

- حنبلیوں کے نزدیک تو مسلمان اور کافر عورت دونوں ہی اس معاملہ میں یکساں ہیں اور مسلمان عورت کے لئے اپنے جسم کے اس حصہ کے سوا جو گھٹنے سے ناف تک ہے باقی جسم کسی کافر عورت کے سامنے کھولنا حرام نہیں ہے۔
- لیکن باقی تمام فقہاء کا نقطۂ نگاہ اس سے مختلف ہے اور وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی کافر عورت مسلمان عورت کی لونڈی ہو تو وہ اپنی مالکہ کو دیکھ سکتی ہے۔ لیکن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اس کے علاوہ کسی اور کافر عورت کے سلئے دیکھنا جائز نہیں ہے اور قرآن کریم میں کہا گیا ہے " اپنی عورتیں " جبکہ کافر عورتیں اپنی عورتیں نہیں ہیں بلکہ غیر ہیں۔

## شیخ شربینی اور لارڈ کرومر

ارشاد باری تعالیٰ : اَوْ نِسَآئِهِنَّ " کی وضاحت کے سلسلے میں اس برتاؤ کی تفصیل نہایت دلچسپ ہے جو شیخ شربینیؒ نے لارڈ کرومر سے ملاقات کے موقع پر کیا ۔ جسے الاستاذ محمد فہمی عبدالوہاب نے اپنی تصنیف " ودثۃ الکتاب " میں بیان کیا ہے ۔ وہ لکھتے ہیں :

شیخ شربینی رحمہ اللہ ایسے زمانے میں شیخ الازہر کے عہدۂ جلیلہ پر فائز ہوئے جب مصر میں برطانوی استعمار اور مصریوں کے سچے جذبۂ حب الوطنی ( جس کی بنیاد دین اور اخلاق پر تھی ) کے درمیان کش مکش میں انتہائی شدت پیدا ہو چکی تھی ۔ اس وقت مصر میں برطانوی استعمار کا نمائندہ لارڈ کرومر تھا اور الازھر اس زمانے میں اہلِ ایمان وطن دوست عناصر کا زبردست مرکز اور ایک مضبوط قلعہ بنا ہوا تھا ۔ جارح اور ظالم استعمار اس وقت سب سے زیادہ علماء سے خائف رہتا تھا اس لیے کہ اس دور میں عوامی قوت کا سرچشمہ علماء تھے جو نہایت معزز اور صاحبِ صدق وصفا تھے ۔ لارڈ کرومر کا ذاتی خیال یہ تھا کہ اگر شیخ شربینیؒ کے ساتھ کسی قسم کی مفاہمت ہو جائے تو بہت ممکن ہے کہ موجودہ خوفناک کش مکش کی شدت میں کمی آجائے ، چنانچہ اس نے ارادہ کیا کہ شیخ الازھر سے ان کے گھر جا کر ملاقات کرے ۔

امام شربینیؒ نے ملاقات کے لئے جو وقت دیا تھا لارڈ کرومر اپنی بیوی کے ہمراہ اس وقت پہنچ گیا ۔ شیخ شربینیؒ یہ چاہتے تھے کہ جب لارڈ کرومر آئے تو آپ کو اس کے استقبال کے لئے اٹھنا نہ پڑے اس لئے کہ شیخ الازھر کو یہ کسی طرح زیب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



نہیں دیتا کہ وہ ایک ظالم کافر کے استقبال کے لئے اٹھے۔ آپ نے خادموں کو حکم دیا کہ جب لارڈ آئے تو اسے کمرۂ انتظار میں بٹھایا جائے، جو گھر کی نچلی منزل میں تھا۔ جب لارڈ آیا تو اسے کمرۂ ملاقات میں بٹھایا گیا، تھوڑی دیر کے بعد شیخ الازھر ملاقات کے لئے نیچے آئے اور کمرۂ انتظار میں داخل ہوئے تو لارڈ اور اس کی بیگم کو شیخ کبیر کے احترام میں کھڑا ہونا پڑا اور شیخ الازھر چاہتے بھی یہی تھے۔ انہوں نے آتے ہی لارڈ کو تو سلام کیا مگر اس کی بیگم کو نہیں کیا۔

دورانِ گفتگو لارڈ نے بڑی خوشامد سے کام لیا، وہ شیخ الازھر سے اظہارِ دوستی اور تعلقات بڑھانے کی کوشش کرتا رہا۔ لیکن انہوں نے اس کی باتوں کی طرف زیادہ توجہ نہ فرمائی اور نہ ہی اس ملاقات کو کوئی اہمیت دی بلکہ آپ نے بیٹھتے وقت اس کی بیگم کی طرف اپنی پشت کر لی تاکہ آپ کی نظر اس پر نہ پڑے۔

لارڈ نے شیخ الازھر کے اس رویے کو اپنی بیگم کی توہین خیال کیا لیکن اس وقت یہ ممکن نہ تھا کہ وہ فوراً واپس چلا جاتا۔ لہٰذا وہ یہ سب کچھ برداشت کرتا رہا۔ پھر اس نے شیخ سے یہ خواہش ظاہر کی کہ اس کی بیگم کو اجازت دیں تاکہ وہ اوپر کی منزل میں جا کر شیخ کی حرمِ محترم سے ملے، ان کے ساتھ بیٹھے اور ان سے باتیں کرے، تاکہ یہ ملاقات تکمیل پذیر ہو۔

لیکن شیخ الازھر نے انکار کر دیا اور بڑی سختی سے فوراً جواب دیا کہ: مجھے افسوس ہے ہماری مسلم خواتین کے لئے غیر مسلم عورتوں سے میل جول اسی طرح حرام ہے جیسے غیر محرم مردوں سے ملنا۔ اس لئے کہ غیر مسلم عورتیں غیر مردوں سے آزادانہ ملتی جلتی ہیں۔

یہ صورتِ حال دیکھنے کے بعد لارڈ کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہا کہ احساسِ ذلت لئے فوراً واپس چلا جائے۔ یہاں سے جانے کے بعد اس نے اپنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



حکومت کو مطلع کیا کہ ایسے شخص کا شیخ الازھر کے منصب پر فائز رہنا بیحد خطرناک ہے چنانچہ زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ شیخ الازھر کو یہ عہدۂ جلیلہ چھوڑنا پڑا۔ لیکن آپ کو اس پر کوئی پشیمانی یا رنج نہ ہوا کیونکہ آپ نے اللہ، رسول اللہ اور اپنی قوم کی خاطر غیر ملکی حکومت اور اس کے سب سے بڑے نمائندے کی ذرا پروا نہ کی اگرچہ اُسے خوش کرنے کے نتیجہ میں آپ کو پوری دنیا کی بادشاہی مل جاتی۔

## اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ

آیت کریمہ کی اس شق کے بارے میں دو قول ہیں :

پہلا قول یہ ہے کہ اس میں لونڈی اور غلام دونوں شامل ہیں خواہ مسلمان ہوں یا اہلِ کتاب۔ یعنی اُن سے کوئی پردہ نہیں ہے۔

دوسرے قول کے مطابق اس سے صرف لونڈیاں مراد ہیں اور غلام اس میں شامل نہیں ہیں۔

پہلا قول اہلِ علم میں سے ایک جماعت کا ہے اور حضرت عائشہ اور حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہما کا مسلک بھی بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے: "کوئی حرج نہیں کہ غلام اپنی مالکہ کے بالوں کو دیکھ لے"

اشہبؒ بیان کرتے ہیں کہ امام مالکؒ سے دریافت کیا گیا کہ کیا عورت خصی مرد کے سامنے بغیر اوڑھنی کے آسکتی ہے؟ امام مالکؒ نے جواب دیا، ہاں! آسکتی ہے، اگر یہ خصی مرد اس کا یا کسی دوسرے کا غلام ہو، لیکن اگر آزاد ہو تو نہیں آسکتی۔ چنانچہ غلام اگر جوان اور پورا مرد بھی بن جائے جبکہ وہ اسی عورت کے مِلک میں چلا آرہا ہو اور کم رو اور کم حیثیت ہونے کی وجہ سے ناقابلِ توجہ ہو تو وہ بھی اپنی مالکہ کے بالوں کو دیکھ سکتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جن علماء کی یہ رائے ہے ان کے سامنے وہ حدیث ہے جسے ابوداؤدؒ[1] نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک غلام لے کر آئے جو آپ نے انہیں ہبہ کیا تھا۔ اس وقت حضرت فاطمہؓ کے جسم پر صرف ایک کپڑا تھا جو اس قدر چھوٹا تھا کہ آپ اگر اس سے سر ڈھانپتیں تو پاؤں کھل جاتے تھے اور اگر پاؤں ڈھانپتیں تو سر تک نہ پہنچتا تھا۔ جب حضورؐ نے حضرت فاطمہؓ کی یہ کیفیت دیکھی تو فرمایا:

انہ لیس علیک باس، انما ھو ابوک وغلامک۔

(اس شخص کے سامنے ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ عمر کے لحاظ سے) تمہارے لئے باپ کی مانند ہے اور تمہارا غلام ہے)

دوسرے قول کو بھی اہل علم کے ایک گروہ نے اختیار کیا ہے۔ چنانچہ سعید بن المسیب کا قول ہے "تم کو اس آیت" او مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ " سے دھوکہ نہیں کھانا چاہئے کیونکہ اس سے مراد صرف لونڈیاں ہیں نہ کہ غلام۔

امام شعبیؒ اس کو مکروہ سمجھتے تھے کہ غلام اپنی مالکہ کے بال دیکھے اور یہی مجاہدؒ اور عطاءؒ کا قول ہے۔

نیز امام احمد بن حنبلؒ نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا کان لاحدیٰکن مکاتب وکان لہ مایودی فلتحتجب منہ[2]۔

---

[1] سنن ابوداؤد۔ حدیث نمبر ۴۱۰۶۔ ج ۴۔ ص ۶۲۔

[2] مسند امام احمد ج ۶۔ ص ۲۸۹۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(اگر کسی عورت کے پاس کوئی ایسا غلام ہو جس کے ساتھ اس کا معاہدۂ مکاتبت ہو (یعنی یہ معاہدہ ہو چکا ہو کہ اگر اس قدر رقم ادا کر دو گے تو آزاد ہو جاؤ گے) اور اس کے پاس یہ رقم ادا کرنے کے ذرائع بھی ہوں تو اس عورت کو چاہیے کہ اس سے پردہ کرے)

اِن دونوں آراء میں بظاہر جو اختلاف نظر آتا ہے وہ فقط اس قدر ہے کہ پہلی رائے کے مطابق یہ جائز ہے کہ غلام اپنی مالکہ کے بالوں کو دیکھے لیکن دوسری رائے اختیار کرنے والے پردہ کرنے کو بھی ضروری خیال کرتے ہیں، اور ہمارا رجحان دوسری رائے کی طرف ہے کیونکہ عورت کو غیر محرموں سے پردے کا حکم جس علت کی بنا پر دیا گیا ہے وہ علت مردِ غلام کی صورت میں بھی پائی جاتی ہے۔

## "اَوِ التّٰبِعِیْنَ غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ":

"غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَةِ" کے معنی ہیں: ایسے لوگ جنہیں کوئی ضرورت نہ ہو۔ یعنی جنہیں اپنے کام سے کام ہو اور عورتوں کی باتوں سے غرض نہ رکھتے ہوں اور نہ عورت کی خواہش کرتے ہوں۔ مثلاً ایسے خدمتگار اور ماتحت نوکر چاکر جو ہم پلہ نہ ہوں اور ساتھ ہی ان میں قدرے کم عقلی اور ذہنی بے مائیگی پائی جاتی ہو۔ اس سلسلے میں مختلف اقوال ہیں:

۱۔ حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ اس سے مراد ایسا کم عقل شخص ہے جسے شہوت ہی نہ ہو۔

۲۔ مجاہدؒ کہتے ہیں۔ اس سے مراد احمق شخص ہے۔

۳۔ ایک قول ہے کہ اس سے مراد نامرد ہے۔

۴۔ ایک قول ہے کہ اس سے مراد خصی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



۵. ایک قول کے مطابق اس سے مراد مخنث ہے۔

۶. ایک قول کے مطابق: بہت بوڑھا مرد اور ایسا بچہ مراد ہے جو ناسمجھ ہو۔

۷. ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد ایسا شخص ہے جو کسی خاندان کے ساتھ رہتا ہو وہ اسے کھانا وغیرہ دے دیتے ہوں اور وہ ہوش وحواس اور عقل وخرد کے لحاظ سے ایسا ضعیف ہو کہ اسے عورت کا خیال ہی نہ آتا ہو اور نہ جنسی شہوت ہو۔

یہ تمام مختلف اقوال قریب المفہوم ہیں اور ان میں جن اوصاف کا ذکر ہے وہ سب ایسے شخص میں جمع ہو جاتے ہیں جو نہ تو فہم وشعور رکھتا ہو اور نہ اُس میں اتنی ہمت ہو کہ عورتوں کے معاملات کی طرف متوجہ ہو سکے۔

اِس آیت کریمہ کے اندازِ بیان اور اس کے بارے میں مفسرین کے اقوال وآراء سے جو بات واضح ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ دو امر طے شدہ ہیں، پہلا یہ کہ وہ ایسے لوگ ہیں جن کو پیدائشی طور پہ عورت کی حاجت نہ ہو۔ دوسرا یہ کہ ان کے اتنی ب اور نگرانی میں محتاط رہنے کی ضرورت ہے ورنہ ان کے آنے جانے اور عورت کو ان کے سامنے ہونے سے منع کرنا ضروری ہے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک مخنث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ خانہ کے پاس آیا کرتا تھا اور سب اسے "غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَۃِ" (بے حاجت لوگوں) میں سے سمجھا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ اس وقت وہ ایک عورت کی تعریف میں یہ کہہ رہا تھا کہ جب وہ آگے بڑھتی ہے تو اس کے پیٹ پر چار بل پڑتے ہیں اور جب پیچھے ہٹتی ہے تو آٹھ بل پڑتے ہیں۔ دراصل اس گفتگو کا مقصد خاوند کے ساتھ اس عورت کے جنسی عمل کی کیفیت بیان کرنا تھا۔ یہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



الا اری ھٰذا یعلم ما ھا ھنا ؟ لا یدخلن علیکم ھٰذا۔

(میرا خیال ہے کہ یہ ان سب باتوں سے باخبر ہے جو مرد اور عورت کے درمیان ہوتی ہیں، یہ تمہارے پاس ہرگز نہ آیا کرے)

چنانچہ سب نے اس سے پردہ کرنا شروع کر دیا۔ بعد ازاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مدینہ منورہ سے نکال دیا اور حمیٰ بھیج دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک وہ وہیں رہا۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں اس نے آپ سے مدینہ میں واپس آنے کی اجازت طلب کی۔ لیکن آپ نے اسے واپس آنے کی اجازت نہ دی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ کے دورِ خلافت میں اس نے مدینہ واپسی کی اجازت طلب کی تو آپ نے بھی انکار کر دیا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں اس نے آپ سے اجازت طلب کی اور اس موقع پہ لوگوں نے بھی آپ سے کہا کہ اب یہ بوڑھا، کمزور اور محتاج ہو گیا ہے۔ چنانچہ آپ نے اسے اتنی اجازت دے دی کہ ہر جمعہ کے دن مدینہ میں آ کر لوگوں سے مانگ لیا کرے اور پھر واپس اپنی جگہ چلا جایا کرے۔

## اَوِ الطِّفْلِ الَّذِیْنَ لَمْ یَظْھَرُوْا عَلٰی عَوْرٰتِ النِّسَآءِ

اس سے مراد یہ ہے کہ جو بچے ابھی اتنے کم سن ہوں کہ انہیں مرد اور عورت کے جنسی تعلق کے بارے میں کچھ پتہ نہ ہو۔

یعنی وہ اتنے کم عمر ہوں کہ ابھی عورتوں کی لوچدار گفتگو، لٹک مٹک اور خاص حرکات و سکنات کا مفہوم نہ سمجھتے ہوں۔ ایسے بچوں کے آنے جانے میں اور ان سے پردہ نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن وہ لڑکے جو قریب البلوغ ہوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



یا جن پر آثارِ بلوغ ظاہر ہو رہے ہوں۔ جو عورتوں کی ایسی باتوں کو سمجھتے ہوں اور عورت کے حسن و زیبائی اور بدصورتی سے واقف ہوں اور خوبصورت اور بدصورت عورت میں فرق کر سکتے ہوں ان کا آنا جانا اور ان سے بے پردگی مناسب نہیں۔

---

لہ اوالطفل الذین الخ پر جو وضاحت بیان کی گئی ہے۔ وہ زمانہ قدیم سے کتابی دُنیا میں چلی آ رہی ہے۔ مگر اب حال یہ ہو گیا ہے کہ ۸ - ۹ سال عمر کے ملازم بچوں کے متعلق ایسی روایات سنی جاتی ہیں کہ ایک کہتا ہے کہ ہماری بیگم صاحبہ کا فلاں حصہ جسم مکھن کی طرح ہے اور دوسرا اسی طرح کی کوئی اور بات کہتا ہے، لہٰذا جماع پر قادر نہ ہونا اور عورت کے احوال سے آگاہ نہ ہونا پہلے زمانے میں اور درجے پر تھا اور اب سینما، ٹیلی وژن اور عریاں کہانیوں اور تصویروں نے کسی اور درجے میں پہنچا دیا ہے۔ (ن۔ص)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# حُدودِ ستر

## محرموں کے سامنے عورت کا ستر

جو کچھ اب تک بیان ہوا اس سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ کونسے رشتہ دار محرم ہیں لیکن اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان محرموں کی موجودگی میں ایک آزاد یعنی معزز اور شریف عورت کے لیے ستر کے حدود کیا ہیں ؟

اس سلسلے میں ایک قول یہ ہے کہ مذکورہ بالا محرموں اور مسلمان عورت کی موجودگی میں عورت کو اپنے جسم کے جس حصہ کا مستور رکھنا ضروری ہے وہ ناف اور گھٹنوں کے درمیان کا حصہ ہے۔ اس قول کے مطابق عورت اپنے ان محرموں کی موجودگی میں یا تنہائی میں ناف اور گھٹنوں کے درمیان والے حصۂ جسم کے علاوہ باقی جسم کھول سکتی ہے[1]۔

لیکن اس قول کو کامل طور پر قبول نہیں کیا جا سکتا۔ ہم گزشتہ صفحات میں امام قرطبیؒ کے حوالے سے یہ بات واضح کر چکے ہیں کہ انسانوں کی ذہنی کیفیات کے اختلاف کی بنا پر محرموں کے درجے بھی مختلف ہیں اور بلاشبہ باپ اور بھائی کے سامنے عورت کی بے حجابی اپنے سوتیلے بیٹے کے سامنے بے حجابی کے مقابلے میں کہیں زیادہ بے ضرر ہے۔ اسی فرق و اختلاف کے لحاظ سے عورت کے لیے جسم کو کھولنے کے درجے اور ستر کے حدود بھی مختلف ہیں۔

---

[1] الفقہ علی المذاہب الاربعہ۔ ص ۱۰۰۔ مطبع شعب۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مالکیوں کے نزدیک مرد محرم کے سامنے عورت کے ستر کی حد عورت کا پورا بدن ہے سوائے چہرے اور اطراف کے۔ اور اطراف سے مراد، سر، گردن، دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں ہیں۔

حنبلیوں کے نزدیک محرم کی موجودگی میں عورت کے ستر کی حد، چہرہ، گردن، سر، دونوں ہاتھوں، دونوں پیروں اور پنڈلی کے سوا پورا بدن ہے اور حنبلیوں کے نزدیک چونکہ مسلمان عورت اور کافر عورت کے درمیان اس مسئلہ کے لحاظ سے فرق نہیں ہے لہٰذا مسلمان عورت کسی بھی عورت کے سامنے اس حصہ جسم کے سوا جو ناف اور گھٹنوں کے درمیان ہے اپنا پورا جسم کھول سکتی ہے۔

## غیر محرم کے سامنے عورت کے ستر کی حد

غیر محرم سے مراد تمام اجنبی مرد ہیں، یعنی وہ تمام محرم جن کا ذکر اُوپر ہُوا اور جن کے ساتھ عورت کا نکاح ہمیشہ کے لئے حرام ہے، ان کے سوا باقی تمام رشتے دار بھی جن سے نکاح ہمیشہ کے لئے حرام نہیں ہے — غیر محرم ہیں اور یہ رشتہ دار اور اجنبی مرد ستر و حجاب کے معاملہ میں عورت کے لئے برابر ہیں۔

چنانچہ چچازاد اور ماموں زاد بھائی اور خاوند کے بھائی یعنی دیور اور جیٹھ اور خاوند کے چچازاد یا ماموں زاد بھائی ستر و حجاب کے معاملے میں ان سب کا حکم وہی ہے جو اجنبیوں کا ہے۔

چنانچہ بخاریؒ اور مسلمؒ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ سے ثابت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

ایاکم والدخول علی النساء، قالوا یا رسول اللہ! افرأیت الحمو؟ قال الحمو، الموت۔

(غیر محرم عورتوں کے پاس جانے سے بچو، صحابہ کرام نے دریافت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کیا: یا رسول اللہ! خاوند کے بھائیوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟ آپؐ نے فرمایا، خاوند کے بھائی تو موت ہیں)

"حمو" سے خاوند کے سگے بھائی اور رشتہ کے بھائی سب مراد ہیں۔ حدیث کے معنی یہ ہیں کہ عورت کو موت قبول کر لینا چاہیئے لیکن دیور جیٹھ سے پردہ ترک نہیں کرنا چاہیئے۔ بات کہنے کا یہ انداز عربوں میں عام ہے مثلاً بولا جاتا ہے: (الاسد الموت یا السلطان النار) اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ شیر کے پاس جانا اپنی موت کو دعوت دینا ہے یا بادشاہ سے ملنا آگ میں پڑنے کی مانند ہے۔

آئیے اب اس مسئلے کا کہ "غیر محرم کے سامنے عورت کے ستر کی کیا حد ہے"[1] ذرا تفصیل سے جائزہ لیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ

---

[1] "الحمو الموت" کا ایک معنیٰ تو ہے جو کتاب میں درج ہے۔ اس کے ساتھ دوسرا یہ مفہوم بھی قابلِ توجہ ہے کہ موت کی طرح اس سے تحفظ (پردہ) ممکن نہیں۔ یہ اس لیے کہ خاوند کے بھائیوں اور دوسرے قریبی رشتہ داروں سے پردہ کرنا بعض خادمِ دین زوجین کے لیے نہ صرف سخت آزمائش بنا، بلکہ ان کے لیے دعوت کا کام کرنا ممکن نہ رہا۔ اس کے لیے معتدل راستہ یہی ہے کہ زینتوں کے اخفاء کے ساتھ عورت اُن کے سامنے آئے اور ہنسی ٹھٹھول اور بلا جواز گفتگو کے بغیر ضروری حد تک ان سے بات کرے۔ ہاتھوں اور چہرے کا استثنیٰ باہر کے لیے نہیں قریبی نامحرم رشتہ داروں کے لیے تو ضرور ہو سکتا ہے۔ یہ مسائل کتابی دُنیا میں رہ کر نہ سوچے جائیں، بلکہ تمدن و معاشرت کے تقاضوں کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ (ان ص)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



وَرَآءِ حِجَابٍ ط ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ط

(الاحزاب۔ ۵۳)

(اور نبیؐ کی بیویوں سے اگر تمہیں کچھ مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگا کرو، یہ تمہارے اور ان کے دلوں کی پاکیزگی کے لئے زیادہ مناسب طریقہ ہے)

اس آیت مبارکہ کے نزول کا سبب یہ ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اگر آپ ازواج مطہرات کو پردہ کرنے کا حکم دے دیں تو بہت اچھا ہو کیونکہ ان کے پاس نیک و بد ہر قسم کے لوگ آتے ہیں۔ چنانچہ اس پہ یہ آیت نازل ہوئی۔

اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ اجازت دی ہے کہ اگر تمہیں کسی ضرورت کی بنا پر امہات المومنین سے کچھ مانگنا ہو یا کوئی مسئلہ پوچھنا ہو تو ضرور پوچھو، لیکن پردے کے پیچھے سے۔ اور اس پردے کی حکمت یہ بیان فرمائی کہ ایسا کرنا تمہارے اور ان کے دلوں کی پاکیزگی کے لئے زیادہ مناسب طریقہ ہے بمقصد یہ ہے کہ اس طرح تمہارے اور ان کے دل اُن برے خیالات سے پاک رہیں گے جو مردوں کے دلوں میں عورتوں کے بارے میں اور عورتوں کے دلوں میں مردوں کے بارے میں پیدا ہوتے ہیں۔ نیز اس طریقہ پر عمل کرنے سے نہ تو کسی قسم کا شک و شبہ پیدا ہونے کی گنجائش ہے اور نہ تہمت کا امکان۔ اور یہ حفاظت کی بہترین صورت ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی مرد یا عورت کو اپنے اوپہ ایسا وثوق و اعتماد نہیں کرنا چاہیئے کہ اس کا غیر محرم کے ساتھ خلوت میں بیٹھنا بے ضرر ہے جبکہ اس سے احتراز کرنا اچھا بھی ہے اور نفس کی حفاظت وعصمت کا بہترین طریقہ بھی۔

اس آیت کے حکم کو محض امہات المومنین تک محدود رکھنا کسی طرح مناسب نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہے. کیونکہ اس کی حکمت یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ طریقہ تمہارے اور ان کے دلوں کی پاکیزگی کے لیے زیادہ مناسب ہے اور اس حکمت کا اطلاق سب مومن عورتوں پر یکساں ہوتا ہے. ظاہر ہے اگر پردے کا یہ طریقہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے لئے مناسب و موزوں تھا جو اپنی پاکیزگی، تقویٰ اور عصمت و عفت کے لحاظ سے سب عورتوں سے بڑھ کر ہیں اور جن کے لئے غیر مرد کا خیال دل میں لانے سے روکنے والی خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور شخصیت ہے جو شکل و صورت کے لحاظ سے اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ حسین و جمیل اخلاقِ فاضلہ کے اعتبار سے سب سے کامل، شان و شوکت کے لحاظ سے سب سے عظیم اور قوتِ جسمانی میں سب سے زیادہ قوی تھے۔

آپ کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ترجمہ اشعار:

"آپ سے بڑھ کر حسین میری آنکھوں نے کبھی نہ دیکھا اور آپ جیسا کامل انسان کسی عورت نے نہیں جنا. آپ ہر خامی اور عیب سے پاک پیدا کئے گئے گویا کہ آپ ویسے ہی پیدا کئے گئے ہیں جیسا آپ خود پیدا ہونا چاہتے تھے۔

جب ان تمام باتوں کے باوجود اللہ تعالیٰ نے امہات المؤمنین کے لئے حجاب فرض قرار دیا، اور اس کی حکمت یہ بتائی کہ یہ ان کے دلوں کی پاکیزگی کے لئے زیادہ موزوں ہے تو ظاہر ہے کہ یہ صورت باقی مسلمان عورتوں کے دلوں کی پاکیزگی کے لئے بدرجہ اولیٰ زیادہ مناسب و موزوں ہے. کیونکہ عام مسلمان عورتیں نہ تو پاکیزگی اور عفت میں اس مقام پر ہیں جس پر امہات المومنین فائز تھیں اور نہ ان کو ایسے خاوند میسر ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفاتِ کاملہ کا ہزارواں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



حصہ بھی پایا جاتا ہو چہ جائیکہ آپ کی تمام صفاتِ حسنہ۔

نیز جب اللہ تعالیٰ نے واضح لفظوں میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ امہات المومنین کا پردے میں ہونا صحابہ کرامؓ کے دلوں کے لئے زیادہ باعثِ پاکیزگی ہے حالانکہ یہ وہ ہدایت یافتہ اور دوسروں کو ہدایت دینے والی شخصیات ہیں جن کی خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تعریف و توصیف فرمائی ہے تو ظاہر ہے صحابہ کرامؓ کے سوا دوسرے عام مسلمانوں بالخصوص اِس زمانے کے مسلمانوں کو تو عورتوں کو پردے میں رکھنے کے سلسلے میں کہیں زیادہ احتیاط و اہتمام کی ضرورت ہے تاکہ ان کے دلوں کی پاکیزگی کا سامان ہو۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ قرطبیؒ نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"یہ حکم معناً تمام عورتوں کے لئے عام ہے اور شریعتِ اسلامیہ کے اس اصول کے بالکل مطابق ہے کہ عورت پوری کی پوری عورت یعنی قابلِ ستر ہے۔ عورت کا جسم بھی عورت ہے اور آواز بھی عورت ہے چنانچہ آواز کا سنانا بھی بغیر ضرورت کے جائز نہیں۔ مثلاً گواہی دینے کے لئے یا عورت کے جسم میں کوئی مرض ہو یا کوئی ضرورت پیش آجائے اور کچھ پوچھنا پڑ جائے تو ایسی صورت میں آواز سنانے اور بدن کھولنے کی اجازت ہے۔"

لہٰذا جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ آیت صرف امہات المومنین کے ساتھ مخصوص ہے وہ پردہ واجب کرنے کی حکمت کو نہیں سمجھتے جو یہ تھی کہ صحابہ کرامؓ کے دلوں کے لئے پاکیزگی کا باعث ہو اور ظاہر ہے اگر یہ ان کے دلوں کے لئے پاکیزگی کا باعث تھا تو ہمارے دلوں کے لئے اس کی ان سے زیادہ ضرورت ہے۔ چنانچہ آیت کریمہ میں یہ حکم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



امہات المؤمنین کے لئے اس غرض سے بیان کیا گیا ہے کہ وہ اس سلسلے میں دوسری مسلمان عورتوں کے لئے مثال اور پیشوا ہیں اور جو حکم ان کے لئے ہے وہ سب مسلمان عورتوں کے لیے ہے:"

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ۔

(النور۔۳۱)

(اور اے نبیؐ! مومن عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھائیں بجز اس کے جو خود ظاہر ہو جائے اور اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈالے رہیں) یہ آیت سورۂ نور کی ہے۔

اس سورۃ میں عفت مآبی اور ستر کے احکام بیان کئے گئے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کو یہ فرمان بھیجا تھا کہ:

" اپنی عورتوں کو سورۂ نور کی تعلیم دو"

نیز ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

" اپنی عورتوں کو سورۂ نور کی تعلیم دو اور سوت کاتنا سکھاؤ۔"

اس آیۂ کریمہ کی ابتداء "غضِ بصر" (نظریں بچانے) کے حکم سے ہوئی ہے اور حفظِ فرج (شرمگاہ کی حفاظت) سے پہلے غضِ بصر کا حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ آنکھ دل کی جاسوس ہے۔ حدیث میں وارد ہوا ہے۔

النظرۃ سھم من سھام ابلیس مسموم فمن غض البصر اورثہ اللہ الحلاوۃ فی قلبہ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



دعمزۂ نگاہ شیطان کے تیروں میں سے ایک زہریلا تیر ہے لہٰذا جس نے اپنی نظر کو بچا کر رکھا، اللہ تعالیٰ اس کے دل کو ایمان کی حلاوت سے نوازے گا)

نیز صحیح مسلم میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ:

ان اللہ کتب علی ابن آدم حظہ من الزنی، ادرک ذلک لا محالۃ فالعینان تزنیان وزناھما النظر۔

(اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کی تقدیر میں کسی نہ کسی قدر زنا کا حصہ لکھ دیا ہے جو بہر حال اسے مل کر رہے گا۔ چنانچہ آنکھیں بھی زنا کرتی ہیں اور (غیر عورت کو بنظرِ شہوت) دیکھنا آنکھوں کا زنا ہے)

اور امام ترمذیؒ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام حضرت نبہان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کی، اس وقت آپ کے پاس آپ کی دو بیویاں حضرت ام سلمہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما موجود تھیں۔

آپ نے ان دونوں سے کہا، پردہ کر لو!

ان دونوں نے کہا، "وہ تو نابینا ہیں"

اور ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں "کیا وہ نابینا نہیں؟ وہ تو ہمیں نہیں دیکھ سکیں گے"

اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم دونوں بھی نابینا ہو؟ کیا تم بھی انہیں نہ دیکھو گی؟ —

اس آیت کریمہ میں "غض بصر" (نظر نیچی رکھنے) اور "حفظ فرج" (شرمگاہ کی حفاظت کرنے) کے علاوہ یہ حکم بھی ہے: وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مِنْهَا) " اور اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھائیں بجز اس کے جو ظاہر ہو جائے "۔

اس آیۂ مبارکہ کا شانِ نزول ـــ جیسا کہ مقاتلؒ اور ابن حبانؒ نے ذکر کیا ہے ، یہ ہے کہ حضرت اسماء بنتِ مرثد رضی اللہ عنہا اپنے قبیلۂ بنی حارثہ کے ایک محل میں رہتی تھیں ۔ عورتوں نے ان کے پاس تہبند پہنے بغیر آنا شروع کر دیا اور ان کے پاؤں میں پازیب اور ان کے سینے اور بالوں کی مینڈھیاں صاف نظر آ رہے تھے ۔ یہ دیکھ کر اسماءؓ نے کہا ، کتنا برا ہے یہ سب !!

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آیۂ کریمہ : وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ الخ " نازل فرمائی ۔

تو " وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا " کے معنی یہ ہیں کہ اپنی ایسی زیب وزینت اور ایسا بناؤ سنگھار جس کا چھپانا ممکن ہو اجنبیوں کے سامنے ظاہر نہ کریں ۔

لہٰذا سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ زیب وزینت کونسی ہے جس کو چھپانا ممکن ہی نہ ہو ؟

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس سے چادر اور کپڑے مراد ہیں ۔ یعنی عرب عورتیں اپنے اوپر جو اوڑھنی وغیرہ اوڑھتی تھیں اس کے اندر سے یا جسم کے نچلے حصہ میں سے جو کپڑے نظر آتے تھے اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ ان کا چھپانا ممکن نہیں ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپؓ نے آیۂ کریمہ " وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا " کی تفسیر یہ بیان کی کہ " اس سے مراد ، چہرہ دونوں ہتھیلیاں اور انگوٹھی ہے "۔

علامہ ابن کثیرؒ نے حضرت ابن عباسؓ کے اس قول کے بارے میں لکھا ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کہ اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ اس سے حضرت ابن عباس رضؓ نے وہ زینت مراد لی ہو جس کے ظاہر کرنے سے عورتوں کو منع کیا گیا ہے یعنی آپ نے یہ کہا ہو کہ چہرہ اور انگوٹھی کو ظاہر نہ کیا کریں۔

لیکن فقہاء کی اکثریت کا خیال یہی ہے کہ "مَا ظَهَرَ مِنْهَا" سے مراد چہرہ اور ہتھیلیاں ہیں اور اس کی تائید میں یہ لوگ وہ حدیث پیش کرتے ہیں جو ابو داؤد نے خالد بن دریک کے حوالے سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے، حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس حال میں حاضر ہوئیں کہ انہوں نے باریک کپڑے پہن رکھے تھے لہذا آپؐ نے ان کی طرف سے منہ پھیر لیا اور فرمایا:

یا اسماء! ان المرأۃ اذا بلغت المحیض لم یصلح ان یری منہا الا ہذا:.... واشار الی وجہہ و کفیہ[1]۔

(اے اسماءؓ! عورت جب بالغ ہو جائے یعنی اسے حیض آنے لگے تو مناسب نہیں کہ اس کے جسم کا کوئی حصہ نظر آئے سوائے اس کے۔ اور یہ کہتے وقت آپ نے اپنے چہرے اور ہتھیلیوں کی طرف اشارہ کیا)

لیکن ابو داؤدؒ اور ابو حاتمؒ رازی نے لکھا ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے[2] کیونکہ خالد بن دریک نے حضرت عائشہؓ سے یہ حدیث خود نہیں سنی ——— لیکن اس

---

[1] سنن ابوداودؒ۔ حدیث نمبر ۴۱۰۴۔ ج ۴۔ ص ۶۲۔

[2] تفسیر قرطبی۔ ج ۱۲۔ ص ۲۲۹۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ کسی حدیث کے مرسل ہونے سے اس حدیث کے صحیح اور درست ہونے پر کوئی برا اثر نہیں پڑتا۔ واللہ اعلم۔

ابن عطیہ رح نے لکھا ہے: آیت کے الفاظ سے جو بات میری سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ عورت اس حکم کی پابند ہے کہ اپنی زینت کو ظاہر نہ ہونے دے اور ہر اس چیز کو چھپانے کی کوشش کرے جس پر زینت کا اطلاق ہوتا ہو۔ اس میں سے صرف وہ مستثنیٰ ہے جو عورت کے چلنے پھرنے اور اپنے ضروری کاموں کے لئے آنے جانے کی وجہ سے بہر حال اور از خود ظاہر ہوتا ہے۔ اس لئے جو اس طرح بحالتِ مجبوری از خود ظاہر ہو وہ عورت کے لئے معاف ہے۔[۲]

علامہ قرطبی رح نے لکھا ہے کہ چونکہ چہرہ اور ہتھیلیاں بالعموم کھلے رہتے ہیں عادۃً بھی اور عبادت میں بھی۔ یعنی نماز میں اور حج کے موقع پر تو یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آیت میں جو استثنا ہے اس سے چہرہ اور ہتھیلیاں ہی مراد لیا جائے۔

الغرض اس سلسلے میں علماء کی دو رائیں ہیں:

۱۔ ایک رائے یہ ہے کہ عورت سر سے پیروں کے تلووں تک ساری کی ساری عورت یعنی قابلِ ستر ہے اور اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنی زینت میں سے اجنبیوں کے سامنے کپڑوں کے سوا کچھ اور ظاہر ہونے دے۔

۲۔ دوسری رائے یہ ہے کہ عورت اپنا چہرہ اور ہتھیلیاں کھول سکتی ہے۔

## وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوبِهِنَّ

(اور اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈالے رہیں)

سینے اور گردن کو چھپانا واجب ہے کیونکہ ان کو چھپانا ان امور میں سے ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جن کی دین نے تاکید کی ہے۔ "وَلْیَضْرِبْنَ" میں "ل" تاکید کے لئے ہے یعنی ضرور اپنی اوڑھنیوں کے آنچل اپنے سینوں پر ڈالے رہیں۔

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ اس زمانے میں عرب عورتیں اگر اپنے سر کو اوڑھنیوں سے ڈھانپتی تھیں تو اوڑھنی کو اپنی پشت پر لٹکا لیا کرتی تھیں اور گردن سینہ اور کان کھلے رہتے تھے لہذا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اوڑھنی کو اپنے سینے پر لپیٹ کر رکھو۔ اس سے مراد یہ ہے کہ عورت اپنے دوپٹے کا بُکل اپنے گریبان پر اس طرح مارے کہ سینہ ڈھک جائے ______

## رسول اللہؐ اور آپؐ کی بیٹی زینب رضؓ

حضرت حارث بن حارث الغامدی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں اور میرا باپ منیٰ میں تھے کہ ہمیں ایک جگہ لوگوں کا ہجوم نظر آیا۔ میں نے اپنے باپ سے پوچھا: لوگوں کا یہ ہجوم کیسا ہے؟ اس نے کہا یہ لوگ ایک ایسے شخص کے گرد جمع ہیں جس نے نیا دین نکالا ہے۔ حارثؓ بیان کرتے ہیں کہ پھر ہم اترے اور ایک روایت میں ہے کہ ہم نے جھانک کر دیکھا تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے جو لوگوں کو ایمان باللہ اور توحید باری تعالیٰ کی دعوت دے رہے تھے اور لوگ آپ پر پھبتیاں کستے تھے اور آپ کو ایذا پہنچا رہے تھے۔ یہاں تک کہ دوپہر ہوگئی اور لوگ آپ کے پاس سے چھٹ گئے۔ پھر ایک عورت آئی جس کے ہاتھ میں پانی کا پیالہ اور ایک رومال تھا۔ اس کا گریبان کھلا تھا اور وہ رو رہی تھی۔ نبی کریمؐ نے اس سے پانی کا پیالہ لے کر پانی پیا اور وضو کیا۔ پھر اس لڑکی کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: بیٹی! اپنا گریبان اوڑھنی سے ڈھانپ لو اور اپنے باپ کے بارے میں یہ خوف دل سے نکال دو کہ لوگ اس پر غلبہ پا لیں گے یا اسے ذلیل کریں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



حارث رضؓ کہتے ہیں کہ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ لڑکی کون ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ یہ آپؐ کی بیٹی زینبؓ ہے۔[۱]

## مہاجر عورتیں

امام بخاریؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، آپ بیان کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُن پہلی مہاجر عورتوں پہ اپنی رحمت نازل فرمائے جن کے ایمان کی یہ کیفیت تھی کہ جب آیۂ کریمہ "وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ" نازل ہوئی تو ان خواتین نے اپنے تہبند پھاڑ کر اوڑھنیاں بنائیں اور ان سے اپنے سر ڈھانپ لئے۔

## انصار عورتیں

ابوداؤدؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے: حضرت عائشہؓ نے فرمایا: بے شک قریش کی عورتوں کو ایک خاص فضیلت حاصل ہے لیکن میں نے بخدا انصار عورتوں سے بڑھ کر کتاب اللہ کی تصدیق کرنے والی اور قرآن مجید پہ ایمان لانے والی کوئی اور عورت نہیں دیکھی، جب سورۂ نور کی یہ آیت نازل ہوئی: "وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ" اور ان کے مرد گھروں کو لوٹ کر گئے تو جب مرد نے اپنی بیوی، بیٹی، بہن یا اپنی کسی اور رشتہ دار عورت کو اللہ تعالیٰ کا یہ حکم

---

[۱] یہ روایت طبرانی نے معجم الکبیر میں صفحہ نمبر ۲۴۵، کالم ۲، جلد ۱ میں اور ابن عساکرؒ نے تاریخ دمشق میں اور امام بخاریؒ نے اپنی تاریخ میں نقل کی ہے اور سند کے لحاظ سے حسن ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



پڑھ کر سنایا۔ تو کوئی عورت ایسی نہ تھی جو اسی وقت نہ اٹھی ہو اور اس نے اپنے کجاوے کی چادر پھاڑ کر اور اس کی اوڑھنی بنا کر اپنے سر پر نہ ڈال لی ہو۔ دراصل یہ اللہ تعالیٰ کے حکم پہ ایمان لانے اور اس کی تصدیق کرنے کا عُمدہ نمونہ تھا۔ جب دوسری صبح ہوئی اور عورتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز کے لئے کھڑی ہوئیں توسب کے سروں پر اوڑھنیاں تھیں۔ جو ایسی معلوم ہو رہی تھیں جیسے سروں پہ کوّے بیٹھے ہوں۔

## مُختلف فقہی آراء

یہ آیات اور احادیث عورت کے لئے غیر محرم کے سامنے ستر کی نوعیت متعین کرتی ہیں۔ امام شوکانیؒ نے نیل الاوطار میں لکھا ہے: آزاد عورت کے لئے ستر کی حد کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے:

- ایک قول یہ ہے کہ چہرے اور ہتھیلیوں کے علاوہ آزاد عورت کا پورا بدن عورت ہے۔ یہ مسلک الھادیؒ کا ہے اور القاسم کے بھی دو اقوال میں سے ایک یہی ہے۔ امام شافعیؒ کے مختلف اقوال میں سے بھی ایک قول یہی ہے اور امام ابوحنیفہؒ سے اس سلسلے میں جو روایتیں ہیں ان میں سے بھی ایک روایت یہی ہے اور امام مالکؒ کا مسلک بھی یہی ہے۔
- دوسرا قول یہ ہے کہ: چہرے اور ہتھیلیوں کے سوا دونوں پاؤں اور پازیب باندھنے کا مقام بھی حکمِ ستر سے مستثنیٰ ہے۔ یہ مسلک ایک قول کے مطابق القاسمؒ کا ہے اور ایک روایت کے مطابق امام ابوحنیفہؒ کا بھی یہی قول ہے سفیان ثوریؒ اور امام ابن تیمیہؒ کا بھی یہی نقطۂ نگاہ ہے۔
- تیسرا قول یہ ہے کہ عورت کا پورا بدن سوائے چہرے کے قابلِ ستر ہے۔ یہ مسلک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



امام احمدؒ بن حنبل اور امام داؤد ظاہریؒ کا ہے۔

○ اور چوتھا قول یہ ہے کہ بغیر کسی استثناء کے عورت کا پورا بدن قابلِ ستر ہے۔ یہ مسلک امام شافعیؒ کے بعض شاگردوں کا ہے اور امام احمد بن حنبل سے بھی ایک روایت یہی ہے۔

## فقہی آراء کا خلاصہ

اس مسئلہ میں فقہاء کی مختلف آراء کا خلاصہ یہ ہے :

○ حنفی مسلک یہ ہے کہ : عورت کے لئے اپنا چہرہ اور ہاتھ کھولنا جائز ہے لیکن مرد کو اس کی طرف بنظرِ شہوت دیکھنا حرام ہے۔

○ مالکیوں کے اس سلسلے میں متعدد اقوال ہیں :

ایک قول کے مطابق عورت پر چہرے اور ہاتھوں کا چھپانا واجب ہے۔ اور یہی قول ان کے مسلک میں قولِ مشہور ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ عورت پر تو چہرے اور ہاتھوں کا ستر واجب نہیں ہے لیکن مرد کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی نظر نیچی رکھے۔

ایک اور قول یہ ہے کہ خوبصورت اور بدصورت عورت میں فرق کیا جائے گا۔ خوبصورت عورت کے لئے تو چہرے اور ہاتھوں کا چھپانا واجب ہے جبکہ بدصورت عورت کے لئے واجب نہیں۔ مستحب ہے۔

○ شافعیوں کے اکثر علماء کا مسلک بھی یہی ہے کہ چھپانا واجب نہیں لیکن فتویٰ اس قول پر ہے کہ ستر واجب ہے۔

○ حنبلیوں کے نزدیک بھی ستر ضروری ہے۔

لیکن ایک بات ملحوظِ خاطر رہے کہ علماء کے درمیان ستر اور عدمِ ستر کے بارے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



میں جو اختلاف ہے اس کا محل یہ ہے کہ اگر عورت کا چہرہ کسی بناؤ سنگھار کے بغیر اپنی فطری حالت میں ہو کسی فتنہ کا امکان نہ ہو اور عورت خوبصورت بھی نہ ہو جسے دیکھ کر نظریں بہک جائیں تب تو ان کے نزدیک جو عدم ستر کے قائل ہیں ستر ضروری نہیں ہے لیکن اگر ایسا نہ ہو یعنی عورت حسین وجمیل ہو اور اس نے بناؤ سنگھار بھی کر رکھا ہو تو پھر بہر حال میں اور سب کے نزدیک ستر واجب ہے تاکہ عورت ایذاء اور مرد فتنہ سے محفوظ رہ سکے۔

چنانچہ فقہاء کی اکثریت کا نقطۂ نظر یہی ہے کہ چہرہ اور ہاتھوں کی ہتھیلیاں عورت نہیں ہیں اور ان کو ڈھانپنا واجب نہیں لیکن افضل یہی ہے کہ چھپایا جائے لیکن اگر فتنہ پیدا ہونے کا خوف ہو تو پھر بہر حال اور سب کے نزدیک ستر ضروری ہے۔

اس سارے اختلاف کا سبب یہ ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ " وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ " کی تفسیر کے سلسلے میں مفسرین کے درمیان اختلاف ہے۔

---

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# لباس اور شرائطِ لباس

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ لْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ۔ (النور۔۳۱)

(اور اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھائیں بجز اس کے جو خود ظاہر ہو جائے اور اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈالے رہیں۔ اور اپنا بناؤ سنگھار نہ ظاہر کریں مگر اپنے شوہروں، شوہروں کے باپوں ...... کے سامنے)

گزشتہ صفحات میں ہم ارشادِ باری تعالیٰ: يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (اے بنی آدم، ہر عبادت کے موقع پر اپنی زینت سے آراستہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



رہو ) کی تفسیر بیان کرتے وقت یہ وضاحت کر چکے ہیں کہ زینت سے مراد ستر عورۃ، یعنی جسم کے قابلِ ستر حصوں کو چھپانا ہے اور ستر عورۃ لباس کے بغیر ممکن نہیں ہے اور یہ بھی تفصیل سے بیان کر دیا گیا ہے کہ عورت کو نماز میں اور نماز سے باہر محرم اور غیر محرم کے سامنے جسم کے کس کس حصے کو چھپانا ضروری ہے اور اُسے کون کون سے حصوں کو کھولنے کی اجازت ہے اور یہ کہ عورت کو نماز میں کیسا لباس پہننا ضروری ہے۔

اب ہم یہاں ان کپڑوں کی تفصیل اور شرائط بیان کریں گے جن کا پہننا عام طور پر یعنی نماز سے باہر اور اجنبیوں کے سامنے عورت پر واجب ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَن يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ٥ ( الاحزاب - ۵۹ )

( اے نبیؐ ! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور اہلِ ایمان کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے پلو لٹکا لیا کریں۔ یہ زیادہ مناسب طریقہ ہے تاکہ وہ پہچان لی جائیں اور نہ ستائی جائیں۔ اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے )

اس آیۂ کریمہ کا شانِ نزول یہ ہے کہ عرب عورتوں کے عادات واطوار میں چھچھورپن تھا۔ وہ اپنے گریبان کھلے رکھتی تھیں۔ جس کی وجہ سے مرد ان کی طرف دیکھتے تھے اور ان کا ذہن ان عورتوں کے بارے میں طرح طرح کی باتیں سوچنے میں مشغول رہتا تھا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ عورتوں کو ہدایت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کریں کہ وہ اپنے ضروری کاموں کے لئے جب گھر سے نکلنے کا ارادہ کریں تو اپنی چادروں کے آنچل اپنے چہروں اور گریبانوں پر لٹکا لیا کریں تاکہ ان میں اور لونڈیوں میں نمایاں فرق ہو جائے۔ اس طرح آزاد اور شریف خواتین اپنے ستر کی بنا پر صاف پہچانی جائیں اور کنوارے جوان لڑکے ان کو چھیڑنے اور تنگ کرنے سے باز رہیں۔

اس آیت کے نزول سے پہلے مومن عورتیں جب اپنی ضروریات کے لئے گھر سے باہر نکلتی تھیں تو بعض بدمعاش انہیں لونڈیاں سمجھ کر چھیڑا کرتے۔ پھر جب وہ شور مچاتیں تو بھاگ جاتے۔ صحابہ کرام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی تو یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔

## جَلَابِیْبُ

جلابیبُ جلباب کی جمع ہے اور جلباب اس چادر کو کہتے ہیں جو لباس کے اوپر اوڑھی جاتی ہے اور عام اوڑھنی سے بڑی ہوتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم نے اس سے مراد بڑی چادر لی ہے۔

بعض لوگوں کا قول ہے کہ یہ نقاب یا برقع ہے۔

ایک قول کے مطابق اس سے مراد وہ کپڑا ہے جو پورے جسم کو ڈھانپ لے۔

جلباب کے آنچل کو اپنے اوپر لٹکانے یعنی اس سے خود کو ڈھانپنے کے سلسلے میں بھی علماء کے درمیان کچھ اختلاف ہے، چنانچہ:

- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عبید سلمانیؒ کا خیال ہے کہ عورت چادر کو اپنے اوپر اس طرح لپیٹ لے کہ اس کے جسم میں سے سوائے ایک آنکھ کے جس سے دیکھنے کا کام لے اور کچھ کھلا ہوا نہ ہو۔
- نیز حضرت ابن عباسؓ ہی کا قول ہے اور قتادہؒ کا قول بھی یہی ہے کہ جلباب کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



استعمال کی صورت یہ ہے کہ اسے پیشانی کے اوپر لپیٹ کر باندھ لے۔ پھر اس کا پلو موڑ کر ناک بھی چھپالے اس صورت میں کہ اگرچہ آنکھیں کھلی رہیں لیکن چلنے اور چہرے کا بڑا حصہ ڈھک جائے۔

○ امام حسن بصریؒ کا قول یہ ہے کہ جلباب اس طرح اوڑھے کہ آدھا چہرہ چھپ جائے۔

لیکن ہم یہ وضاحت کر چکے ہیں کہ جمہور علماء کی رائے میں اگر فتنے کا خوف نہ ہو تو چہرے اور ہاتھ کو چھپانا ضروری نہیں ہے۔

## جلباب کیسی ہونی چاہیئے؟

جلباب میں چند مخصوص صفات کا ہونا ضروری ہے۔ ان صفات کو شیخ محمد ناصر الدین البانی نے اپنی کتاب "حجاب المرأۃ المسلمۃ فی الکتاب والسنۃ" میں تفصیل سے بیان کیا ہے جو درج ذیل ہے:

۱۔ اس میں یہ خوبی ہو کہ جسم کے ان حصوں کے سوا جو مستثنیٰ ہیں پورے جسم کو ڈھانپ لے۔

۲۔ خوبصورت نہ ہو کہ خود زینت بن جائے۔

۳۔ موٹی اور دبیز ہو کہ اس میں سے جسم یا لباس نہ جھلکے۔

۴۔ ڈھیلی ڈھالی ہو تنگ یا چست نہ ہو۔

۵۔ خوشبو میں بسی ہوئی نہ ہو کہ اس میں سے مہک کی لپٹیں اٹھیں۔

۶۔ مردانہ لباس سے مشابہ نہ ہو۔

۷۔ کافر عورتوں کے لباس سے مشابہ نہ ہو۔

۸۔ ایسی ممتاز اور نمایاں نہ ہو کہ باعثِ شہرت بنے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اب ہم مندرجہ بالا شرائط میں سے ہر ایک پر علٰحدہ علٰحدہ تفصیل سے گفتگو کرتے ہیں۔

۱۔ ایسی ہو کہ مستثنیٰ حصوں کے سوا پورے جسم کو ڈھانپ لے۔

ہم بیان کر چکے ہیں کہ جمہور فقہاء کے نزدیک چہرہ اور ہاتھ ستر سے مستثنیٰ ہیں نیز وہ ظاہری لباس بھی مستثنیٰ ہے جس کا چھپانا ممکن نہ ہو کیونکہ ارشادِ باری تعالیٰ: اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ' میں یہ استثناء موجود ہے اور آیت کا مفہوم یہ ہے کہ عورت اپنی زینت اجنبیوں کے سامنے ظاہر نہ کرے سوائے اس کے جس کا چھپانا ممکن ہی نہ ہو۔ جیسا کہ ہم پہلے تفصیل سے بیان کر چکے ہیں۔

۲۔ خوبصورت نہ ہو کہ خود زینت بن جائے۔

اس شرط کی بنیاد یہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ (الاحزاب۔۳۳)

(اور سابق دورِ جاہلیت کی سی سج دھج نہ دکھاتی پھرو)

امام ذہبیؒ نے "کتاب الکبائر" میں لکھا ہے کہ جن امور کی بنا پر عورت ملعون قرار پاسکتی ہے ان میں یہ امور بھی شامل ہیں:

نقاب کے نیچے سے اپنے بناؤ سنگھار اور سونے اور موتی وغیرہ کے زیورات کی نمود و نمائش، گھر سے نکلتے وقت مشک و عنبر اور اعلیٰ درجے کی خوشبوؤں سے خود کو مہکانا، رنگا رنگ کپڑے، ریشمی زیر جامہ اور تنگ و چست قمیض پہننا، کپڑے کو زیادہ لمبا رکھنا کہ زمین پر لٹکتا رہے، آستینوں کو چوڑا اور لمبا بنانا، تاکہ باہر سے نظر آتی رہیں۔ یہ تمام افعال وہ تبرج (عورت کا بن ٹھن کر باہر نکلنا) ہے جسے اللہ تعالیٰ نے سخت ناپسند فرمایا ہے اور وہ اس کی مرتکب عورت سے دنیا اور آخرت میں ناراض ہوتا ہے۔ انہی باتوں کی وجہ سے جو عورتوں میں اکثر پائی جاتی ہیں نبی کریم صلی اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



علیہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا ہے :

اطلعت علی النار فرأیت اکثر اھلھا من النساء۔

(مجھے دوزخ دکھایا گیا تو میں نے دیکھا کہ اہلِ دوزخ میں اکثریت عورتوں کی ہے)

۳۔ موٹی اور دبیز ہو کہ اس میں سے لباس اور جسم نہ جھلکے۔

یہ شرط اس لئے ضروری ہے کہ باریک اور شفاف کپڑے سے ستر کا مقصد حاصل نہیں ہوتا بلکہ یہ تو عورت کی فتنہ سامانی میں مزید اضافہ کر دیتا ہے۔

ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خواب سے بیدار ہوئے اور فرمایا :

سبحان اللہ! ماذا انزل اللیلۃ من الفتن؟ و ماذا فتح من الخزائن؟ من یوقظ صواحب الحجر؟ رب کاسیۃ فی الدنیا عاریۃ فی الاخرۃ۔ (بخاری)

(سبحان اللہ! آج رات کیسے کیسے فتنے نازل ہوئے ہیں! اور کیسے کیسے خزانے کھلے ہیں! کوئی ہے جو پردہ والیوں کو بیدار کرے۔ بہت سی وہ عورتیں جو آج دنیا میں لباس پہنے ہوئے ہیں، آخرت میں وہ ننگی ہونگی)

نیز طبرانی نے معجم صغیر میں بسندِ صحیح یہ حدیث روایت کی ہے :

سیکون فی امتی نساء کاسیات عاریات علی رؤسھن کاسنمۃ البخت، العنوھن فانھن ملعونات۔

(عنقریب میری امت میں ایسی عورتیں ہونگی جو بظاہر لباس پہنے ہوں گی لیکن اصل میں وہ ننگی ہوں گی اور ان کے سروں پر بختی اونٹ کے کوہان کی مانند (جوڑا) ہوگا، ان پر لعنت بھیجو کیونکہ یہ عورتیں ملعون ہیں)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



بخاریؒ کی ایک دوسری حدیث میں یہ الفاظ زائد ہیں:

لا یدخلن الجنۃ ولا یجدن ریحھا وان ریحھا لتوجد من مسیرۃ کذا وکذا۔

(یہ عورتیں جنت میں ہرگز داخل نہ ہوں گی اور نہ جنت کی خوشبو پائیں گی۔ حالانکہ جنت کی خوشبو اتنے اور اتنے فاصلے سے یعنی بہت دور سے محسوس کی جا سکتی ہے)

ایک بار حفصہؓ بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما جب ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو ایک باریک کپڑے کا دوپٹہ اوڑھے ہوئی تھیں جس میں سے ان کی پیشانی جھلک رہی تھی، حضرت عائشہؓ نے دیکھا تو اس دوپٹے کو پھاڑ دیا اور فرمایا: کیا تمہیں معلوم نہیں اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور میں کیا حکم دیا ہے؟ پھر آپ نے ایک اور اوڑھنی منگوائی اور انہیں اُڑھا دی۔ (یہ روایت ابن سعدؒ نے بیان کی ہے)

ایک اور روایت ہے کہ بنی تمیم کی کچھ عورتیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئیں جنہوں نے باریک کپڑے پہن رکھے تھے۔ انہیں دیکھ کر حضرت عائشہؓ نے فرمایا: اگر تم مسلمان ہو تو یہ لباس مسلمان عورتوں کا نہیں ہے اور اگر تم غیر مسلم ہو تو یہ لباس پہنے رہو۔

۴۔ وہ چادر ڈھیلی ڈھالی ہو تنگ اور چست نہ ہو۔

یہ شرط اس لئے ضروری ہے کہ لباس کی غرض و غایت یہ ہے کہ فتنہ پیدا نہ ہو اور یہ غرض ایسے لباس سے ہی پوری ہو سکتی ہے جو ڈھیلا ڈھالا ہو، تنگ اور چست لباس میں سے پورے جسم یا اُس کے کچھ حصے کی ساخت نمایاں ہوتی ہے اور اس کا حجم نظر آتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کپڑوں میں سے جو آپ کو حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ نے بطور ہدیہ پیش کئے تھے، مجھے ایک گاڑھا کتانی کپڑا پہننے کے لئے عطا فرمایا۔ میں نے وہ کپڑا اپنی بیوی کو دے دیا۔ بعد ازاں آپ نے (جب دیکھا کہ وہ کپڑا میں نے نہیں پہنا تو) فرمایا:

مالك لم تلبس القبطية ؟

(کیا بات ہے تم نے وہ کتانی کپڑا نہیں پہنا ؟)

میں نے عرض کیا: میں نے وہ اپنی بیوی کو دے دیا۔ تو آپ نے فرمایا:

مرها فلتجعل تحتها غلالة، فانی اخاف ان تصف حجم عظامها۔

(اسے کہو کہ اس کے نیچے کوئی اور کپڑا ضرور پہنے کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ اس میں سے اس کے جسم کی بناوٹ نمایاں ہوگی) (اس روایت کو ضیاء المقدسیؒ نے "الاحادیث المختارہ" میں اور امام احمدؒ اور بیہقیؒ نے سند حسن سے درج کیا ہے)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ جب ہرقل کے پاس سے لوٹ کر آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ایک کتانی کپڑا عطا کیا اور فرمایا:

اجعل صديعًا لك قميصا واعط صاحبتك صديعا تختمر به۔

(اس کے ایک ٹکڑے میں سے تم قمیض بنا لو اور ایک ٹکڑا اپنی بیوی کو دے دو کہ وہ اس کی اوڑھنی بنا لے)

پھر فرمایا:

مرها تجعل تحتها شيئا لئلا يصف۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(اسے کہنا کہ اس کے نیچے کچھ پہن لے تاکہ اس میں سے جسم کی بناوٹ نمایاں نہ ہو)

بعض علماء کا خیال ہے کہ قبطیہ باریک کپڑا ہوتا ہے جیسا کہ امام شوکانیؒ نے نیل الاوطار میں لکھا ہے۔ لیکن غالباً ان کی نگاہ سے وہ بات اوجھل ہو گئی ہے جس کی طرف مذکورہ حدیث میں اشارہ موجود ہے کہ وہ کثیف (گاڑھا) تھا اور اگر باریک ہوتا تو آپ اس کے بارے میں بجائے یہ فرمانے کے کہ "مجھے ڈر ہے کہ اس میں سے اس کے جسم کی بناوٹ نمایاں ہو گی" یہ فرماتے کہ "مجھے ڈر ہے کہ اس میں سے اس کا جسم جھلکے گا کیونکہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے جوامع الکلم عطا فرمائے تھے۔ آپ مشکل سے مشکل بات کو بھی نہایت عمدہ طریقے سے واضح فرما دیتے تھے۔

ھشام بن عروہؒ سے روایت ہے کہ منذرؒ بن زبیرؓ عراق سے واپس لوٹے تو انہوں نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کی خدمت میں علاقہ مرو کے کوہستانی باریک کپڑے کا ایک جوڑا بھیجا۔ یہ اس زمانے کی بات ہے جب حضرت اسماءؓ کی بینائی ختم ہو چکی تھی۔ راوی کہتے ہیں کہ آپ نے اس کپڑے کو ہاتھ سے چھو کر دیکھا۔ پھر فرمایا: اوہ! اس کا یہ جوڑا اسی کو واپس بھیج دو۔ یہ بات منذر بن زبیر پر بہت گراں گزری اور انہوں نے کہا: اماجان! یہ شفاف تو نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: شفاف نہیں ہے لیکن جسم کی ساخت نمایاں کر سکتا ہے۔ (یہ روایت ابن سعدؒ نے سند صحیح سے منذرؒ کے حوالے سے بیان کی ہے)

بیہقیؒ نے عبداللہ بن ابی سلمہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے قبطی (کتان سے بنا ہوا) کپڑا لوگوں میں تقسیم کیا، پھر فرمایا: خیال رکھنا! کہیں اسے تمہاری عورتیں نہ جھپٹ لیں، اس پہ ایک شخص نے کہا: اے امیر المومنین! میں نے یہ کپڑا اپنی بیوی کو پہنا کر دیکھا تھا اور وہ گھر میں چلی پھری تھی بسیدھی چلی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



پھر پیٹھ موڑ کر چلی۔ میرا خیال یہ ہے کہ وہ کپڑا شفاف نہیں ہے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا: اگرچہ شفاف نہیں ہے لیکن وہ جسم کی بناوٹ کو ظاہر کرتا ہے۔

۵۔ مردانہ لباس سے مشابہ نہ ہو۔

اس بارے میں متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں کہ جو عورت لباس وغیرہ میں مردوں سے مشابہت پیدا کرتی ہے، وہ ملعون ہے۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرد پر لعنت بھیجی جو زنانہ لباس پہنے اور اس عورت پر بھی لعنت بھیجی جو مردانہ لباس پہنے۔ (یہ روایت ابوداؤدؒ، ابن ماجہؒ، حاکمؒ اور احمدؒ بن حنبل نے نقل کی ہے اور یہ روایت امام مسلمؒ کی شرائطِ صحت کے مطابق صحیح ہے اور بعض کے نزدیک اس کے راوی حدیثِ صحیح کے معیار کے ہیں۔)

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا:

لیس منا من تشبہ بالرجال من النساء ولا من تشبہ بالنساء من الرجال۔ (مسند احمد)

(ہم میں سے نہیں وہ عورت جس نے مردوں کے ساتھ مشابہت پیدا کی اور وہ مرد جس نے عورتوں کے ساتھ مشابہت پیدا کی)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت بھیجی اُن مردوں پر جو ہیجڑے بنتے ہیں اور اُن عورتوں پر جو مرد بنتی ہیں۔ نیز آپؐ نے فرمایا: انہیں گھروں سے نکال دو۔ (بخاریؒ، ابوداؤدؒ، دارمیؒ، احمدؒ اور ابن ماجہؒ نے اس روایت کو صحیح کہا ہے)

اس موقع پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آج کل جو مسلمان عورتیں پتلون پہنتی ہیں ان کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے ؟

بعض علماء کا خیال ہے کہ پتلون پہننا حرام ہے اور ان علماء نے مذکورہ بالا حدیثوں کو بطور دلیل پیش کیا ہے۔

لیکن میری رائے یہ ہے کہ اس سلسلے میں ہم علی الحساب حکم نہیں لگا سکتے بلکہ ہمیں فرق کرنا پڑے گا اس عورت میں جو تنگ پتلون اور اس کے اوپر چھوٹا سا بلاؤز یا چھوٹی جیکٹ پہنتی ہے اور اس عورت میں جو پتلون کے اوپر لمبی جیکٹ یا لمبا کوٹ پہنتی یا بڑی چادر اوڑھتی ہے جس سے جسم کی بناوٹ ظاہر نہیں ہوتی۔

پہلی عورت کے بارے میں تو کہا جا سکتا ہے کہ وہ ایسا کام کر رہی ہے جو ممنوع ہے لیکن دوسری عورت کے بارے میں یہ حکم نہیں لگ سکتا کیونکہ لمبی جیکٹ یا لمبا کوٹ ' جلباب ' سے مشابہ ہے بشرطیکہ وہ ڈھیلا ڈھالا اور موٹے کپڑے کا ہو۔

ہم نے یہ رائے اس بنا پر قائم کی ہے کہ جس چیز سے منع کیا گیا ہے وہ ایسی مشابہت ہے جو اس نیت اور ارادے سے ہو کہ عورت بظاہر دیکھنے میں مرد نظر آئے۔

اب اگر کوئی عورت کسی ضرورت کے تحت مثلاً سردی سے بچاؤ کی خاطر چوغہ یا پوستین پہن لیتی ہے تو اسے منع نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس کا مقصد مرد نظر آنا اور مردوں سے مشابہت پیدا کرنا نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کوئی عورت شلوار پہن کر اس کے اوپر جلباب (بڑی چادر) اوڑھ لیتی ہے تو ایسا کرنا نہ تو حرام ہے اور نہ مکروہ۔ کیونکہ اس سے تو ستر کا مقصد بدرجہ اولیٰ پورا ہو رہا ہے۔

پھر ان باتوں میں ممانعت کا حکم عادات و اطوار کے اختلاف اور زمانے اور مقام کے بدلنے سے بھی بدل جاتا ہے۔ اصل اہمیت جس چیز کی ہے وہ ستر ہے۔ اگر یہ حاصل ہے تو پھر کوئی ممانعت نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



لہٰذا وہ عورتیں اور لڑکیاں جو پتلون پہنتی ہیں اور اس کے اوپر لمبی جیکٹ یا لمبا کوٹ پہن لیتی ہیں یا بڑی چادر اوڑھ لیتی ہیں۔ یہ کپڑے نہ تو ایسے چست ہوتے ہیں کہ ان میں سے جسم کی بناوٹ ظاہر ہو اور نہ اتنے باریک ہوتے ہیں کہ جسم جھلکے، ان کا مقصد مردوں کا سا حلیہ بنانا یا مردوں سے مشابہت پیدا کرنا بھی نہیں ہوتا بلکہ مقصد جسم کو چھپانا ہوتا ہے تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ بالخصوص جب کہ مردوں اور عورتوں میں اب اس لباس کا عام رواج بھی ہو گیا ہے۔

الغرض عورتوں کے لئے مردانہ حلیہ بنانا اور مردوں کے ساتھ مشابہت پیدا کرنا منع ہے

اسلامی تاریخ میں بھی یہیں اس بات کا کہیں کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ مسلمانوں نے جب کوئی ملک یا علاقہ فتح کیا تو وہاں کے باشندوں کا لباس بدل ڈالا ہو بلکہ رہن سہن کے طور طریقے، اور لباس جیسے ...... وہاں رائج تھے وہی رہنے دیئے کیونکہ جو لباس منع ہے وہ ایسا لباس ہے جس میں سے جسم کی ساخت نمایاں ہو یا اتنا شفاف ہو کہ جسم جھلکے۔ یا پھر وہ اہل کفر کا مخصوص شعار ہو یعنی وہ کافروں کی پہچان اور ان کے باطل دین و عقیدے کی علامت ہو۔

پتلون میں ایسی کوئی بات نہیں پائی جاتی لہٰذا اس کا پہننا نہ تو حرام ہے اور نہ مکروہ۔ کیونکہ پتلون بھی دراصل ایک قسم کا پاجامہ ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے کہ جس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا اس دن آپ اون کا پاجامہ، اون کا جبہ، اون ہی کا کمبل اور اون ہی کی ٹوپی پہنے ہوئے تھے۔

امام شعرانیؒ نے اپنی کتاب "کشف الغمہ" میں لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شلوار اور پاجامہ پہننے کی ترغیب دیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



خالفوا اهل الکتاب فانھم لا یتسرولون ولا یأتزرون ۔

(اہل کتاب کی مخالفت کرو، وہ نہ تو شلوار پہنتے ہیں اور نہ پاجامہ۔ لہٰذا تم پہنا کرو)

نیز آپؐ فرمایا کرتے تھے:

اتخذوا السراویلات وحضوا علیھا نساءکم اذا خرجن ۔

(شلواریں پہنا کرو اور اپنی عورتوں کو ترغیب دو کہ جب گھر سے باہر جائیں تو شلوار پہن کر جائیں)

چنانچہ پتلون بھی چونکہ ایک قسم کا پاجامہ ہی ہے اور اس کے پہننے سے شرم وحیا کا مقصد بھی پورا ہوتا ہے اور اس سے فتنہ پیدا ہونے کا ڈر بھی نہیں ہے۔ اس میں اسلامی لباس کی تمام شرطیں بھی پائی جاتی ہیں لہٰذا اس کے پہننے میں کوئی قباحت نہیں ہے بلکہ یہ لباس عورت کے لئے کچھ زیادہ بہتر اور زیادہ ہی پردہ پوش ہے۔

۶۔ کافر عورتوں کے لباس سے مشابہت نہ ہو۔

یہ شرط اس لئے ضروری ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ مسلمانوں کا اپنا مخصوص تشخص ہو جو اہل کتاب سے الگ اور ممتاز ہو۔ اسی لئے آپؐ نے ہم کو ان کے ساتھ مشابہت پیدا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اس سلسلے میں متعدد احادیث ہیں:

۱۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

من تشبہ بقوم فھو منھم ۔ (حاکمؒ وطبرانیؒ)

(جس شخص نے کسی قوم کے ساتھ مشابہت پیدا کی وہ انہی میں شمار ہوگا)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



۲۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ایاکم ولبوس الرھبان فانہ من تزیا بھم او تشبہ فلیس منی۔ (اخرجہ الطبرانی فی الاوسط)

(خبردار! راہبوں جیسا لباس نہ پہنو، کیونکہ جس نے ان جیسا لباس پہنا یا ان سے مشابہت پیدا کی، اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں)

۳۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زرد رنگ کے دو کپڑے دیکھے تو فرمایا:

ان ھذہ من ثیاب الکفار فلا تلبسھا۔ (مسلم، نسائی، حاکم، واحمد)

(یہ کافروں کا لباس ہے، لہٰذا تم اسے نہ پہنو)

۷۔ ایسی ممتاز اور نمایاں نہ ہو کہ باعث شہرت بنے۔

اس شرط کی دلیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے:

من لبس ثوب شھرۃ فی الدنیا البسہ اللّٰہ ثوب مذلۃ یوم القیامۃ، ثم الھب فیہ نارا۔ (ابوداؤد)

(جس شخص نے دنیا میں نمائش کی خاطر لباس پہنا اسے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ذلت کا لباس پہنائے گا۔ پھر اس میں آگ لگا دے گا)

اس ضمن میں امام شوکانی نے "نیل الاوطار" میں لکھا ہے کہ ہر وہ کپڑا جسے پہننے کا مقصد لوگوں میں شہرت حاصل کرنا ہو، خواہ وہ اعلیٰ درجے کا ہو جو دنیاوی زیب و زینت اور فخر و غرور کی غرض سے پہنا جائے یا گھٹیا درجے کا ہو جو ریاکاری سے، خود کو عابد و زاہد ظاہر کرنے کے لئے پہنا جائے، حدیث کے مفہوم میں داخل ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اس سلسلے میں ابنِ کثیرؒ نے لکھا ہے کہ شہرت کے معنی ہیں کسی چیز کو نمایاں اور ظاہر کرنا اور "ثوبِ شہرت" سے مراد ہر وہ کپڑا ہے جس کا رنگ عام لوگوں کے کپڑوں سے مختلف ہو اور اس بنا پر اُسے شہرت حاصل ہو اور لوگ اسے نظریں اٹھا اٹھا کر دیکھیں اور صاحبِ لباس اس کی وجہ سے فخر و غرور اور گھمنڈ میں مبتلا ہو جائے۔

لیکن ہمارے خیال میں حصولِ شہرت کے لئے محض رنگ کا مختلف ہونا ہی ضروری نہیں بلکہ اس میں ہر وہ بات داخل ہے جو دوسروں سے ممتاز و منفرد ہونے کی بنا پر وجہِ شہرت بن سکے۔

مذکورہ بالا تصریحات پیش کر کے غالباً ہم نے اس زینت کے بارے میں پوری وضاحت کر دی ہے جس کو لوگوں کے سامنے ظاہر کرنا منع ہے البتہ خوشبو کی بات باقی رہ گئی ہے جس کے لئے ہم اسی باب میں ایک الگ فصل تحریر کریں گے۔

## زینتِ پازیب

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ ۚ (النور۔۳۱)

(اور اپنے پاؤں زمین پر مارتی ہوئی نہ چلا کریں کہ اپنی جو زینت انہوں نے چھپا رکھی ہو اس کا لوگوں کو علم ہو جائے)

اس مقام پر ہم چونکہ عورت کے لباس کے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں کہ وہ ستر کے لحاظ سے کیسا ہونا چاہئے۔ اس لئے ضروری ہے کہ پازیب پہن کر پاؤں زمین پر مارنے کا مسئلہ بھی بیان کر دیں۔ تاکہ "عورت کے گھر سے نکلنے کے آداب" کا موضوع اپنے تمام پہلوؤں کے لحاظ سے مکمل ہو جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اللہ تعالیٰ نے جب زینت کے بارے میں تمام احکام بیان کر دیئے اور یہ وضاحت بھی فرمادی کہ کس قسم کی زینت کا اظہار عورت کے لئے جائز ہے اور کس قسم کی زینت کا اظہار ناجائز ہے۔ اس کے بعد عورتوں کو اپنے پاؤں زمین پہ مار کر چلنے سے بھی منع فرمادیا تاکہ لوگوں کو اُن کی چھپی زینت کا علم نہ ہو۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ: "وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ"

یعنی عورت چلتے وقت اپنے پاؤں زمین پہ نہ مارے جس سے اس کی پازیب بجنے کی آواز سنائی دے کیونکہ زیورات کی آواز سنانا بھی زینت کا اظہار ہے۔ بلکہ اس سے کچھ زیادہ ہے۔ جبکہ جو چیز مطلوب و مقصود ہے وہ ستر ہے۔

زمانہ جاہلیت میں عورت پازیب پہنتی اور اگر چلتے وقت اُس کی آواز پیدا نہ ہوتی تو وہ اپنا پاؤں زمین پر مارتی تھی تاکہ اس کی آواز پیدا ہو۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے مومن عورتوں کو ایسی حرکات کرنے سے منع فرمادیا۔

یہ حکم محض پازیب ہی سے متعلق نہیں ہے بلکہ اگر عورت نے کسی اور قسم کا زیور پہن رکھا ہو جو نظر آتا ہو اور وہ کوئی ایسی حرکت کرے جس سے اس زیور کا اظہار ہو تو وہ بھی اس ممانعت کے حکم میں داخل ہے کیونکہ قرآن مجید کے الفاظ یہ ہیں: "لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ" کہ اپنی جو زینت انہوں نے چھپا رکھی ہو اس کا لوگوں کو علم ہو جائے۔"

امام ابن حزمؒ نے "المحلّٰی" میں لکھا ہے، یہ آیہ کریمہ دلیل ہے اس بات کی کہ دونوں پاؤں اور پنڈلیاں بھی جسم کے ایسے حصے ہیں جن کو چھپانا ضروری ہے اور ان کا کھلا رکھنا جائز نہیں۔[1]

---

[1] المحلی ج ۳۔ ص ۲۱۶۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اور اس امر کی شہادت سنتِ نبویؐ میں بھی ملتی ہے :

۱۔ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ ابو عمر بن حفص رضی اللہ عنہ نے مجھے تین طلاقیں دیں ، جبکہ وہ خود غیر حاضر تھے ۔ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ سے اس بات کا ذکر کیا تو آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں حضرت امِ شریک رضی اللہ عنہا کے گھر عدت گزاروں اور فرمایا کہ تم اُمِ شریکؓ کے گھر منتقل ہو جاؤ ۔ امِ شریکؓ انصار کی ایک مالدار خاتون تھیں ۔ وہ اللہ کی راہ میں بہت خرچ کیا کرتی تھیں اور ان کے ہاں مہمان آکر ٹھہرا کرتے تھے ، میں نے عرض کیا ، میں عنقریب ان کے ہاں منتقل ہو جاؤں گی ۔ پھر آپ نے فرمایا ، نہیں ، ایسا نہ کرنا کیونکہ ام شریکؓ کے ہاں بکثرت مہمان آتے رہتے ہیں اور مجھے یہ پسند نہیں کہ تمہارا دوپٹہ اتر جائے یا پنڈلی کھل جائے اور کوئی شخص تمہارے جسم کا کوئی ایسا حصہ دیکھ لے جس کا کھولنا مکروہ ہے ۔ اس لئے تم اپنے چچا زاد بھائی عبداللہ بن امِ مکتوم رضی اللہ عنہ کے گھر منتقل ہو جاؤ ، وہ نابینا ہیں ۔ اگر کسی وقت تمہارا دوپٹہ اتر بھی گیا تو وہ تم کو دیکھ نہ سکیں گے ۔ راوی کا بیان ہے کہ ابن ام مکتومؓ اور فاطمہؓ بنت قیس کا قبیلہ ایک ہی تھا ۔ (صحیح مسلمؒ)

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

من جر ثوبه خيلاء لم ينظر الله اليه يوم القيامة

(جس شخص نے اپنا کپڑا تکبر و غرور کی بنا پر لٹکایا تاکہ پیچھے گھسٹتا رہے قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کی طرف التفات سے نہیں دیکھے گا)

اس پر ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا : تو عورتیں اپنے دامنوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کا کیا کریں؟ آپ نے فرمایا: (یرخین شبرًا) ایک بالشت یعنی نصف پنڈلی تک لٹکا لیا کریں۔ (اور بعض لوگوں کا قول ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ٹخنوں تک لٹکا لیا کریں) اس پر ام سلمہؓ نے عرض کیا: اس صورت میں تو ان کے پاؤں کھلے رہیں گے۔ آپ نے فرمایا: (فیرخینہ ذراعا لا یزدن علیہ) تو ہاتھ بھر لٹکا لیا کریں لیکن اس سے زیادہ نہ ہو۔ (یہ روایت ترمذیؒ نے بیان کی ہے اور اسے صحیح حسن قرار دیا ہے)

امام بیہقیؒ نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت کے لئے اپنے دونوں پاؤں چھپانا واجب ہے۔

۳۔ قرونِ اولیٰ کی مسلمان عورتیں (اللہ ان سے راضی ہو) اسلام کے ان اعلیٰ آداب پر عمل کرتی تھیں۔ وہ اس بات کی احتیاط کرتی تھیں کہ کہیں ان کی پنڈلی یا پاؤں کا ستر نہ کھلے۔ اس لئے وہ اپنے دامن اس قدر لمبے رکھا کرتی تھیں کہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرنا پڑا کہ یارسول اللہ! میرا دامن لمبا ہونے کی وجہ سے چلتے وقت گندی زمین پر بھی گھسٹتا ہے اور ناپاک ہو جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا: (یطھرہ ما بعد) اسے بعد میں دھو لیا جائے۔ (یہ حدیث ابوداؤدؒ نے روایت کی ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

۴۔ قبیلۂ بنی عبدالاشہل کی ایک عورت روایت کرتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمارا راستہ جو مسجد کی طرف جاتا ہے، بہت گندا ہے لہذا جب بارش ہو تو ہم کیا کریں؟ آپ نے فرمایا: (الیس بعدھا طریق ھی اطیب منھا) کیا اس کے علاوہ کوئی اور راستہ نہیں ہے جو اس سے صاف ستھرا ہو؟ میں نے عرض کیا: ہے کیوں نہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(فحذ ۂ بھذ ۂ) جب بارش ہو تو اس راستہ کو استعمال کیا کرو۔ (سنن ابوداؤد)

امام ابن تیمیہؒ نے اپنی کتاب " اقتضاء الصراط المستقیم، مخالفۃ اصحاب الجحیم" میں لکھا ہے: یہی وجہ ہے کہ چونکہ مسلمان عورت کے لئے اپنے پاؤں اور پنڈلیاں چھپانا واجب ہے لہٰذا مسلمانوں کی طرف سے اہلِ ذمہ پر جو شرائط عائد کی جاتی ہیں ان میں یہ شرط بھی ہے کہ ان کی عورتیں اپنی پنڈلیاں اور پاؤں کھلے رکھیں گی تاکہ مسلمان عورتوں کے ساتھ مشابہت پیدا نہ ہو۔

مذکورہ بالا احادیث کی روشنی میں یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ دینِ اسلام میں عورت کے ستر کا کس قدر اہتمام ہے کیونکہ اس میں ایک طرف تو عورت کے لئے ۔۔۔۔ پاؤں اور پنڈلیاں کھولنا حرام ہے اور دوسری طرف پازیب کی جھنکار پیدا کرنا بھی حرام ہے۔ تاکہ دوسروں کو یہ معلوم نہ ہو کہ اُس نے اپنے پاؤں اور پنڈلیوں میں کیا زیور پہن رکھے ہیں اور اس طرح یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ اسلام مرد اور عورت بلکہ اپنے پورے معاشرے کی حفاظت کا کتنا عظیم انتظام کرتا ہے۔

## خوشبو کی زینت

۱۔ ایک حدیث میں ہے:

لا یقبل اللہ صلوۃ امرأۃ تطیبت لھذا المسجد حتی ترجع فتغتسل غسلھا من الجنابۃ۔ (ابوداؤدؒ)

(اللہ تعالیٰ ایسی عورت کی نماز قبول نہیں فرماتا جو مسجد کو جاتے وقت خوشبو لگا کر جائے جب تک کہ وہ واپس آکر پورا غسل نہ کر لے، جیسا غسلِ جنابت سے کیا جاتا ہے)

۲۔ حضرت زینب ثقفی رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



فرمایا :

اذا شھدت احداکن العشاء فلا تطیب تلک اللیلۃ۔
(مسلم)

(جب کوئی عورت نماز عشاء کے لئے مسجد میں آئے تو اسے چاہئے کہ وہ خوشبو لگا کر نہ آئے)

۲۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت زینب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا :

اذا شھدت احدٰکن المسجد فلا تمس طیبًا (مسلم)

(جب کوئی عورت نماز عشاء میں حاضر ہونا چاہے تو خوشبو کو نہ چھوئے)

امام نووی ؒ نے لکھا ہے کہ عورت کو مسجد جانے سے منع نہیں کیا جائے گا لیکن عورت اگر مسجد جانا چاہے تو علماء نے اس کے لئے کچھ شرطیں بیان کی ہیں جو درج ذیل ہیں :

○ مسجد جانے والی عورت نہ تو خوشبو لگائے، نہ بناؤ سنگھار کرے، نہ پازیب پہنے جس کی آواز سنائی دے، نہ بھڑکیلا لباس پہنے اور نہ ایسے راستے سے جائے کہ مردوں کے ساتھ اختلاط ہو۔ اگر عورت شوہر والی ہے یا اس کا آقا ہے اور مذکورہ بالا شرائط پائی جاتی ہیں تو پھر اُسے منع کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ لیکن اگر عورت کا شوہر یا آقا نہ ہو اور وہ مذکورہ بالا شرائط پوری کرے تو پھر اسے مسجد جانے سے منع کرنا حرام ہے۔

نیز امام نووی ؒ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "اذا شھدت احداکن العشاء فلا تطیب تلک اللیلۃ" کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس سے مراد وہ عورت ہے جو نماز عشاء کے لئے جانا چاہے۔ لیکن جو نماز پڑھ کر گھر واپس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



آگئی ہو اس کے لئے خوشبو لگانا منع نہیں ہے ۔

۴۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

کل عین زانیۃ والمرأۃ اذا استعطرت فمرت بالمجلس فھی کذا وکذا ۔ یعنی زانیۃ ۔

(آنکھ بھی زنا کرتی ہے، اور جب کوئی عورت خوشبو لگا کر ایسی جگہ سے گذرتی ہے جہاں لوگ بیٹھے ہوں تو وہ بھی ایسی اور ایسی ہے یعنی زانی ہے) (یہ روایت ابوداؤدؒ اور ترمذیؒ میں ہے اور امام ترمذیؒ نے اسے حسن، صحیح قرار دیا ہے)

۵۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

ایما امرأۃ استعطرت فمرت علی قوم لیجدوا ریحھا فھی زانیۃ وکل عین زانیۃ ۔

(جو عورت خوشبو لگا کر لوگوں کے قریب سے گذرے تاکہ وہ اس کی خوشبو محسوس کریں وہ زانی ہے ۔ اور آنکھ بھی زنا کرتی ہے) اس روایت کو نسائیؒ، ابن خزیمہؒ، ابن حبانؒ اور حاکمؒ نے نقل کیا ہے اور اسے صحیح کہا ہے ۔

۶۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے قریب سے ایک عورت گذری جس میں سے خوشبو کی لپٹیں آرہی تھیں، آپ نے پوچھا : یا امۃ الجبار ! کہاں جارہی ہو ؟ اس نے کہا، مسجد جارہی ہوں ۔ آپ نے کہا : اور تم نے خوشبو لگا رکھی ہے ؟ کہنے لگی، ہاں آپ نے کہا : گھر واپس جاؤ اور غسل کرو ۔ کیونکہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے :

لا یقبل اللہ من امرأۃ خرجت الی المسجد لصلاۃ وریحھا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



يعصف حتى ترجع فتغتسل ۔ (ابوداؤدؒ ، نسائیؒ اور ابن ماجہؒ)

(جو عورت نماز کے لئے مسجد کی طرف جائے اور اس کے بدن سے خوشبو کی لپٹیں اٹھ رہی ہوں تو اللہ تعالیٰ اس وقت تک اُس کی نماز قبول نہیں فرماتا جب تک کہ وہ واپس آکر غسل نہ کر لے)

ابن حجرؒ نے "الزواجر" میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے میرے نزدیک یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایسی عورت پر غسل کرنا واجب ہے اور اگر غسل کئے بغیر نماز پڑھ لے تو اس کی نماز قبول نہ ہوگی ـــــ لیکن غسل سے مراد یہی نہیں ہے کہ ضرور غسل ہی کرے بلکہ مقصد یہ ہے کہ اس کے جسم سے خوشبو زائل ہو جائے ۔

۷۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ مکرمہ جانے کے لیے نکلتے تھے تو بوقتِ احرام ، ہماری پیشانیوں پر خوشبودار لیپ لگا ہوتا تھا اور جب پسینہ آتا تو یہ خوشبودار لیپ بہہ کر چہرے پر آجاتا اس کیفیت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے لیکن ہمیں خوشبو کا لیپ لگانے سے منع نہ فرماتے

○ شافعیوں کے نزدیک احرام باندھتے وقت اپنے بدن پر خوشبو لگانا مستحب ہے۔ اور یہ حکم مرد اور عورت دونوں کے لئے یکساں ہے ۔ اس میں بھی کوئی حرج نہیں کہ خوشبو احرام کے بعد بھی باقی رہے اور خواہ خوشبو ایسی ہو جس کا ٹھوس مادہ ہو۔ اسی بنا پر اگر کپڑے پر عطر لگا لیا جائے تب بھی کوئی حرج نہیں ہے ۔

مذکورہ بالا احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ عورت کا خود کو خوشبو میں بسا کر باہر نکلنا حرام ہے اور ابنِ حجرؒ نے تو کہا ہے کہ خواہ شوہر کی اجازت سے ہی خوشبو استعمال کرے تب بھی حرام ہے ۔

ابنِ حجرؒ لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے صراحتاً یہی سمجھ میں آتا ہے کہ عورت کا خوشبو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



لگا کر نکلنا حرام ہے لیکن مناسب یہی ہے کہ اصولِ تطبیقِ احادیث کے مطابق اس حدیث کو اس صورت پر محمول کیا جائے جب حقیقتاً فتنہ پیدا ہو۔ اگر محض خوفِ فتنہ ہو تو خوشبو کا استعمال عورت کے لئے مکروہ ہے اور اگر ظنِ غالب ہو تو حرام ہے لیکن گناہِ کبیرہ نہیں، جیسا کہ بظاہر معلوم ہوتا ہے۔

جو کچھ اوپر بیان ہوا اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ عورت کے لئے ایسی خوشبو حرام ہے جس کی مہک پھیلتی ہو اور جو جذبات کو برانگیختہ کرے اور فتنہ پیدا کرے اور یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے سمجھ میں آتی ہے جو حدیث نمبر۲ میں ہے کہ: (لیجدوا ریحھا) کہ اس کا مقصد یہ ہو کہ لوگ اس کی خوشبو محسوس کریں اور ابو ہریرہؓ والی روایت میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ ہیں کہ: (وریحھا یعصف) اُس میں سے خوشبو کی لپٹیں اٹھتی ہوں: ان سب سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔

ابن دقیق العیدؒ کا قول — جسے المناویؒ نے "فیض القدیر" میں نقل کیا ہے۔ یہ ہے کہ اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس عورت کے لئے خوشبو لگانا حرام ہے جو مسجد جانا چاہتی ہو۔ کیونکہ ایسا کرنے سے شہوانی جذبات کو تحریک ملے گی۔ گویا حرمت کی اصل علت شہوتِ نفسانی کی تحریک اور فتنہ پیدا کرنا ہے یعنی اگر یہ علت نہ پائی جائے تو پھر خوشبو لگانا حرام نہیں ہے۔

استاد یوسف القرضاوی نے اپنی کتاب "الحلال والحرام" میں لکھا ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں عورتیں لوگوں کے پاس سے گزرتے وقت اپنے پاؤں زمین پر مارا کرتی تھیں تاکہ ان کی پازیب بجنے کی آواز سنائی دے۔ قرآن نے اس حرکت سے منع فرما دیا کیونکہ اس طرح شہوانی جذبات رکھنے والے مردوں کو ان کی طرف متوجہ ہونے کی تحریک پیدا ہوتی ہے۔ دوسرے اس بات کا اشارہ پایا جاتا ہے کہ عورت کی نیت بد ہے اور وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



چاہتی ہے کہ مردوں کی نظریں اس کی طرف اور اس کی زیب و زینت کی طرف اٹھیں۔

اور اس حکم کا اطلاق تمام قسموں کی خوشبوؤں اور عطریات پر ہوتا ہے جن کی مہک ہر طرف پھیلتی ہے اور جو جذبات کو برانگیختہ کرتے ہیں اور مردوں کی توجہ عورت کی طرف پھیر دیتے ہیں۔

البتہ استاد یوسف القرضاوی نے یہ قید لگادی ہے کہ جو خوشبو عورت کے لئے حرام ہے وہ ایسی خوشبو ہے جس میں سے لپٹیں اٹھتی ہوں اور جس سے جذبات برانگیختہ ہوتے ہوں اور جو لوگوں کی توجہ اپنی طرف کھینچتی ہو۔

یہ جو کچھ بیان ہوا اس پر ہم مزید یہ اضافہ کرتے ہیں:

جیسا کہ طہارت کے باب میں بیان ہو چکا ہے کہ عورت کے لئے مستحب ہے جب وہ حیض سے پاک ہو تو روئی کا ایک ٹکڑا لے کر اس پر خوشبو لگا لے اور ان مقامات پر پھیر دے جہاں خون لگا ہو۔ ظاہر ہے یہ ایک ایسا فعل ہے جس سے خوشبو پیدا ہوتی ہے اگرچہ کم ہی ہو۔ اسی طرح جیسا کہ ابھی گزرا کہ عورت کے لئے بوقت احرام حج و عمرہ خوشبو لگا لینا مستحب ہے تاکہ سفرِ حج میں پسینہ کی بدبو کے اثرات کچھ کم ہو جائیں۔

اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ عورت کے لئے صرف وہ خوشبو حرام ہے جو تیز ہو جس سے لپٹیں ہر طرف پھیلیں، جو جذبات کو برانگیختہ کرے، لوگوں کی توجہ کو جذب کرے اور جس کی وجہ سے فتنہ پیدا ہو۔ یہی حنفی مسلک ہے۔ واللہ اعلم۔

---

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# آواز کا پردہ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ

(احزاب۔۳۲)

(اور دبی زبان سے بات نہ کیا کرو کہ دل کی خرابی کا مبتلا کوئی شخص لالچ میں پڑ جائے)

## کیا آزاد عورت کی آواز بھی "عورۃ" ہے؟

○ ایک قول کے مطابق عورت کی آواز عورۃ نہیں ہے۔ اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات صحابہ کرام سے باتیں کیا کرتی تھیں اور مسلمان اُن سے دین کے احکام سنا کرتے تھے، لیکن عورت کی آواز کا سننا اس صورت میں ضرور حرام ہے جب فتنہ پیدا ہونے کا خوف ہو خواہ یہ آواز تلاوتِ قرآن کی ہی کیوں نہ ہو۔ یہ قول احناف کا ہے۔

○ ایک قول یہ ہے کہ عورت کی آواز اجنبی مرد کے سامنے بہر حال قابلِ ستر ہے خواہ فتنے کا خوف ہو یا نہ ہو۔ یہ قول بعض شافعی علماء کا ہے۔

لیکن ہماری رائے میں عورت کی آواز اجنبی کے سامنے بھی "عورۃ" یعنی قابلِ ستر نہیں ہے بشرطیکہ باتیں عام اور رسمی قسم کی ہوں، فتنہ پیدا ہونے کا خوف نہ ہو اور گفتگو میں نزاکت اور دلکشی نہ ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہماری اس رائے کے متعدد دلائل ہیں :

۱۔ ازواجِ مطہراتؓ صحابہ کرامؓ سے باتیں کیا کرتی تھیں اور حضراتِ صحابہؓ ان سے احکام دین سنا کرتے تھے۔

۲۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مہر کی ایک خاص مقدار مقرر کرنے کا ارادہ کیا تو مسجد کے آخری کنارے سے ایک عورت نے اس کی مخالفت کی اور قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت کی :

وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا. (النساء:۲۰)

(اور اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی لے آنے کا ارادہ ہی کر لو تو خواہ تم نے اسے ڈھیروں مال ہی کیوں نہ دیا ہو اس میں سے کچھ واپس نہ لینا)

لیکن اس پر نہ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوئی اعتراض کیا اور نہ صحابہ کرام میں سے کسی نے۔ بلکہ حضرت عمرؓ نے کہا: "ایک عورت صحیح بات پا گئی اور عمرؓ سے غلطی ہو گئی"۔

۳۔ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے درمیان باغِ فدک کے معاملہ پر اختلاف پیدا ہوا تو حضرت زہراء خلیفۂ رسولؐ حضرت صدیقؓ کے پاس گئیں۔ اور کہا جاتا ہے کہ حضرت زہراءؓ نے اپنی رائے بیان کرنے اور اس پر اپنا حق ثابت کرنے کے لئے باقاعدہ ایک تقریر کی اور حضرت صدیقؓ اور حضرت فاطمہؓ کے درمیان اس مسئلہ پر کافی بحث مباحثہ ہوا۔

ان تمام واقعات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عورت کی آواز "عورۃ" نہیں ہے یعنی اس کو چھپانا ضروری نہیں ہے بشرطیکہ گفتگو عام اور رسمی قسم کی ہو اور اس پر خضوع

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



فی القول" (نرم و نازک اور لوچدار گفتگو) کا اطلاق نہ ہوتا ہو۔ کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ۔

(اور دبی زبان سے بات نہ کیا کرو کہ دل کی خرابی کا مبتلا کوئی شخص لالچ میں پڑ جائے)

یہ بات کرنے کا وہ مہذب طریقہ ہے جس کو اختیار کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات رضی کو دیا ہے اور امت کی عورتیں اس حکم میں ان کے طریقہ پر عمل کرنے کی پابند ہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ نے مسلمان عورت کو ہی یہ حکم دیا ہے کہ غیر مردوں سے گفتگو کرتے وقت نرم و نازک اور دلفریب انداز میں بات نہ کیا کرو۔

## نماز میں عورت کی آواز ——— بلند یا پست؟

○ مالکیوں کے نزدیک نماز میں عورت کا "جہر" یعنی بلند آواز سے تلاوت کرنا مرد کے جہر سے کم تر ہونا چاہیئے اور اس کی حد یہ ہے کہ خود سن سکے۔ جیسا کہ حج میں تلبیہ (لبیک کہنے) کے سلسلے میں عورت کے لیے حکم ہے کہ آواز بس اس قدر بلند ہو کہ خود سن سکے۔ گویا عورت کے لئے نماز میں زیادہ سے زیادہ جہر اور کم سے کم جہر کی حد ایک ہی ہے اور وہ یہ ہے کہ فقط خود سن سکے۔ اور پست آواز سے پڑھنے کی حد یعنی جن نمازوں میں قراءت بلند آواز سے نہیں کی جاتی ان میں پڑھنے کا انداز یہ ہے کہ صرف زبان میں حرکت ہو آواز پیدا نہ ہو۔ مالکی مسلک میں قول معتمد یہی ہے۔

یہ علماء اپنی بات کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ عورت کی آواز فتنہ پیدا کر سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عورت کا اذان دینا بالاتفاق ناجائز ہے۔

○ شافعیوں کے نزدیک عورت کا عورتوں کے درمیان بآواز بلند پڑھنا جائز ہے۔ بشرطیکہ اسے کوئی اجنبی مرد نہ سنے اور عورت کی پست آواز کی حد یہ ہے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اگر کوئی مانع موجود نہ ہو تو اتنی آواز سے پڑھے کہ فقط خود سن سکے۔

○ حنبلیوں کے نزدیک عورت کے لئے نماز میں بلند آواز سے پڑھنا سنت تو نہیں ہے لیکن اگر کوئی اجنبی مرد نہ سن رہا ہو تو جہراً پڑھنے میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔ البتہ اگر اجنبی مرد کے سننے کا امکان ہو تو عورت کو بلند آواز سے پڑھنے سے منع کر دیا جائے گا۔

○ حنفیوں کے نزدیک مرد کے بلند آواز سے پڑھنے کی کم سے کم حد یہ ہے کہ دوسرے لوگ جو اس کے قریب نہ ہوں سن سکیں۔ مثلاً پہلی صف والے سنیں۔ اگر اس طرح پڑھا کہ صرف قریب کے ایک یا دو آدمیوں نے سنا تو یہ جہر نہیں کہلائے گا۔ اور جہر کی زیادہ سے زیادہ حد مقرر نہیں ہے۔ پست آواز سے پڑھنے کی کم سے کم حد یہ ہے کہ خود اور قریب کے ایک دو آدمی سن سکیں اور صحیح ترین قول کے مطابق محض زبان ہلانا کافی نہیں ہے۔ اگرچہ حروف صحیح ادا ہوں۔ لیکن حنفیوں کے قولِ معتمد کے مطابق چونکہ عورت کی آواز عورۃ نہیں ہے۔ اس لئے ان کے نزدیک نماز میں بلند آواز سے تلاوت کرنے کے سلسلے میں مرد اور عورت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ گویا دونوں کے لئے جہر کی حد ایک ہی ہے۔ لیکن وہ اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ پڑھنے والی عورت کی آواز میں نغمگی، نزاکت اور بناوٹ نہ ہو۔ جس کے نتیجے میں سننے والے مردوں کی شہوت میں ہیجان پیدا ہو۔ اب اگر کسی عورت کی آواز مندرجہ بالا صفات کی حامل ہو تو وہ "عورۃ" ہے۔ اسے جہراً پڑھنا جائز نہیں اور اگر پڑھے گی تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اسی علت کی بنا پر عورت کے لئے اذان دینا منع ہے۔

## عورت کی اذان

یہ بات متفق علیہ ہے جس میں کسی مسلک کا اختلاف نہیں کہ مؤذن کے لئے مرد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہونا شرط ہے۔ لہذا اگر عورت یا مخنث اذان دے تو صحیح نہیں ہوگی۔

امام شعرانی ؒ نے کشف الغمہ میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عورتوں میں اذان بھی دیا کرتی تھیں اور نماز کی امامت بھی کرتی تھیں۔ لیکن آپ عورت کو مردوں کے لئے اذان دینے سے منع کیا کرتی تھیں۔ نیز حضرت عائشہ ؓ کے بارے میں ابن المنذر نے بھی روایت کیا ہے کہ آپ اذان بھی دیتی تھیں اور اقامت بھی کہتی تھیں۔

## امام کو غلطی پر متنبہ کرنا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

التسبیح للرجال والتصفیق للنساء۔ (بخاری ؒ ومسلم ؒ)

(نماز میں امام سے اگر کوئی خلافِ معمول بات ہو جائے تو مرد سبحان اللہ کہیں اور عورتیں ہاتھ پہ ہاتھ مار کر آواز پیدا کریں)

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے امام نووی ؒ نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ اگر نماز میں کوئی خلافِ معمول بات پیش آجائے اور امام کو متنبہ کرنا ضروری ہو تو سنت یہ ہے کہ مرد سبحان اللہ کہے اور عورت اپنے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر مار کر آواز پیدا کرے لیکن دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو ایک دوسرے سے ٹکرانا جیسے کھیل کود میں تالی بجائی جاتی ہے، جائز نہیں۔ اگر تالی بجائے گی تو نماز باطل ہو جائے گی کیونکہ یہ فعل نماز کے منافی ہے۔

## عورت کا اجنبی مرد کے سامنے گانا

جب نماز اور ایسے تمام امور میں جن کا تعلق عبادت سے ہے اور اجنبی مرد سے مخاطب ہونے کے سلسلے میں شریعتِ اسلامیہ کے احکام عورت کی آواز کے بارے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



میں یہ ہیں جو اوپر بیان ہوئے تو عورت کا اجنبی مردوں کو گانا سنانا بلاشبہ حرام ہونا چاہیئے۔

امام ابن حجرؒ اپنی کتاب "کف الرعاع عن محرمات اللھو والسماع" میں لکھتے ہیں: اجنبی عورت (آزاد ہو یا لونڈی) کا گانا بہرحال حرام ہے اس لئے کہ ہمارے یعنی شافعیوں کے نزدیک عورت کی آواز بھی "عورۃ" ہے خواہ اس کی وجہ سے فتنہ پیدا ہونے کا خوف ہو یا نہ ہو۔

روضۃ الطالبین اور اس کے متن میں تین مقامات پر شیخینؒ کا جو کلام مذکور ہے اس کے مطابق مسلکِ شافعیہ میں قولِ راجح یہی ہے کہ گانا حرام ہے۔

اور قاضی ابوالطیب الطبریؒ نے جو ہمارے مسلک کے اماموں میں سے ہیں۔ نقل کیا ہے کہ اگر گانا پس پردہ گایا جائے تو بھی حرام ہے ______ اور قاضی حسینؒ نے بھی واضح طور پر اسے حرام قرار دیا ہے بلکہ انہوں نے یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ اس مسئلہ میں کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے کیونکہ اس سلسلے میں ایک صحیح حدیث وارد ہے:

من استمع الی قینۃ صب فی اُذنیہ الآنک۔

(جس نے پیشہ ور گانے والی کا گانا سنا اس کے کان میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا)

حافظ ابن حجرؒ اس کے بعد لکھتے ہیں:

باقی صحیح بات یہی ہے کہ عورت کی آواز "عورۃ" نہیں اور اس کا سننا، سنانا حرام نہیں، سوائے اس صورت کے جب فتنہ پیدا ہونے کا ڈر ہو لیکن اس سے مراد گانے کی وہ آواز نہیں ہے جو عام گانے والیاں ناز و ادا کے ساتھ لہک لہک کر گیت اور اشعار گاتے وقت نکالتی ہیں بلکہ یہ بات عام بول چال کے بارے میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہے۔ کیونکہ گانے میں محض آواز ہی نہیں سنی جاتی بلکہ کچھ اور باتیں بھی شامل ہوتی ہیں لہٰذا اس میں حرمت کا پہلو غالب رہے گا۔ خواہ ہم یہ تسلیم ہی کیوں نہ کرلیں کہ عورت کی آواز "عورۃ" نہیں ہے۔ لہٰذا عورت کی آواز کے "عورۃ" ہونے یا نہ ہونے کے اختلاف کو اس آواز کے حکم پر محمول کیا جائے گا جس میں یہ حرمت کے پہلو نہ پائے جاتے ہوں۔ اس لئے کہ گانے کی آواز تو فسق و فجور کی تحریک پیدا کرتی ہے۔

اس گفتگو کے بعد امام ابن حجرؒ نے امام رافعیؒ اور امام اوزاعیؒ کے اقوال نقل کئے ہیں۔ اس کے بعد لکھا ہے کہ:

"پھر میں دیکھتا ہوں کہ امام رافعیؒ نے بھی عورت کے گانے کو بالکل حرام لکھا ہے اور امام اوزاعیؒ نے علامہ قرطبیؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ان علماء کی اکثریت کا فیصلہ بھی جو گانا سننے کو مباح قرار دیتے ہیں یہی ہے کہ اجنبی عورت کا گانا سننا مردوں اور عورتوں کے لئے حرام ہے۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ جو کچھ سنا جائے وہ اشعار ہوں یا قرآن مجید ہو۔ اس لئے کہ اجنبی عورت کے گانے کی آواز شہوت میں ہیجان پیدا کرتی ہے اور فتنہ پیدا ہونے کا خوف رہتا ہے، بالخصوص اس صورت میں جب کہ وہ ترنم کے ساتھ پڑھے۔

دراصل عورت کی مترنم اور سریلی آواز کا سننا عورت کے جسمانی محاسن پر مطلع ہونے کے برابر ہے۔ بلکہ عورت کا گانا اس کے جسمانی حسن کے مقابلہ میں فساد پیدا کرنے کے سلسلے میں کہیں زیادہ مؤثر ہے۔ کیونکہ گانا سننے کا اثر نفس انسانی پر عورت کو دیکھنے سے پہلے ہوتا ہے۔ باقی اس بات میں تو کوئی شک نہیں کہ گانا شہوت میں ہیجان پیدا کرتا ہے اور اس کے نتیجے میں انسان فتنے میں مبتلا ہو سکتا ہے[1]۔

---

[1] اس کی تائید میں مولانا جلال الدین رومی کا یہ شعر ملاحظہ کیجیے:
نہ تنہا عشق از دیدار خیزد — بسا کیں لذت از گفتار خیزد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



حاصل کلام یہ ہے کہ عورت کی آواز سننے سے بہر حال شہوت میں تحریک پیدا ہونے کا امکان ہے ........ امام اوزاعی رحمہ اللہ نے اس موضوع پر طویل گفتگو کی ہے جس کا حاصل یہی ہے جو ہم نے بیان کیا۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ شافعیوں کے تین بڑے علماء یعنی رافعی رحمہ اللہ، اوزاعی رحمہ اللہ اور ابن حجر رحمہ اللہ اس بات پر متفق ہیں کہ اجنبی عورت کا مردوں کو گانا سنانا حرام ہے۔

امام غزالی رحمہ اللہ احیاء العلوم میں لکھتے ہیں:

قاضی ابوالطیب رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ مرد کا غیر محرم عورت سے گانا سننا امام شافعی رحمہ اللہ کے اصحاب کے نزدیک کسی حالت میں جائز نہیں ہے خواہ وہ سامنے گائے یا پس پردہ اور خواہ گانے والی آزاد عورت ہو یا باندی۔

نیز امام غزالی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ باندی کا مالک اگر مردوں کو جمع کر کے اپنی لونڈی کا گانا سنواتا ہے تو ایسا شخص "سفیہ" یعنی احمق ہے اور اس کی گواہی ناقابلِ قبول ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ نے بھی گانے سے مطلقاً منع کیا ہے اور کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے لونڈی خریدی اور پھر معلوم ہوا کہ وہ گلوکارہ ہے تو اس عیب کی بنا پر اُسے وہ لونڈی واپس کرنے کا حق ہے۔ ابراہیم رحمہ اللہ بن سعد کے سوا تمام علماء مدینہ کا یہی مسلک ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بھی گانا ناپسندیدہ فعل ہے اور آپ گانا سننے کو کبیرہ گناہ سمجھتے تھے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے بارے میں ان کے بیٹے عبداللہ رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے گانے سے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا: گانا دل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



میں نفاق پیدا کرتا ہے اور مجھے بالکل پسند نہیں۔

یہی عبداللہؒ بن احمد بن حنبلؒ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد نے مجھ سے بیان کیا کہ مجھے اسحاق بن عیسیٰ الطباع نے بتایا کہ میں نے امام مالکؒ بن انس سے پوچھا کہ علماءِ مدینہ کے نزدیک کس بنا پر کسی خاص قسم کا گانا گانے اور سننے کی رخصت ہے ؟ تو انہوں نے جواب دیا ، کہ یہ کام ہمارے ہاں صرف فاسق لوگ کرتے ہیں۔

عبداللہ بن احمد بن حنبل بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو کہتے سنا ہے کہ میں نے محمد بن یحییٰ القطان سے یہ بات سنی ہے کہ : اگر کوئی شخص تمام رخصتوں پر عمل کرے ۔ مثلاً اہلِ کوفہ کے نزدیک نبیذ کی رخصت ہے، اہلِ مدینہ کے ہاں گانا سننے کی رخصت ہے، اہلِ مکہ نے متعہ کی رخصت دی ہے وغیرہ او کما قال ۔ تو ایسا شخص بہر حال فاسق ہے۔

شیخ مکحولؒ کے بارے میں روایت ہے کہ انہوں نے کہا :
اگر کوئی ایسا شخص مر جائے جس کے پاس گانے والی باندی ہو تو اس کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔[1]

## اُن علماء کے دلائل جو اجنبی مردوں کے سامنے عورت کا گانا مباح قرار دیتے ہیں

جو کچھ اوپر بیان ہوا وہ اجنبی مردوں کے سامنے عورت کے گانے کے بارے میں مختلف آئمہ فقہ کے اقوال تھے ۔ لیکن کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو خود کو اہلِ علم

[1] الامر بالمعروف والنھی عن المنکر ۔ مصنفہ ابوبکر احمد بن ھارون الخلال ۔ ص ۱۵۸ تا ۱۶۰ ۔ دار الاعتصام۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کہلواتے ہیں اور انہوں نے ان تمام ائمہ کے اقوال رد کر دیئے ہیں اور عورت کا غیر مردوں کے سامنے گانا مباح قرار دے دیا ہے۔ اس شرط کے ساتھ کہ جو گانے گائے جائیں وہ اخلاقی اور دینی ہوں۔ انہوں نے اس کے لئے کچھ دلائل بھی پیش کئے ہیں جو نہایت کمزور ہیں۔ وہ دلائل یہ ہیں :

۱۔ جمہور فقہاء کے نزدیک عورت کی آواز "عورۃ" نہیں ہے۔

۲۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے موقع پر جب مدینہ تشریف لائے تو بنی نجار کی عورتوں نے آپ کے استقبال میں یہ گیت گایا ؏

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا ... الخ (ہمارے لئے چودھویں کا چاند نکل آیا ...)

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔

۳۔ ایام منیٰ یعنی عید کے دنوں میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں دو لڑکیوں نے گانا گایا اور آپؐ نے اس پر کوئی اعتراض نہ کیا۔ بلکہ جب حضرت ابوبکرؓ آئے اور انہوں نے ان کو گاتے سنا تو سخت ناراض ہوئے اور کہا : یہ شیطانی ساز اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں — اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : انہیں کچھ نہ کہو ! یہ عید کے دن ہیں۔ (مسلمؒ)

۴۔ عورت اگر اجنبی مردوں کو گانا سنائے اور گانے کا مضمون اخلاقی اور دینی ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

## اِن دلائل کے جوابات

ان تمام دلائل میں استدلال کا فساد صاف نظر آرہا ہے — اس لئے کہ :

۱۔ عورت کی آواز اگرچہ جمہور فقہاء کے نزدیک "عورۃ" نہیں ہے۔ تاہم بعض فقہاء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کے نزدیک تو "عورۃ" ہے۔ پھر جو فقہاء اس بات کے قائل ہیں کہ عورت کی آواز "عورۃ" نہیں ہے انہوں نے بھی یہ شرط لگائی ہے کہ ایک تو فتنہ پیدا ہونے کا خوف نہ ہو اور دوسرے جو باتیں سنی جائیں وہ عام روزمرہ کی باتیں ہوں۔ رہا گانا تو وہ عام رسمی گفتگو کے دائرے میں نہیں آتا بلکہ اس سے دل میں گداز پیدا ہوتا ہے ـــ لہک لہک کر گایا جاتا ہے اور اس میں نرمی اور لطافت ہوتی ہے اور یہ سب باتیں فتنہ پیدا کرنے والی ہیں۔

پھر جب بلا استثناء تمام فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ عورت کا اذان دینا حرام ہے تو گانا عورت کے لئے کیسے جائز ہو سکتا ہے؟

۲۔ بنی نجار کی عورتوں نے جو "طلع البدر علینا" گایا تھا وہ ہجرت کے ابتدائی دنوں کی بات ہے جبکہ ابھی آیاتِ حجاب نازل نہیں ہوئی تھیں۔ حجاب کی آیات غزوۂ خندق کے بعد ۵ھ میں نازل ہوئیں اور ان کی بنا پر مدینہ میں کچھ ایسے نئے احکام نافذ ہوئے جو ان کے نزول سے پہلے رائج نہ تھے۔

۳۔ عید کے ایام میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گھر میں دو لڑکیوں کے گانے کی جو روایت ہے اس میں "جاریہ" کا لفظ آیا ہے اور جاریہ ایسی لڑکی یا بچی کو کہتے ہیں جو سب جگہ آجا سکے اور ابھی بالغ عورتوں کے زمرے میں شامل نہ ہوئی ہو جن پر حجاب کے احکام کا اطلاق ہوتا ہے۔

اور اگر یہ لڑکیاں باندیاں تھیں تو پھر بھی مسئلہ کی نوعیت مختلف ہو جاتی ہے۔ کیونکہ باندی کے لئے ستر و حجاب کی حد آزاد عورت کے ستر و حجاب سے مختلف ہے لہٰذا آزاد عورتوں کے احکام کو ان احکام پر قیاس نہیں کیا جا سکتا جو باندیوں کے لئے ہیں۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس موقع پر ان لڑکیوں کے گانے کو مباح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



قرار دیا تھا وہ ایک استثنائی صورتِ حال تھی۔ ایک توعید کا موقع تھا۔ دوسرے یہ کوئی محفلِ عام نہ تھی کہ سب لوگ سنتے۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر تھا۔ اور استثنائی حالت پر نہ تو دوسرے معاملات کو قیاس کیا جاتا ہے اور نہ اس کے حکم کو عام کیا جا سکتا ہے کہ ہر موقع پر اس کا اطلاق ہو سکے۔

اور پھر جب ہم اس روایت کی تفصیل دیکھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں داخل ہوئے تو آپ نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان لڑکیوں کی طرف سے پیٹھ پھیر کر چادر اوڑھے لیٹے ہوئے ہیں لہٰذا آپ کا طرزِ عمل شرعی لحاظ سے پوری طرح درست تھا۔

۴۔ اگر ہم عورت کے لئے اخلاقی اور دینی اشعار کا گانا مباح قرار دیتے ہیں تو اوّل تو اباحت کی یہ تخصیص بلا دلیل ہے کیونکہ اس طرح تو عورت کے لئے غزل اور ایسے عشقیہ اشعار گانا بھی مباح قرار دیا جا سکتا ہے جن کے مضامین فحش نہ ہوں دوسرے اگر آپ عورت کو اخلاقی اشعار و قصائد گانے کی اجازت دیتے ہیں تو پھر تلاوتِ قرآن اور اذان کی اجازت بدرجہ اولیٰ ہونی چاہئے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ فقہاء نے عورت کے لئے بلند آواز میں قرآن مجید کی تلاوت کرنا اور اذان دینا جبکہ اجنبی مرد سن رہے ہوں' بالاتفاق حرام قرار دیا ہے۔

۵۔ یہ لوگ جنہوں نے عورت کے گانے کو جائز قرار دیا ہے انہوں نے شریعت کے اس مشہور اصول کو ملحوظ نہیں رکھا کہ برائی کے سبب اور ذریعہ کو روکنا بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا کسی برائی کو روکنا۔ چنانچہ عورت کے لئے اگر گانا مباح ہوگا تو گانے والی عورت کو گانا سیکھنے اور سر تال یاد کرنے کے لئے بار بار موسیقار کے پاس آنا جانا پڑے گا۔ یا موسیقار اس کے پاس آئے گا اور گھنٹوں ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھیں گے۔ اور ایسا میل جول گناہ ہے اور ایسی خلوت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جو شک و شبہ پیدا کرے حرام ہے کیونکہ اس کے لیے نتائج برآمد ہو سکتے ہیں جو اس سے بھی زیادہ پرخطر اور حرام ہوں۔

۶۔ آخر میں ہم یہ کہنا چاہتے ہیں۔ لیکن یہ آخری دلیل نہیں ہے۔ کہ گانا جب بھی ہو گا کھلی مجالس میں ہو گا اور عام لوگوں کے سامنے ہو گا جو سب نہیں تو ان میں سے اکثر فاسق و فاجر ہوں گے۔ اس کے معنیٰ یہ ہوئے کہ گانا ایک لحاظ سے فاسقوں کی محافل منعقد کرنے کا ذریعہ اور وسیلہ ہوا۔ اور امام مالکؒ نے بالکل صحیح فرمایا:

"ہمارے ہاں گانا سننے سنانے کا شغل وہ لوگ کرتے ہیں جو فاسق و فاجر ہیں۔"

تو ایک ایسی صورتِ حال کو آپ کیا کہیں گے کہ فاسق و فاجر لوگوں کا ایک ہجوم ہے جس کے وسط میں ایک جوان عورت گا بجا رہی ہے اور لوگ اسے ناپاک اور بھوکی نظروں سے گھور رہے ہیں اور کان ایسی آوازوں کے شور سے پھٹے جا رہے ہیں جو دلوں کو اندھا کر رہی ہیں اور ان کی وجہ سے روح میں فساد پیدا ہو رہا ہے اور شہوت میں ہیجانی کیفیت ـــــ ظاہر ہے یہ انتہائی ناپاک منظر ہے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

---

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# عورتوں کے مسائلِ نماز

## حیض اور نفاس میں نماز

حیض کی حالت میں نماز شروع کرنا یا اگر نماز پڑھتے وقت حیض آجائے تو نماز پڑھتے رہنا حرام ہے خواہ اس کی مقدار کم ہی ہو۔ اسی طرح نفاس کی حالت میں نماز پڑھنا حرام ہے ——— حیض و نفاس یا جنابت کی حالت میں یا بغیر وضو کے جان بوجھ کر نماز پڑھنا گناہ کبیرہ ہے اور اسے جائز سمجھنا کفر ہے۔ اسی طرح حیض و نفاس اور جنابت کی حالت میں سجدۂ تلاوت اور سجدۂ شکر بھی حرام ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ عورتوں کو نمازِ عشاء میں تاخیر کرنے سے منع کیا کرتے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ انہیں حیض شروع ہو جائے اور وہ نماز نہ پڑھ سکیں۔

امام شعبیؒ کا قول ہے کہ اگر کسی عورت نے نماز میں تاخیر کر دی اور اسے حیض آنا شروع ہو گیا تو وہ اس نماز کی قضا پڑھے جس کا وقت پاک حالت میں (یعنی جب حیض شروع نہیں ہوا تھا) اس پہ آگیا تھا اور اس نے وہ نماز نہیں پڑھی تھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## حائضہ جب پاک ہو جائے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ حائضہ اگر سورج غروب ہونے سے پہلے پاک ہو جائے یعنی اس کا حیض ختم ہو جائے تو وہ ظہر اور عصر کی نماز جمع کر کے پڑھے۔ اور اگر فجر سے پہلے پاک ہو جائے تو مغرب اور عشاء کی نماز جمع کر کے پڑھے۔

لیکن حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا استدلال اس سے مختلف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ کافر اگر ایسے وقت مسلمان ہو یا حائضہ ایسے وقت پاک ہو جو کسی نماز کا آخری وقت ہو تو اس پر صرف اسی ایک نماز کی ادائیگی لازم ہوگی جس کا آخری وقت باقی تھا۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

من ادرك ركعة من الصلوٰة فقد ادرك الصلوٰة۔ (بخاری ؒ ومسلمؒ)

(جس شخص کو نماز با جماعت کی ایک رکعت مل گئی اس کی یہ نماز با جماعت ہو گئی)

## نفاس والی عورت اور نماز

سنن ابو داؤد میں ہے: ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نفاس والی عورت چالیس دن اور چالیس رات نماز نہیں پڑھتی تھی اور ہم چھائیاں دور کرنے کے لئے اپنے چہرے پر زعفران اور ورس[1] سے بنا ہوا غازہ ملا کرتے تھے۔

---

[1] ورس یمن کا ایک پودا تھا جو کپڑے کو زرد رنگ دینے کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ اور اس سے غازہ بھی بنایا جاتا تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# حیض اور نفاس کے دنوں کی نمازوں کی قضا نہیں ہے

حیض اور نفاس کے دنوں میں عورت جو نمازیں نہیں پڑھ سکی ان کی قضا نہیں ہے۔ صحیح مسلمؒ میں ہے کہ معاذہؓ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: کیا وجہ ہے کہ حیض والی عورت کے لئے روزے کی تو قضا ہے لیکن نماز کی قضا نہیں ہے؟ اس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا: کیا تو خارجی ہے؟ اس نے کہا: خارجی تو نہیں ہوں ویسے یہ سوال کر رہی ہوں۔ آپ نے فرمایا: (وجہ کیا ہوگی) ہمیں جب حیض آتا تھا تو روزوں کی قضاء کا حکم دیا جاتا تھا لیکن نماز کی قضا کا حکم نہیں تھا۔

امام نوویؒ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے یہ جو فرمایا، کہ ہمیں روزوں کی قضا کا حکم دیا جاتا تھا اور نماز کی قضا کا حکم نہیں تھا۔ تو یہ مسئلہ متفق علیہ ہے۔ سب مسلمان علماء کا اس پر اجماع ہے کہ حیض اور نفاس کے دنوں میں عورت پر نہ نماز پڑھنا فرض ہے اور نہ روزہ رکھنا۔ اور اس پر بھی اجماع ہے کہ نماز کی قضا عورت پر فرض نہیں، اور اس پر بھی اجماع ہے کہ روزوں کی قضاء فرض ہے۔

علماء نے اس کی حکمت یہ بیان کی ہے کہ نمازیں بہت جمع ہو جاتی ہیں کیونکہ روزانہ پانچ بار نماز پڑھنا فرض ہے۔ اس لئے اس کی قضا میں تکلیف ہے۔ اس کے برعکس روزے سال میں صرف ایک ماہ کے فرض ہیں اور حیض بسا اوقات ایک دو دن آتا ہے۔ اس لئے روزے ایک دو یا اگر زیادہ بھی ہوں تو ان کی قضا زیادہ مشکل نہیں ہے۔

ہمارے علماء (یعنی شافعیوں) کے نزدیک حیض کے دنوں کی کسی نماز کی قضاء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



نہیں ہے سوائے طواف کی دو رکعتوں کے کہ اگر یہ رہ گئی ہوں تو ان کی قضا پڑھنا ضروری ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو یہ سوال کیا، کہ کیا تم خارجی ہو؟ تو اس کا مقصد یہ تھا کہ خارجی فرقہ کے لوگ حیض والی عورت کے لئے نمازوں کی قضا واجب قرار دیتے ہیں اور یہ بات مسلمانوں کے اجماع کے خلاف ہے۔ حضرت عائشہ رضؓ کا اس سوال سے مقصد یہ ظاہر کرنا تھا کہ خارجیوں کا یہ طریقہ جو انہوں نے حائضہ عورت کی نماز کے سلسلے میں اختیار کر رکھا ہے بہت برا ہے۔

ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ حضرت عائشہ رضؓ نے معاذہؒ سے کہا کہ کیا تم خارجی ہو؟ ہمیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں حیض آتا تھا تو نماز قضا کرنے کا حکم نہیں دیا جاتا تھا۔ یعنی خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ جاننے کے باوجود کہ ہمیں حیض آیا تھا اور ہم نے ان دنوں نماز نہیں پڑھی، نماز قضا کرنے کا حکم نہیں دیا کرتے تھے اور اگر قضا کرنا واجب ہوتا تو آپ ضرور حکم دیتے۔

امام شعرانیؒ نے "کشف الغمّۃ" میں یہ روایت نقل کی ہے کہ:

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کیا گیا کہ حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ عورتوں کو حکم دیتے ہیں کہ وہ ایام حیض کی فوت شدہ نمازوں کی قضا پڑھیں، تو حضرت ام سلمہ رضؓ نے فرمایا، تم ہرگز قضا نہ پڑھنا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات میں سے جسے نفاس کا خون آتا وہ چالیس دن تک نماز نہیں پڑھتی تھی اور نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے نفاس کے دنوں کی نمازوں کی قضا پڑھنے کا حکم دیا کرتے تھے۔



" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## استحاضہ والی عورت کیلئے نماز کے احکام

"کتاب الطہارت" میں ہم استحاضہ کا بیان کر چکے ہیں اور اس کے بارے میں فقہاء کے اختلافات کا تفصیل سے ذکر کر چکے ہیں۔

استحاضہ وہ خون ہے جو حیض اور نفاس کے دنوں کے علاوہ عورت کے رحم سے آتا ہے چنانچہ وہ خون جو حیض اور نفاس کی زیادہ سے زیادہ مدت پوری ہونے کے بعد آئے یا حیض و نفاس کی کم سے کم مدت سے بھی کم وقت آئے یا حیض شروع ہونے کی عمر (یعنی نو سال کی عمر) سے بھی پہلے آئے وہ استحاضہ ہے۔

## استحاضہ کے عارضہ میں عورت نماز نہیں چھوڑے گی

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ فاطمہ بنت ابی جیش رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے مسلسل خونِ استحاضہ آتا ہے اور کبھی پاک نہیں ہوتی یعنی خون رکتا ہی نہیں تو کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لا ... انما ذلك عرق وليس بالحيضة فاذا اقبلت الحيضة فدعي الصلوة واذا ادبرت فاغسلي عنك الدم وصلي۔ (بخاری و مسلم)

(نہیں ... نماز نہ چھوڑو کیونکہ یہ خون کسی رگ سے آرہا ہے حیض کا خون نہیں ہے۔ اس لئے جن دنوں حیض کا خون آئے، نماز چھوڑ دو اور جب حیض ختم ہو جائے ان دنوں اپنے جسم سے خون دھو کر نماز پڑھ لیا کرو)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اس کے معنی یہ ہیں کہ استحاضہ والی عورت، ان دنوں کے سوا جن کے بارے میں یقطعی علم ہو کہ یہ حیض کے دن ہیں، باقی دنوں میں باقاعدہ نماز پڑھے گی۔ اس مسئلہ پہ سب فقہاء کا اجماع ہے۔

استحاضہ کا خون کتنا ہی زیادہ کیوں نہ ہو اور کتنی ہی طویل مدت تک آئے نماز میں مانع نہیں۔ امام مسلمؒ نے روایت کیا ہے کہ حضرت ام حبیبہ بنت جحش رضی اللہ عنہا (جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سالی یعنی ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی بہن اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں) کو سات سال تک خونِ استحاضہ آتا رہا اور انہوں نے اس کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا:

ان ھذہٖ لیست بالحیضۃ ولکن ھذا عرق فاغتسلی وصلی۔

(یہ حیض کا خون نہیں ہے کسی رگ سے آ رہا ہے۔ لہٰذا تم غسل کر کے نماز پڑھ لیا کرو)

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ام حبیبہؓ اپنی بہن ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے حجرے میں ایک ٹب میں غسل کیا کرتی تھیں اور اس کا پانی خون کی وجہ سے سرخ ہو جاتا تھا۔

## نماز کے لئے استحاضہ والی عورت کی طہارت

اس مسئلہ میں مختلف فقہاء کے چار اقوال ہیں:

۱۔ ایک قول یہ ہے کہ استحاضہ والی عورت پر طہارت کے لئے صرف ایک مرتبہ غسل کرنا واجب ہے۔ اور یہ غسل اس وقت کرے گی جب اس کا خونِ حیض

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ختم ہو گا جس کی علامات ہم کتاب الطہارت میں بیان کر چکے ہیں۔

یہ علماء جو صرف ایک مرتبہ غسل طہارت واجب ہونے کے قائل ہیں ان کے پھر دو گروہ ہیں :

○ ایک گروہ کے نزدیک ایسی عورت کے لئے جسے خونِ استحاضہ آتا ہو واجب ہے کہ ہر نماز کے لئے تازہ وضو کرے۔ ان علماء کی دلیل فاطمہ بنت ابی جبیش رضی اللہ عنہا والی حدیث جو ہم کتاب الطہارت میں بیان کر چکے ہیں۔ اس حدیث کو ابوداؤدؒ نے نقل کیا ہے اور بعض علماء حدیث نے اس حدیث کو "صحیح" قرار دیا ہے اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ بنت ابی جبیش سے فرمایا تھا : (توضئی لکل صلوٰۃ) "ہر نماز کے لئے وضو کر لیا کرو۔"

○ لیکن دوسرا گروہ ہر نماز کے لئے وضو کرنا واجب قرار نہیں دیتا بلکہ اسے مستحب کہتا ہے یعنی اسے اختیار ہے اگر چاہے تو ہر نماز کے لئے تازہ وضو کر لیا کرے اور چاہے تو ایک ہی بار کی طہارت (وضو) پر اکتفا کرے یعنی اگر وضو ٹوٹنے کا کوئی دوسرا سبب پیدا نہ ہو تو ایک ہی وضو سے دن بھر کی نمازیں پڑھ سکتی ہے۔ یہ مسلک امام مالک رحمہ اللہ کا ہے۔

۲۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس پر ہر نماز کے لئے غسلِ طہارت واجب ہے۔ ان کی دلیل وہ حدیث ہے جو ابھی گزری ہے کہ حضرت ام حبیبہؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ پوچھا کہ مجھے استحاضہ کا خون آتا ہے تو آپ نے فرمایا: (انما ذلک عرق فاغتسلی ثم صلی) "یہ حیض کا خون نہیں ہے بلکہ کسی رگ سے آ رہا ہے۔ لہٰذا تم غسل کر کے نماز پڑھ لیا کرو۔" چنانچہ حضرت ام حبیبہؓ ہر نماز کے لئے غسل کیا کرتی تھیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



لیث بن سعدؒ کہتے ہیں ، ابن شہابؒ نے یہ نہیں کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام حبیبہؓ کو حکم دیا تھا کہ ہر نماز کے لئے غسل کیا کرو، بلکہ ایسا وہ اپنی مرضی سے کیا کرتی تھیں۔

حضرات ابن عمرؓ، ابن الزبیرؓ اور عطاء بن ابی رباحؒ سے بھی یہی قول مروی ہے کہ استحاضہ والی عورت ہر نماز کے لئے غسلِ طہارت کرے۔

۳۔ تیسرا قول یہ ہے کہ دن میں تین بار غسلِ طہارت کرے۔

جن علماء کی یہ رائے ہے وہ کہتے ہیں کہ استحاضہ والی عورت پر واجب ہے کہ نماز ظہر کو عصر کے وقت تک مؤخر کرے اور غسل کر کے دونوں نمازیں جمع کر کے ایک ہی وقت پڑھے۔ اسی طرح نمازِ مغرب کو آخر وقت تک مؤخر کرے اور جب عشاء کا اول وقت ہو جائے تو دوبارہ غسلِ طہارت کرے اور مغرب و عشاء کی نمازیں جمع کر کے ایک ہی وقت میں پڑھے۔ پھر تیسرا غسلِ طہارت فجر کی نماز کے لئے کرے، گویا اس طرح ان لوگوں نے اس پہ ایک دن رات یعنی چوبیس گھنٹوں میں تین بار غسل کرنا واجب قرار دیا ہے۔

یہ لوگ اپنے مسلک کے ثبوت میں اس روایت کو پیش کرتے ہیں جو ابوداؤدؒ نے نقل کی ہے اور جسے ابو محمد بن حزمؒ نے صحیح کہا ہے۔ وہ روایت یہ ہے کہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، یا رسول اللہ! فاطمہ بنت ابی حبیش کو استحاضہ کا عارضہ ہے، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لتغتسل للظهر والعصر غسلا واحدا وللمغرب والعشاء غسلا واحدا وتغتسل للفجر وتتوضأ فيما بين ذلك۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(اسے چاہیئے کہ ظہر اور عصر کی دو نمازوں کے لئے ایک غسل کر لیا کرے اور مغرب وعشاء کی دو نمازوں کے لئے بھی ایک غسل کر لیا کرے اور پھر فجر کی نماز کے لئے بھی غسل کیا کرے اور ان اوقات کے درمیان (اگر نماز پڑھنا چاہے تو) وضو کر لیا کرے)

اور امام شعرانی نے "کشف الغمۃ" میں لکھا ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ سہلہ بنت سہیل رضی اللہ عنہا کو استحاضہ کا عارضہ لاحق تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ ہر نماز کے لئے غسل کیا کریں، لیکن جب ہر نماز کے لئے غسل کرنا ان کے لئے مشکل ہو گیا تو آپ نے حکم دیا کہ ایک غسل کر کے ظہر اور عصر کی دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھ لیا کرو اور مغرب وعشاء کی دو نمازیں ایک غسل سے جمع کر کے پڑھ لیا کرو۔ اور نماز فجر کے لئے الگ غسل کیا کرو اور ان اوقات کے درمیان وضو کر لیا کرو۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے: آپ نے فرمایا کہ اگر تم کر سکو تو ہر نماز کے لئے نیا غسل کر لیا کرو، ورنہ نمازوں کو جمع کر لیا کرو (یعنی جیسا کہ مذکورہ بالا روایت میں ہے کہ ظہر اور عصر کے لئے ایک غسل اور مغرب وعشاء کے لئے ایک غسل)

۴۔ چوتھا قول یہ ہے کہ استحاضہ والی عورت پہ ایک دن رات کی یعنی چوبیس گھنٹوں میں ایک غسل طہارت واجب ہے۔

جن علماء کا یہ قول ہے کہ استحاضہ والی عورت پر چوبیس گھنٹوں میں صرف ایک غسل واجب ہے ان میں بعض ایسے ہیں جنہوں نے اس ایک غسل کے لئے کوئی خاص وقت مقرر نہیں کیا یعنی دن رات میں جب چاہے ایک بار غسل کر لے، یہ رائے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور بعض کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



نزدیک پہلے دن ظہر کی نماز کے لئے غسل کرے۔ پھر دوسرے دن ظہر کے وقت غسل کرے۔ یہ رائے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہے آپ فرمایا کرتی تھیں کہ وہ عورت جسے استحاضہ کا خون آتا ہو روزانہ نمازِ ظہر کے وقت غسل کرلیا کرے۔ اور حضرت سعید بن المسیب اور امام حسن بصری رحمہا اللہ سے بھی یہی رائے مروی ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "معلوم ہونا چاہئے کہ استحاضہ والی عورت پر نہ تو کسی نماز کے لئے اور نہ دن میں کسی خاص وقت پر غسل کرنا واجب ہے بلکہ اس پر صرف ایک غسل واجب ہے اور وہ اس وقت جب حیض کا خون آنا بند ہو۔"

علمائے متقدمین و متاخرین میں سے جمہور کا یہی مسلک ہے اور یہی رائے حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور عروہ بن زبیر، ابوسلمہ بن عبدالرحمن، امام مالک، امام ابوحنیفہ اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ سے بھی یہی قول مروی ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ مزید لکھتے ہیں:

"جمہور علماء کی دلیل یہ ہے کہ غسل کے سلسلے میں اصولی بات یہ ہے کہ غسل فی نفسہٖ واجب نہیں ہے لہٰذا سوائے ان حالتوں کے جہاں شریعت نے وجوبِ غسل کا حکم دیا ہے کسی اور حالت میں اسے واجب نہیں کیا جاسکتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی صحیح سند سے یہ بات ثابت نہیں کہ آپ نے استحاضہ والی عورت کو ایک موقع کے علاوہ کسی اور غسل کا حکم دیا ہو اور یہ موقع وہ ہے جب اسے حیض آنا بند ہو۔ آپ کا ارشاد ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اذا اقبلت الحیضۃ فدعی الصلوۃ واذا ادبرت فاغتسلی۔

(جب حیض آنا شروع ہو تو نماز چھوڑ دو اور جب بند ہو جائے تو غسل کر لو)

اس ارشاد میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس سے بار بار غسل کرنے کا مفہوم لیا جا سکے۔

"باقی جو حدیثیں سنن ابوداؤدؒ اور بیہقیؒ وغیرہ میں ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے استحاضہ والی عورت کو ایک سے زیادہ مرتبہ غسل کرنے کا حکم دیا ہے تو ان میں سے کوئی حدیث بھی پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی۔ بلکہ خود امام بیہقیؒ اور کچھ دوسرے متقدمین نے اسے ضعیف قرار دیا ہے ان تمام روایات میں صحیح روایت وہ ہے جو امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے صحیحین میں درج کی ہے اور وہ یہ ہے: ام حبیبہ بنت جحش رضی اللہ عنہا کو استحاضہ کا خون آتا تھا تو ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انما ذلک عرق فاغتسلی ثم صلی۔

(یہ کوئی رگ ہے جس سے خون آرہا ہے لہٰذا تم غسل کر لیا کرو پھر نماز پڑھ لیا کرو)

چنانچہ وہ ہر نماز کے وقت غسل کیا کرتی تھیں۔

امام شافعیؒ نے لکھا ہے:

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں صرف یہ حکم دیا تھا کہ غسل کر لیا کرو۔ اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ آپ نے انہیں ہر نماز کے لئے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



غسل کرنے کا حکم دیا تھا۔"

امام شافعیؒ مزید لکھتے ہیں :

"انشاء اللہ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اُم حبیبہؓ جو غسل کیا کرتی تھیں وہ اپنی خوشی سے تھا۔ ایسا کرنے کا انہیں حکم نہیں دیا گیا تھا اور اس میں ان کے لئے کافی وسعت تھی۔"

امام شافعیؒ نے جو بات فرمائی ہے وہ ہم نے انہی کے الفاظ میں بیان کر دی ہے۔ امام شافعیؒ کے استاد امام سفیان بن عُیَینہؒ اور لیث بن سعدؒ وغیرہ کا قول بھی اس کے بارے میں یہی ہے اور ان سب کے الفاظ قریب قریب یکساں ہیں۔"

## خلاصۂ بحث

استحاضہ والی عورت پر صرف ایک بار غسلِ طہارت واجب ہے اور وہ اس وقت جب حیض آنا بند ہو۔ اس کے علاوہ اگر چاہے تو ہر نماز کے لئے غسل کرے۔ چاہے دن میں تین بار غسل کرے اور چاہے دن رات میں ایک بار غسل کرے۔ یہ تمام غسل اختیاری ہیں۔ یعنی اگر صرف ایک بار حیض سے فارغ ہو کر غسل کرنے پر اکتفا کرے تو بھی کوئی حرج نہیں۔

اسی طرح اس پر ہر نماز کے لئے وضو کرنا بھی واجب نہیں ہے۔ البتہ مستحب ضرور ہے۔[1]

---

[1] حنفی مسلک کے مطابق صاحب عذر پر ہر نماز کے لیے نیا وضو واجب ہے۔ (مترجم)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# استحاضہ والی عورت کو نماز کے وقت کیا کرنا چاہیئے؟

امام نوویؒ تحریر فرماتے ہیں:

جب استحاضہ والی عورت نماز پڑھنا چاہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ وضو کرنے میں احتیاط برتے اور نجاستِ خون سے طہارت میں بھی احتیاط اختیار کرے۔ اسے چاہیئے کہ وضو یا تیمم سے پہلے اپنی شرمگاہ کو پانی سے دھوئے اور خون کی نجاست کو روکنے یا کم کرنے کے لئے روئی یا کپڑے کا ٹکڑا لے کر اسے شرمگاہ میں رکھ لے۔ اب اگر خون کی آمد کم ہے اور صرف اس تدبیر سے اس کا بہنا رک سکتا ہے تو بس یہی کافی ہے۔ کچھ اور کرنے کی ضرورت نہیں لیکن اگر اس طرح خون نہیں رکتا تو پھر کس کر لنگوٹ باندھے۔ ہمارے علماء یعنی شافعیوں کے نزدیک کثرتِ خون کی صورت میں لنگوٹ کس کر باندھنا واجب ہے۔ سوائے درج ذیل صورتوں کے:

۱۔ اگر لنگوٹ باندھنا باعثِ تکلیف ہو۔ مثلاً اس طرح خون زیادہ جمع ہو جاتا ہو تو لنگوٹ باندھنا ضروری نہیں کیونکہ اس سے نقصان پہنچ سکتا ہے۔

۲۔ دوسرے اگر وہ روزے دار ہے تو دن میں روئی یا کپڑے کا ٹکڑا شرمگاہ میں نہ رکھے صرف کس کر لنگوٹ باندھ لینا کافی ہے۔

ہمارے علماء کے نزدیک وضو سے پہلے شرمگاہ میں روئی یا کپڑے کا ٹکڑا رکھنا اور لنگوٹ باندھنا واجب ہے اور لنگوٹ باندھنے کے فوراً بعد بغیر کسی تاخیر کے وضو کرے۔ اگر لنگوٹ باندھ لیا لیکن وضو کرنے میں دیر کی اور کافی وقت گزر گیا پھر وضو کیا تو اس وضو کے بارے میں دو قول ہیں جن میں سے زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس صورت میں وضو درست نہ ہوگا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اب اگر کسی عورت نے لنگوٹ کس کر باندھ لیا اور روئی یا کپڑے کا ٹکڑا بھی رکھا اسی طرح جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے، پھر بھی خون نکلتا رہا جس میں اس کی کوتاہی کو دخل نہیں تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا اور نماز باطل نہیں ہوگی۔ بلکہ وہ اگر فرض نماز کے بعد نوافل بھی پڑھنا چاہے تو اسی وضو سے پڑھ سکتی ہے۔ اس لئے کہ اس میں خود مریض کی طرف سے کوئی کوتاہی نہیں ہوئی اور صورتِ حال ایسی ہے جو اس کے اختیار میں نہیں۔

لیکن اگر خون اس وجہ سے خارج ہو رہا ہے کہ اس نے لنگوٹ باندھنے میں کوتاہی کی ہے یا لنگوٹ ڈھیلا ہونے کی وجہ سے اپنی جگہ سے ہٹ گیا جس کے نتیجہ میں خون زیادہ خارج ہونے لگا تو وضو ٹوٹ جائے گا اور اگر نماز پڑھتے ہوئے یہ صورتِ حال پیدا ہوئی تو نماز باطل ہو جائے گی۔ لیکن اگر فرض نماز سے فارغ ہونے کے بعد ایسا ہوا تو فرض نماز تو صحیح ہوگی، لیکن وہ اب اس وضو سے نفل نہیں پڑھ سکتی کیونکہ اس میں اُس کی اپنی کوتاہی شامل ہے۔

باقی رہا یہ مسئلہ کہ شرمگاہ کو ہر فرض نماز کے وقت دھویا جائے اور اس میں روئی یا کپڑے کا ٹکڑا رکھا جائے تو اس کے بارے میں یہ ہے کہ اگر لنگوٹ اپنی جگہ سے ہٹ گیا ہے لیکن خون ظاہر نہیں ہوا تو اس سلسلے میں علماءِ شافعیہ کے دو قول ہیں جن میں سے صحیح تر قول یہ ہے کہ لنگوٹ بھی نیا باندھے اور وضو بھی دوبارہ کرے ــــ یہ ہے جو اس مسئلہ کے بارے میں امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے اور شافعی علماء کی رائے یہی ہے۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ استحاضہ والی عورت پر ہر نماز کے لئے اپنی شرمگاہ کو دھونا اور اس میں روئی یا کپڑے کا ٹکڑا رکھنا اور لنگوٹ باندھنا واجب نہیں ہے البتہ بہتر ضرور ہے[1]

---

[1] فقہ السنۃ للشیخ سید سابق رحمہ اللہ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جمہور علماء کی رائے اس مسئلہ میں یہ ہے کہ استحاضہ والی عورت کو چاہئے کہ کسی بھی نماز کے لئے اس کا وقت شروع ہونے سے پہلے وضو نہ کرے کیونکہ اس کی طہارت عذر کی وجہ سے بربنائے ضرورت ہے۔ لہٰذا اسے اسی وقت حاصل ہونا چاہئے جب اس کی ضرورت ہو۔ وقت سے پہلے نہیں ہونا چاہئے۔

## عورت کے لئے اذان کے وقت مؤذن کے کلمات کو دُہرانا :

اذان کے وقت عورت کے لئے مستحب ہے (خواہ اسے حیض یا نفاس آرہا ہو یا بحالتِ جنابت ہو) کہ مؤذن کے ساتھ ساتھ ان الفاظ کو دہراتی جائے جو مؤذن کہتا ہے البتہ جب مؤذن حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ (نماز کے لئے آؤ، فلاح اور نجات کی طرف آؤ) کہے تو جواب میں لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ (اللہ، برتر وعظیم کی مدد کے بغیر کوئی چارہ گری اور کوئی قوت حاصل نہیں ہوسکتی) کہنا چاہئے۔

اور فجر کی اذان میں جب مؤذن اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ (نماز نیند سے بہتر ہے) کہے تو کہنا چاہئے: صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ (تو نے سچ کہا اور نیکی کی بات کہی)۔ لیکن احناف کے نزدیک عورت اگر حیض و نفاس کی حالت میں ہو تو اس کے لئے مؤذن کے کلمات کا جواب دینا ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ اس حالت میں عورت عملی طور پر نماز نہیں پڑھ سکتی۔ لہٰذا اسے زبان سے بھی ایسا نہیں کہنا چاہئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# عورت کے لئے تکبیر اقامت کہنا

تکبیر اقامت سے مراد یہ ہے کہ مخصوص الفاظ بول کر نماز کی جماعت کے قیام کا اعلان کیا جائے۔ مختلف علاقوں کے فقہاء کی رائے میں مردوں کے لئے تکبیر اقامت کہنا اذان سے بڑھ کر سنت مؤکدہ ہے۔

## تکبیر اقامت کے الفاظ

- مالکیوں کے نزدیک تکبیر اقامت کے کلمات یہ ہیں:

الله اکبر، الله اکبر ..... اشهد ان لا اله الا الله.. اشهد ان محمد ا رسول الله .... حی علی الصلوٰۃ .... حی علی الفلاح .... قد قامت الصلوٰۃ ..... الله اکبر، الله اکبر .... لا اله الا الله۔

- شافعیوں کے نزدیک بھی تکبیر اقامت مالکیوں کی طرح ہی ہے۔ صرف یہ فرق ہے کہ شافعی قَدْ قَامَتِ الصلوٰۃ دو بار کہتے ہیں۔
- حنفیوں کے نزدیک اقامت کے شروع میں اللہ اکبر چار بار کہنا چاہیے اور آخر میں دو بار، باقی کے تمام الفاظ دو دو بار کہے جائیں۔

نماز کی تکبیر اقامت کہنا ثواب کا کام ہے اور اقامت کے بعد جو دعا مانگی جائے وہ رد نہیں ہوتی۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



لا ترد علی داع دعوته حین تقام الصلوٰۃ و فی الصف فی سبیل اللہ۔ (رواہ ابو حبان)

(کسی دعا مانگنے والے کی۔ دو موقعوں پہ مانگی ہوئی۔ دعا رد نہیں کی جاتی، ایک اُس وقت جب نماز کی جماعت کھڑی ہوتی ہے، دوسرے جب دعا مانگنے والا جہاد فی سبیل اللہ کی غرض سے صف میں کھڑا ہو)

نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

الدعاء بین الاذان و الاقامۃ لا یرد۔ (رواہ ابوداؤدؒ و ترمذیؒ و نسائیؒ و ابن خزیمہؒ و ابن حبانؒ)

(اذان اور تکبیر کے درمیان جو دعا مانگی جائے وہ رد نہیں ہوتی یعنی ضرور قبول ہوتی ہے)

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ بات واضح ہے کہ عورت اذان نہیں دے سکتی تو کیا یہ کہنا درست ہوگا کہ عورت کو تکبیر اقامت کہنا چاہیئے؟

- جمہور فقہاء کا قول یہ ہے کہ تکبیر اقامت کا حکم بھی وہی ہے جو اذان کا ہے یعنی عورت کو تکبیر اقامت بھی نہیں کہنا چاہیئے۔
- مالکی کہتے ہیں کہ اگر عورت نماز کے لئے تکبیر اقامت کہے تو اچھا ہے یعنی کارِ ثواب اور مستحب ہے۔ اگر نہ کہے تو کوئی حرج نہیں لیکن اگر بالغ مرد (ایک یا زیادہ) موجود ہوں تو عورت کو تکبیر اقامت کہنا جائز نہیں۔
- امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ عورت اگر اذان اور اقامت کہے تو اچھا ہے
- اسحاقؒ کہتے ہیں کہ عورتوں کے لئے اذان اور اقامت دونوں ضروری ہیں۔
- ابن منذرؒ نے لکھا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اذان بھی کہتی تھیں اور اقامت بھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اصل اختلاف اس بات میں ہے کہ عورت امامت کرا سکتی ہے یا نہیں ؟
اس سلسلے میں ایک قول یہ ہے کہ درحقیقت عورت عبادات کے معاملہ میں ہر لحاظ سے مرد کی مانند ہے الّا یہ کہ کسی خاص عبادت کے سلسلے میں کوئی دلیل موجود ہو کہ اس میں عورت مرد سے مختلف ہے یا یوں کہا جا سکتا ہے کہ بعض عبادات میں عورت پوری طرح مرد کی مثل ہے اور بعض میں مرد سے مختلف ہے بشرطیکہ شرعی دلیل موجود ہو۔[1]

## عورت کا نماز کے لئے مسجد میں جانا

احادیثِ نبویؐ سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ عورت کو مسجد جانے سے منع نہیں کیا جا سکتا۔ امام بخاریؒ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک بیوی فجر اور عشاء کی نماز با جماعت ادا کرنے کے لئے مسجد جایا کرتی تھیں؛ ان سے کہا گیا : آپ کو معلوم ہے کہ حضرت عمرؓ خواتین کا مسجد جانا پسند نہیں کرتے اور غیرت کھاتے ہیں پھر آپ کیوں جاتی ہیں ؟ انہوں نے کہا : حضرت عمرؓ مجھے خود منع کیوں نہیں کرتے۔ مجھے روکنے میں انہیں کیا چیز مانع ہے ؟ اس شخص نے جواب دیا : اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

"اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں میں جانے سے نہ روکو"

بس یہی بات انہیں آپ کو روکنے میں مانع ہے۔ صحیح مسلمؒ میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

اذا ستأذنت احدکم امرأته الی المسجد فلا

---

[1] بدایۃ المجتہد۔ ج ۱۔ ص ۱۱۹۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



يمنعها۔
(اگر کسی شخص سے اُس کی بیوی مسجد جانے کی اجازت طلب کرے تو وہ اسے نہ روکے)
صحیح مسلمؒ کی ایک اور روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
لاتمنعوا اماء اللّٰہ مساجد اللّٰہ۔
(اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں میں جانے سے نہ روکو)
ان دو حدیثوں اور ان کے علاوہ اس سلسلہ میں وارد احادیث کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ عورت کو مسجد جانے سے منع نہ کیا جائے۔
امام نووی رحمۃ اللہ اس بارے میں لکھتے ہیں:
"لیکن یہ حکم درج ذیل امور کے ساتھ مشروط ہے۔ جنہیں علماء نے احادیث نبویہؐ ہی سے اخذ کیا ہے:
۱۔عورت نے خوشبو نہ لگا رکھی ہو۔ ۲۔ سج بن کر نہ جائے۔ ۳۔ ایسی پازیب نہ پہن رکھی ہوں جن کے بجنے کی آواز سنائی دے۔ ۴۔ لباس فاخرہ نہ پہن رکھا ہو۔ ۵۔ اس طرح نہ جائے کہ مردوں کے ساتھ اختلاط ہو۔ ۶۔ اور نہ ایسی جوان اور حسین ہو کہ فتنہ پیدا ہونے کا خوف ہو۔ ۷۔ راستہ محفوظ ہو یعنی راستے میں کوئی ایسی صورت نہ ہو جس سے فساد پیدا ہونے کا خطرہ ہو۔
حدیث میں عورت کو مسجد جانے سے نہ روکنے کا جو حکم ہے یہ کراہت تنزیہی پہ محمول ہے یعنی اگر عورت کا خاوند یا آقا ہے اور مندرجہ بالا شرائط بھی پائی جاتی ہیں تو پھر منع کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ لیکن اگر ایسی عورت ہے جس کا خاوند یا آقا نہیں ہے اور سب شرطیں پائی جاتی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہیں تو پھر اُسے مسجد جانے سے منع کرنا حرام ہے۔"

## ام المومنین حضرت عائشہ رضہ کی طرف سے تنبیہ

صحیح بخاریؒ اور صحیح مسلمؒ میں ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، اب عورتوں نے جو نئی نئی باتیں پیدا کر لی ہیں اگر یہ سب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ہوتا تو آپ عورتوں کو مسجد میں جانے سے منع فرما دیتے۔ جس طرح بنی اسرائیل کی عورتوں کو منع کیا گیا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بات کا مفہوم یہ ہے کہ اب عورتوں نے آدابِ اسلامی کو ملحوظ رکھنا چھوڑ دیا ہے اور اسلام نے مسجد جانے کے لئے عورت پر جو شرائط عائد کی ہیں کہ بنی ٹھنی نہ ہوں، خوشبو نہ لگا رکھی ہو، بھڑکیلا لباس نہ پہن رکھا ہو وغیرہ وغیرہ۔ اب انہوں نے ان کا التزام کرنا چھوڑ دیا ہے جس کی وجہ سے فتنہ کا خوف رہتا ہے ... گویا آپ کے ارشاد کا مقصد یہ ہے کہ عورت اگر مسجد جائے تو ان شرائط کی پابندی کرے جو علماء نے اس سلسلے میں بتائی ہیں اور جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

## عورت کا گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے

لیکن عورت کے لئے افضل یہ ہے کہ وہ اپنے گھر میں نماز پڑھے جس کا ثواب بھی زیادہ ہے اور مستحسن بھی ہے۔ بلکہ عورت کے لئے سنتِ مؤکدہ یہی ہے۔

اس سلسلے میں متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں :

۱۔ امام احمد بن حنبلؒ اور ابن خزیمہؒ نے حضرت ام حُمید رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں) روایت کیا ہے، وہ کہتی ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے آپ کے ساتھ نماز پڑھنا بہت پسند ہے۔ آپ نے فرمایا:

قد علمت انک تحبین الصلوۃ معی وصلاتک فی بیتک خیر من صلاتک فی حجرتک وصلاتک فی حجرتک خیر من صلاتک فی دارک وصلاتک فی دارک خیر من صلاتک فی مسجدی۔

(مجھے معلوم ہے کہ تم میرے ساتھ نماز پڑھنا پسند کرتی ہو۔ لیکن تمہاری وہ نماز جو تم گھر کے اندرونی کمرے میں پڑھو۔ اس نماز سے بہتر ہے جو برآمدہ میں پڑھی جائے اور برآمدہ والی نماز اس نماز سے بہتر ہے جو تم گھر کے صحن میں پڑھو۔ اور صحن والی نماز اس نماز سے بہتر ہے جو تم میری مسجد میں پڑھو)

راوی بیان کرتے ہیں کہ پھر ام حمیدؓ نے اپنے گھر کے سب سے آخری اور تاریک ترین گوشے میں اپنے لئے نماز کی جگہ بنالی اور جب تک زندہ رہیں اسی جگہ نماز پڑھتی رہیں۔

۲۔ امام احمدؒ اور امام طبرانیؒ نے اپنی معجم کبیر میں ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خیر مساجد النساء قعر بیوتهن۔

(عورت کی سب سے بہتر مسجد اس کے گھر کا اندرونی حصہ ہے)

۳۔ نیز طبرانیؒ نے ہی اپنی معجم اوسط میں ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



روایت کیا ہے کہ: عورت جو نماز اپنے گھر کے اندرونی کمرے میں پڑھے، اس نماز سے بہتر ہے جو وہ برآمدے میں پڑھے۔ اور برآمدے کی نماز اس نماز سے بہتر ہے جو وہ گھر کے صحن میں پڑھے۔ اور گھر کے صحن کی نماز اس نماز سے بہتر ہے جو وہ محلہ کی مسجد میں پڑھے۔

۴۔ ابوداؤدؒ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تمنعوا نساءکم المساجد و بیوتھن خیر لھن۔

(اپنی عورتوں کو مسجد جانے سے منع نہ کرو لیکن ان کے گھر ان کے لئے بہتر ہیں) یعنی گھر میں نماز پڑھنا ان کے لئے افضل ہے۔

۵۔ طبرانیؒ نے معجم کبیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ: عورت کی نمازوں میں سے اللہ تعالیٰ کو اس کی وہ نماز سب سے زیادہ پسند ہے جو وہ اپنے گھر کے تاریک ترین گوشہ میں پڑھتی ہے۔

## اس مسئلہ میں فقہی آراء

- مالکیوں کے نزدیک عورت کے لئے مسجد کی بجائے گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے اور عورتوں کے لئے باجماعت نماز پڑھنا باعثِ ثواب ہے بشرطیکہ امام مرد ہو۔
- حنبلیوں کی رائے میں عورتوں کے لئے باجماعت نماز پڑھنا سنت ہے بشرطیکہ مردوں سے الگ پڑھیں۔ امام خواہ مرد ہو یا عورت۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ لیکن حسین عورت کا مردوں کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ ہے اور غیر حسین عورت مردوں کے ساتھ نماز پڑھے تو مباح ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



○ شافعیوں کے نزدیک عورتوں کا گھر میں باجماعت نماز پڑھنا مسجد میں نماز باجماعت سے افضل ہے اور عورتوں کے لئے باجماعت نماز باعثِ ثواب ہے یعنی سنت مؤکدہ ہے۔

○ حنفیوں کی رائے میں عورتوں کا باجماعت نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے جبکہ امام عورت ہو۔ اگرچہ عورت امامت کرائے گی تو اس کی امامت بھی صحیح ہوگی اور اس طرح جو نماز پڑھی جائے گی وہ بھی ہو جائے گی۔ لیکن اگر امامت مرد نے کی ہے تو اگر یہ باجماعت نماز مسجد میں پڑھی گئی ہے تب تو مرد کی امامت مکروہ نہیں۔ اگرچہ عورتوں کا مسجد جانا خوفِ فتنہ کی بنا پہ مکروہ ہے۔ اور اگر مرد نے گھر میں عورتوں کی امامت کی ہے اور وہ مرد خاوند اور محرم کے علاوہ ہے اور اس وقت گھر میں اُس امام کے سوا کوئی اور مرد بھی نہیں ہے تو اُس مرد کی امامت مکروہ ہے لیکن اگر گھر میں خاوند یا محرم امامت کرائے یا مرد کی امامت کے وقت امام کے علاوہ دوسرا کوئی مرد بھی موجود ہو تو پھر مکروہ نہیں ہے۔

## نماز باجماعت میں عورت کہاں کھڑی ہو؟

سنت طریقہ یہ ہے کہ باجماعت نماز میں عورت مرد کے یا اگر امام کے علاوہ اور مرد بھی ہوں تو سب مردوں کے پیچھے کھڑی ہو۔ لیکن اگر صرف ایک ہی مرد ہو جو امامت کر رہا ہو یا خاوند اور بیوی باجماعت نماز پڑھ رہے ہوں تو عورت پھر بھی مرد کے پیچھے کھڑی ہو۔

اس مسئلہ میں فقہاء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔

۱۔ صحیح بخاری ؒ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضؓ اور ان کی والدہ یا خالہ کو باجماعت نماز پڑھائی تو حضرت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے مجھے اپنے دائیں جانب کھڑا کیا اور عورت کو ہمارے پیچھے کھڑا کیا۔

اور امام مالکؒ نے یہی حدیث حضرت انسؓ سے اس طرح روایت کی ہے کہ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اور ایک یتیم بچے نے نبی کریم صلی اللہ کے پیچھے صف باندھی اور بڑھیا ہمارے پیچھے کھڑی ہوئی۔

۲۔ امام شعرانیؒ نے "کشف الغمۃ" میں یہ روایت بیان کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مردوں کی صف بچوں کے آگے بنوایا کرتے تھے اور بچوں کو عورتوں کے آگے صف میں کھڑا کیا کرتے تھے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے: مردوں کی بہترین صف وہ ہے جو سب سے آگے ہو اور سب سے بُری صف وہ ہے جو پیچھے ہو اور عورتوں کی بہترین صف وہ ہے جو سب سے پیچھے ہو اور بدترین صف وہ ہے جو سب سے آگے ہو۔

عورت کے لئے نماز باجماعت کے آداب میں یہ بات بھی شامل ہے کہ وہ اپنا سر سجدے سے اس وقت تک نہ اٹھائے جب تک مرد اپنے سر نہ اٹھالیں کیونکہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں لوگ اس حالت میں نماز پڑھا کرتے تھے کہ اپنے تہبند کو بچوں کی مانند اپنے گردن میں گرہ دے کر باندھ لیا کرتے تھے اور اس وقت عورتوں سے کہا جاتا تھا کہ جب تک مرد اٹھ کر سیدھے نہ بیٹھ جائیں تم اپنا سر سجدے سے نہ اٹھانا۔

اس روایت کے سلسلے میں ایک قول یہ ہے کہ اس وقت (کپڑے کی قلت کی وجہ سے ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھی جاتی تھی) لوگ اپنے تہبند گردن میں گرہ دے کر باندھ لیا کرتے تھے اور اس طرح رکوع وسجود کے وقت کبھی ان کا ستر کھل جاتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



تھا لہٰذا عورتوں سے کہا جاتا تھا کہ وہ اپنا سر مردوں کے بیٹھنے سے پہلے نہ اٹھائیں۔

## عورت کی امامت

باجماعت نماز میں یہ جائز نہیں ہے کہ عورت مردوں کی امامت کرے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لا تؤمّنّ امرأۃ رجلاً۔ (ابن ماجہؒ)

(ہرگز کوئی عورت کسی مرد کی امامت نہ کرے)

اور بخاریؒ، احمدؒ بن حنبل، ترمذیؒ اور نسائیؒ نے حضرت ابوبکرۃ رضی اللہ عنہ سے اور طبرانیؒ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر فرمایا کرتے تھے:

لن یفلح قوم ولوا امرھم امرأۃ۔

(ہرگز نہیں فلاح پا سکتی وہ قوم جو اپنے معاملات کی باگ ڈور عورت کے سپرد کر دے)

نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کو حکم دیا کرتے تھے کہ گھر میں اذان دینے کی جگہ مقرر کریں اور نماز باجماعت کے لئے ان میں سے ایک عورت باقی عورتوں کی امامت کرے۔

چنانچہ ابوداؤدؒ میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام ورقہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے تو انہوں نے آپ سے اپنے گھر میں اذان دینے کی جگہ مقرر کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے انہیں اجازت دے دی اور حکم دیا کہ اپنے گھر کی عورتوں کی امامت کیا کرو۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ اور ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما نماز میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



عورتوں کی امامت کیا کرتی تھیں لیکن صف میں عورتوں کے برابر کھڑی ہوا کرتی تھیں، آگے نہیں

## اِس مسئلہ میں فقہی آراء

عورت کی امامت کے مسئلہ پر فقہاء میں اختلاف ہے:

جمہور فقہاء کے نزدیک یہ جائز نہیں کہ عورت، مردوں کی امامت کرے۔ البتہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ عورت کے لئے عورتوں کی امامت کرنا جائز ہے یا نہیں امام شافعیؒ اس کو جائز سمجھتے ہیں اور امام مالکؒ کے نزدیک عورت کا عورتوں کی امامت کرنا بھی جائز نہیں۔ لیکن ابوثورؒ اور طبریؒ نے جمہور سے اختلاف کیا ہے اور انتہائی عجیب رائے کا اظہار کیا ہے کہ عورت کے لئے مردوں اور عورتوں دونوں کی امامت کرنا جائز ہے۔

جمہور فقہاء کا اس مسئلہ میں — کہ عورت مردوں کی امامت نہیں کر سکتی — اتفاق اس بنا پر ہے کہ اگر یہ جائز ہوتا تو قرنِ اول سے اس کی کوئی روایت ملتی۔ لیکن ایسا نہیں ہے۔ لہٰذا یہ بالاتفاق ناجائز ہے نیز عورتوں کے لئے باجماعت نماز میں کھڑا ہونے کا طریقہ یہی تھا کہ وہ صف میں مردوں کے پیچھے کھڑی ہوتی تھیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورت کا آگے کھڑا ہونا جائز نہیں۔ اور پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بھی ہے:

اخروھن حیث اخرھن اللہ۔

(عورتوں کو پیچھے رکھو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو پیچھے رکھا ہے)

اور بعض علماء نے جو نماز میں عورتوں کے لئے عورت کا امامت کرنا جائز قرار دیا ہے بشرطیکہ سب ترتیب میں برابر ہوں یعنی امام صف کے آگے نہ کھڑی ہو تو اس

---

[1] کشف الغمہ۔ مصنفہ امام شعرانی رحمہ اللہ۔ ج ۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کی وجہ بھی یہی ہے کہ یہ بھی بعض صحابہ کرام سے منقول ہے۔

جن علماء نے عورتوں کے لئے عورت کی امامت کو جائز کہا ہے ان کی دلیل وہ حدیث ہے جو ابوداؤدؒ نے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امّ ورقہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے اور آپ نے ان کے لئے گھر میں ایک جگہ مقرر فرمائی جہاں اذان دی جاتی تھی اور انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے گھر کی عورتوں کی امامت کیا کریں[1]۔

جو کچھ اوپر بیان ہوا اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ اگر مقتدی مرد یا مخنث ہو تو امام کے لئے ضروری ہے کہ وہ حقیقتاً مرد ہو۔ چنانچہ مردوں کے لئے عورت کا یا خنثیِ مشکل (وہ مخنث جس کی تعیینِ جنس مشکل ہو) کا امام بننا جائز نہیں، نہ فرض نمازمیں اور نہ نفل نمازمیں۔

لیکن اگر مقتدی عورتیں ہوں تو ان کی امامت کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ امام مرد ہی ہو۔ بلکہ عورت اور مخنث بھی امام ہو سکتے ہیں جیسا کہ امام شافعیؒ کا قول ہے۔ اس کے باوجود شافعیوں کے نزدیک افضل یہی ہے کہ عورتوں کا امام مرد ہو۔

البتہ مالکیوں کے نزدیک عورت امامت نہیں کر سکتی نہ فرض نماز میں نہ نفلوں میں، نہ مردوں کی اور نہ عورتوں کی۔ اگر کسی نے عورت کی اقتداء میں نماز پڑھی خواہ نماز پڑھنے والا مرد ہو یا عورت تو مالکیوں کے ہاں فتویٰ اس پر ہے کہ وہ اپنی نماز دہرائے۔ البتہ امامت کرانے والی عورت کی اپنی نماز صحیح ہو جائے گی خواہ اس نے امامت کی نیت کی ہو۔ یعنی اُسے اپنی نماز دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت امّ ایمن رضی اللہ عنہا کے بیٹے روایت کرتے ہیں کہ امّ ایمنؓ اپنے جیسی عورتوں کی امامت کیا کرتی تھیں۔

---

[1] بدایۃ المجتہد لابن رشد۔ ج ۱۔ ص ۱۰۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



حنفیوں کے نزدیک عورت اگر عورتوں کی امامت کرے تو اس کی امامت بھی درست ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے والی عورتوں کی نماز بھی صحیح ہو گی لیکن یہ فعل یعنی عورت کا امامت کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

## اِمامت کی صورت میں عورت کہاں کھڑی ہو؟

اگر عورت عورتوں کی امامت کرے تو ضروری ہے کہ وہ بھی صف میں دوسری عورتوں کے برابر کھڑی ہو۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ اور ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما عورتوں کی امامت کیا کرتی تھیں اور صف میں ان کے درمیان ہی کھڑی ہوا کرتی تھیں، آگے کھڑی نہیں ہوتی تھیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# عیدین کی نماز اور خواتین

عورت کے نمازِ عید کے لئے جانے کے مسئلہ پر سلف صالحین اور فقہاء کا اختلاف ہے (سلف صالحین سے مراد صحابہ کرام و تابعینِ عظام رضی اللہ عنہم ہیں ؛

ایک گروہ کا خیال تھا کہ نمازِ عید کے لئے جانا عورت پر اللہ کا حق ہے ، جس سے منع نہیں کیا جا سکتا ۔ یہ رائے حضرت ابوبکر، حضرت علی اور حضرت ابن عمر وغیرہ رضی اللہ عنہم کی تھی ۔

اور بعض حضرات عورتوں کو نمازِ عید کے لئے جانے سے منع کرتے تھے ۔ منع کرنے والوں میں حضرت عروۃ بن الزبیر، قاسم، یحییٰ انصاری، امام مالک اور امام ابو یوسف رحمہم اللہ شامل ہیں ۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے اس سلسلے میں دو قول منسوب ہیں ۔ ایک قول کے مطابق امام صاحب کے نزدیک عورت کو نمازِ عید کے لئے جانا جائز ہے اور دوسرے قول کے مطابق ناجائز ہے [1]

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ نے حکم دیا تھا کہ ہم سب لڑکیاں، بالیاں اور چادر والی عورتیں نمازِ عید کے لئے جائیں اور حیض

---

[1] شرح النووی علی صحیح مسلم - مطبوعہ مطبع شعب - ص ۱۸۱ ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



والی عورتوں کو حکم دیا تھا کہ وہ مسلمانوں کے نماز پڑھنے کی جگہ سے ذرا ہٹ کر رہیں۔ (بخاری ؒ و مسلم ؒ)

امام نووی ؒ لکھتے ہیں کہ ہمارے یعنی شافعی علماء کے نزدیک ایسی عورتوں کا نمازِ عید کے لئے جانا جو بنی ٹھنی اور خوبصورت کپڑے پہنے ہوئے نہ ہوں، مستحب ہے اور اس بات کا جواب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو بلا امتیاز سب عورتوں کو جو چادر والیاں اور پردہ دار ہوں ——— نمازِ عید کے لئے جانے کا حکم دیا تھا۔ انہوں نے یہ دیا ہے کہ اس زمانے میں آجکل کے برعکس فتنہ پیدا ہونے کا خطرہ نہیں تھا، اس لئے آپ نے اجازت دی تھی۔

اور ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ ہم سب عورتوں کو عیدین کی نماز کے لئے جانے کا حکم دیا جاتا تھا، پردہ دار کو بھی اور کنواری کو بھی۔ اور حیض والیوں کو لئے حکم تھا کہ وہ بھی جائیں لیکن سب سے پیچھے رہیں (نماز میں شریک نہ ہوں) اور لوگوں کے ساتھ تکبیریں کہیں۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حیض اور جنابت کی حالت میں عورت اللہ کا ذکر کر سکتی ہے۔ اس کے لئے صرف قرآن کریم کی تلاوت حرام ہے۔ نیز حیض والی عورتوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم بھی دیا تھا کہ وہ مسلمانوں کے نماز پڑھنے کی جگہ سے ذرا دور رہیں۔

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا تھا کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز کے لئے ہم سب جائیں خواہ لڑکیاں بالیاں ہوں یا چادر والیاں یا حیض والی ہوں۔ البتہ حیض والی عورتیں نماز سے علیحدہ رہیں۔ لیکن اس کارِ خیر اور مسلمانوں کی دعا میں حاضر رہیں۔ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! اگر کسی کے پاس بڑی چادر نہ ہو تو وہ کیا کرے؟ آپ نے فرمایا: اس کی کوئی بہن اپنی چادر میں سے اسے بھی اوڑھا دے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ یا عید الفطر کے دن نماز کے لئے تشریف لے گئے اور آپ نے دو رکعت نماز پڑھی (اس وقت) اس سے پہلے اور اس کے بعد کوئی اور نماز نہ پڑھی۔ پھر آپ عورتوں کی طرف تشریف لے گئے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تھے۔ اور آپ نے عورتوں کو صدقہ دینے کی تلقین کی تو عورتیں اپنے زیور، کانوں کی بالیاں اور انگوٹھیاں اور گلے کے ہار صدقہ کے طور پر دینے لگیں۔ (مسلم)

اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں عید کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عید کی نماز میں حاضر ہوا تو آپ نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھائی۔ جس کے لئے نہ اذان کہی گئی، نہ اقامت۔ پھر آپ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا سہارا لے کر کھڑے ہوئے اور لوگوں کو اللہ سے ڈرنے کی تلقین کی۔ انہیں اطاعتِ الٰہی کی ترغیب دی اور نصیحت فرمائی پھر آپ عورتوں کی طرف تشریف لے گئے۔ انہیں بھی نصیحت فرمائی اور فرمایا:

"اے عورتو! تم صدقہ دیا کرو۔ کیونکہ تمہاری اکثریت جہنم کا ایندھن بنے گی۔ یہ سن کر عورتوں کے درمیان سے ایک پچکے رخساروں والی عورت کھڑی ہوئی اور عرض کیا: یارسول اللہ! ایسا کیوں ہے؟ آپ نے فرمایا: اس لئے کہ تم شکوہ، شکایت زیادہ کرتی ہو اور شوہر کی ناشکری کرتی ہو"

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پھر عورتیں اپنے زیور بطور صدقہ دینے لگیں اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے رومال میں اپنے کانوں کی بالیاں اور انگوٹھیاں ڈالنے لگیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## عورتوں کے لئے

# نمازِ جنازہ کے احکام

نمازِ جنازہ اس نماز کو کہتے ہیں جو میت کو غسل اور کفن دینے کے بعد اُس پر پڑھی جاتی ہے۔ یہ نماز زندہ مسلمانوں پر فرضِ کفایہ ہے لہٰذا اگر کچھ لوگ یعنی صرف ایک شخص بھی پڑھ لے تو باقی لوگوں سے یہ فرض ساقط ہو جاتا ہے اور فرض ساقط ہونے کے لئے یہ بھی کافی ہے کہ ایک سمجھ دار بچہ ہی بشرطیکہ مرد ہو، اکیلا یا دوسروں کے ہمراہ جنازے پر نماز پڑھ لے۔ لیکن اگر مرد یا سمجھ دار بچے کی موجودگی میں عورت نمازِ جنازہ پڑھے گی خواہ اکیلی پڑھے یا اس کی اقتداء میں کچھ مرد یا بچے بھی پڑھ لیں تو فرض ساقط نہیں ہوگا۔ لیکن اگر ایک بھی مرد یا سمجھ دار بچہ موجود نہ ہو تو پھر عورتوں پر واجب ہوگا کہ وہ نمازِ جنازہ پڑھیں اور ان کے پڑھنے سے بھی یہ فرض کفایہ دوسروں پر سے ساقط ہو جائے گا۔ اور اگر عورتیں نماز جنازہ پڑھیں تو ان کے لئے بھی باجماعت پڑھنا سنت ہے۔

عورتوں کے نماز جنازہ پڑھ لینے کے بعد اگر کوئی مرد آجائے تو اس پر دوبارہ نمازِ جنازہ پڑھنا ضروری نہیں ہے۔ لیکن اگر مرد موجود نہ تھے اور نمازِ جنازہ عورتوں نے پڑھی اور ابھی شروع ہی کی تھی، ختم نہیں ہوئی تھی کہ کوئی مرد آگیا تو کیا ایسی صورت میں مرد پر دوبارہ نماز جنازہ پڑھنا لازم ہے یا نہیں؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا جواب واضح نہیں ہے۔ لیکن قرینِ قیاس یہی معلوم ہوتا ہے کہ ایسی صورت میں مرد پر دوبارہ نمازِ جنازہ پڑھنا ضروری ہو۔[1]

[1] حاشیہ بجیرمی علی الخطیب۔ ج ۲۔ ص ۲۸۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## عورتوں کا جنازے کے ساتھ جانا

یہ گفتگو تو نماز جنازہ کے بارے میں تھی۔ اب رہ گیا عورتوں کا جنازے کے ساتھ جانے کا مسئلہ تو اس سلسلے میں یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو جنازے کے ساتھ جانے سے منع فرمایا ہے، حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم عورتوں کو جنازے کے ساتھ جانے سے منع کیا جاتا تھا۔ لیکن اس سلسلے میں زیادہ شدت اختیار نہیں کی جاتی تھی (مسلمؒ)

یعنی عورتوں کا جنازے کے ساتھ جانا حرام نہیں ہے، بلکہ مکروہ تنزیہی ہے۔

- جمہور علماء کا قول یہی ہے کہ عورتوں کو جنازے کے ساتھ جانے سے منع کیا جائے۔ یہی حنفی مسلک ہے۔
- شافعیوں کے نزدیک عورت کا جنازے کے ساتھ جانا مکروہ ہے، حرام نہیں ہے۔ لیکن علماءِ مدینہ نے اس کی اجازت دی ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک بھی جائز ہے۔ البتہ جوان عورت کا جانا مکروہ ہے۔

سب سے صحیح رائے اس مسئلہ میں جمہور علماء کی ہے۔

## میت پر رونے پیٹنے کی ممانعت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

ان المیت یعذب ببکاء اھلہ علیہ۔ (بخاریؒ ومسلمؒ)

(بے شک میت کو اس پر اس کے گھر والوں کے رونے پیٹنے سے عذاب دیا جاتا ہے)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اور ایک دوسری روایت میں ہے: (ببعض بکاء اهله علیه ....)... "اس پر اُس کے گھر والوں کے خاص قسم کے رونے سے"...... اور ایک اور روایت کے الفاظ یہ ہیں: (بما نیح علیه ......) ...... "اس نوحے کی وجہ سے جو اُس پر کیا جاتا ہے، عذاب دیا جاتا ہے"

صحیح مسلمؒ میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے تو حضرت صہیب رضی اللہ عنہ اپنی قیامگاہ سے مدینہ میں حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور آپکے سامنے کھڑے ہوکر رونے لگے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا: کس لئے رو رہے ہو؟ کیا مجھ پر روتے ہو؟ حضرت صہیبؓ نے جواب دیا: ہاں بخدا اے امیر المؤمنین! میں آپ پر ہی رو رہا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: بخدا تمہیں معلوم ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

من یبکی علیه یعذب۔

(جس پر رویا جائے اسے عذاب دیا جاتا ہے)

ان احادیث کا مفہوم متعین کرنے کے سلسلے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے۔ جمہور علماء نے اس سے یہ مراد لیا ہے کہ جو شخص یہ وصیت کرے کہ مرنے کے بعد اس پر رویا پیٹا جائے اور اس کی وصیت پر عمل بھی ہو تو ایسے شخص کو اس کے گھر والوں کے رونے پیٹنے اور نوحہ کرنے کی بنا پر عذاب دیا جاتا ہے۔ کیونکہ ایسا کرنے کا اس نے خود حکم دیا تھا۔ لیکن جس شخص نے ایسی کوئی وصیت نہ کی ہو اور اس کے اہلِ خانہ اس پر از خود روئیں پیٹیں تو اسے عذاب نہیں ہوگا۔ کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ۔ (الانعام-۱۶۴)

(اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



علماء نے کہا ہے کہ عرب جاہلیت میں یہ رواج تھا کہ مرنے والا ایسی وصیت کیا کرتا تھا۔ لہٰذا اس حدیث کو جو بظاہر عام ہے اہلِ عرب کے اس رواج پر محمول کر کے اس شرط کے ساتھ مشروط کیا جائے گا کہ اگر مرنے والے نے خود وصیت کی ہوگی تو اسے عذاب دیا جائے گا۔

ایک گروہ کا خیال ہے کہ اس حدیث کا اطلاق اس شخص پر بھی ہوتا ہے جس نے رونے پیٹنے کی وصیت کی ہو اور اس پر بھی جس نے مرتے وقت اپنے اوپر رونے پیٹنے سے منع نہ کیا ہو۔ گویا ان دونوں شخصوں کو عذاب دیا جائے گا۔ اُسے بھی جس نے رونے پیٹنے کی وصیت کی ہوگی اور اس کو بھی جس نے یہ نصیحت نہ کی ہو کہ اُس پر رویا پیٹا نہ جائے لیکن جس شخص نے نصیحت کی ہوگی کہ اس پر رویا پیٹا نہ جائے اور اس کے باوجود اس کے اہل خانہ اس پر نوحہ اور ماتم کریں گے اس کا عذاب مرنے والے کو نہیں ہوگا کیونکہ اس فعل میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہے۔

صحیح مسلمؒ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت سعد ابن عبادہ رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کو تشریف لے گئے۔ آپ کے ہمراہ چند صحابہ کرام بھی تھے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد بن عبادہؓ کے پاس پہنچے تو انہیں بے ہوش پایا۔ یہ دیکھ کر آپ نے دریافت فرمایا "کیا انتقال ہوگیا؟ لوگوں نے عرض کیا "نہیں، یارسول اللہ! پھر آپ رونے لگے۔ جب لوگوں نے آپؐ کو روتے دیکھا تو سب رونے لگے۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الا تسمعون ان اللہ لا یعذب بدمع العین و لا بحزن القلب ولکن یعذب بھذا (واشار الی لسانہ) اویرحم۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(سنو! اللہ تعالیٰ آنکھ کے آنسو بہانے اور دل کے غمگین ہونے پر عذاب نہیں دیتا۔ بلکہ وہ اس پر (آپؐ نے زبان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا) ضرور عذاب دیتا ہے یا (اگر وہ کلمۂ خیر نکالے تو) رحم فرماتا ہے)

اور صحیح مسلمؒ ہی کی ایک دوسری حدیث میں ہے:

العین تدمع والقلب یحزن ولا نقول ما یسخط اللہ۔

(آنکھ آنسو بہاتی ہے اور دل رنج و غم سے متاثر ہوتا ہے لیکن ہم کوئی ایسی بات زبان سے نہ نکالیں گے جس سے ہمارا رب ناراض ہو)

اس مسئلہ میں جزوی اختلاف کے باوجود اس امر پر سب فقہاء کا اجماع ہے کہ وہ رونا منع ہے جو بلند آواز سے ہو اور جس کے ساتھ بین کئے جائیں محض آنسوؤں سے رونا منع نہیں ہے۔

نوحہ کرنے اور رونے پیٹنے والی عورتوں کے بارے میں بھی متعدد احادیث وارد ہوئی ہیں، مثلاً:

صحیح مسلمؒ میں حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

النائحة اذا لم تتب قبل موتها تقام یوم القیامة وعلیها سربال من قطران ودرع من جرب۔

(میت پر بین کرنے اور رونے پیٹنے والی عورت اگر اپنی موت سے پہلے توبہ نہ کرے گی تو قیامت کے دن اس حالت میں اٹھائی جائے گی کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اس کے جسم پر کولتار کا پیرہن اور کھجلی کی قمیض ہو گی)

## سیاہ لباس پہننے کی ممانعت

مذکورہ بالا حدیث کی تشریح کرتے ہوئے بعض علماء نے کہا ہے کہ (سربال من قطران) "تارکول کا لباس" اس لئے پہنایا جائے گا کہ نوحہ و ماتم کرنے والی عورتیں سیاہ ماتمی لباس پہنا کرتی تھیں۔ اور اس حدیث میں جو (درع من جرب) "کھجلی کی قمیض" کے الفاظ ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ اس کے اعضاء پہ خارش کی بیماری اس طرح مسلط کر دی جائے گی کہ اس کے سارے جسم پر چھا جائے گی کیونکہ وہ اپنے پرسوز الفاظ سے مصیبت زدہ لوگوں کے دلوں کو جلایا کرتی تھی۔

نیز مسلمؒ میں حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی:

يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰ أَن لَّا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا ......

...... وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ الخ ۔ (الممتحنہ ۔۱۲)

(جب مومن عورتیں تمہارے پاس بیعت کے لئے آئیں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں گی ...... اور کسی امر معروف میں تمہاری نافرمانی نہ کریں گی الخ ۔)

تو اس میں مُردوں پر نوحہ کرنا بھی شامل تھا۔ کیونکہ نوحہ و ماتم (مُردوں پر رونا پیٹنا) زمانۂ جاہلیت کی ایک رسم تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ماتم اور نوحہ گری کو اس لئے حرام کیا ہے کہ یہ انتہائی قبیح فعل ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے روکنے اور منع کرنے کا جو بطورِ خاص اہتمام فرمایا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے غم میں ہیجان پیدا ہوتا ہے اور صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے اور یہ چیز تسلیم و رضا کے خلاف ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اور احکامِ الٰہی پر بے یقینی کا مظہر ہے۔

## میت کا سوگ منانا :

صحیح بخاریؒ میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں مروی ہے کہ آپ نے فرمایا : کسی عورت کے لئے جو اللہ پر ایمان رکھتی ہے جائز نہیں کہ میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منائے سوائے خاوند کی وفات کے۔ (کیونکہ خاوند کے مرنے پر عورت کے لئے عدت چار مہینے' دس دن ہے اور اس میں سوگ بھی شامل ہے)

## عورتوں کا قبروں پہ جانا

عبرت و نصیحت حاصل کرنے کی غرض سے قبروں پر جانا مستحب ہے۔ اس کا ایک فائدہ تو یہ ہے کہ آدمی کو موت اور آخرت کی ہولناکیاں یاد آتی ہیں' دوسرے مرنے والوں کے لئے دعا کی جاتی ہے جس سے انہیں فائدہ پہنچتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے :

كنت نهيتكم عن زيارة القبور فقد اذن لمحمد في زيارة امه، فزوروها فانها تذكر الآخرة۔

(مسلمؒ و ابوداودؒ والترمذیؒ وابن حبانؒ والحاکمؒ)

(میں نے تم کو قبروں پہ جانے سے منع کیا تھا لیکن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنی والدہ کی قبر پر جانے کی اجازت مل گئی ہے۔ اب تم بھی قبروں پر جایا کرو۔ کیونکہ قبر آخرت کی یاد دلاتی ہے)

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شہداءِ اُحد اور اہلِ بقیع کی قبروں پر تشریف لے جاتے ان کو سلام کرتے اور ان کے لئے دعا فرمایا کرتے تھے :

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



السلام علیکم اهل الدیار من المؤمنین والمسلمین وانا ان شاء الله بکم لاحقون نسأل الله لنا ولکم العافیة ۔ (مسلمؒ واحمدؒ وابن ماجہؒ)

(اے ان گھروں کے رہنے والے مومنوں اور مسلمانوں! تم پر سلام، اور ہم بھی انشاء اللہ عنقریب تم سے آکر ملنے والے ہیں، ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے عافیت طلب کرتے ہیں)

## عورتوں کے قبروں پر جانے کے مسئلہ پر اختلافِ فقہاء

علماء کے ایک گروہ کی رائے میں عورتوں کا قبروں پر جانا مکروہ ہے۔ یہ کراہت تحریمی بھی ہوسکتی ہے اور بعض کے نزدیک یہ کراہت تنزیہی ہے (یعنی یہ فعل جائز تو ہے لیکن اس سے بچنا اچھا ہے) ان لوگوں کی دلیل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر بکثرت جانے والی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے۔ یہ حدیث احمد بن حنبلؒ، ابن ماجہؒ اور ترمذیؒ نے روایت کی ہے۔

لیکن علماء کی اکثریت کے نزدیک عورتوں کا قبروں پر جانا جائز ہے بشرطیکہ اس سے کسی قسم کا فتنہ پیدا ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔ ان کی دلیل درج ذیل احادیث ہیں:

۱۔ وہ حدیث ہے جو مسلمؒ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے: حضرت عائشہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! جب میں قبروں پر جاؤں تو کیا کہوں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قولی السلام علیکم اهل الدیار من المؤمنین والمسلمین ۔ الخ ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(کہنا، السلام علیکم اے ان گھروں میں رہنے والے مومنو اور مسلمانو۔ الخ)۔ جیسا کہ ہم نے ابھی یہ حدیث بیان کی ہے۔

۲۔ امام بخاری ؒ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبر کے قریب سے گزرے اس قبر پر ایک عورت بیٹھی رو رہی تھی اور آپ نے اُسے کچھ ناپسندیدہ الفاظ کہتے سنا تو فرمایا:

اتقی اللہ واصبری۔ (اللہ سے ڈرو اور صبر کرو)

لیکن آپ نے اس کے قبر پہ آنے کو ناپسند نہیں فرمایا۔

۳۔ حاکم ؒ نے المستدرک میں روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہر جمعہ کے دن اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر پہ جایا کرتی تھیں۔

۴۔ عبداللہ بن ابی ملیکہ ؒ روایت کرتے ہیں کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک دن قبرستان سے واپس آئیں تو میں نے آپ سے پوچھا: اے ام المومنین! آپ کہاں سے آرہی ہیں؟ فرمایا: اپنے بھائی حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی قبر سے، میں نے عرض کیا: کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر جانے سے منع نہیں فرمایا تھا؟ کہنے لگیں: ہاں! پہلے آپ نے قبروں پہ جانے سے منع فرمایا تھا۔ بعد ازاں جانے کی اجازت دے دی تھی۔ (مستدرک حاکم ؒ)

ان احادیث اور روایات سے ثابت ہوا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے "زوارات القبور" (قبروں پہ بہت زیادہ جانے والیوں) پر لعنت بھیجی ہے اس کا اطلاق اس صورت پر کیا جائے گا جب قبر پر جانے سے فتنہ پیدا ہونے کا اندیشہ ہو یا قبر پہ جاکر کوئی غیر شرعی کام کیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جائے. مثلاً رونا پیٹنا اور بین کرنا. دوسرے، حدیث میں لفظ "زوارات" ہے جو مبالغہ کا صیغہ ہے جس کے معنیٰ ہیں "بہت زیادہ جانے والیاں" لہٰذا حدیث کا مفہوم یہ ہوا کہ ان پر لعنت ہو جو اس فعل کو بہت زیادہ اور بار بار کریں۔ اور غالباً اس کا سبب یہ ہے کہ اس زیادہ آنے جانے سے ایک طرف تو خاوند کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی ہوگی۔ دوسرے، بے پردگی اور نمائش بھی ہے اور قبرستان میں جا کر چیخ و پکار مچائی جاتی ہے۔

اگر ایسی تمام باتوں سے بچا جا سکے تو عورتوں کے قبروں پر جانے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ ان کو بھی مردوں کی طرح موت کی یاد دہانی ضروری ہے۔

اس طرح ان احادیث میں جو بظاہر ایک دوسرے سے مختلف مفہوم رکھتی ہیں مطابقت پیدا ہو جائے گی ——— یہی بات حنفیوں میں سے علامہ سراج اور امام بدرالدین عینیؒ نے بھی کہی ہے اور شیخ شرنبالیؒ نے کہا ہے کہ زیادہ صحیح بات یہی ہے کہ اگر کسی غیر شرعی حرکت کے ارتکاب کا خوف نہ ہو تو مردوں اور عورتوں، دونوں کے لئے قبروں پر جانا مستحب ہے۔ لیکن اگر قبر پر جا کر غیر شرعی امور کا ارتکاب کیا جائے تو پھر مردوں کا جانا بھی مکروہ ہے۔

کتاب "بحر" کے مصنف نے اس سلسلے میں شافعی علماء کے دو قول نقل کئے ہیں۔ ایک قول جمہور کی تائید کرتا ہے یعنی اس کے مطابق قبر پر جانا مکروہ ہے۔ دوسرے قول کے مطابق جانا مکروہ نہیں۔ پھر مصنفؒ لکھتے ہیں کہ میرے نزدیک زیادہ صحیح یہی ہے کہ اگر فتنے کا اندیشہ نہ ہو تو جانا مکروہ نہیں۔

علامہ ابن قدامہؒ نے المغنی میں امام احمد بن حنبلؒ سے دو روایتیں نقل کی ہیں۔ ایک کے مطابق عورتوں کا قبروں پر جانا مکروہ تنزیہی ہے اور دوسری کے مطابق مکروہ نہیں اور انہوں نے عدم کراہت پر ابن ابی ملیکہؒ کی اسی حدیث سے استدلال

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کیا ہے جو ہم نے ابھی ذکر کی ہے۔

درمختار اور دیگر کتب فقہ کے مطابق حنفیوں کے نزدیک مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے قبروں پر جانا مستحب اور کار ثواب ہے۔ کیونکہ حدیث کے الفاظ عام ہیں جو مرد اور عورت دونوں کو شامل ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ عورتوں کے لئے قبروں پر جانا حرام ہے لیکن "بحر الرائق" میں ہے کہ صحیح یہی ہے کہ حدیث سے عورتوں کے لئے بھی اجازت ثابت ہے۔

وصلی اللہ علی سیدنا محمد وعلی آلہ و
صحبہ وسلم

---

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# زکوٰۃ

زکوٰۃ ارکانِ اسلام میں سے تیسرا رکن ہے۔

زکوٰۃ کے لغوی معنیٰ ہیں: پاک کرنا اور بڑھنا۔ ارشادِ تعالیٰ تعالیٰ ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۔ (الشمس - ۹)

(فلاح پاگیا جس نے نفس کو پاک کر لیا) یعنی کفر و شرک اور سفلی خواہشات کے میل کچیل سے پاک صاف کر لیا۔

عربی محاورے میں بولا جاتا ہے: زکا الزرع۔ (کھیتی بڑھ گئی) یعنی پھل پھول گئی۔

زکوٰۃ کی اصطلاحی تعریف:

مال کے ایک مخصوص حصہ کا کسی ایسے شخص کو مالک بنانا جو مخصوص شرائط کے ماتحت اس کا مستحق ہو۔

زکوٰۃ سن ۲ہجری میں فرض کی گئی۔ اور اس کی فرضیت دلائلِ قطعیہ سے ثابت ہے۔ فرضیتِ زکوٰۃ کی دلیل قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

(وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ) اور زکوٰۃ ادا کرو۔

نیز ارشاد ہے:

وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۔ (الذٰریٰت-۱۹)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(اور ان کے مالوں میں حق ہے سائل اور محروم کے لئے)

اور سنتِ نبوی ؐ سے فرضیتِ زکوٰۃ اس حدیث سے ثابت ہے :

بنی الاسلام علی خمس : شہادۃ ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ وصوم رمضان وحج البیت من استطاع الیہ سبیلا۔

(بخاریؒ ومسلمؒ)

(اسلام کی بنیاد پانچ ارکان پر رکھی گئی ہے : یہ شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا رمضان کے روزے رکھنا اور بیت اللہ کا حج کرنا لیکن صرف اس کے لئے جو بیت اللہ تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو)

احادیث میں ان اموال کی تفصیل بھی بیان کردی گئی ہے جن کی زکوٰۃ نکالنا واجب ہے اور اموال میں نصاب کی مقدار بھی بیان کردی گئی ہے اور ہر نصاب مالی پر زکوٰۃ کی جو مقدار واجب الادا ہے وہ بھی بیان کردی گئی ہے۔

مال کی مختلف اقسام میں زکوٰۃ واجب الادا ہے ـــــ اور ہر قسم کا نصاب اور اس میں سے ادا کی جانے والی زکوٰۃ کی مقدار مقرر ہے، مثلاً چوپائے (اونٹ گائے اور بکریوں) کی زکوٰۃ۔ سونے چاندی کی زکوٰۃ خواہ سکوں کی شکل میں ہوں یا غیر مضروب۔ سامانِ تجارت کی زکوٰۃ۔ معادن اور دفینہ کی زکوٰۃ اور کھیت کی پیداوار اور پھلوں کی زکوٰۃ وغیرہ۔

ان مختلف اقسام کے اموال پر مقدارِ زکوٰۃ اور ہر مال کے نصاب کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے۔ یہاں پر ہم زکوٰۃ کے صرف ان احکام ومسائل سے بحث کریں گے جن کا تعلق بطور خاص خواتین سے ہے۔ مثلاً زیورات کی زکوٰۃ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## زیور کی زکوٰۃ نہ ادا کرنے پر وعید

ا۔ ابوداؤدؒ نے عمر بن شعیب، عن ابیہ عن جدہٖ کے طریقہ سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اس کے ساتھ اس کی بیٹی بھی تھی۔ جس کے ہاتھوں میں سونے کے دو موٹے کنگن تھے۔ ان کو دیکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے فرمایا:

أتعطين زكوة هذا؟ (کیا تم ان کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو)

اس عورت نے کہا: نہیں۔ آپؐ نے فرمایا:

أيسرك ان يسورك الله بهما يوم القيامة سوارين من نار؟

(کیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمہیں ان کنگنوں کے بدلے آگ کے دو کنگن پہنائے؟)

راوی بیان کرتے ہیں کہ اس عورت نے وہ کنگن کاٹ ڈالے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اتار کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے ڈال دیئے اور عرض کیا: یہ اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی نذر ہیں۔ (یہی روایت احمد بن حنبلؒ، ترمذیؒ اور دارقطنیؒ وغیرہ نے بھی درج کی ہے)

الخطابیؒ اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپؐ نے جو فرمایا:

"أيسرك ان يسورك الله بهما سوارين من نار" یہ دراصل ارشادِ باری تعالیٰ: (يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ۔ (التوبہ۔ ۳۰)

"ایک دن آئے گا کہ اسی سونے چاندی پر جہنم کی آگ دہکائی جائے گی اور پھر اسی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سے ان کی پیشانیوں اور پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا ؎ ۔ کی تفسیر ہے۔

۲۔ نسائیؒ میں ایک مرسل روایت ہے کہ دو عورتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ ان دونوں کے ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن تھے، انہیں دیکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: (أتؤدیان زکوٰتہ؟) "کیا تم ان کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟" انہوں نے عرض کیا: نہیں۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أتحبان ان یسورکما اللہ بسوارین من نار؟ -

(کیا تم پسند کرتی ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں آگ کے دو کنگن پہنائے؟)

انہوں نے عرض کیا: نہیں۔ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا:

فادیا زکوتہ ۔ "تو اس کی زکوٰۃ ادا کرو"

۳۔ ابوداؤدؒ، دارقطنیؒ اور بیہقیؒ نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے اور آپ نے میرے ہاتھ میں سونے کے چھلے دیکھے تو فرمایا: (ماھذا یاعائشۃ؟) "اے عائشہؓ! یہ کیا ہے؟" میں نے عرض کیا: یہ میں نے بنوائے ہیں تاکہ انہیں پہن کر آپ کے لئے بناؤ سنگار کروں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: (أتؤدین زکوتھن؟) "کیا تم ان کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟" میں نے عرض کیا: نہیں۔ یا۔ جو الفاظ اس وقت اللہ تعالیٰ نے میری زبان سے کہلوائے۔ آپ نے فرمایا: (ھی حسبک من النار) "تمہارے جہنم میں جانے کے لئے یہی کافی ہیں"

محدث الخطابیؒ لکھتے ہیں:

بظاہر جو بات سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ محض چھلے تو اتنے وزنی نہیں ہو سکتے کہ وہ زکوٰۃ کا نصاب بن جائیں۔ آپؐ کے ارشاد کا مفہوم یہ ہے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اے عائشہؓ! تمہارے پاس اس کے علاوہ جو اور زیور ہے اس کو بھی اس میں شامل کر کے سارے زیور کی زکوٰۃ ادا کرو۔

۳۔ امام احمد بن حنبلؒ نے صحیح سند کے ساتھ حضرت اسماء بنت زید رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضرت اسماءؓ بیان کرتی ہیں کہ میں اور میری خالہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس وقت ہم نے سونے کے کنگن پہن رکھے تھے، آپ نے دریافت فرمایا: (أتعطیان زکوتہ؟) "کیا تم ان کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟" ہم نے عرض کیا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: (أما تخافان ان یسورکما اللہ اسورۃ من نار؟ ادیا زکوتہ) "کیا تم کو اس بات سے ڈر نہیں لگتا کہ اللہ تعالیٰ (ان کی وجہ سے) تم کو آگ کے کنگن پہنائے گا؟ ان کی زکوٰۃ ادا کرو۔"

## عورت کے زیوروں کی زکوٰۃ

اس مسئلہ پر فقہاء میں اختلاف ہے کہ عورت کا سونے اور چاندی کا زیور جس کا پہننا اس کے لئے مباح ہے، آیا اس پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ اور اگر واجب ہے تو اس کا ادا کرنا کب واجب ہوتا ہے؟

○ حنفی مسلک: امام ابو حنیفہؒ اور امام ابن حزمؒ کے نزدیک سونے چاندی کا زیور اگر اس مقدار میں ہو کہ نصابِ زکوٰۃ بن جائے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔ یہ دونوں امام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان احادیث سے استدلال کرتے ہیں جو اس سلسلے میں مروی ہیں۔ مثلاً وہ حدیث جو پہلے بیان ہو چکی ہے اور جسے ابوداؤدؒ دارقطنیؒ اور بیہقیؒ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا کہ اپنے سونے کے چھلوں کی زکوٰۃ ادا کرو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اسی طرح وہ حدیث جو امام احمدؒ نے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسماءؓ اور ان کی خالہ رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ اپنے کنگنوں کی زکوٰۃ ادا کرو۔

نیز وہ حدیث جسے نسائیؒ نے روایت کیا ہے کہ دو عورتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، انہوں نے سونے کے کنگن پہن رکھے تھے آپ نے انہیں حکم دیا کہ اپنے کنگنوں کی زکوٰۃ ادا کرو۔

○ مالکی مسلک : مالکیوں کے نزدیک عورت کے سونے چاندی کے زیورات پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے سوائے مندرجہ ذیل صورتوں کے :

۱۔ زیور اس قدر ٹوٹ پھوٹ جائے کہ پہننے کے قابل نہ رہے اور بغیر گھڑے بنائے اس کا اپنی اصلی حالت میں لانا ممکن نہ ہو۔

۲۔ یا زیور ٹوٹ گیا ہو اور بغیر گھڑے بنائے اس کو دوبارہ قابلِ استعمال بھی بنایا جا سکتا ہو لیکن اس کی مالکہ کا ارادہ اسے درست کرانے کا نہ ہو۔

۳۔ زیور پہننے کے لئے نہیں بلکہ کسی آڑے وقت کام آنے کے لئے سینت کر رکھا ہو۔

۴۔ زیور کسی ایسی غرض سے بنوا کر رکھا ہو کہ مثلاً۔ لڑکی کی پیدائش متوقع ہے اس کے کام آئے گا۔

۵۔ زیور اس مقصد سے تیار کرا کر رکھا ہو کہ بیٹے کی ہونے والی بیوی کو مہر میں دیا جائے گا۔

۶۔ زیور اس نیت سے رکھا ہو کہ اس سے تجارت کی جائے گی۔

مذکورہ بالا تمام صورتوں میں زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے۔

○ شافعی مسلک : شافعیوں کے نزدیک ایسے زیور پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے جس کا پہننا عورت کے لئے مباح ہے خواہ اس پر پورا سال گزر چکا ہو بشرطیکہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اسے علم ہو کہ میں ہی اس کی مالک ہوں لیکن اگر اسے اس بات کا پتہ نہ ہو کہ میں اس کی مالک ہوں مثلاً کسی عورت کو میراث میں بقدر نصاب زیور ملا اور اس پر پورا سال گزر گیا لیکن سال کے دوران میں اسے یہ معلوم نہ ہوا کہ اس کی ملکیت میری طرف منتقل ہو چکی ہے تو اس پر گزرے ہوئے سال کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہو گا۔

اسی طرح اگر عورت کے زیورات اتنے زیادہ ہوں جو حدِ اسراف کو پہنچ جائیں مثلاً پازیب ہی دو سو مثقال وزن کی ہو۔ ایسے زیور پر زکوٰۃ واجب ہے۔

شافعیوں کے نزدیک ایسے گلوبند پر بھی زکوٰۃ واجب ہے جو سونے کا بنا ہوا ہو لیکن اس کی زنجیر، سونے کی ہو یا تانبے کی اس کے ساتھ لگی ہوئی نہ ہو۔ البتہ اگر اس کی سونے یا تانبے کی زنجیر موجود ہو تو اس پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ اور اگر زیور ٹوٹ جائے تو اس پر زکوٰۃ نہیں ہے بشرطیکہ مالکہ اس کو درست کرانے کا ارادہ رکھتی ہو اور پگھلانے اور ڈھالنے کے بغیر اس کی مرمت ممکن ہو۔ ورنہ اس پر زکوٰۃ واجب ہو گی۔

○ حنبلی مسلک: حنبلیوں کے نزدیک زیور اگر استعمال کی خاطر یا عاریتاً دینے کی غرض سے تیار کرایا گیا ہے اور جس کے قبضے میں ہے اس کے لئے اس کا استعمال بھی مباح ہے تو اس پر زکوٰۃ نہیں ہے لیکن اگر استعمال کے لئے نہیں ہے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔ زیور اگر ٹوٹ جائے اور اسی حالت میں اس کا پہننا ممکن ہو تو اس کا حکم صحیح زیور کا ہے یعنی اس پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ لیکن اگر زیادہ ٹوٹ پھوٹ گیا ہے کہ پہننا ممکن نہ رہا ہو اور درست کرنے کے لئے اس کو پگھلا کر دوبارہ ڈھالنا ضروری ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔ لیکن اگر پگھلائے اور ڈھالے بغیر درست ہو سکتا ہو اور مالکہ اس کو درست کرانے کا ارادہ بھی رکھتی ہو تو پھر اس پر زکوٰۃ نہیں ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## چاروں اماموں کے دلائل کا تجزیہ :

حنفیوں کے نزدیک تو عورت کا زیور اور اس کی ملک میں موجود سونا چاندی جب بقدر نصاب ہو جائے اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔

لیکن باقی تین ائمہ کے نزدیک عورت کے زیورات پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے خواہ کسی مقدار میں ہوں۔ اور اس سلسلے میں ان کے دلائل حسب ذیل ہیں :

۱. امام بیہقیؒ نے روایت کیا ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما اپنی بیٹی کو سونے کا زیور پہنایا کرتی تھیں، جس کی مالیت تقریباً پچاس ہزار درہم تھی اور اس کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتی تھیں۔

۲. مؤطا امام مالکؒ میں ہے کہ عبد الرحمٰنؒ بن قاسمؒ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زیر پرورش ان کے بھائی کی یتیم بیٹیاں تھیں جن کی ولی بھی خود حضرت عائشہؓ تھیں اور ان لڑکیوں کا زیور بھی تھا لیکن حضرت عائشہؓ ان زیورات کی زکوٰۃ نہیں نکالتی تھیں۔

مؤطا ہی میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اپنی بیٹیوں اور باندیوں کو سونے کا زیور پہنایا کرتے تھے لیکن ان زیورات کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے تھے اور ہر بیٹی کے زیور کی مالیت چار سو دینار تھی۔

محدث الخطابیؒ لکھتے ہیں کہ قرآن مجید سے بظاہر جو کچھ سمجھ میں آتا ہے اس سے تو ان علماء کے قول کی شہادت ملتی ہے جو عورت کے زیور پر زکوٰۃ ادا کرنا واجب خیال کرتے ہیں اور احادیث نبویؐ اور اقوال صحابہؓ سے بھی انہی کی تائید ہوتی ہے اور جن علماء نے زیور پر سے زکوٰۃ ساقط کر دی ہے انہوں نے تاویل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



واجتہاد سے کام لیا ہے اور بعض آثارِ صحابہ سے ان کی تائید بھی ہوتی ہے تاہم احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ زیور کی زکوٰۃ ادا کی جائے۔

یہ اختلاف تو ایسے زیور کے بارے میں تھا جس کا پہننا عورت کے لئے جائز ہے۔ لیکن اگر عورت کے پاس ایسا زیور ہو جسے وہ استعمال نہیں کر سکتی۔ مثلاً مردوں کی زیب و زینت کا سامان جیسے تلوار کی آرائش کا زیور وغیرہ تو یہ عورت کے لئے حرام ہے اور اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔ یہی حکم سونے چاندی کے برتنوں کا ہے[۱]

## خُلاصۂ بحث

مختلف آراء و اقوال اور احادیث و آثار جو اس سلسلے میں مروی ہیں ان سب پر اگر بحیثیتِ مجموعی نظر ڈالی تو جو بات سمجھ میں آتی ہے اس کے پیشِ نظر یہ کہنا ممکن ہے کہ عورت کے پاس جو زیور ہے اس کی غرض و غایت اگر زینت و آرائش ہے جو عورت کی حقیقی ضرورت ہے تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے خواہ اس کی مقدار کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو۔

لیکن اگر عورت نے زیور بطور کنز ذخیرہ کر رکھا ہے یا ضائع ہونے سے محفوظ کرنے کے لئے سینت کر رکھا ہے، تو یہ نقد مال کے حکم میں ہے۔ اس کے ساتھ اُس کی اصلی ضرورت یعنی آرائش و زیبائش وابستہ نہیں ہے لہٰذا اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔

اور یہی وہ رائے ہے جس پر فتویٰ ہے۔ لیکن یہ ایک قسم کی رخصت ہے۔ اگر عورت زکوٰۃ سے بچنا چاہے تو اس پر عمل کر لے۔

---

[۱] فقہ السنۃ۔ مرتبہ شیخ سید سابق۔ ج ۱۔ ص ۳۴۳۔ دار الکتاب العربی بیروت۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



لیکن عزیمت جو تقویٰ کا تقاضا بھی ہے اور جس میں احتیاط بھی ہے یہی ہے کہ اگر زیور بقدر نصاب ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے اور ضرور ادا کی جائے۔ قرآن وحدیث کے نصوص اور صحابہ کرام کے آثار سے بھی بظاہر یہی بات سمجھ میں آتی ہے اور امام ابو حنیفہؒ اور امام ابن حزمؒ کا بھی یہی مسلک ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ اگر زیور پہننے یا دوسری عورتوں کو عاریتہً دینے کے لئے رکھا ہے تو اس کی زکوٰۃ صرف ایک بار ادا کر دینا کافی ہے۔[1]

## وہ زیورات جن پر زکوٰۃ نہیں ہے

اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ ہیرے، جواہر: مثلاً یاقوت، موتی، مرجان، زمرد اور پنا وغیرہ قسم کے قیمتی پتھروں پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ لیکن اگر یہ تجارت کی غرض سے رکھے جائیں تو پھر ان پر زکوٰۃ ہے۔[2]

## سونے کا نصاب

سونے کا نصاب بیس۲۰ مثقال سونا ہے جو ۸۹،۲۰۰ گرام کے مساوی ہے۔

## چاندی کا نصاب

چاندی کا نصاب دوسو درہم چاندی ہے جو چھ سو چوبیس ۶۲۴ گرام کے مساوی ہے۔

---

[1] کشف الغمہ۔ مصنفہ امام شعرانیؒ۔ ج ۱۔ ص ۲۲۹۔

[2] فقہ السنۃ۔ مصنفہ شیخ سید سابق۔ ج ۱۔ کتاب الزکوٰۃ ص ۳۴۱-۳۴۲۔ طبع بیروت۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سال پورا ہونے کے بعد ایک گرام کی قیمت معلوم کر کے ضرب دے لیا جائے۔

## سونے اور چاندی کے نصاب کا ثبوت

سونے اور چاندی کا نصاب مقرر کرنے کے سلسلے میں بنیادی وہ حدیث ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا کانت لک مائتا درھم وحال علیھا الحول ففیھا خمسۃ دراھم، ولیس علیک شیئ۔ یعنی فی الذھب۔ حتی یکون لک عشرون دینارًا فاذا کانت لک عشرون دینارا وحال علیھا الحول ففیھا نصف دینار، فما زاد فبحساب ذلک ولیس فی مال زکوٰۃ حتی یحول علیہ الحول۔

(جب تمہارے پاس دو سو درہم ہوں اور ان پر ایک سال گزر جائے (یعنی پورے سال بھر تمہارے پاس رہیں) تو ان پر پانچ درہم زکوٰۃ ہے، اس اور تم پر کچھ واجب نہیں۔ یعنی سونے میں۔ حتی کہ تمہارے پاس بیس۲۰ دینار نہ ہو جائیں پھر جب تمہارے پاس بیس۲۰ دینار ہوں اور پورا ایک سال تمہارے پاس رہیں تو ان پر نصف دینار زکوٰۃ ہے اور جس قدر زیادہ ہو اس کی زکوٰۃ اسی حساب سے نکالی جائے۔ اور کسی مال پہ زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی جب تک اس پہ ایک سال پورا نہ گزر جائے)

(یہ حدیث ابو داؤدؒ اور بیہقیؒ نے روایت کی ہے اور امام بخاریؒ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے لیکن حافظ ابن حجرؒ نے اسے حسن قرار دیا ہے)

ایک دینار مساوی ہے ایک مثقال کے۔ اور مثقال کے وزن کا گراموں سے حساب لگانے میں قدرے اختلاف ہے۔ جو درج ذیل ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



شیخ محمود خطاب سبکی نے کتاب "الدین الخالص" میں لکھا ہے کہ مثقال اور دینار = ۴ء۲۴ گرام کے برابر ہے اور مصر کے بینک الناصر کی زکوٰۃ کمیٹی کی طرف سے جو کتابچہ شائع کیا گیا ہے اس میں مثقال اور دینار کو ۴ء۲۴ گرام کے مساوی قرار دیا گیا ہے اور شیخ سید سابق نے فقہ السنہ میں لکھا ہے کہ "بیس دینار اٹھائیس ۲۸ مصری درہم کے برابر ہیں اور جس درہم کا حدیث شریف میں ذکر ہے اس کا وزن ۱۲ء۳ گرام ہے جس کے معنی یہ ہوئے کہ دو سو درہم کا وزن ۶۲۴ گرام ہوا۔

## واجب الادا زکوٰۃ کی مقدار

زکوٰۃ کی مقدار نقد سونے چاندی پر اور سونے چاندی کے ایسے زیور پر جو استعمال کے لئے نہ ہو یا جس کا استعمال عورت کے لئے جائز نہ ہو (جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے) ڈھائی فیصد ہے بشرطیکہ اس پر پورا ایک سال گزر چکا ہو (یعنی جس کے قبضے میں ہے اس کے پاس وہ نقدی یا زیور پورا سال موجود رہا ہو)

## مستحقین زکوٰۃ

زکوٰۃ ان مصارف میں خرچ کی جائے گی جن کا ذکر قرآن کی اس آیت میں ہے:

اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ۔ (التوبہ - ۶۰)

(یہ صدقات تو دراصل — فقیروں اور مسکینوں کے لئے ہیں اور ان کے لئے جو صدقات کے کام پر مامور ہوں اور ان کے لئے جن کی تالیف قلب مطلوب ہو۔ نیز یہ گردنوں کے چھڑانے اور قرض داروں کی مدد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کرنے میں اور راہِ خدا میں اور مسافر نوازی میں استعمال کرنے کے لیئے ہیں )

ان تمام مصارف کی تفصیل کتبِ فقہ میں موجود ہے ان میں دیکھی جا سکتی ہے۔

مؤلفۃ القلوب کا مصرف ابتدائے اسلام میں تھا۔ بعدازاں جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عروج و غلبہ عطا فرما دیا تو یہ مصرف ساقط ہو گیا۔ اس کتاب میں آگے چل کر ہم تفصیل سے اس موضوع پر بات کریں گے کہ آیا عورت اپنے فقیر یا مسکین خاوند کو اپنے مال کی زکوٰۃ دے سکتی ہے یا نہیں؟

## عورت کے مہر کی زکوٰۃ

کیا عورت کے مہر پر زکوٰۃ ہے؟ اور اگر ہے تو ______ کب واجب ہوتی ہے؟

اس مسئلہ میں علماء کے اختلاف کی نوعیت درج ذیل ہے:

○ حنفی مسلک: احناف کا استدلال یہ ہے کہ مہر ایک ایسی چیز کا بدل ہے جو مال نہیں ہے لہذا اس پر قبضے سے پہلے زکوٰۃ واجب نہیں ہے کیونکہ یہ ایک ایسے قرض سے مشابہ ہے جس کے وصول ہونے کی توقع کم ہو چنانچہ اس پر زکوٰۃ اس وقت واجب ہو گی جب مہر کی اتنی مقدار جو نصابِ زکوٰۃ ہو قبضے میں آجائے اور اسے قبضے میں آئے پورا ایک سال گزر جائے۔ بشرطیکہ اس کے پاس اس مال کے سوا کوئی اور مال بقدرِ نصاب موجود نہ ہو کیونکہ اگر اس کے پاس پہلے بھی بقدرِ نصاب مال موجود ہو گا تو اب مہر کی جو بھی رقم وصول ہو گی، کم ہو یا زیادہ۔ اس کو پہلے مال میں شامل کر کے پورے مال کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہو گا۔ اس لئے کہ اس صورت میں مہر کے قرض میں سے جو کچھ وصول ہو گا اس کی مثال اس آمدنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کی سی ہے جو نفع وغیرہ کے طور پہ دورانِ سال حاصل ہوتی ہے اور اس کو اصل پونجی میں شامل کر کے سال کے آخر میں کل موجود مال کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہوتا ہے۔

- شافعی مسلک : شافعیوں کے نزدیک مہر کی زکوٰۃ عورت پر اس وقت واجب ہوتی ہے جب اس پر ایک سال پورا ہو جائے اور سال کے آخر میں پورے مہر کی زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہوتا ہے خواہ مہر خلوتِ صحیحہ سے پہلے ہی وصول ہو گیا ہو اور یہ امکان موجود ہو کہ نکاح فسخ ہو جانے کی صورت میں مہر ساقط ہو جائے گا اور رقم لوٹانا پڑے گی۔ یا اگر خلوتِ صحیحہ سے پہلے طلاق ہو گئی تو مہر نصف رہ جائے گا وغیرہ اس قسم کی کوئی بات وجوبِ زکوٰۃ پر اثر انداز نہ ہو گی۔

شافعی مسلک کے مطابق قرض دی ہوئی رقم پر زکوٰۃ ادا کرنا اس صورت میں واجب ہوتا ہے جب قرض وصول کرنے پر قدرت ہو۔ چنانچہ جب قرض وصول ہو جائے تو اس پر تمام گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہو گا۔

- مالکی مسلک : مالکیوں کے نزدیک اگر عورت مہر کی صورت میں کچھ رقم کی مالک بن جاتی ہے لیکن وہ رقم اسے حاصل نہیں ہوتی بلکہ بصورتِ قرض قابلِ وصول رہتی ہے تو ایسے قرض پر زکوٰۃ صرف اس وقت واجب الادا ہو گی جب وہ قبضہ میں آجائے۔ اور قبضے کے دن سے اس پر پورا ایک سال گزر جائے۔

- حنبلی مسلک : حنبلیوں کے نزدیک مہر خاوند کے ذمے بیوی کا قرض ہے اور اس کا حکم وہی ہے جو دوسرے قرضوں کا۔ لہٰذا اگر وہ شخص جس کے ذمے مہر ہے مالدار ہے پھر تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے اور جب مہر کی رقم عورت کے قبضہ میں آئے گی وہ اس کی گذشتہ سالوں کی زکوٰۃ بھی ادا کرے گی۔ اگر خاوند تنگدست ہو یا مہر ادا کرنے سے انکار کرے پھر بھی علامہ خرقی رحمہ اللہ کے نزدیک قولِ مختار یہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہے کہ اس پر زکوٰۃ واجب ہے اور مہر پر وجوبِ زکوٰۃ کے سلسلے میں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ ابھی خلوتِ صحیحہ ہوئی ہے یا نہیں۔ لیکن زکوٰۃ ادا کرنا اسی وقت واجب ہوگا جب مہر کی رقم قبضہ میں آئے گی چنانچہ خلوتِ صحیحہ سے پہلے طلاق ہوجانے کی بنا پر اگر آدھا مہر ساقط ہوگیا اور عورت کے قبضہ میں نصف مہر آیا تو وہ صرف اسی رقم پر زکوٰۃ ادا کرے گی جو اس کے قبضہ میں آئی۔ اسی طرح اگر مہر قبضہ میں آنے سے پہلے ہی کسی وجہ سے نکاح فسخ ہوگیا اور مہر ساقط ہو گیا تو عورت پر زکوٰۃ ادا کرنا واجب نہ ہوگا۔

ہمارے خیال میں زیادہ صحیح اور قابلِ عمل مسلک حنفیوں اور مالکیوں کا ہے یعنی عورت پر مہر کی زکوٰۃ ادا کرنا اسی وقت واجب ہے جب مہر کی رقم اس کے قبضے میں آجائے۔ اور قبضے میں آنے کے دن سے اس پر ایک سال پورا ہوجائے۔

## مہر کی زکوٰۃ کس حساب سے ادا کی جائے؟

مہر اگر سونے یا چاندی کی شکل میں ہے تو سونے کی زکوٰۃ سونے کے نصاب کے مطابق اور چاندی کی زکوٰۃ چاندی کے نصاب کے مطابق ادا کی جائے۔ سونے اور چاندی کے نصابوں کا بیان پہلے ہوچکا ہے۔ لیکن اگر مہر کی رقم نوٹوں کی شکل میں ہے تو اس کا حساب کیسے کیا جائے؟

اس مسئلہ میں بھی کہ نوٹوں کا حساب سونے کی قیمت سے کیا جائے یا چاندی کی قیمت سے علماء کے درمیان اختلاف ہے:

○ ایک رائے کے مطابق مہر میں ملنے والے نوٹوں کی مالیت اگر سونے کے نصاب کے برابر ہے تو اس پر زکوٰۃ ادا کی جائے۔

یعنی بازار سے معلوم کیا جائے کہ بیس دینار یعنی ۸۹،۲۰۰ گرام سونے کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



قیمت مروجہ کرنسی کے حساب سے کتنی ہے ؟ اب اگر مہر میں حاصل شدہ نوٹوں کی مالیت نصاب کے برابر ہو یا اس سے زائد ہو یا اگر برابر نہ ہو تو عورت کے پاس جو مال پہلے سے موجود ہے اسے شامل کر کے کل رقم نصاب کے برابر ہو جائے یا اس سے بڑھ جائے تب تو زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے، بشرطیکہ کل مال پر عورت کے قبضہ میں ایک سال پورا ہو گیا ہو، یعنی "حولانِ حول" جو وجوب زکوٰۃ کی شرط ہے پوری ہو گئی ہو۔

○ اور ایک رائے یہ ہے کہ مہر میں ملنے ولے نوٹوں کی مالیت کا حساب چاندی سے لگایا جائے۔ یعنی بازار سے معلوم کیا جائے کہ دو سو درہم یعنی ۶۴۲ گرام چاندی کی قیمت مروجہ کرنسی کے حساب سے کیا ہے چنانچہ اگر مہر میں حاصل ہونے والے نوٹوں کی مالیت ۶۴۲ گرام چاندی کی قیمت کے برابر یا اس سے زائد ہو یا عورت کے پاس جو رقم پہلے سے موجود ہے وہ ملاکر نصاب یا نصاب سے زائد ہو جائے تب تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔ بشرطیکہ اس مال پر عورت کے قبضہ میں آنے کے بعد ایک سال پورا ہو گیا ہو، ورنہ نہیں۔

نوٹوں کا حساب سونے یا چاندی سے لگانے کے سلسلے میں جو اختلاف ہے اس کی بنیاد یہ ہے کہ جو علماء چاندی کے نصاب سے حساب لگانے کے قائل ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ اس صورت میں غریبوں کا فائدہ ہے اور جو علماء سونے کے نصاب سے حساب لگانے کے قائل ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ تقویم مالی کی بنیاد سونا ہے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سونے کا ایک مثقال چاندی کے دس درہم کے مساوی تھا۔ لہٰذا چاندی کا نصاب اسی حساب سے دو سو درہم مقرر کیا گیا تھا اور یہ تبدیلیٔ حالات اور تغیر زمانہ ہے جس کی وجہ سے سونے کی قیمت چاندی کے مقابلہ میں بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ لیکن یہ امر طے شدہ ہے کہ قیمت کا حساب سونے ہی سے لگایا جائے گا کیونکہ تاریخ کے مختلف ادوار کی طرح آج بھی پوری دنیا میں مال کی قیمت کے حساب کا معیار سونا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



o لیکن آخری رائے جس پر ہمارا اطمینان ہے، وہ ہے جو محترم ڈاکٹر موسیٰ شاہین لاشین نے ـــــــ جو اصول الدین کالج کے پرنسپل اور جامعہ ازھر کے نائب مدیر ہیں ـــــــ مصری ٹیلی ویژن کے پروگرام "نور علی نور" کی ایک نشست میں پیش کی تھی[1] اس رائے کے مطابق یہ معاملہ انسان کی اپنی صوابدید پر موقوف ہے لہٰذا جس کا جی چاہے نوٹوں کا حساب سونے میں لگائے اور رخصت پر یعنی دین میں جو آسانی اور وسعت ہے اس کے مطابق عمل کرے اور اس صورت میں اس کے حق میں یہ بات بھی جاتی ہے کہ بعض علماء کے نزدیک سونا ہی قیمتوں کا حساب لگانے کی بنیاد ہے۔
اور اگر چاہے تو نوٹوں کا حساب چاندی میں لگائے اور عزیمت پر عمل کرے۔
واللہ اعلم وھو الموفق الی الخیر۔

---

[1] تفصیل کے لئے ہماری کتاب "جدایۃ المداعیۃ" کا مطالعہ کیا جائے، یہ کتاب ہماری انجمن "سید نا شباب محمد صلی اللہ علیہ وسلم" کے ان کتابچوں میں شامل ہے جو انجمن نے دعوت و تبلیغ کے نقطۂ نگاہ سے شائع کئے ہیں۔ مرتب۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سونے کا زیور پہننے سے باز رکھنے کے لئے عورتوں کو خوف دلانا ۔۔۔ اور اس سلسلے میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں ان پر تحقیقی گفتگو ......

○

کُتب احادیث میں متعدد ایسی حدیثیں موجود ہیں جن میں عورتوں کو سونے کا زیور پہننے سے ڈرایا گیا ہے مثلاً :

۱۔ امام نسائیؒ نے سندِ صحیح سے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ہند بنت ھبیرہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ انہوں نے ہاتھ میں سونے کا موٹا سا چھلا پہن رکھا تھا جسے دیکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہاتھ پر ضرب لگائی۔ اس پر ہند بنت ھبیرہؓ سیدۃ النساء حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئیں اور ان سے شکایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ہاتھ پہ مارا ہے، ان کی بات سن کر حضرت فاطمہؓ نے سونے کی ایک زنجیر جو گردن میں پہن رکھی تھی کھینچ کر اتار دی اور کہا :

" یہ زنجیر بھی مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تحفۃً دی ہے "

ابھی وہ زنجیر حضرت فاطمہؓ کے ہاتھ میں تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور حضرت فاطمہؓ کے ہاتھ میں سونے کی زنجیر دیکھ کر آپ نے فرمایا :

یا فاطمة ! أیغرك ان یقول الناس ابنة رسول الله وفی یدك سلسلة من النار ؟ ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(اے فاطمہؓ! کیا تم اس بات پر مغرور ہو گئی ہو کہ لوگ کہتے ہیں کہ فاطمہؓ رسول اللہ کی بیٹی ہے اور اسی وجہ سے تمہارے ہاتھ میں یہ آگ کی زنجیر ہے!)

یہ فرما کر حضورؐ باہر تشریف لے گئے اور حضرت فاطمہؓ کے پاس نہ ٹھہرے حضرت فاطمہؓ نے وہ زنجیر بازار میں فروخت کر دی اور اس کی قیمت میں جو رقم حاصل ہوئی تھی اس کا ایک غلام خرید کر آزاد کر دیا۔ جب اس بات کی خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو آپ نے فرمایا:

الحمد لله الذی أنجیٰ فاطمة من النار۔

(شکر ہے اللہ تعالیٰ کا جس نے فاطمہؓ کو آگ سے بچا لیا)

۲۔ ابوداؤدؒ اور نسائیؒ نے عمدہ سند کے ساتھ حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ایما امرأة تقلدت قلادة من ذهب قلدت فی عنقها مثلها من النار یوم القیامة وایما امرأة جعلت فی اذنها قرطا من ذهب جعل فی اذنها مثلها من النار یوم القیامة۔

(جس عورت نے سونے کا گلوبند یا ہار پہنا۔ قیامت کے دن اسی کی مانند آگ کا ہار اس کی گردن میں پہنایا جائے گا۔ اور جو عورت اپنے کانوں میں سونے کی بالیاں پہنے گی قیامت دن اسی طرح کی آگ کی بالیاں اس کے کانوں میں پہنائی جائیں گی)

۳۔ ابوداؤدؒ اور نسائیؒ نے ہی ربعیؒ بن حراش سے روایت کیا ہے وہ اپنی بیوی سے اور ان کی بیوی حضرت حذیفہؓ کی بہن سے روایت کرتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



علیہ وسلم نے فرمایا :

یا معشر النساء ! ما لکن فی الفضۃ تحلین بہ، اما انہ لیس منکن امرأۃ تتحلی ذھبا وتظھرہ الا عذبت بہ ۔

(اے گروہِ خواتین ! تم جو چاندی کا زیور پہنتی ہو اس میں تو کوئی حرج نہیں ہے ۔ لیکن جو عورت سونے کا زیور پہنے گی اور پھر وہ دوسروں کو دکھاتی پھرے گی اسے ضرور عذاب ہوگا )

اس حدیث کی سند میں حذیفہ رضی کی جس بہن کا ذکر ہے اُس کا نام فاطمہ رض ہے ۔

۴ ۔ نسائی رح نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے کہا :

یا رسول اللہ ! سوارین من ذھب ؟ ( یا رسول اللہ ! سونے کے دو کنگن ! ) آپ نے فرمایا :

سوارین من نار ۔ ( آگ کے دو کنگن ! ) اس عورت نے پھر عرض کیا :

طوقا من ذھب ۔ ( سونے کا ایک گلوبند ؟ ) آپ نے ارشاد فرمایا :

طوقاً من نار ۔ ( آگ کا ایک گلوبند ) اس نے پھر کہا :

قرطان من ذھب ؟ ۔ ( سونے کی دو بالیاں ؟ ) آپ نے ارشاد فرمایا :

قرطین من نار ۔ ( آگ کی دو بالیاں )

اس عورت نے سونے کے دو کنگن پہن رکھے تھے ۔ آپ کا ارشاد سن کر اس نے وہ کنگن پھینک دیئے اور کہنے لگی : عورت اگر بناؤ سنگھار نہ کرے تو خاوند کی رغبت اس میں کم ہو جاتی ہے ۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ما یمنع احداکن ان تصنع قرطین من فضۃ ثم تصفرہ بزعفران۔ اوقال بعبیر۔

(تمہارے لئے اس میں کیا چیز مانع ہے کہ چاندی کی دو بالیاں بنواؤ پھر انہیں زعفران سے زرد رنگوالو۔ یا آپؐ نے فرمایا، عنبر کی خوشبو سے رنگوالو)

عبیر ایک مرکب خوشبو ہے جس میں زعفران بھی ہوتا ہے۔

۵۔ نسائیؒ نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہلِ خانہ کو سونے کے زیورات اور ریشم پہننے سے منع کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ:

ان کنتم تحبون حلیۃ الجنۃ وحریرھا فلا تلبسوھا فی الدنیا۔

(اگر تم جنت کے زیور اور ریشم کو محبوب رکھتی ہو تو دنیا میں سونے کا زیور اور ریشم نہ پہنو)

۶۔ نسائیؒ نے ہی روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سونا پہننے سے منع فرمایا ہے۔ اِلّا یہ کہ تھوڑا سا ہو مثلاً عورتوں کے کانوں کی بالی یا انگوٹھی۔

۷۔ ابوداؤدؒ نے بنانہؒ (عبدالرحمٰنؒ بن حیان انصاری کی لونڈی) سے روایت کیا ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ میں ایک لڑکی کے ہمراہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی میرے ساتھ جو لڑکی تھی اس نے پازیب پہن رکھی تھی جس سے آواز پیدا ہوتی تھی تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا: اس کی پازیب کاٹ ڈالو۔ ورنہ اسے میرے پاس نہ لاؤ۔ اور فرمایا، میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہے:

لا تدخل الملائکۃ بیتا فیہ جرس۔

(فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں گھنٹیاں بج رہی ہوں)

## ایسی احادیث کی توجیہات جن میں عورتوں کے لیے سونا پہننے پر وعید آئی ہے

المنذریؒ نے ان احادیث پر جن میں عورتوں کو سونا پہننے پر وعید سنائی گئی ہے اپنی کتاب "الترہیب والترغیب" میں توضیحی نوٹ میں لکھا ہے اور کہا ہے ان تمام احادیث میں مختلف توجیہات کی گنجائش ہے۔

۱۔ ایک یہ کہ ایسی تمام احادیث منسوخ ہیں کیونکہ یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ عورتوں کے لئے سونے کا زیور پہننا مباح ہے۔

۲۔ دوسری توجیہہ یہ ہو سکتی ہے کہ ان حدیثوں میں جو وعید ہے وہ ان عورتوں کے متعلق ہے جو زیور کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتیں۔ اور جو زکوٰۃ ادا کرتی ہیں ان کے ساتھ اس وعید کا کوئی تعلق نہیں۔

۳۔ تیسری توجیہہ یہ ہو سکتی ہے کہ یہ وعید ان عورتوں کے لئے ہے جو زیب و زینت کر کے اس کی نمائش کرتی ہیں۔ اور یہ بات اس حدیث سے ثابت ہوتی ہے جو امام نسائیؒ نے ربعی بن حراش کے حوالے سے روایت کی ہے اور جس میں ہے کہ: تم میں سے جو عورت سونے کا زیور پہن کر اس کی نمود و نمائش کرے گی اسے عذاب ہوگا۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



۴۔ چوتھی توجیہہ یہ ہو سکتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سونا پہننے سے جن احادیث میں منع فرمایا ہے ان سب کا موقع و محل یہ ہے کہ آپ نے دیکھا کہ عورتوں نے موٹے موٹے اور بھاری زیورات پہن رکھے ہیں جس سے یہ گمان ہو سکتا ہے کہ پہننے والیوں کو اس پر فخر و غرور ہے جو فی نفسہ بری بات ہے۔

اور ہمیں علامہ منذری کی رائے سے اتفاق ہے۔ اس لئے کہ یہ بات ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم آپ کے بعد اپنی بیٹیوں اور بیویوں کو سونے کا زیور پہنایا کرتے تھے اور اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری ایام میں عورتوں کو سونا پہنانے سے منع فرما دیا ہوتا تو یہ ممکن ہی نہ تھا کہ یہ جلیل القدر صحابہ کرامؓ ایسا اقدام کرتے۔ یعنی اپنی عورتوں کو سونا پہنا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی کرتے۔ چنانچہ امام بیہقیؒ نے روایت کیا ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا اپنی بیٹیوں کو سونے کا زیور پہنایا کرتی تھیں۔ اور موطا امام مالکؒ میں یہ روایت ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے بھائی کی یتیم بیٹیوں کی ولی اور مربی تھیں۔ اور ان لڑکیوں کے پاس سونے کا زیور بھی تھا۔ اسی طرح حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی بیٹیوں اور لونڈیوں کو سونے کا زیور پہنایا کرتے تھے اور ہر لڑکی کا زیور چار سو دینار کا تھا۔

لہٰذا اگر اس سلسلے میں کوئی ممانعت موجود ہے تو وہ صرف اس صورت کے لئے ہے جس میں سونے کا زیور پہننے میں بہت اسراف سے کام لیا جائے اور پہننے والی کے بارے میں یہ گمان ہو کہ اس کا مقصد دولت کی نمود و نمائش اور فخر و غرور ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# عورت اور صدقات

## خاوند کی اجازت ہو تو عورت کے لئے اس کے مال میں سے صدقہ دینا جائز ہے

اگر عورت کو معلوم ہو کہ خاوند اپنے مال سے اس کا صدقہ دینا پسند کرتا ہے تو عورت کے لیے خاوند کے مال میں سے صدقہ دینا جائز ہے اور اگر خاوند کی رضا معلوم نہ ہو تو خاوند کے مال میں سے صدقہ دینا عورت کے لئے حرام ہے۔

اس موقف کی تائید ان احادیث سے ہوتی ہے:

۱۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا انفقت المرأة من طعام بيتها۔ و فی رواية۔ من بيت زوجها غير مفسدة كان لها اجرها بما انفقت ولزوجها اجره بما كسب وللخازن مثل ذلك لا ينقص بعضهم من اجر بعض۔ (بخاری و مسلم)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ومسند ابو یعلیؒ)

(عورت اگر اپنے گھر کے کھانے میں سے ۔ اور ایک روایت کے الفاظ ہیں ۔ اپنے خاوند کے گھر سے کچھ خرچ کرتی ہے بشرطیکہ اس کی نیت فاسد نہ ہو یعنی خاوند کو نقصان پہنچانا نہ چاہتی ہو ۔ تو اسے اس خرچ کرنے پر اجر ملے گا ۔ اور اس کے خاوند کو بھی اجر ملے گا اس بنا پر کہ اس نے یہ مال کمایا تھا اور خزانچی کو بھی یعنی اس شخص کو بھی جس کے پاس یہ مال محفوظ رہتا ہے اتنا ہی اجر ملے گا اور ان میں سے کوئی ایک دوسرے کے اجر میں کمی کا باعث نہیں بنے گا)

۲۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اذا انفقت المرأۃ من بیت زوجھا عن غیر امرہٖ فلھا نصف اجرہٖ ۔ (بخاریؒ ومسلمؒ وابوداؤدؒ)

(جب عورت اپنے خاوند کے حکم کے بغیر اس کے مال میں سے (صدقہ خیرات پر) خرچ کرتی ہے تو اسے آدھا ثواب ملتا ہے)

امام نوویؒ شرح مسلم میں لکھتے ہیں:

"اس سلسلے میں یہ بات ملحوظ رہے کہ کارندہ یعنی خزانچی یا بیوی یا غلام جو بھی مالکِ مال کے مال میں سے صدقہ و خیرات کرتا ہے اسے مالک کی طرف سے خرچ کرنے کی اجازت حاصل ہونی ضروری ہے ۔ اگر خرچ کرنے کی اجازت نہیں تھی اور اس کے باوجود خرچ کیا تو ان میں سے کسی کو کچھ اجر نہیں ملے گا بلکہ بلا اجازت خرچ کرنے کی بنا پر اس خرچ کردہ مال کی ذمہ داری خرچ کرنے والے پر ہوگی ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



البتہ اجازت دو قسم کی ہے :

۱۔ خرچ کرنے اور صدقہ وغیرہ دینے کی صریح اجازت۔

۲۔ وہ اجازت جو عام طور پر روزمرہ کے معمولات کو دیکھتے ہوئے سمجھی جا سکتی ہے مثلاً کسی سائل کو ایک آدھ ٹکڑا دے دینا جو عام طور پر سبھی دیتے ہیں اور عرفاً وعادتاً معلوم ہے کہ خاوند یا مالک کی طرف سے اس قسم کے دینے کی اجازت ہوتی ہے۔ اگرچہ اس نے زبان سے اجازت نہیں دی۔ لیکن یہ اس صورت میں ہے جب روزمرہ کے معمولات کو دیکھتے ہوئے یہ بات معلوم ہو جائے کہ وہ اس قسم کے دینے کو ناپسند نہیں کرتا اور یہ کہ صدقہ دینے کے سلسلے میں اس کا مزاج عام لوگوں کی مانند ہے جو اس طرح کے دینے کو ناپسند نہیں کرتے۔

لیکن اگر معمولات کے بارے میں کچھ پتہ نہ ہو یا اس کی رضامندی کے بارے میں شک ہو یا مالک انتہائی بخیل اور لالچی ہو اور اس کے حالات و معمولات کو دیکھتے ہوئے اس کا بخیل ہونا معلوم ہو چکا ہو یا اس کے بخیل ہونے کا شک ہو تو ایسی تمام صورتوں میں عورت، ملازم یا غلام کو خاوند اور مالک کے مال میں سے اس کی باقاعدہ اجازت حاصل کئے بغیر صدقہ وخیرات دینا ناجائز ہے۔

لہذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے بارے میں کہ: وما انفقت من کسبہ من غیر امرہ فان نصف اجرہ لہ۔ (عورت خاوند کی کمائی میں سے اس کے حکم کے بغیر جو کچھ خرچ کرے گی اس کا نصف اجر خاوند کو ملے گا) ______ یہ متعین ہو گیا کہ اگر عورت نے خاوند کی صریح اجازت یا عرفی اجازت کے بغیر خرچ کیا ہے تو اسے کوئی اجر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



نہیں ملے گا بلکہ اس کی ذمہ داری اور بوجھ عورت پر ہو گا۔

دوسری بات جو اس سلسلے میں جاننا ضروری ہے یہ ہے کہ عرف وعادت سے یہ معلوم ہو جانے کے باوجود کہ خاوند یا مالک اس خرچ کو ناپسند نہیں کرتا، خرچ کرنے یعنی صدقہ یا خیرات دینے کی جو اجازت ہے یہ بھی صرف تھوڑی مقدار سے متعلق ہے یعنی اتنی مقدار جو عام طور پر لوگ سائل کو دیتے ہیں۔ چنانچہ اگر اس مقدار سے زیادہ خرچ کیا تو ایسا کرنا جائز نہ ہو گا۔ دراصل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد : اذا انفقت المرأۃ من طعام بیتھا غیر مفسدۃ ۔ (کہ اگر عورت اپنے گھر کے کھانے میں سے خرچ کرتی ہے اور اس کی نیت فاسد نہیں ہے یعنی نقصان پہنچانے کی غرض سے ایسا نہیں کرتی تو اسے ثواب ہو گا) ـــــ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ خرچ اس قدر ہونا چاہئے جس کے بارے میں عرف وعادت سے یہ معلوم ہو کہ اس خرچ پر خاوند راضی ہو گا۔ اور لفظ "طعام" (کھانا) سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے کہ وہ اتنی قلیل مقدار ہو جو عام طور پر دے دی جاتی ہے۔ اس کے برعکس درہم ودینار کا دینا اکثر لوگوں کے لئے ـــــ اور بہت سے حالات میں مشکل ہوتا ہے۔

دوسری حدیث میں جو عورت، غلام اور خزانچی کے خرچ کرنے کا ذکر ہے، اس خرچ سے مراد مالکِ مال کے اہل وعیال، اس کے ملازموں اس کی ضروریات اور اس کے مہمانوں وغیرہ پر خرچ کرنا ہے۔ اور اس میں ان کا وہ صدقہ وخیرات بھی داخل ہے جس کی مالک نے صراحتاً یا عرفاً اجازت دے رکھی ہو۔[1]

---

[1] اقتباس از شرح صحیح مسلم للنووی مطبوعہ دار الشعب ۔ ج ۲۔ ص ۶۳۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حجۃ الوداع کے سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطبہ میں ارشاد فرماتے سنا کہ :

لا تنفق المرأۃ شیئا من بیت زوجھا الا باذن زوجھا۔

(کوئی عورت اپنے خاوند کے گھر سے اُس کی اجازت کے بغیر خرچ نہ کرے)

عرض کیا گیا : یارسولؐ اللہ! کیا کھانا بھی ؟ آپؐ نے فرمایا :

ذلک افضل اموالنا۔ (یہ تو ہمارا بہترین مال ہے)

یہ روایت ترمذیؒ میں ہے اور امام ترمذیؒ نے اس کو حسن قرار دیا ہے۔

حضرت اسماءؓ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ زبیر (رضی اللہ عنہ) سخت مزاج شخص ہیں اور میرے پاس مانگنے والے مسکین ومحتاج آتے ہیں تو کیا میں زبیرؓ کے گھر سے ان کی اجازت کے بغیر صدقہ دے دیا کروں ؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

ارضخی ولا توعی فیوعی اللہ علیک۔

(تھوڑا بہت ضرور خرچ کیا کرو جس طرح عام طور پر محتاجوں کو دیا جاتا ہے اور سینت سینت کر نہ رکھو۔ کیونکہ ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ بھی تم کو دینا روک لے گا)

## خاوند کی اجازت کے بغیر عورت اپنا مال خیرات کرسکتی ہے

صحیح مسلمؒ میں ہے ؛ حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک لونڈی آزاد کی اور اس کا ذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا، تو آپ نے فرمایا:

لو اعطیتھا اخوالك كان اعظم لاجرك ـ

(اگر تم وہ لونڈی اپنے ماموؤں کو دے دیتیں تو تمہارا اجر و ثواب بہت زیادہ ہوتا)

بخاریؒ کی روایت میں "اخوالک" کی بجائے "اخواتک" ہے یعنی اپنی بہنوں کو دے دیتیں۔ اور امام مالکؒ نے مؤطا میں جو روایت نقل کی ہے اس میں "اختک" ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اپنی بہن کو دے دیتیں۔

امام نوویؒ نے لکھا ہے کہ مختلف روایتوں میں الفاظ کے اختلاف سے اصل معانی پہ کوئی اثر نہیں پڑتا۔ سب کا مفہوم ایک ہے۔ اور بہت ممکن ہے کہ یہ سب مختلف الفاظ آپؐ نے ہی ارشاد فرمائے ہوں۔ حدیث شریف میں، اصل دو باتوں کی نشاندہی کی گئی ہے:

۱۔ ایک یہ کہ ماں کے رشتہ داروں کا خیال رکھنا ضروری ہے کیونکہ ماں کا حق نہایت محترم ہے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ ماں کے ساتھ زیادہ حسنِ سلوک کیا جائے۔

۲۔ دوسری بات اس حدیث میں یہ بتائی گئی ہے کہ عورت خاوند کی اجازت کے بغیر اپنے مال میں سے خیرات اور صدقہ دے سکتی ہے۔

## عورت کا اپنے مال میں سے اپنے خاوند، اپنی اولاد اور رشتہ داروں کو صدقہ دینا افضل ہے

۱۔ امام بخاریؒ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا ـــــــ جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



تھیں ——— نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا : یا رسول اللہ! آپ نے آج صدقہ دینے کا حکم دیا ہے اور میرے پاس کچھ زیور ہے جو میں بطور صدقہ دینا چاہتی تھی لیکن ابن مسعودؓ نے خیال ظاہر کیا کہ وہ خود اور ان کی اولاد میرے صدقہ کی دوسروں سے زیادہ حقدار ہے اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

صدق ابن مسعود، زوجك وولدك احق من تصدقت به عليهم۔

(ابن مسعود نے سچ کہا ہے، تمہارا خاوند اور تمہاری اولاد، تمہارے صدقہ کی سب سے زیادہ مستحق ہیں)

۲۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا ——— حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی ——— روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

تصدقن یا معشر النساء ولو من حلیکن ۔

(اے گروہِ خواتین ! صدقہ دیا کرو، خواہ یہ صدقہ اپنے زیورات میں سے ہو)

حضرت زینبؓ بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سن کر میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس آئی اور میں نے ان سے کہا : نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم صدقہ دیں اور آپ تنگ دست ہیں لہذا آپ جاکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کریں کہ اگر میں صدقے کا مال آپ کو دیدوں اور وہ میری طرف سے صدقہ شمار ہو تب تو ٹھیک ہے ورنہ میں تمہارے علاوہ کسی دوسرے کو دوں۔ عبداللہؓ کہنے لگے : تم خود ہی جاکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات پوچھ لو۔ چنانچہ میں خود ہی گئی اور دیکھا کہ ——— نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر ایک انصاری خاتون اور بھی موجود ہیں اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ان کو بھی وہی مسئلہ درپیش ہے جو مجھے ہے، حضرت زینبؓ بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رُعب اور جلال آپ کے پاس جانے میں مانع ہوا۔ اسی دوران میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ باہر آگئے تو ہم نے ان سے کہا: آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جاکر عرض کریں کہ دو عورتیں باہر دروازے پر موجود ہیں جو یہ دریافت کرنا چاہتی ہیں کہ اگر ہم اپنے مال میں سے اپنے خاوندوں اور اپنے زیرِ پرورش یتیموں کو صدقہ دیں تو کیا یہ صدقہ شمار ہوگا؟ لیکن حضورؐ کو یہ نہ بتانا کہ پوچھنے والی خواتین کون ہیں۔ چنانچہ حضرت بلالؓ نے جاکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ پوچھا، آپ نے دریافت فرمایا: وہ عورتیں کون ہیں؟ حضرت بلالؓ نے عرض کیا: ایک تو کوئی انصاری عورت ہے اور دوسری زینبؓ ہیں۔ آپ نے دریافت فرمایا، کونسی زینب؟ حضرت بلالؓ نے عرض کیا، عبداللہ بن مسعودؓ کی بیوی۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لهما اجران اجر القرابة واجر الصدقة (بخاریؒ ومسلمؒ)

(ان کو دو اجر ملیں گے، ایک رشتہ داروں سے حسنِ سلوک کا اور دوسرے صدقے کا)

مندرجہ بالا دونوں حدیثوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اگر عورت مالدار ہو اور اس پر زکوٰۃ واجب ہو تو اس کے لئے جائز ہے کہ اپنی زکوٰۃ اپنے خاوند کو دیدے بشرطیکہ وہ واقعی محتاج اور مستحقِ زکوٰۃ ہو کیونکہ عورت پر یہ ذمہ داری نہیں ہے کہ وہ خاوند کی ضروریاتِ زندگی پورا کرنے کے لئے مال خرچ کرے۔ اسی طرح عورت اپنے مال کی زکوٰۃ اپنی اولاد کو بھی دے سکتی ہے۔ بشرطیکہ وہ زکوٰۃ کے مستحق اور مفلس ہوں لیکن مرد اپنے مال کی زکوٰۃ اپنے باپ، دادا، پردادا، اپنی ماں، دادی، پردادی اور اپنے بیٹے بیٹیوں اور پوتے پوتیوں کو نہیں دے سکتا کیونکہ مرد پر یہ ذمہ داری ہے کہ وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اپنے باپ، دادا، پردادا پر (خواہ یہ رشتہ کتنا ہی اوپر تک چلا جائے) اور اپنے بیٹے، بیٹیوں اور پوتے پوتیوں پر (خواہ رشتہ کتنا ہی نیچے تک چلا جائے) خرچ کرے کیونکہ کسی شخص کے آباء و اجداد اور بیٹے بیٹیاں یا پوتے پوتیاں مفلس بھی ہوں تو اس شخص کے مالدار ہونے کی بنا پر اس کے اوپر اور نیچے کے یہ سب رشتہ دار غنی ہی شمار ہوں گے لہٰذا اگر یہ ان کو زکوٰۃ دے گا تو گویا غنی کو زکوٰۃ دے گا اور اپنی ذات کو فائدہ پہنچا رہا ہوگا۔ کیونکہ ان رشتہ داروں پر خرچ کرنا اس کی ذمہ داری ہے۔ اب اگر یہ شخص ان کو زکوٰۃ دیتا ہے تو گویا اپنے آپ کو زکوٰۃ دیتا ہے جبکہ اپنی زکوٰۃ اپنے اوپر خرچ کرنا جائز نہیں ہے۔

اسی طرح کوئی شخص اپنے مال کی زکوٰۃ اپنی بیوی کو نہیں دے سکتا۔

المنذریؒ لکھتے ہیں: تمام علماء کا اس پر اجماع ہے کہ کوئی مرد اپنے مال کی زکوٰۃ اپنی بیوی کو نہیں دے سکتا۔

اس کا سبب یہ ہے کہ بیوی کا نان و نفقہ مرد کے ذمے ہے جس کی وجہ سے عورت کو زکوٰۃ کی ضرورت نہیں۔ یعنی مرد اگر غنی ہے تو عورت بھی اس کے غنی ہونے کی بنا پر غنی کے حکم میں ہے۔ البتہ اگر عورت مقروض ہو تو خاوند اسے مصارفِ زکوٰۃ میں سے ادائیگی قرض کے مصرف کے ماتحت اپنے مال کی زکوٰۃ میں سے اس قدر رقم دے سکتا ہے جس سے اس کا قرض ادا ہو جائے[1]۔

## زکوٰۃ کی رقم خاوند کو دینے کے سلسلے میں اختلافِ فقہاء

اس سلسلے میں فقہاء کے تین قول ہیں:

---

[1] فقہ السنۃ۔ ج ۱۔ ص ۱۴۹۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



۱۔ ایک قول کے مطابق عورت اپنے خاوند اور اپنی اولاد کو زکوٰۃ کی رقم دے سکتی ہے بشرطیکہ وہ زکوٰۃ لینے کے اہل اور حقدار ہوں۔ بلکہ اس قول کے مطابق خاوند اور اولاد کو زکوٰۃ دینے کا ثواب اجنبی کو دینے کے مقابلہ میں زیادہ ہے۔

○ یہ مسلک امام شافعیؒ کا ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے دونوں شاگردوں یعنی امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا مسلک بھی یہی ہے۔ اور امام احمد بن حنبلؒ سے بھی یہی قول مروی ہے اور امام مالکؒ سے اس سلسلے میں دو قول مروی ہیں جن میں ایک یہی ہے۔ امام سفیان ثوریؒ اور ابن المنذرؒ کا قول بھی یہی ہے اور اہل ظاہر یعنی ابن حزمؒ اور داؤد ظاہریؒ کی رائے بھی یہی ہے۔[۱]

○ لیکن امام ابو حنیفہؒ اور بعض دوسرے علماء کے نزدیک بیوی اپنے مال کی زکوٰۃ اپنے خاوند کو نہیں دے سکتی اور ———— حضرت زینبؓ زوجہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث جو اوپر بیان ہوئی جس کے مطابق بیوی خاوند کو صدقہ دے سکتی ہے۔ اس کے بارے میں ان کا کہنا ہے کہ اس حدیث میں صدقہ سے مراد نفلی صدقات ہیں اور زکوٰۃ جو کہ فرض ہے وہ اس میں داخل نہیں ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ عورت اگر اپنی زکوٰۃ خاوند کو دیتی ہے تو بہت ممکن ہے کہ لباس غذا یا اسی قسم کی کسی اور چیز کی صورت میں وہی زکوٰۃ کی رقم لوٹ کر خود اسی کے پاس آجائے۔

○ امام مالکؒ کہتے ہیں کہ اگر خاوند زکوٰۃ کا جو مال اپنی بیوی سے لیتا ہے اس سے وہ بیوی کے نان و نفقہ پر خرچ کرتا ہے تب تو خاوند کے لئے بیوی کی زکوٰۃ لینا اور بیوی کے لئے خاوند کو اپنے مال کی زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔ لیکن اگر خاوند زکوٰۃ کا یہ مال کسی دوسرے مصرف میں لاتا ہے تو بیوی اپنے مال کی زکوٰۃ اسے دے سکتی ہے۔

---

[۱] نیل الاوطار ج ۵۔ ص ۲۳۴ اور فقہ السنہ ج ۱۔ ص ۲۰۶۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



خلاصۂ بحث :۔ اس مسئلہ میں کہ بیوی اپنے مال کی زکوٰۃ خاوند کو دے سکتی ہے یا نہیں تین اقوال ہیں :

۱۔ ایک قول کے مطابق بیوی کا اپنے خاوند کو اپنے مال کی زکوٰۃ دینا حرام ہے یہ قول امام ابوحنیفہؒ کا ہے۔

۲۔ دوسرے قول کے مطابق جائز ہے' یہ قول امام ابویوسفؒ، امام محمدؒ اور امام شافعیؒ کا ہے اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبلؒ کا بھی یہی قول ہے۔ علاوہ ازیں مالکیوں میں سے اشہبؒ کا اور سفیان ثوریؒ، ابن المنذرؒ اور اہل ظاہر کا بھی یہی مسلک ہے۔

۳۔ تیسرے قول کے مطابق عورت کا اپنے خاوند کو زکوٰۃ دینا مکروہ ہے، مالکیوں کے نزدیک یہی قول قابل ترجیح ہے۔

ہمارے خیال میں صحیح یہ ہے کہ اگر کسی عورت کا خاوند حاجت مند ہے یا مقروض ہے تو عورت کے لئے اپنے مال کی زکوٰۃ اسے دینا جائز ہے بشرطیکہ اس بات کی ضمانت موجود ہو کہ زکوٰۃ کا یہ مال یا اس کا کچھ حصہ زکوٰۃ دینے والی کی طرف واپس نہ لوٹ آئے گا خواہ وہ خوراک، کپڑے یا اسی قسم کی کسی اور چیز کی صورت میں ہو۔

## عورت کا اپنے مال کی زکوٰۃ اپنے بیٹے کو دینا

صحیح بخاریؒ کی یہ حدیث جو پہلے بیان ہو چکی ہے کہ: (زوجك وولدك أحق من تصدقت عليهم) "تیرا خاوند اور تیری اولاد تیرے صدقہ کی دوسرے لوگوں سے زیادہ حقدار ہے۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اس کے بارے میں ابن منذرؒ نے لکھا ہے کہ علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ بیٹے کو صدقہ واجبہ یعنی زکوٰۃ نہیں دی جا سکتی۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے ابن منذرؒ مزید لکھتے ہیں کہ اس سلسلے میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ کسی ایسے شخص کو صدقہ واجبہ یعنی زکوٰۃ میں سے کچھ دینا جائز نہیں جس کے اخراجات کی ذمہ داری زکوٰۃ دینے والے پر ہو اور باپ کی موجودگی میں ماں پر اولاد کے اخراجات کی ذمہ داری نہیں ہے لیکن اگر وہ عورت جس پر زکوٰۃ واجب ہے، ایسی ہو کہ اس پر اپنے بیٹے، بیٹی، باپ، دادا یا پردادا وغیرہ میں سے کسی کے اخراجات کی ذمہ داری شرعاً عائد ہوتی ہو تو پھر وہ اپنی زکوٰۃ ان افراد میں سے کسی کو نہیں دے سکتی جن کے اخراجات کی ذمہ داری اس پر عائد ہوتی ہے۔ مثلاً کوئی نابالغ مفلس بچہ ہو جس کا باپ مر گیا ہو اور سوائے ایک خوشحال ماں کے کوئی اور اس کے اخراجات کا کفیل نہ ہو تو اس صورت میں ایسی ماں کے مال کی زکوٰۃ اس نابالغ بچہ کو دینا جائز نہیں ہے۔

باقی یہ مسئلہ کہ عورت پر کن حالات اور کن صورتوں میں اپنے اصول یعنی باپ دادا وغیرہ اور فروع یعنی بیٹے پوتے نواسے وغیرہ کا نفقہ واجب ہوتا ہے — تو یہ ایک تفصیل طلب مسئلہ ہے اور اس میں ائمۂ فقہ کے درمیان اختلاف بھی ہے۔ لہٰذا ان تفصیلات کو دیکھنے کے لئے کتبِ فقہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے کیونکہ اس مختصر کتاب میں سیر حاصل بحث کی گنجائش نہیں ہے۔

محدث اثرمؒ نے اپنی سنن میں لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اگر تمہارا کوئی قریبی رشتہ دار تمہارے زیرِ کفالت نہ ہو تو تم اس رشتہ دار کو اپنے مال کی زکوٰۃ دے سکتے ہو، لیکن اگر یہ قریبی رشتہ دار تمہارا زیرِ کفالت ہے تو تم اپنے زیرِ کفالت رشتہ دار کو اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں دے سکتے۔ کیونکہ اصول یہ ہے کہ جو افراد کسی کے اہل وعیال میں شامل نہیں ان کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے اور جو کسی کے زیرِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کفالت ہوں ان کو زکوٰۃ نہیں دی جا سکتی [1]

## عورت اور صدقۂ فطر

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کی عید الفطر کے دن ہر مسلمان پر خواہ وہ آزاد ہو یا غلام، مرد ہو یا عورت، بچہ ہو یا بڑا سب پر صدقۂ فطر واجب کیا ہے اور اس کی مقدار کھجور یا جَو کا ایک صاع مقرر فرمائی ہے۔ (یہ روایت بخاریؒ، مسلمؒ، ترمذیؒ، ابوداؤد، نسائیؒ اور ابن ماجہؒ نے نقل کی ہے)

یہ حدیث اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ صدقۂ فطر رمضان المبارک ختم ہونے پر واجب ہوتا ہے اور ہر مسلمان پر واجب ہے، خواہ وہ بچہ ہو یا بڑا، مرد ہو یا عورت آزاد ہو یا غلام۔

صدقۂ فطر ہر ایسے آزاد مسلمان پر واجب ہے جو اپنے اور اپنے اہل و عیال کی ایک دن رات کی خوراک سے زائد۔ ایک صاع کھجور یا ایک صاع جَو کا مالک ہو۔

یہ مسلک امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ کا ہے اور علامہ شوکانیؒ نے لکھا ہے کہ یہی صحیح اور حق ہے۔

حنفیوں کے نزدیک صدقۃ الفطر واجب ہونے کے لئے صاحبِ نصاب ہونا شرط ہے۔

"صاع" چار مد کے برابر ہوتا ہے اور "مد" غلے کی وہ مقدار ہے جو ایک معتدل

---

[1] نیل الاوطار۔ ج ۵۔ ص ۲۲۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



قدو قامت والے شخص کے دونوں کف دست میں آجائے۔ جو تقریباً ایک پیالی اور پیالی کا تہائی یا دو پیالیوں کے برابر ہے۔

صدقۂ فطر ہر آزاد مسلمان پر اس کی اپنی ذات کی طرف سے اور ہر اس شخص کی طرف سے ادا کرنا واجب ہے جسکے مصارف کی ذمہ داری اس پر ہو مثلاً بیوی، بیٹے، بیٹیاں اور ایسے تمام خادم جن کے اخراجات اس کے ذمہ ہوں اور جن پر یہ اپنا مال خرچ کرتا ہو۔

اس حدیث سے بظاہر یہی سمجھ میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقۂ فطر ہر مسلمان مرد و عورت پر خواہ وہ آزاد ہو یا غلام، بچہ ہو یا بڑا سب پر واجب کیا ہے اور یہ بھی کہ یہ سب اپنے مال میں سے یہ صدقہ خود ادا کریں۔

چنانچہ حدیث کے الفاظ سے بظاہر جو بات سمجھ میں آتی ہے یہی ہے کہ عورت پر واجب ہے کہ خواہ اس کا خاوند ہو یا نہ ہو، اپنا صدقۂ فطر اپنے مال میں سے خود ادا کرے۔ بشرطیکہ صدقہ واجب ہونے کی باقی شرائط اس میں پائی جاتی ہوں۔ امام داؤد ظاہریؒ نے حدیث کے اسی ظاہری مفہوم کو لیا ہے اور سفیان ثوریؒ، امام ابو حنیفہؒ اور ابن المنذرؒ کا بھی یہی قول ہے۔

لیکن امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، لیثؒ اور اسحاقؒ کے نزدیک عورت کا صدقۂ فطر اس کے شوہر کے ذمے واجب ہے۔ کیونکہ عورت کے تمام اخراجات شوہر کے ذمے ہیں اور صدقۂ فطر کا خرچ بھی ان میں شامل ہے۔

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ یہ بات محلِ نظر ہے اس لئے کہ علماء نے کہا ہے کہ اگر شوہر تنگ دست ہو اور بیوی آزاد عورت نہ ہو بلکہ کسی کی لونڈی ہو تو ایسی صورت میں اس کا صدقۂ فطر ادا کرنا اس کے آقا پر واجب ہوگا برعکس نفقہ کے جو ہر حال میں شوہر کے ذمے ہے چنانچہ دیگر اخراجاتِ زندگی اور صدقۂ فطر میں فرق ہے۔

اسی بنا پر ہماری رائے یہ ہے کہ صدقۂ فطر عورت اپنے مال سے ادا کرے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اگر اس کے پاس مال ہو اور صدقہ فطر واجب ہونے کی شرائط اس میں پوری طرح موجود ہوں، خواہ اس کے دیگر اخراجات و مصارف شوہر پورے کرتا ہو۔ اور یہی صورت دینی نقطۂ نگاہ سے بھی زیادہ محتاط طریقہ ہے۔

---

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# صوم (روزہ)

صوم کے لغوی معنیٰ "رکنا" ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:۔ (اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا۔ (مریم ۲۶) "میں نے رحمٰن کے لئے روزے کی نذر مانی ہے"۔ یعنی گفتگو سے رکنے کی نذر مانی ہے۔

اصطلاحِ شرع میں صوم سے مراد یہ ہے کہ پورا دن یعنی طلوعِ فجر سے غروبِ آفتاب تک ایسی تمام باتوں سے رکا جائے جن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اس سلسلے میں شریعت نے جو شرائط کی ہیں ان کی پابندی کی جائے۔

## روزے کے اقسام

روزے چار قسم کے ہیں:

۱۔ فرض روزے:

یہ ماہِ رمضان کے روزے ہیں خواہ وقت پر رکھے جائیں یا قضا رکھے جائیں اور کفارے کے روزے اور نذر یعنی منت کا روزہ بھی اسی قسم میں داخل ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



۲۔ حرام روزے :

عید الفطر کے دن روزہ رکھنا حرام ہے۔ اسی طرح عید الاضحیٰ کے دن اور اس کے بعد دو دن روزہ رکھنا بھی حرام ہے۔ البتہ حج میں اگر کسی حاجی نے حجِ تمتع یا حجِ قران کیا ہو تو وہ عید الاضحیٰ کے فوراً بعد کے دو دنوں میں روزہ رکھ سکتا ہے لیکن اس کے لئے بھی تیسرے دن ۔ یعنی عید کا دن شامل کر کے چوتھے دن۔ روزہ رکھنا مکروہ ہے۔ اسی طرح عورت کے لئے خاوند کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھنا بھی حرام ہے۔ الّا یہ کہ خاوند کو عورت کی ضرورت نہ ہو۔ مثلاً وہ گھر سے غیر حاضر ہو یا حالتِ احرام میں ہو یا اعتکاف میں ہو۔

۳۔ مُستحب روزے :

- اس میں ماہِ محرم کے روزے شامل ہیں اور اس ماہ میں سب سے افضل نَو اور دس تاریخ کے دو روزے ہیں۔
- ہر مہینہ میں تین روزے یعنی قمری مہینہ کی تیرہویں، چودھویں اور پندرھویں تاریخوں کے روزے رکھنا بھی مستحب ہے۔
- نیز ماہِ ذی الحج کی نو تاریخ ۔ یعنی عید قرباں سے ایک دن پہلے ۔ کا روزہ بھی مستحب ہے لیکن ان لوگوں کے لئے جو حج نہ کر رہے ہوں۔
- ہر ہفتہ میں پیر اور جمعرات کے دو روزے بھی مستحب ہیں۔
- شوال کے مہینہ میں چھ روزے مستحب ہیں اور ان کے سلسلے میں افضل یہ ہے کہ عید الفطر کے اگلے دن سے شروع کر دیئے جائیں اور مسلسل رکھے جائیں۔

۴۔ مکروہ روزے :

(۱) یومِ شک کا روزہ یعنی اگر چاند کے نظر آنے میں شک ہو تو اس دن روزہ رکھنا مکروہ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(۲) محض جمعہ کے دن روزہ رکھنا یا محض ہفتہ کے دن روزہ رکھنا دونوں مکروہ ہیں۔

(۳) نوروز (نئے سال کے پہلے دن) کا روزہ رکھنا یا مہرگان (آتش پرستوں کی عید) کے دن روزہ رکھنا بھی مکروہ ہے ــــ یہ دونوں غیر مسلموں کے تہوار ہیں اور لوگوں نے ان دنوں میں جشن منانے کی رسم اپنالی ہے۔

(۴) یہ بھی مکروہ ہے کہ رمضان سے ایک یا دو دن پہلے روزہ رکھا جائے، البتہ دو سے زیادہ دن پہلے روزہ رکھنا مکروہ نہیں ہے۔

## حیض و نفاس والی عورت کے لئے روزہ رکھنا حرام ہے:

حیض اور نفاس ایسے عذر ہیں جن کی بنا پر عورت کے لئے افطار یعنی روزہ نہ رکھنا واجب ہو جاتا ہے لہٰذا اگر روزے دار عورت کو حیض شروع ہو جائے یا نفاس کا خون آجائے یعنی زچگی ہو جائے تو اس عورت پر روزہ کھول دینا واجب ہے۔ اور ایسی حالت میں روزہ رکھنا حرام ہے۔ اگر روزہ رکھے گی تو اس کا روزہ باطل ہوگا اور اس دن کی قضا لازم ہوگی۔ اس لئے کہ عورت کے لئے روزہ رکھنے کی شرائط میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ حیض و نفاس سے پاک ہو لہٰذا حیض و نفاس کی حالت روزہ رکھنا صحیح نہیں۔ اگرچہ اس پر رمضان کا روزہ فرض ہے لیکن چونکہ وہ روزہ رکھنے سے شرعاً عاجز ہے، اس لئے روزہ نہیں رکھ سکتی البتہ اس پر اُن دنوں کے روزوں کی قضا واجب ہے جن میں اس عذرِ شرعی کی بنا پر وہ روزہ نہیں رکھ سکی۔ اور اس مسئلہ پر پوری امتِ مسلمہ کے علماء کا اجماع ہے۔

○ شافعیوں کے نزدیک روزے کی شرائط دو قسم کی ہیں:
ایک شرائط وجوبِ صوم اور دوسری شرائط صحتِ صوم۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



روزہ واجب ہونے کی شرط یہ ہے کہ انسان جسمانی اور شرعی طور پر روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہو۔ مثلاً اگر کوئی شخص عمر زیادہ ہو جانے کی وجہ سے یا کسی ایسی بیماری کی وجہ سے جس میں شفایاب ہونے کی توقع نہ ہو، روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو۔ یہ جسمانی ناطاقتی کی صورت ہے اور حیض و نفاس کی وجہ سے روزہ رکھنے سے عاجز ہونا شرعی ناطاقتی ہے۔

اور روزہ درست ہونے کی شرائط میں یہ بھی شامل ہے کہ روزے دار حیض و نفاس اور زچگی سے پاک ہو خواہ خون نہ آئے۔

○ حنفیوں کے نزدیک روزے کی شرائط تین قسم کی ہیں:

۱۔ روزہ فرض ہونے کی شرائط۔ ۲۔ روزہ رکھنا واجب ہونے کی شرائط۔ ۳۔ صحتِ روزہ کی شرائط۔

روزہ رکھنا واجب ہونے کی شرائط دو ہیں:

۱۔ حیض و نفاس سے پاک ہونا روزہ رکھنا واجب ہونے کی شرط ہے چنانچہ اگر کوئی عورت حیض یا نفاس کی حالت میں روزہ رکھے گی تو اس کا روزہ درست نہ ہوگا، اگرچہ اس پر روزہ فرض ہو۔

۲۔ روزہ رکھنا واجب ہونے کی دوسری شرط نیت ہے۔ چنانچہ روزہ رکھنا بلغیر نیت کے درست نہیں تاکہ عادت اور عبادت میں فرق ہو سکے اور نیت کے سلسلے میں صرف اتنا کافی ہے کہ روزہ رکھنے والے کو دل میں معلوم ہو کہ میں روزہ رکھ رہا ہوں البتہ اگر زبان سے بھی نیت کر لے کہ "میں روزہ رکھ رہا ہوں" تو سنت پر بھی عمل ہو جائے گا۔

○ مالکیوں کے نزدیک بھی روزے کی شرائط تین قسم کی ہیں:

۱۔ محض روزہ فرض ہونے کی شرائط۔ ۲۔ محض صحتِ روزہ کی شرائط اور۔ ۳۔ روزہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



فرض ہونے اور روزہ درست ہونے کی مشترکہ شرائط۔

اور روزہ فرض ہونے اور صحیح ہونے کی مشترکہ شرط یہ ہے کہ روزے دار حیض ونفاس سے پاک ہو چنانچہ حیض ونفاس والی عورت پر نہ تو روزہ رکھنا واجب ہے اور نہ اگر وہ روزہ رکھے تو روزہ صحیح ہوگا لیکن جونہی حیض یا نفاس والی عورت فجر سے پہلے پاک ہوئی اس پر اسی وقت روزہ کی نیت کرنا واجب ہو جاتا ہے خواہ طلوعِ فجر سے ایک لحظہ پہلے ہی پاک ہو۔ اسی طرح حیض اور نفاس والی عورت پر ان دنوں کے روزوں کی قضا واجب ہے جن دنوں میں وہ حیض یا نفاس کی وجہ سے روزے نہیں رکھ سکی۔ یعنی حیض ونفاس روزے کے لیے عذر ہے اور اس عذر کے دور ہوتے ہی اس پر روزہ رکھنا لازم ہو جاتا ہے۔

○ حنبلیوں کے نزدیک روزے کے شرائط کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ شرائطِ وجوب ۲۔ شرائطِ صحت ۳۔ ایسی شرائط جو روزہ واجب ہونے کے لئے بھی ضروری ہیں اور روزے کی صحت کے لئے بھی ان کا پایا جانا ضروری ہے۔

حنبلیوں کے نزدیک حیض ونفاس کے خون کا ختم ہونا روزہ درست ہونے کی شرط ہے لہٰذا حیض ونفاس کی حالت میں روزہ درست نہیں ہوگا۔ اگرچہ حیض اور نفاس کی حالت میں عورت پر روزہ فرض ہے۔[1]

## کیا اس خیال سے کہ حیض شروع ہونیوالا ہے عورت روزہ نہ رکھنے کی نیت کرسکتی ہے؟

رمضان میں اگر کوئی ایسا شخص جس پر روزہ فرض ہو روزہ نہ رکھنے کے لئے کسی

---

[1] الفقہ علی المذاہب الاربعہ۔ ص ۲۹۶۔ ۲۹۹۔ مطبع شعب۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ایسے عذر کا سہارا لے جو فی الواقع موجود نہ ہو لیکن اس کے وقوع کا امکان ہو اور یہ بھی ممکن ہو کہ وہ واقع نہ ہو تو ایسی صورت میں مالکیوں کے نزدیک اس شخص پر کفارہ واجب ہو گا۔

اس کی مثال یہ ہے کہ کسی عورت کو ایک مقررہ تاریخ پر حیض شروع ہونے کی عادت ہو اور وہ اس خیال سے کہ کل حیض شروع ہونے والا ہے اگر رات ہی کو یہ نیت کرلے کہ میں کل روزہ نہیں رکھوں گی۔ اور دن کو روزہ نہ رکھے تو اس پر کفارہ واجب ہو گا خواہ اس دن اسے حیض شروع ہی کیوں نہ ہو جائے اس لئے کہ اس نے حیض شروع ہونے سے پہلے ہی یعنی سبب کے موجود ہونے سے پہلے روزہ نہ رکھنے کی نیت کرلی تھی۔

## حائضہ عورت کا خون اگر دن کے وقت بند ہو تو کیا اسے دن بھر روزے دار کی طرح کھانے پینے سے رکا رہنا چاہئے؟

رمضان میں روزے رکھتے ہوئے اگر کسی روزہ دار کا روزہ فاسد ہو جائے مثلاً کسی عورت کو حیض شروع ہو جائے تو اس پر واجب ہے کہ احترام رمضان کی بنا پر وہ باقی پورا دن روزے دار کی طرح کھانے پینے سے رکی رہے لیکن اگر رمضان کے علاوہ کسی اور دن روزہ رکھا تھا مثلاً نذر کا روزہ — خواہ یہ نذر بطور خاص اسی دن روزہ رکھنے کی تھی یا عام روزہ رکھنے کی — یا کفارے کا روزہ یا رمضان کے روزے کی قضا کا روزہ یا نفلی روزہ وغیرہ تو ان تمام صورتوں میں اگر روزہ فاسد ہو گیا تو باقی سارا دن کھانے پینے سے رکنا ضروری نہیں ہے۔

اسی طرح اگر کسی کو ایسا عذر لاحق ہو گیا جس کی بنا پر اس کے لئے رمضان میں روزہ نہ رکھنا جائز اور مباح ہو گیا اور پھر دن کے وقت وہ عذر دور ہو گیا مثلاً حائضہ کا حیض

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



رمضان میں دن کے وقت بند ہوگیا یا کوئی مسافر تھا اور رمضان میں دن کے وقت سفر ختم کر کے مقیم ہوگیا تو اس پر احترامِ رمضان میں اس دن کا باقی ماندہ حصہ روزے دار کی مانند بغیر کھائے پیئے گزارنا ضروری ہے۔

○ شافعیوں کے نزدیک ایسی صورت میں کھانے پینے سے رکا رہنا سنت ہے واجب نہیں ہے۔

○ مالکیوں کے نزدیک ایسی صورت میں کھانے پینے سے رُکنا نہ واجب ہے نہ مستحب لیکن اگر عذر اکراہ تھا یعنی کسی نے مجبور کر دیا تھا کہ روزہ نہ رکھے اور پھر یہ عذر دور ہوگیا تو ایسے شخص کے لئے کھانے پینے سے رکا رہنا واجب ہے یعنی مالکیوں کے نزدیک اگر حائضہ کا خون رمضان میں دن کے وقت بند ہوگیا تو اس پر کھانے پینے سے رکنا واجب نہیں ہے بلکہ وہ دن کے باقی ماندہ حصہ میں کھا، پی سکتی ہے۔

## حیض اور نفاس والی عورت پر روزوں کی قضا فرض ہے

امام مسلمؒ نے روایت کیا ہے کہ معاذہؒ بیان کرتی ہیں کہ میں نے اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: کیا سبب ہے کہ حائضہ پر روزوں کی قضا واجب ہے اور نماز کی قضا واجب نہیں؟ حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا: کیا تم خارجی ہو؟ معاذہؒ کہتی ہیں کہ میں نے کہا: میں خارجی تو نہیں ہوں، البتہ میں یہ بات پوچھ رہی ہوں۔ اُمّ المومنین نے فرمایا: وجہ کیا ہوگی ـــ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں جب ہمیں حیض کا خون آتا تھا تو ہمیں ـــ روزے کی قضا کا حکم دیا جاتا تھا اور نماز کی قضا کا حکم نہیں دیا جاتا تھا۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



چنانچہ یہ فیصلہ متفق علیہ ہے اور تمام فقہی مسالک کے علماء کا اس پر اجماع ہے کہ حیض اور نفاس والی عورت پر حیض و نفاس کے دنوں میں نماز پڑھنا اور روزہ رکھنا فرض نہیں ہے۔ اور اس پر بھی سب کا اجماع ہے کہ حیض و نفاس والی عورت پر نماز کی قضا واجب نہیں ہے اور روزوں کی قضا واجب ہے۔ غالباً اس کی حکمت یہ ہے کہ نمازیں ایک دن میں پانچ بافرض ہیں جو حیض و نفاس کے دنوں کی جمع ہو کر تعداد میں بہت زیادہ ہو جاتی ہیں اور ان کی قضا پڑھنے میں مشقت ہے جب کہ روزے سال میں صرف ایک ماہ کے فرض ہیں اور حیض یا نفاس کی وجہ سے قضا روزوں کی تعداد بھی زیادہ نہیں ہوتی — کیونکہ حیض بسا اوقات ایک یا دو دن آتا ہے۔ لہٰذا ان کی قضا مشکل نہیں۔

## اگر حیض یا نفاس والی عورت طلوعِ فجر سے پہلے پاک ہو جائے تو اس پر اس دن روزہ رکھنا واجب ہے

پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ مالکیوں کے نزدیک اگر حیض اور نفاس والی عورت طلوعِ فجر سے ایک لمحہ پہلے بھی پاک ہو جائے تو اس پر اسی وقت روزے کی نیت کرنا واجب ہے۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ حیض یا نفاس والی عورت کا خون اگر رات میں کسی وقت بند ہو جائے اور غسل کرنے سے پہلے فجر طلوع ہو جائے اور وہ روزہ رکھ لے تو اس کا روزہ صحیح ہوگا اور اس پر اس دن کا روزہ پورا کرنا واجب ہے خواہ طلوعِ فجر سے پہلے غسل اس نے قصداً نہ کیا ہو یا غسل کرنا بھول گئی ہو یا کسی عذر کی بنا پر غسل نہ کر سکی ہو گویا اس حالت میں وہ جُنبی کی مانند ہے یعنی جنبی حالتِ جنابت میں غسل کیے بغیر روزہ رکھ سکتا ہے اور اس کا روزہ صحیح ہوگا۔[1]

---

[1] نوویؒ شرح مسلمؒ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ ہمارا یعنی شافعیوں کا مسلک بھی یہی ہے اور باقی سب علماء کا مسلک بھی یہی ہے اور بعض صحابہ و تابعین سے جو اس کے خلاف مروی ہے اس کے بارے میں ہمیں نہیں معلوم کہ آیا یہ روایت ان کے بارے میں صحیح ہے یا نہیں۔[1]

## خاوند والی عورت کے لئے نفلی روزے کا حکم

بخاریؒ، مسلمؒ اور دیگر محدثین نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا یحل لامرأۃ ان تصوم وزوجھا شاھد الا باذنہ ولا تأذن فی بیتہ الا باذنہ۔

(کسی عورت کے لئے جائز نہیں کہ جن دنوں اس کا خاوند اس کے پاس ہو اس کی اجازت کے بغیر روزے رکھے اور کسی عورت کے لئے جائز نہیں کہ خاوند کی اجازت کے بغیر اس کے گھر میں کسی کو آنے کی اجازت دے)

یہ روایت امام احمد بن حنبلؒ نے بھی نقل کی ہے اور اس میں یہ الفاظ مزید ہیں: (الا فی رمضان) "سوائے رمضان کے"۔ اور ابوداؤدؒ کی بعض روایات میں (غیر رمضان) کے الفاظ ہیں۔ یعنی رمضان کے سوا دوسرے دنوں میں خاوند کی اجازت کے بغیر نفلی روزے نہ رکھے۔

---

[1] نوویؒ شرح مسلمؒ

www.KitaboSunnat.com



ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ کی روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لا تصوم المرأة وزوجها شاهد يوما في غير شهر رمضان الا باذنه۔

(کوئی عورت اپنے شوہر کی موجودگی میں اُس کی اجازت کے بغیر روزہ نہ رکھے سوائے رمضان کے)

ان احادیث میں ہم دیکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ایام میں جب خاوند عورت کے پاس موجود ہو عورت کو اس کی اجازت کے بغیر روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔

اور علماء نے اس ممانعت کو حرمت پر محمول کیا ہے یعنی روزہ رکھنا ایسی صورت میں حرام ہے اور خاوند کو اختیار دیا ہے ــــ کہ اگر عورت اس کی اجازت کے بغیر روزہ رکھ لے تو وہ اس روزے کو تڑوا سکتا ہے۔ اس لئے کہ عورت نے اس کے حق پر دست درازی کی ہے لیکن یہ رمضان کے علاوہ نفلی روزوں کے بارے میں ہے جیسا کہ خود حدیث میں مذکور ہے۔ رمضان کے روزوں کے سلسلے میں خاوند کی اجازت ضروری نہیں ہے۔

خاوند کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ ناجائز ہونے کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ خاوند عورت کے پاس موجود ہو یعنی گھر سے باہر سفر وغیرہ پہ نہ ہو۔ لیکن اگر خاوند غیر حاضر ہو یعنی کہیں باہر گیا ہوا ہو تو پھر عورت کو نفلی روزے رکھنے کے لئے اُس کی اجازت حاصل کرنا ضروری نہیں۔ ایسی صورت میں اس کی اجازت کے بغیر بھی وہ روزے رکھ سکتی ہے۔ لیکن اگر اس اثنا میں خاوند واپس گھر آجائے تو اسے یہ حق ہے کہ عورت کا نفلی روزہ تڑوا دے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



علماء نے خاوند کی بیماری اور جماع پر قادر نہ ہونے کو بھی خاوند کی اجازت کے بغیر روزہ رکھنے کے سلسلے میں خاوند کی غیر حاضری کے مانند قرار دیا ہے یعنی ان صورتوں میں بھی عورت خاوند کی اجازت کے بغیر نفلی روزے رکھ سکتی ہے[1]

"فقہ علی المذاہب الاربعہ" میں ہے کہ عورت کا شوہر کی اجازت کے بغیر یا یہ جانے بغیر کہ خاوند میرے روزہ رکھنے کو پسند کرتا ہے یا نہیں نفلی روزہ رکھنا بھی حرام روزوں کی اقسام میں شامل ہے۔ البتہ اگر خاوند کو عورت کی حاجت نہ ہو مثلاً یہ کہ وہ گھر سے غیر حاضر ہو یا احرام کی حالت میں ہو یا اعتکاف میں ہو تو پھر بغیر اجازت نفلی روزہ رکھنا عورت کے لئے حرام نہیں ہے۔

- احناف کے نزدیک عورت کا خاوند کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھنا مکروہ ہے۔
- حنبلیوں کے نزدیک جن دنوں خاوند گھر میں موجود ہو یعنی سفر پر گیا ہوا نہ ہو، عورت کے لئے اس کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھنا ناجائز ہے خواہ کسی رکاوٹ کی وجہ سے خاوند جماع نہ کرسکتا ہو مثلاً حالتِ احرام میں ہو یا اعتکاف میں بیٹھا ہو یا بیمار ہو وغیرہ۔

---

[1] فقہ السنۃ ج ۱۔ ص ۴۴۸ ـ ۴۴۹۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# رمضان میں

# روزہ نہ رکھنے کی رخصت

## حاملہ اور بچے کو دودھ پلانے والی عورت کے لئے روزہ نہ رکھنے کی رخصت :

ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ

(البقرہ ۔ ۱۸۴)

(اور جو لوگ روزہ رکھنے کی قدرت رکھتے ہوں (پھر نہ رکھیں) تو وہ فدیہ دیں ایک روزے کا، فدیہ ایک مسکین کا کھانا)

اس سلسلے میں مندرجہ ذیل احادیث وارد ہیں :

۱۔ ابوداؤدؒ نے حضرت عکرمہؒ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آیۂ کریمہ " وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ الخ کی تفسیر میں کہا ہے کہ یہ رخصت بہت زیادہ بوڑھے مردوں اور عورتوں کے لئے ہے کہ اگر وہ کھانا کھلانے کی طاقت رکھتے ہوں تو خود روزہ نہ رکھیں اور ہر ایک دن کے روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلادیں۔ اسی طرح حاملہ اور دودھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



پلانے والی عورتوں کو اگر اپنے بچہ کے بارے میں یہ خوف ہو کہ روزہ رکھنے سے انہیں نقصان پہنچے گا تو وہ بھی روزہ نہ رکھیں اور ہر روزے کے بدلے میں ایک مسکین کو کھانا کھلادیں۔ اسے بزارؒ نے بھی روایت کیا ہے اور آخر میں یہ زائد ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اپنی ایک لونڈی سے جوان کے بچے کی ماں اور حاملہ تھی یہ کہا کرتے تھے کہ تم ان لوگوں کے زمرے میں شامل ہو جو روزے کی طاقت نہیں رکھتے۔ لہٰذا تم پر فدیہ ہے اور روزے کی قضا نہیں ہے (دارقطنیؒ نے اس روایت کی سند کو صحیح کہا ہے)

۲۔ امام مالکؒ اور بیہقیؒ نے نافعؒ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ ــــ اگر حاملہ عورت کو یہ خوف ہو کہ روزہ رکھنے سے اس کے بچے کو نقصان پہنچے گا تو وہ کیا کرے؟ آپ نے فرمایا: روزہ نہ رکھے اور ہر ایک روزے کے بدلے کسی مسکین کو ایک مُد گندم دیدے۔

۳۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اللہ عزوجل وضع عن المسافر الصوم وشطر الصلوٰۃ وعن الحبلی والمرضع الصوم ۔ (ترمذیؒ و حسنہ)

(بے شک اللہ تعالیٰ نے مسافر پر سے روزہ اور نماز کا نصف حصہ ساقط کر دیا ہے اور حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت پر سے روزے ساقط کر دیئے ہیں۔ اور بعض دیگر روایات کے الفاظ یہ ہیں: (وعن الحامل والمرضع) اور حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت سے)

چنانچہ اس مسئلہ میں علماء کے درمیان کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے کہ حاملہ عورت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کو اگر یہ خوف ہو کہ روزہ رکھنے سے بچے کو نقصان پہنچے گا تو اس کے لئے روزہ نہ رکھنا جائز ہے۔

اسی طرح اگر دودھ پلانے والی عورت کو یہ خوف ہو کہ روزہ رکھنے سے بچے کو نقصان پہنچے گا تو اسے بھی روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ خوف سے مراد یہ نہیں ہے کہ محض اسے یہ گمان ہو کہ بچے کو نقصان پہنچے گا بلکہ نقصان پہنچنے کا ظنِ غالب ہونا ضروری ہے اور یہ ظنِ غالب یا تو علامات دیکھ کر ہو سکتا ہے یا تجربہ سے یا کسی ماہرِ طبیب کے بتانے سے۔

بعض علماء کا ـــ جن میں امام ابن حزمؒ بھی شامل ہیں ـــ خیال یہ ہے کہ جب بچے کو نقصان پہنچنے کا خوف ہو تو روزہ نہ رکھنا واجب ہے کیونکہ ایسی حالت میں حاملہ اور مُرضعہ (دودھ پلانے والی) سے روزہ ساقط ہو جاتا ہے۔

اس مسئلے کے سلسلے میں فقہ کے چاروں مسالک میں کچھ ایسی باتیں ہیں جنہیں تفصیل سے بیان کرنا ضروری ہے۔

۱۔ احناف کے نزدیک اگر حاملہ یا مُرضعہ کو روزے سے نقصان کا خوف ہو تو اس کے لئے روزہ نہ رکھنا جائز ہے، خواہ یہ خوف اپنی جان اور بچے دونوں کو نقصان پہنچنے کا ہو یا صرف اپنے آپ کو یا صرف بچے کو، ہر حالت میں روزہ نہ رکھنا جائز ہے۔ اور جب اسے روزہ رکھنے کی قدرت ہو تو اس پر ان روزوں کی قضا واجب ہے اور فدیہ دینا ضروری نہیں ہے اور نہ روزوں کی قضا میں یہ ضروری ہے کہ لگاتار روزے رکھے نیز اس سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا کہ مُرضعہ جس بچہ کو دودھ پلا رہی ہے وہ اس کا اپنا بچہ ہے یا اجرت پر دودھ پلا رہی ہے اور اس سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا کہ اسے دودھ پلانے کے لئے مقرر کیا گیا ہے یا از خود پلا رہی ہے۔ اس لئے کہ اگر وہ بچے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کی ماں ہے تب تو اس کے لئے دودھ پلانا شرعی طور پہ واجب ہے۔ اور اگر اجرت پر دودھ پلا رہی ہے تو معاہدہ کی بنا پر دودھ پلانا واجب ہے اور وہ کسی طرح اس سے گریز اختیار نہیں کر سکتی۔

مالکیوں کے نزدیک بھی حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کے لئے روزہ نہ رکھنا جائز ہے اگر اسے بیمار ہو جانے یا مرض میں اضافہ کا ڈر ہو اور یہ ڈر خواہ اپنے ... اور بچے دونوں کے بیمار ہونے کا ہو یا صرف اپنے بیمار ہونے کا ہو یا صرف بچے کو نقصان پہنچنے کا ہو اور خواہ دودھ پلانے والی ماں ہو یا اجرت پر پلا رہی ہو۔

البتہ یہ فرق ضرور ہے کہ حاملہ پہ فدیہ نہیں ہے محض قضا ہے اور دودھ پلانے والی پر قضا بھی ہے اور فدیہ بھی۔

اور اگر حاملہ یا مرضعہ کو روزے سے خود کو یا بچے کو سخت نقصان پہنچنے یا اپنے یا بچے کے ہلاک ہونے کا خطرہ ہو تو ان پر روزہ نہ رکھنا واجب ہے۔

دودھ پلانے والی کے لئے روزہ نہ رکھنا اس صورت میں جائز ہے جب اسے دودھ پلانے کے لئے مقرر کیا گیا ہو اور اس کے سوا کوئی دوسری دودھ پلانے والی میسر نہ ہو۔ یا دوسری دودھ پلانے والی میسر تو ہو لیکن اس کو بچے نے قبول نہ کیا ہو چنانچہ اگر دوسری دودھ پلانے والی میسر آجائے اور بچہ اس کے دودھ کو قبول بھی کرلے تو پھر اس پر روزہ رکھنا واجب ہے اور کسی حالت میں روزہ چھوڑنا جائز نہیں۔

اور اگر نئی دودھ پلانے والی کو جسے بچہ نے قبول کرلیا ہے اجرت دینا ضروری ہو تو اگر بچے کے پاس مال ہے تو اس کے مال میں سے اجرت دی جائے اور اگر بچے کے پاس مال نہ ہو تو بچے کا باپ اجرت ادا کرے کیونکہ دودھ پلانے کی اجرت نان و نفقہ کا حصہ ہے، اور نان و نفقہ باپ کے ذمہ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



شافعیوں کے نزدیک حاملہ یا دودھ پلانے والی عورت کو روزہ نہ رکھنا جائز ہے اگر روزے سے ناقابلِ برداشت نقصان پہنچنے کا خوف ہو۔ یہ نقصان خواہ ماں اور بچے دونوں کو پہنچ سکتا ہو یا صرف حاملہ اور مرضعہ کی ذات کو یا صرف بچے کو۔ اور تینوں صورتوں میں حاملہ اور مرضعہ پر روزے کی قضا واجب ہے۔ لیکن آخری صورت میں یعنی جب صرف بچے کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہو روزے کی قضا کے علاوہ حاملہ اور مرضعہ پر فدیہ ادا کرنا بھی ضروری ہے اور اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ دودھ پلانے والی بچہ کی ماں ہے یا اجرت پر دودھ پلا رہی ہے۔

مندرجہ بالا تمام صورتوں میں دودھ پلانے والی عورت پر روزہ نہ رکھنا اس صورت میں واجب ہے جب اسے دودھ پلانے کے لئے مقرر کیا گیا ہو یعنی اس کے سوا کوئی ایسی عورت دستیاب نہ ہو جو روزہ کے باوجود دودھ پلا سکتی ہو اور اسے روزے سے نقصان نہ پہنچتا ہو۔ لیکن اگر اسے دودھ پلانے کے لئے مقرر نہ کیا گیا ہو تو پھر اسے اختیار ہے۔ چاہے تو دودھ پلائے اور روزہ نہ رکھے اور چاہے تو روزے رکھے اور دودھ نہ پلائے۔ یعنی اس صورت میں اس پر دودھ پلانا اور روزے نہ رکھنا واجب نہیں ہے۔

حنبلیوں کے نزدیک حاملہ اور مُرضعہ کو روزے سے اپنی ذات کو اور بچے کو یا صرف اپنی ذات کو نقصان پہنچنے کا خوف ہو تو ان کے لئے روزہ نہ رکھنا جائز ہے۔ اور ان دونوں صورتوں میں ان پر روزے کی قضا واجب ہے، فدیہ نہیں ہے۔

لیکن اگر صرف بچے کو نقصان پہنچنے کا خوف ہو تو پھر ان پر فدیہ ہے اور قضا بھی۔

اور مرضعہ کے سلسلے میں یہ بھی ہے کہ اگر بچہ دوسری عورت کا دودھ قبول کر لے اور ماں اس کو دودھ پلانے کی اُجرت ادا کرنے پر قادر ہو یا بچے کے پاس مال ہو جس میں سے دودھ پلانے کی اُجرت ادا کی جا سکتی ہو تو پھر اسے چاہیئے کہ دوسری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



دودھ پلانے والی اجرت پر مقرر کرلے اور روزے نہ چھوڑے۔

جس عورت کو اُجرت پر دودھ پلانے کے لیے مقرر کیا گیا ہو وہ اس سلسلے میں ماں کی مانند ہے یعنی جو حکم ماں کا ہے وہی اجرت پر پلانے والی کا ہے۔

## آنکھوں میں سُرمہ لگانے یا پانی اور دوا کا قطرہ ڈالنے کا حکم

روزہ دار کے سرمہ لگانے یا آنکھ میں پانی یا دوا ڈالنے کے سلسلے میں مندرجہ ذیل احادیث وارد ہوئی ہیں:

۱۔ عبدالرحمٰن بن نعمان بن معبد بن ھوذہ اپنے باپ نعمان سے اور نعمان معبد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوتے وقت مشک ملا سُرمہ لگانے کا حکم دیا اور فرمایا "روزہ دار اس سے بچے" یہ روایت ابوداؤدؒ میں ہے۔ اور امام بخاریؒ نے بھی اسے اپنی تاریخ میں درج کیا ہے۔ بعض محدثین کا قول ہے کہ اس کی سند میں کلام ہے۔ ابن معینؒ نے لکھا ہے کہ راویِ حدیث عبدالرحمٰنؒ ضعیف ہے اور ابو حاتمؒ الرازی کہتے ہیں کہ یہ راوی (عبدالرحمٰن) صدوق یعنی سچا ہے۔

۲۔ ابن ماجہؒ نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں سرمہ لگایا جبکہ آپ روزے سے تھے۔

امام ترمذیؒ لکھتے ہیں کہ اس مسئلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جتنی روایتیں ہیں ان میں سے کوئی بھی صحیح کے معیار کو پوری نہیں اترتی۔

پہلی حدیث کو ابن شبرمہؒ اور ابن ابی لیلیٰؒ نے اس بات کی دلیل بنایا ہے کہ سُرمہ سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے لیکن جمہور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ سُرمہ لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



○ حنفی مسلک

علامہ کاسانی رحؒ نے "بدائع الصنائع" میں لکھا ہے کہ روزہ دار اگر سرمہ لگا لے تو اکثر علماء کے نزدیک اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا خواہ وہ سرمے کا ذائقہ اپنے حلق میں محسوس کرے لیکن ابن ابی لیلیٰ رحؒ کہتے ہیں کہ اس صورت میں روزہ ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ جب اسے سرمہ کا ذائقہ حلق میں محسوس ہوا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ سرمہ اس کے پیٹ تک پہنچ گیا۔ اور ہماری دلیل حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔ حضرت عبداللہ رضؓ بیان کرتے ہیں کہ رمضان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اس حالت میں کہ آپ کی دونوں آنکھوں میں خوب سرمہ لگا ہوا تھا جو ام المومنین حضرت ام سلمٰی رضی اللہ عنہا نے لگایا تھا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سرمہ سے روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ سرمے وغیرہ کا آنکھوں سے پیٹ یا دماغ تک پہنچنے کا کوئی راستہ نہیں ہے اور حلق میں جو سرمہ کا ذائقہ محسوس ہونے لگتا ہے وہ محض اس کا اثر ہوتا ہے، سرمہ خود حلق میں نہیں پہنچتا لہٰذا اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا جیسے غبار اور دھوئیں کا ذائقہ اگر حلق میں محسوس ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔[1]

○ مالکی مسلک

مالکیوں کے نزدیک اگر روزہ دار نے دن کے وقت سرمہ لگایا اور اس کا ذائقہ حلق میں محسوس ہوا تو روزہ ٹوٹ گیا اور اس پر قضا واجب ہوگی۔ لیکن اگر سرمہ رات کے وقت لگایا اور اس کا ذائقہ دن میں محسوس کیا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ امام مالک رحؒ کہتے ہیں کہ اگر روزے دار کو اچھی طرح معلوم ہو

---

۱۔ البدائع الصنائع۔ ج ۲ ص ۹۲۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کہ سرمہ لگانے سے سرمہ حلق تک پہنچ جائے گا تو اس کے لئے سرمہ لگانا حرام ہے اور اگر لگائے گا تو اس پر روزے کی قضا واجب ہوگی اور اگر اسے سرمے سے حلق تک پہنچنے میں شک ہو تو اس کے لئے سرمہ لگانا مکروہ ہے۔

امام مالکؒ کے مسلک کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کوئی چیز آنکھ، کان، ناک، یا بالوں کے مساموں کے ذریعے سے حلق تک پہنچ جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ البتہ اگر سرمہ یا تیل وغیرہ رات کو استعمال کیا جائے اور وہ حلق تک دن کے وقت پہنچے تو کوئی حرج نہیں یعنی روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

○ شافعی مسلک

شیخ شہابؒ الدین قلیوبی نے لکھا ہے کہ سرمہ لگانے سے روزے کو کچھ نقصان نہیں پہنچتا، یعنی مکروہ بھی نہیں ہے خواہ دن میں لگایا جائے اور خواہ اس کا ذائقہ حلق میں محسوس ہو۔ حتیٰ کہ اگر اس کا رنگ تھوک یا ناک کے فضلے میں محسوس ہو تب بھی روزہ نہیں ٹوٹتا لیکن ایسی صورت میں سرمے کا استعمال خلافِ اولیٰ ہے یعنی بہتر یہ ہے کہ اگر سرمے کے رنگ کا تھوک یا ناک کے فضلے تک پہنچنا یقینی ہو تو روزہ دار دن میں سرمہ نہ لگائے۔

○ حنبلی مسلک

حنبلیوں کے نزدیک اگر سرمے کا ذائقہ روزہ دار کے حلق تک پہنچ جائے تو اس پر قضا واجب ہے۔

اس تفصیل سے یہ واضح ہوگیا کہ روزے کی حالت میں سرمہ لگانے کے بارے میں تین مختلف آراء ہیں:

۱۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک روزہ دار کے لئے سرمہ لگانا مکروہ نہیں ہے۔

۲۔ امام احمد بن حنبلؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک اگر روزہ دار سرمے کا ذائقہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



حلق میں محسوس کرے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

۳۔ ابن ابی لیلیٰ اور ابن شبرمہ کے نزدیک سرمہ لگانے سے روزہ بہر حال ٹوٹ جائے گا خواہ ذائقہ حلق میں محسوس ہو یا نہ ہو۔

حاصل کلام یہ کہ پہلی رائے میں سہولت ہے، دوسری میں شدت ہے تیسری میں بہت زیادہ شدت ہے۔

## پانی یا دوا کا قطرہ بھی سُرمے کے حکم میں ہے

مجھے ایک ماہر ڈاکٹر نے بتایا کہ آنکھ سے پیٹ تک پہنچنے کا راستہ ہے لہٰذا اگر روزہ دار دن کے وقت آنکھ میں کسی چیز کا قطرہ ڈالے گا تو اس پر روزے کی قضا لازم ہوگی۔

لیکن ایک دوسرے ڈاکٹر نے کہا کہ قطرہ جو آنکھ میں ڈالا جاتا ہے اس میں سے بہت ہی کم مقدار تقریباً ایک یا دو نقطوں کے برابر چیز آگے جاتی ہے، کچھ حصہ بخار بن کر اڑ جاتا ہے اور کچھ ناک میں چلا جاتا ہے اور حلق تک اس میں سے کچھ بھی نہیں پہنچتا یا اگر کبھی کچھ پہنچتا بھی ہے تو اس کا اثر اس سے زیادہ نہیں ہوتا جتنا کلی کرنے اور ناک میں پانی چڑھانے کا ہوتا ہے۔

## روزے میں کھانے کا ذائقہ چکھنا

رمضان کے دنوں میں روزہ دار عورت کو جن مسائل سے دوچار ہونا پڑتا ہے ان میں سے ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ اسے اپنے خاوند اور اہلِ خانہ کے لئے کھانا تیار کرنا ہوتا ہے لہٰذا سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا عورت کھانے کا نمک وغیرہ چکھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سکتی ہے یا نہیں ؟ اس مسئلہ کے سلسلے میں مختلف مسالکِ فقہ ہم ذیل میں پیش کرتے ہیں :

- حنفیوں کے نزدیک روزہ دار کے لئے خواہ فرض روزہ ہو یا نفلی کوئی ایسی چیز چکھنا جس سے کچھ حل ہو کر پیٹ تک نہ پہنچے مکروہ ہے البتہ اگر ضرورت کی مجبوری ہو تو جائز ہے مثلاً عورت کا خاوند اگر تندمزاج ہو تو اس کے لئے کھانے کا نمک چکھنا جائز ہے۔
- مالکیوں کے نزدیک روزہ دار کے لئے کھانا چکھنا بہرحال مکروہ ہے خواہ وہ خود ہی کھانا تیار کر رہا ہو۔ اور اگر چکھ لیا تو اس پر لازم ہے کہ اسے فوراً تھوک دے تاکہ اس کا کوئی ذرہ حلق تک نہ پہنچ پائے۔ اور اگر بچنے کی کوشش کے باوجود حلق تک کچھ پہنچ گیا تو اس پر روزے کی قضا واجب ہو گی اور اگر رمضان کے روزے میں اُسے قصداً حلق تک پہنچائے گا تو پھر اس پر قضاء کے علاوہ کفارہ بھی واجب ہو گا۔
- شافعیوں کے نزدیک روزہ دار کے لئے کھانا چکھنا مکروہ ہے اِلّا یہ کہ مجبوری ہو مثلاً روزہ دار باورچی ہو تو پھر کھانا چکھنا مکروہ نہیں ہے۔
- حنبلیوں کے نزدیک بغیر ضرورت کے کھانا چکھنا مکروہ ہے لیکن مجبوری ہو تو پھر جائز ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ نے لکھا ہے کہ میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ کھانا چکھنے سے اجتناب کیا جائے لیکن اگر چکھ لیا جائے تو روزے کو نقصان نہیں پہنچتا، اور ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔
- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ کھانے پینے کی چیزیں چکھنے میں کوئی حرج نہیں مثلاً سرکہ یا کوئی اور چیز جو خریدنا چاہتا ہو اس کو چکھ سکتا ہے۔
- "المغنی" میں ہے کہ حسن بصریؒ اپنے پوتے کو روزے کی حالت میں اخروٹ چبا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کر دیا کرتے تھے اور ابراہیم نخعیؒ کے نزدیک بھی ایسا کرنا جائز ہے۔

○ ابن عقیلؒ نے لکھا ہے کہ کھانا چکھنا یا کوئی چیز چبانا اگر ضرورت کے ماتحت ہو تو کوئی حرج نہیں لیکن بلاضرورت مکروہ ہے اگر کسی نے کھانا چکھا اور اس کا ذائقہ حلق میں محسوس کیا تو روزہ ٹوٹ گیا اور اگر ذائقہ حلق تک نہیں پہنچا تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔

اس تفصیل سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ تمام مسالکِ فقہ کے مطابق روزے کی حالت میں کھانا چکھنا مکروہ ہے الا یہ کہ مجبوری ہو تو جائز ہے بشرطیکہ کھانا پیٹ یا حلق تک نہ پہنچے۔

## روزے کی حالت میں بوسہ لینا

اس بارے میں درج ذیل حدیثیں وارد ہوئی ہیں:

۱۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روزے کی حالت میں بوسہ لے لیا کرتے تھے۔ (متفق علیہ)

۲۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روزے کی حالت میں بوسہ بھی لے لیا کرتے تھے اور روزے کی حالت میں جسم سے جسم بھی ملا لیا کرتے تھے لیکن آپ کو اپنی خواہشات پر تم سب سے زیادہ ضبط و اختیار حاصل تھا۔ (اس روایت کو امام نسائیؒ کے سوا صحاحِ ستہ کے باقی محدثین نے نقل کیا ہے)

۳۔ حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ روزہ دار بوسہ لے سکتا ہے؟ تو آپ نے ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: ان سے پوچھو! چنانچہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اُم المومنین حضرت ام سلمہؓ نے مجھے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کیا کرتے ہیں۔ اس پر میں نے عرض کیا؛ یا رسولؐ اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کے تو تمام اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے ہیں۔ میری اس بات کے جواب میں آپؐ نے فرمایا: کیا یہ درست نہیں کہ میں تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار اور تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں؟ (یہ روایت صحیح مسلم میں ہے)

اس کے معنی یہ ہوئے کہ بعض ایسے امور کے سوا جو آپ کی خصوصیات ہیں اور جن کو واضح طور پہ بیان کر دیا گیا ہے آپ کے باقی تمام اعمال وافعال امت کے لیے حجت اور دلیل ہیں۔

۴۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرا بوسہ لینے کے لیے جھکے تو میں نے کہا: میں روزے سے ہوں۔ اس پر آپ نے فرمایا: میرا بھی روزہ ہے اور یہ فرمانے کے بعد آپ نے میرا بوسہ لیا ـــ اور حضرت عائشہؓ اس وقت جوان تھیں ـــ (مسند احمدؒ بن حنبل)

۵۔ عبدالرزاقؒ نے اپنی "المصنف" میں سند صحیح سے روایت کیا ہے کہ انصار میں سے ایک شخص نے اس حالت میں کہ وہ روزے سے تھا، اپنی بیوی کا بوسہ لے لیا۔ پھر اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ وہ جا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں مسئلہ پوچھے چنانچہ اس عورت نے جب اس کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا:

انی افعل ذلک ـ (میں بھی ایسا کرتا ہوں)

یہ جواب سن کر اس عورت کے شوہر نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اللہ تعالیٰ نے بعض باتوں کی اجازت عطا فرما رکھی ہے۔ چنانچہ وہ عورت پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ نے ارشاد فرمایا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



انا اعلمکم بحدود اللہ واتقاکم۔

(میں اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کو تم سب سے زیادہ جانتا ہوں اور تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہوں)

۶۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا روزے کی حالت میں جسم سے جسم ملانا جائز ہے؟ تو آپ نے اجازت دیدی۔ ایک دوسرے شخص نے آپ سے یہی سوال کیا تو آپ نے اسے منع فرما دیا۔ چنانچہ جس شخص کو آپ نے اجازت دی تھی وہ بوڑھا تھا اور جسے منع فرمایا تھا وہ جوان تھا۔ (ابوداؤدؒ)

۷۔ حکیم بن عقالؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا: روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے کیا کچھ حرام ہے؟ آپ نے جواب دیا، صرف اس کی شرمگاہ۔ (بخاریؒ)

۸۔ مسروقؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: روزہ دار کے لئے اپنی بیوی سے کیا کچھ حلال ہے؟ آپ نے جواب دیا: جماع کے سوا سب کچھ جائز ہے۔

مذکورہ بالا احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ روزے دار کے لئے اپنی بیوی کا بوسہ لینا، معانقہ کرنا، جسم کے ساتھ جسم ملانا اور خوش فعلیاں کرنا سب جائز ہے بشرطیکہ ان کے نتیجہ میں انزال نہ ہو، اور اگر انزال ہو گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ ایک دوسری حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بوسے کو کُلّی کرنے سے تشبیہ دی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ جس طرح کلی کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اِلّا یہ کہ پانی پیٹ میں چلا جائے۔ اسی طرح بوسہ سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا جب تک انزال نہ ہو۔ چنانچہ سنن ابوداؤدؒ میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں نے روزے کی حالت میں اپنی بیوی کا بوسہ لے لیا۔ پھر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا، میں نے آج بہت بڑی غلطی کا ارتکاب کیا ہے، میں روزے سے تھا کہ میں نے اپنی بیوی کا بوسہ لے لیا۔

اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أرأيت لو تمضمضت بماء وانت صائم۔؟

(تمہارا کیا خیال ہے اگر تم روزے کی حالت میں پانی سے کلی کر لو تو کیا روزہ ٹوٹ جائے گا؟

میں نے عرض کیا: اس میں تو کوئی حرج نہیں، آپ نے فرمایا: (ففیم ؟) پھر بوسے میں کیا حرج ہے؟

## اس مسئلہ میں فقہی آراء

المازری نے لکھا ہے کہ اس مسئلہ میں بوسہ لینے والے کے حال کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے، اگر وہ ایسا شخص ہے کہ بوسے کی وجہ سے اس کی شہوت میں اس قدر تحریک پیدا ہو جاتی ہے کہ انزال ہو جائے تب تو اس کے لئے روزے میں بوسہ لینا حرام ہے۔ کیونکہ روزے میں انزال منع ہے۔ لہذا جو چیز انزال تک پہنچائے وہ بھی منع ہے اور اگر وہ شخص اتنے صبر وضبط کا مالک ہے کہ اس پر بوسے کا اثر نہیں ہوتا تو پھر منع کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ یہ کہا جائے کہ چونکہ بوسہ انزال کا سبب اور ذریعہ بن سکتا ہے اور انزال روزے میں منع ہے اور جو چیز منع ہو اس کے ذریعہ کے اختیار کرنے کا بھی وہی حکم ہے جو خود اس چیز کا۔

امام نووی لکھتے ہیں کہ جس شخص کی شہوت میں بوسے کی وجہ سے تحریک نہ پیدا ہوتی ہو اس کے لئے روزے کی حالت میں بوسہ لینا حرام نہیں ہے۔ البتہ بہتر یہ ہے کہ اس سے پرہیز کیا جائے لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ روزے کی حالت میں بوسہ لینا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مکروہ ہے۔ علماء نے یہ ضرور کہا ہے کہ ایسا کرنا خلافِ اولیٰ ہے۔ حالانکہ یہ ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم روزے میں بوسہ لیا کرتے تھے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے سلسلہ میں یہ اطمینان تھا کہ آپ بوسے کی حد سے تجاوز نہیں فرمائیں گے۔ لیکن دوسرے لوگوں کے بارے میں یہ خطرہ ہو سکتا ہے کہ وہ حد سے آگے بڑھ جائیں ـــــ لہذا بہتر یہی ہے کہ روزے میں اس سے بچا جائے۔

امام نوویؒ نے جو یہ کہا ہے کہ اس کا نہ کرنا بہتر ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے نتیجے میں ایسے فعل میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہے جو حرام ہے۔ بخاریؒ اور مسلمؒ کی متفق علیہ حدیث ہے۔

من حام حول الحمی اوشك ان یقع فیہ۔

(جو شخص باڑھ کے گرد منڈلائے گا بہت ممکن ہے کہ وہ اس کے اندر جا پڑے)

لہذا صحیح یہی ہے کہ جس کی شہوت میں بوسہ لینے سے تحریک پیدا ہوتی ہو اس کے لئے روزے کی حالت میں بوسہ لینا حرام ہے۔

علامہ قسطلانیؒ نے لکھا ہے کہ امام بیہقیؒ نے سند صحیح سے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بوڑھے شخص کو روزے کی حالت میں بوسے کی اجازت دے دی تھی اور جوان کو منع فرما دیا تھا اور فرمایا: بوڑھا اپنی شہوت پر قابو پا سکتا ہے۔ جبکہ جوان کے سلسلے میں روزہ ٹوٹنے کا امکان زیادہ ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بوڑھے کے لئے اجازت دی اور جوان کو اس سے منع فرمایا تو اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ روزے کی حالت میں بوسے کا جواز و عدمِ جواز شہوت کی تحریک سے وابستہ ہے اور بوڑھے اور جوان سے دراصل مراد یہی ہے کہ بوڑھوں کی شہوت بالعموم کمزور ہوتی ہے اور جوانوں پر اکثر و بیشتر شہوت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کا ہیجان و غلبہ ہوتا ہے لیکن اگر صورتِ حال اس سے مختلف ہو تو حکم بھی بدل جائے گا یعنی اگر کسی بوڑھے پر شہوت کا غلبہ ہو اور اس کی شہوت میں ہیجان پیدا ہو سکتا ہو تو اس کے لئے بوسہ ممنوع ہے۔ اس کے برعکس کسی جوان کے سلسلے میں اگر یہ اطمینان ہو کہ بوسے سے اس کی شہوت میں تحریک پیدا نہیں ہوگی تو اس کے لئے روزے کی حالت میں بوسہ لینا جائز ہے۔

ابنِ قدامہؒ نے جو حنبلی المسلک ہیں اپنی کتاب "المغنی" میں لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے روزے کی حالت میں بوسہ لیا اور اسے انزال ہو گیا تو اس کا روزہ ٹوٹ گیا۔ اس مسئلہ پر سب کا اتفاق ہے۔

اور ابن شبرمہؒ نے جو یہ کہا ہے کہ بوسے سے ہر حال میں روزہ ٹوٹ جاتا ہے، انزال ہو یا نہ ہو۔ یہ بات قابلِ اعتناء نہیں ہے۔ جس طرح ابنِ حزمؒ کا یہ قول قابلِ اعتنار نہیں ہے کہ بوسے سے اگر انزال بھی ہو جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔

## اِس بارے میں مختلف فقہی احکام

**مسالکِ اربعہ:**

حنفیوں کے نزدیک روزہ دار کے لئے اپنی بیوی کا بوسہ لینا مکروہ ہے خواہ بوسہ ہلکا ہو یا شدید اور ہیجان آفریں۔ مثلاً یہ کہ بوسے کے ساتھ ہونٹ بھی چوسے جائیں۔ اسی طرح جسم کو جسم سے ملانا بھی مکروہ ہے۔ اگر اپنی شرمگاہ عورت کی شرمگاہ پر اس طرح رکھ دے کہ درمیان میں کوئی کپڑا وغیرہ بھی حائل نہ ہو، لیکن یہ کراہت اس صورت میں ہے جب روزہ دار کو بوسے یا مباشرت کے نتیجہ میں انزال ہو جانے یا جماع کر بیٹھنے کا اندیشہ ہو۔

○ مالکی مسلک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مالکیوں کے نزدیک روزہ دار کے لئے تمام وہ باتیں مکروہ ہیں جو جماع کی طرف لے جانے والی ہوں مثلاً بوس وکنار اور شہوت انگیز مناظر دیکھنا یا ایسی باتیں سوچنا جن سے شہوت کو تحریک ملے خواہ روزہ دار کو یہ اطمینان ہو کہ ان باتوں کے ارتکاب سے نہ انزال ہو گا نہ مذی خارج ہو گی۔

مالکیوں کا مشہور مذہب یہ ہے کہ یہ کراہت، کراہت تنزیہی ہے تحریمی نہیں ہے۔ اور کراہت تنزیہی اباحت کے منافی نہیں ہے جیسا کہ یہ بات کتبِ فقہ میں واضح طور پہ مذکور ہے۔ لیکن اگر روزہ دار کو انزال وغیرہ سے محفوظ رہنے کے بارے میں شک ہو یا اسے معلوم ہو کہ انزال سے محفوظ نہیں رہ سکے گا تو اس کے لئے بوسہ وغیرہ حرام ہے۔ لیکن اس کے باوجود وہ اگر ان حرکات کا ارتکاب کر بیٹھا اور نہ انزال ہوا نہ مذی خارج ہوئی تو اس کا روزہ صحیح ہو گا ——— اور اگر مذی خارج ہوئی تو اس پر روزے کی قضا واجب ہو گی البتہ ——— کسی شہوت آفریں منظر کو محض بلا ارادہ دیکھنے یا کسی ایسی ہی بات کو بلا تسلسل سوچنے کے نتیجے میں اگر مذی خارج ہو گئی تو اس پہ قضا نہیں ہے لیکن اگر بوسے یا اسی قسم کی دیگر حرکات کے نتیجہ میں انزال ہو گیا اور منی خارج ہوئی اور روزہ ماہِ رمضان کا تھا تو اس پر قضا بھی ہے اور کفارہ بھی۔

اس کی وضاحت یہ ہے کہ روزہ دار کو یہ معلوم تھا کہ بوس وکنار کے نتیجہ میں وہ انزال سے محفوظ نہیں رہ سکے گا یا اسے انزال سے محفوظ رہنے کے بارے میں شک تھا اور اس بنا پر ایسی حرکات جو مقدماتِ جماع بن سکتی ہیں اس کے لئے حرام تھیں۔ تاہم اس کے باوجود اگر اس نے ان حرکات کا یعنی بوس وکنار وغیرہ کا ارتکاب کیا تو اس پر قضا بھی ہے اور کفارہ بھی۔ لیکن اگر اسے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



یہ اطمینان تھا کہ وہ بوس وکنار کے باوجود انزال وجماع سے محفوظ رہے گا اور اس بنا پر اس کے لئے ان حرکتوں کا ارتکاب صرف مکروہ تھا پھر اس نے بوس وکنار کیا اور اسے انزال ہو گیا تو اس پر صرف قضاء ہے۔ کفارہ نہیں۔ البتہ اس صورت میں بھی وہ اگر ان افعال کے ارتکاب میں حد سے بڑھ گیا اور نتیجۃً اسے انزال ہو گیا تو پھر اس پر قضا بھی ہے اور کفارہ بھی۔

○ شافعیوں کے نزدیک روزہ دار کے لئے بوس وکنار اور لپٹنا وغیرہ مکروہ ہے بشرطیکہ اس کی شہوت میں تحریک وہیجان پیدا ہوتا ہو ورنہ مکروہ نہیں لیکن بہتر یہ ہے کہ روزے میں ان باتوں سے احتراز کرے۔

اور اگر بوسہ لینے، لپٹنے یا چھونے سے انزال ہو جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور صرف قضاء واجب ہوتی ہے، کفارہ نہیں۔

○ حنبلیوں کے نزدیک روزہ دار کے لئے بوسہ اور دوسرے محرکاتِ جماع مثلاً معانقہ کرنا، چھونا اور شہوت آفریں مناظر کو بار بار دیکھنا مکروہ ہے اگر ان افعال کے نتیجہ میں شہوت میں ہیجان پیدا ہوتا ہو، ورنہ مکروہ نہیں۔ اور اگر اسے یہ گمان ہو کہ بوسے اور ایسی دیگر حرکات کے نتیجہ میں اسے انزال ہو جائے گا تو یہ حرکات اس کے لئے حرام ہے۔

ہم یہاں دو باتوں کی وضاحت کریں گے:

۱۔ ایک یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے جو روزہ کی حالت میں اپنی ازواجِ مطہرات کا بوسہ لیا یہ بوسہ یا معانقہ شہوت کی بنا پر نہیں تھا بلکہ اس کا مقصد قانونِ شریعت بیان کرنا اور یہ ظاہر کرنا تھا کہ ایسا کرنے کی اجازت ہے اور یہ چیزیں فطرتِ انسانی کو پسند ہیں اور اکثر وبیشتر ان میں مبتلا ہونے کا امکان ہے۔ اس لئے ان میں سہولت پیدا کرنے کی خاطر آپ نے ایسا کیا تھا۔ کیونکہ آپ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مومنوں پر نہایت مہربان اور شفقت فرمانے والے ہیں اور آپ نے اس بات کی وضاحت بھی فرمادی کہ یہ رخصت و اجازت سب کے لئے۔ چنانچہ جب عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ نے آپ کے اس عمل کی یہ تاویل کی تھی کہ ایسا کرنا آپ کی ذات کیساتھ خاص ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دیئے ہیں تو آپ نے اس پر ارشاد فرمایا تھا: (واللہ انی لاتقاکم واخشاکم) "خدا کی قسم! میں تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار اور سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں"۔ تو آپ کے اس ارشاد کا مقصد ہی یہ تھا کہ لوگوں کو واضح طور پر معلوم ہو جائے کہ یہ رخصت صرف آپ کی ذات کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ سب مسلمانوں کے لئے عام ہے اور ان افعال کا ارتکاب تقویٰ اور خشیت اللہ کے منافی نہیں ہے بشرطیکہ روزے دار کو اپنی ذات پر قابو ہو اور اپنی شہوت پر ضبط و اختیار حاصل ہو۔

۲۔ دوسری بات یہ کہ اس حکم میں مرد و عورت دونوں برابر ہیں جیسا کہ حدیث نمبر ۴ میں گزر چکا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بوسہ لینے کی غرض سے جھکے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں روزے سے ہوں تو آپ نے فرمایا: میرا بھی روزہ ہے اس کے بعد آپ نے بوسہ لیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس وقت جوان تھیں۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ معلوم تھا کہ بوسہ لینے سے ان کی شہوت میں تحریک پیدا نہیں ہوگی۔ لہٰذا اگر شہوت میں تحریک کا خوف ہو تو پھر عورت کے لئے بھی بوسہ منع ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس سلسلے میں مرد اور عورت دونوں کے لئے یکساں حکم ہے۔

---

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# روزے کے چند متفرق مسائل

## روزے دار کا جنابت کی حالت میں صبح کرنا

اس سلسلے میں درج ذیل احادیث وارد ہوئی ہیں :

۱۔ عبدالملکؒ بن ابی بکر بن عبدالرحمٰنؒ اپنے والد ابوبکرؒ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو اپنی روایتوں میں یہ کہتے سنا: (من ادرکہ الفجر جنبا فلا یصم) "جس کی صبح اس طرح ہو کہ وہ حالت جنابت میں ہو وہ روزہ نہ رکھے۔"

ابوبکر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہؓ کی اس بات کا ذکر اپنے باپ عبدالرحمٰن سے کیا تو انہوں نے اس کا انکار کیا۔ پھر عبدالرحمٰنؒ اور میں ام المومنین حضرت عائشہ اور ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عبدالرحمٰنؒ نے ان دونوں سے اس مسئلہ کے بارے میں پوچھا تو دونوں نے فرمایا کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (بارہا) صبح کے وقت بغیر احتلام کے یعنی جماع کی بنا پر جنابت کی حالت میں ہوتے اور اس کے بعد روزہ رکھ لیا کرتے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ابوبکرؒ کہتے ہیں کہ پھر ہم دونوں مروان کے پاس گئے اور عبدالرحمٰنؒ نے ساری بات اسے سنائی تو مروان نے کہا : میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ تم ابوہریرہؓ کے پاس جاؤ اور انہیں ان کی بات کا جواب دے دو، پھر ہم حضرت ابوہریرہؓ کے پاس گئے۔ ابوبکرؒ کہتے ہیں کہ میں اس سارے معاملے میں حاضر اور شریک تھا۔ چنانچہ عبدالرحمٰن نے حضرت ابوہریرہؓ کو ساری بات بتائی تو حضرت ابوہریرہؓ نے پوچھا، کیا ان دونوں (ام المومنین حضرت عائشہؓ اور ام المومنین حضرت ام سلمہؓ) نے تم سے یہ کہا ہے؟ عبدالرحمٰن نے کہا : ہاں! تو حضرت ابوہریرہؓ نے کہا : وہ دونوں دوسرے لوگوں سے زیادہ جانتی ہیں۔ پھر حضرت ابوہریرہؓ نے اپنی اس بات کو حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب کیا اور کہا کہ یہ بات میں نے حضرت فضل بن عباسؓ سے سنی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنی۔ پھر حضرت ابوہریرہؓ نے اپنی بات سے جو وہ اس سلسلے میں کہا کرتے تھے رجوع کر لیا۔ (مسلمؒ)

۲۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ : نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رمضان میں (کئی بار) اس طرح صبح کرتے تھے کہ آپ بغیر احتلام کے یعنی جماع کی بنا پر جنابت کی حالت میں ہوتے تھے۔ پھر آپ غسل فرماتے (یعنی طلوعِ فجر کے بعد) اور روزہ رکھتے۔ (مسلمؒ)

۳۔ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت جنابت کی حالت میں ہوتے اور یہ جنابت جماع کے سبب ہوتی نہ کہ احتلام کی وجہ سے۔ اس کے باوجود آپ نہ روزہ چھوڑتے اور نہ اس روزے کی قضا رکھتے۔ (مسلمؒ)

۴۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



علیہ وسلم سے مسئلہ دریافت کرنے آیا ___ میں اس وقت دروازے کے پیچھے سے سن رہی تھی ___ اس نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! اگر صبح کی نماز کا وقت ہو جائے اور میں جنابت کی حالت میں ہوں تو کیا میں روزہ رکھ لوں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وانا تدرکنی الصلوٰۃ وانا جنب فاصوم۔

(میں بھی صبح کی نماز کے وقت جنابت کی حالت میں ہوتا ہوں اور روزہ رکھ لیتا ہوں)

اس پر اس شخص نے کہا: یارسولؐ اللہ! آپ ہماری طرح نہیں ہیں۔ آپ کے تو اللہ نے تمام اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

واللہ انی لارجو ان اکون اخشاکم للہ واعلمکم بما اتقی۔

(بخدا! میں امید رکھتا ہوں کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور میں تم سب سے زیادہ ان باتوں کو جانتا ہوں جن سے بچنا ضروری ہے) (مسلمؒ، مسند احمدؒ وسنن ابوداؤدؒ)

مندرجہ بالا احادیث سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ جو شخص صبح کے وقت جنابت کی حالت میں ہو اس کا روزہ درست ہے اور اس پر روزے کی قضا نہیں اور اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ یہ جنابت جماع کی وجہ سے ہو یا احتلام کی وجہ سے۔ جمہور فقہاء کا یہی مسلک ہے۔

امام نوویؒ لکھتے ہیں: ہمارے علاقے کے علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جنبی کا روزہ درست ہے خواہ یہ جنابت احتلام کی وجہ سے ہو یا جماع کی وجہ سے صحابہؓ وتابعینؒ میں سے جمہور کا قول بھی یہی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا خیال یہ تھا کہ جو شخص جنابت کی حالت میں صبح کرے اس کا روزہ باطل ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ ایک روایت میں جو اوپر بیان ہوئی اس کا ذکر ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ نے اپنے اس خیال سے بعد میں رجوع کر لیا تھا جیسا کہ صحیح مسلمؒ میں اس کی صراحت موجود ہے۔

امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ جو شخص جنابت کی حالت میں صبح کرتا ہے اس کے روزے کی صحت کے بارے میں علماء کے درمیان جو اختلاف تھا وہ بعد میں دور ہو گیا۔ اور کہا جاتا ہے کہ علماء کا اس پر اجماع ہو گیا ہے کہ ایسے شخص کا روزہ جو جنابت کی حالت میں صبح کرتا ہے صحیح ہے۔ البتہ ایسے اجماع کی صحت کے سلسلے میں جو اختلاف کے بعد منعقد ہو، اہلِ اصول کا اختلاف مشہور ہے لیکن ام المومنین حضرت عائشہ اور ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما کی حدیث ہر مخالف کے خلاف حجت کی حیثیت رکھتی ہے۔ واللہ اعلم۔

ابن دقیق العیدؒ نے لکھا ہے کہ اس مسئلہ پر علماء کا اجماع ہے یا اس سلسلے میں علماء کا جو اتفاق ہے اسے کم از کم اجماع کے مثل ضرور قرار دیا جانا ہے۔ ابن دقیقؒ نے اس رلئے کا قوی ہونا اس طرح ثابت کیا ہے کہ ارشادِ باری تعالیٰ: (اُحِلَّ لَکُمْ لَیْلَۃَ الصِّیَامِ الرَّفَثُ اِلٰی نِسَآئِکُمْ۔ (البقرہ - ۱۸۷) "تمہارے لئے رمضان کے مہینے میں راتوں کو اپنی بیویوں کے پاس جانا حلال کر دیا گیا ہے"۔ سے رمضان کی راتوں میں جماع کی اباحت ثابت ہوتی ہے اور یہ اباحت اس وقت کے لئے بھی ہے جو طلوعِ فجر سے متصل ہے۔ اب ظاہر ہے جو شخص ایسے وقت جماع کرتا ہے جو فجر سے متصل ہے تو وہ جنبی ہو گا اور جنبی ہونے سے اس کا روزہ فاسد نہیں ہونا چاہیئے۔

لیکن بہتر یہ ہے کہ جنبی شخص طلوعِ فجر سے پہلے غسل کر لے لیکن اگر ایسا نہ کرے تب بھی جائز ہے۔ اس سلسلے میں اگر کوئی شخص یہ اعتراض اٹھائے کہ فجر سے پہلے غسل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کرنا افضل کیونکر ہوا جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ آپ صبح جنابت کی حالت میں کرتے تھے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے ایسا صرف اس غرض سے کیا تھا تاکہ یہ ظاہر ہو سکے کہ ایسا کرنا جائز ہے اور بلاشبہ آپ کے حق میں ایسا کرنا ہی افضل تھا کیونکہ آپ کا منصب یہ تھا کہ لوگوں کو ہر بات واضح طور پہ بتائیں۔

## اگر حیض یا نفاس کا خون منقطع ہو جائے

یہ بات پہلے بیان ہو چکی ہے کہ حیض یا نفاس والی عورت کا خون اگر طلوعِ فجر سے پہلے رک جائے تو اس پر لازم ہے کہ رات ہی کو روزے کی نیت کرلے۔ اور ہم یہ بھی بیان کر چکے ہیں کہ امام نوویؒ نے لکھا ہے کہ حیض اور نفاس والی عورت کا خون اگر رات کے وقت طلوعِ فجر سے پہلے رک جائے اور غسل کرنے سے پہلے فجر طلوع ہو جائے تو ان کا روزہ درست ہو گا اور اس روزے کو پورا کرنا ان پہ واجب ہے خواہ غسل جان بوجھ کر نہ کیا ہو یا بھولے سے رہ گیا ہو۔ غسل نہ کرنے کے لئے کوئی عذر ہو یا نہ ہو گویا حیض و نفاس والی عورت اس معاملہ میں ہر لحاظ سے جنبی کے حکم میں ہے اور جنبی کے احکام پہلے بیان ہو چکے ہیں۔

## ماہِ رمضان میں دن کے وقت جماع کرنا

اس بارے میں درجِ ذیل احادیث وارد ہوئی ہیں:

۱۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں ہلاک ہو گیا، آپ نے دریافت کیا: (وما اهلكك؟) "تمہیں کس چیز نے ہلاک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کر دیا؟ اس نے کہا: میں نے رمضان میں اپنی بیوی سے جماع کر لیا۔ آپ نے فرمایا: (هل تجد ما تعتق رقبة ؟) "کیا تم ایک غلام یا لونڈی آزاد کر سکتے ہو؟" اس نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: (هل تستطيع ان تصوم شهرين متتابعين ؟) کیا تم دو ماہ کے مسلسل روزے رکھ سکتے ہو؟۔ اس نے کہا: نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا: (فهل تجد ما تطعم ستين مسكينا ؟) کیا تم ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟۔ اس نے کہا: نہیں۔ راوی بیان کرتے ہیں پھر وہ بیٹھا رہا حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھجوروں کا ایک ٹوکرا کہیں سے آیا۔ آپ نے وہ ٹوکرا اسے دے کر فرمایا: (تصدق بهذا) یہ لے جاؤ اور صدقہ کر دو۔ وہ کہنے لگا: کیا اپنے سے زیادہ مسکینوں پر؟ واقعہ یہ ہے کہ اس شہر کا کوئی گھرانہ ہم سے زیادہ محتاج نہیں ہے۔ یہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسی آگئی حتیٰ کہ آپ کی کچلیاں نمایاں ہو گئیں اور آپ نے فرمایا: (اذهب فاطعمه اهلك) اچھا یہ لے جاؤ اور اپنے گھر والوں کو کھلاؤ (کتب ستہ میں یہ روایت موجود ہے)

حدیث میں جس ٹوکرے کا ذکر ہے اس میں پندرہ صاع کھجور سماتی ہے۔ گویا ساٹھ مد کھجوریں جو ساٹھ مسکینوں کو فی مسکین ایک مُد کے حساب سے کھلائی جا سکتی ہیں۔

اس مسئلے میں جمہور اور احناف کا مسلک یہ ہے کہ روزہ توڑنے کی صورت میں کفارہ اور قضا رکے واجب ہونے میں مرد و عورت دونوں برابر ہیں۔ بشرطیکہ دونوں نے جان بوجھ کر اپنے ارادے اور اختیار سے رمضان کے دن میں اور روزے کی نیت کرنے کے بعد جماع کیا ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



لہذا اگر بھول کر جماع کر بیٹھے یا اپنے اختیار سے نہیں کیا بلکہ مجبور تھے یا اس دن روزے کی نیت نہیں کی تھی تو پھر دونوں میں سے کسی پر کفارہ نہیں ہے۔

اور اگر عورت کے ساتھ مرد نے زبردستی جماع کیا یا عورت کسی عذر کی بنا پر روزہ دار نہ تھی تو صرف مرد پر کفارہ واجب ہوگا عورت پر نہیں۔

اور اگر کسی شخص نے رمضان کی قضاء کا روزہ یا نذر کا روزہ رکھا تھا اور جماع سے اسے توڑ دیا تو اس پر کفارہ نہیں ہے اس لئے کہ نفلی روزہ رکھنے والا اپنی ذات کا مختار ہے۔ لیکن بعض فقہاء کے نزدیک ایسے شخص کے لئے جو نفلی روزہ توڑ دے مستحب یہ ہے کہ اس کی قضاء رکھے۔

شافعی مسلک :

شافعیوں کے نزدیک عورت پر کفارہ نہیں ہے خواہ اس نے اپنے اختیار سے جماع کیا اور روزہ توڑا ہو یا اسے اس پر مجبور کیا گیا ہو البتہ اس پر روزے کی قضاء واجب ہے۔

امام نووی ؒ لکھتے ہیں کہ زیادہ صحیح یہی ہے کہ اگر ارادۃً جماع کیا اور روزہ توڑا تو صرف ایک کفارہ واجب ہے اور وہ بھی محض مرد کی طرف سے اور عورت پر کچھ نہیں۔ عورت پر کفارہ واجب نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ کفارہ مال کا حق ہے جو جماع کی صورت میں واجب ہوتا ہے لہذا وہ مرد کے ساتھ خاص ہے عورت پر نہیں جس طرح مہر مرد ادا کرتا ہے۔ اس سلسلے میں امام داؤد ظاہری ؒ کی رائے بھی وہی ہے جو شافعیوں کی ہے۔

ابو داؤدؒ نے لکھا ہے کہ امام احمد بن حنبل ؒ سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی شخص رمضان میں روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے جماع کرے تو کیا بیوی پر بھی کفارہ واجب ہے؟ امام احمدؒ نے جواب دیا کہ ہم نے کسی سے نہیں سنا کہ عورت پہ کفارہ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



امام احمدؒ سے اس سلسلے میں دو قول مروی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے جو اوپر بیان ہوا۔

ابن قدامہؒ نے المغنی میں امام احمدؒ کے اس قول کی دلیل یہ بیان کی ہے کہ حدیث مذکورہ بالا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جماع کا ارتکاب کرنے والے مرد کو صرف ایک غلام آزاد کرنے کا حکم دیا تھا اور عورت کے بارے میں کوئی حکم نہیں دیا۔ حالانکہ آپ کو معلوم تھا کہ عورت بھی اس فعل میں شریک تھی۔

ہمارے نزدیک جمہور کی رائے قابل ترجیح ہے کیونکہ اس حدیث کی روایات میں سے ایک روایت میں (جو دار قطنیؒ میں ہے) یہ الفاظ ہیں: اس شخص نے کہا (ھلکت واھلکت فقال: ما اھلکک؟ قال وقعت علی اھلی) میں خود بھی ہلاک ہو گیا اور میں نے ہلاک کر دیا (یعنی اپنی بیوی کو) آپ نے دریافت کیا تم کو کس نے ہلاک کر دیا؟ اس نے کہا، میں نے اپنی بیوی سے جماع کر لیا (یعنی رمضان میں، روزے کی حالت میں) اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورت مجبور تھی اس کے قصد و ارادے کو اس میں دخل نہ تھا لہٰذا آپ نے اس پر کفارہ عائد نہیں کیا۔

اس کے علاوہ یہ بات واضح ہے کہ عبادات کے معاملہ میں مرد اور عورت کی حیثیت مساوی ہے اور روزہ بھی عبادت ہے اس لئے اگر عورت نے روزے کو اپنے ارادے اور مرضی سے توڑا تو اس پر کفارہ واجب ہوگا اور اگر وہ مجبور تھی اور فعل جماع میں اس کے اختیار کو دخل نہیں تھا تو اس پر صرف قضا ہوگی کفارہ نہیں۔

## کفارہ کیا ہے؟

کفارہ کی تین صورتیں ہیں:

مسلمان غلام یا لونڈی آزاد کرنا جس کے لئے یہ شرط ہے کہ ہر قسم کے عیب سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



پاک ہو مثلاً اندھا، گونگا اور مجنون نہ ہو، البتہ حنفیوں کے نزدیک کافر غلام یا لونڈی بھی کفارے میں آزاد کرنا جائز ہے ۔

ب۔ اگر غلام یا لونڈی میسر نہ ہو تو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے چنانچہ اگر ہجری مہینوں میں مہینہ کی پہلی تاریخ کو روزہ رکھنا شروع کیا تو چاند کے اعتبار سے اس مہینہ کو پورا کرے (خواہ تیس ۳۰ دن ہوں یا انتیس ۲۹) اور اس کے بعد کے مہینہ میں بھی پورا مہینہ روزے رکھے (یہ بھی تیس ۳۰ دن ہوں یا انتیس) اور اگر مہینے کے درمیان میں روزے رکھنا شروع کیا تو مہینہ کے جتنے دن باقی ہیں ان میں بھی روزے رکھے اور اگلے مہینے میں پورا مہینہ روزے رکھے ۔ (مہینے کے دن جتنے بھی ہوں یعنی تیس یا انتیس) اور پہلے مہینے کے باقی ماندہ روزے تیسرے ماہ میں رکھے لیکن ان کو پہلے ماہ کے روزوں کے ساتھ ملا کر تیس ۳۰ پورے کرے ۔ اس کے علاوہ جو روزہ توڑا تھا اس کی قضاء کا روزہ الگ رکھے اور اسے کفارے کے روزوں میں شمار نہ کرے ۔

ان دو ماہ کے روزوں کا مسلسل ہونا ضروری ہے یعنی روزوں کے درمیان اگر ایک دن کا روزہ بھی چھوڑ دیا خواہ کسی عذرِ شرعی مثلاً سفر یا بیماری کی وجہ سے ہی چھوڑا ہو تو جتنے روزے اب تک رکھ چکا ہے وہ کفارے میں شمار نہ ہوں گے اور کفارے کے روزے دوبارہ نئے سرے سے رکھنا شروع کرے، کیونکہ ان روزوں کا مسلسل بغیر انقطاع کے ہونا ضروری ہے اور چونکہ یہ تسلسل ٹوٹ گیا لہذا نئے سرے سے رکھنا شروع کرے ۔

لیکن حنبلیوں کے نزدیک اگر کسی عذرِ شرعی کی وجہ سے درمیان میں روزہ چھوٹ گیا تو اس سے تسلسل نہیں ٹوٹے گا اور ان کی یہ رائے قابلِ قبول ہے کیونکہ اگر کفارہ ادا کرنے والی عورت ہو اور حیض یا نفاس کی وجہ سے درمیان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



میں روزے نہ رکھ سکے تو اس کا تسلسل اس طرح قائم رہے گا کہ عذر دور ہوتے ہی پھر روزے رکھنا شروع کر دے۔

ج۔ اگر مسلسل دو ماہ کے روزے نہ رکھ سکتا ہو کیونکہ اس میں بہت مشقت ہے یا کسی اور وجہ سے نہ رکھ سکتا ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے گویا کفارے کے ہر ایک دن کے بدلے میں ایک مسکین کو کھانا کھلائے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا کفارہ میں مذکورہ بالا ترتیب ملحوظ رکھنا ضروری ہے؟ جمہور علماء کے نزدیک حدیث میں مذکور ترتیب کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے یعنی کفارے میں پہلی چیز غلام آزاد کرنا ہے۔ لیکن اگر غلام آزاد کرنے کی استطاعت نہ ہو تو پھر دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے اگر اس پر بھی قادر نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو ایسا کھانا کھلائے جو معیار میں اپنے اور اپنے اہلِ خانہ کے کھانے کے لحاظ سے اوسط درجہ کا ہو۔ جمہور کا مسلک ہی احناف کا مسلک ہے۔

اور پہلی صورت کو چھوڑ کر، دوسری اور دوسری کو چھوڑ کر، تیسری صورت اختیار کرنا جائز نہیں جب تک کہ پہلی اور دوسری صورت پر عمل کرنے سے عاجز نہ ہو۔

جمہور کی دلیل یہ ہے کہ اعرابی والی مذکورہ بالا حدیث سے بظاہر یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ ترتیب ضروری ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اس کی استطاعت کے بارے میں اسی ترتیب سے دریافت فرمایا تھا۔

لیکن مالکیوں کے نزدیک اور امام احمدؒ سے بھی ایک روایت یہی ہے کہ کفارہ ادا کرنے والے کو تینوں میں سے کسی ایک صورت پر عمل کرنے کا اختیار ہے اور جو بھی کرے گا کفارہ ادا ہو جائے گا۔ ان کی دلیل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جسے امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے کہ: نبی کریم صلی اللہ صلی اللہ نے ایک شخص کو جس نے رمضان میں روزہ توڑ دیا تھا حکم دیا کہ وہ ایک غلام آزاد کرے یا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



دو ماہ کے روزے رکھے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ اس روایت میں حرف "اَوْ" ہے جس کے معنی "یا" ہیں اور اس سے مراد دو یا زائد باتوں کے درمیان اختیار دینا ہوتا ہے یعنی ان میں سے کوئی ایک کر لی جائے۔

دوسرے، چونکہ کفارہ کسی حکم کی خلاف ورزی کے نتیجہ میں ادا کرنا لازم آتا ہے لہٰذا اس میں یہ اختیار دیا جاتا ہے کہ تینوں صورتوں میں سے کوئی ایک صورت اختیار کرے جیسا کہ قسم کے کفارہ میں ہے۔

لیکن ہمارے خیال سے جمہور کی رائے زیادہ صحیح ہے یعنی یہ کہ تینوں صورتوں میں ترتیب ملحوظ رکھنا ضروری ہے اور پہلی سے عاجز ہونے پر دوسری اور دوسری سے بھی عاجز ہونے پر تیسری صورت اختیار کرے۔

## روزہ دار کو اگر دن کے وقت احتلام ہو جائے

مالکیوں کے نزدیک روزے کی حالت میں اگر احتلام ہو جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ ترمذیؒ اور بیہقیؒ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثلاث لا یفطرن، القیئ والحجامۃ والاحتلام۔

(تین باتیں ایسی ہیں کہ ان کے باوجود روزہ نہیں ٹوٹتا: قے کرنا پچھنے لگوانا اور احتلام ہو جانا)

بعض لوگوں کا قول ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور ابو حاتمؒ اور ابو زرعہؒ نے اس قول کو ترجیح دی ہے اور کہا ہے کہ یہ بات زیادہ صحیح اور قرین قیاس معلوم ہوتی ہے اور امام بیہقیؒ نے ان دونوں یعنی ابو حاتمؒ اور ابو زرعہؒ کی تائید کی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# روزے کی قضاء اور فدیہ

## قضاء کیا ہے ؟

قضاء سے مراد یہ ہے کہ وہ شخص جو کسی وجہ سے رمضان میں کوئی روزہ نہیں رکھ سکا چھوٹے ہوئے روزے کے بدلے میں رمضان کے علاوہ کسی ایسے دن روزہ رکھے جس میں نفلی روزہ رکھنا مباح ہو، چنانچہ ایسے دن جن میں روزہ رکھنا منع ہے مثلاً ایام عید یا وہ دن جو فرض روزے کے لئے مخصوص ہیں جیسے رمضان کا مہینہ یا وہ دن جن میں بطورِ خاص روزہ رکھنے کی نذر مانی ہو ——— ایسے تمام دنوں میں رمضان کے روزے کی قضاء کا روزہ نہیں رکھا جا سکتا۔

رمضان کے چھوٹے ہوئے روزے کے بدلے میں قضاء روزہ فوراً ہی رکھنا واجب نہیں ہے بلکہ اس کے وجوب میں یہ وسعت ہے کہ کسی وقت بھی رکھا جا سکتا ہے۔ چنانچہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بہ سندِ صحیح مروی ہے کہ آپ رمضان کے روزوں کی قضاء شعبان میں کیا کرتی تھیں۔ یعنی قضاء پہ قدرت ہوتے ہی فوراً نہیں رکھا کرتی تھیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



روزوں کی قضا میں یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ مسلسل رکھے جائیں کیونکہ اس سلسلے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۔ (البقرۃ۔ ۱۸۵)

(اور جو کوئی مریض ہو یا سفر پر ہو، تو دوسرے دنوں میں روزوں کی تعداد پوری کرے)

اس آیۃ کریمہ میں دوسرے دنوں میں روزہ رکھنے کو عام رکھا گیا ہے کہ جب ممکن ہو رکھ لے، مسلسل رکھے جائیں یا غیر مسلسل سب درست ہے، کسی قسم کی پابندی عائد نہیں کی گئی۔

دارقطنیؒ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے روزوں کی قضاء کے سلسلے میں فرمایا:

ان شاء فرق وان شاء تابع ۔

(چاہے مسلسل رکھے اور چاہے وقفوں کے ساتھ)

## روزوں کی قضاء میں اگر اس قدر تاخیر ہو جائے کہ دوسرا رمضان آجائے:

- احناف اور امام حسن بصریؒ کے نزدیک اگر دوسرا رمضان شروع ہو گیا تو پہلے موجودہ رمضان کے روزے رکھے اس کے بعد ان روزوں کی قضاء رکھے جو اس کے ذمے باقی ہیں اور اس تاخیر سے اس پر کوئی فدیہ نہیں ہے خواہ تاخیر کسی عذر کی بنا پر ہوئی ہو یا بغیر عذر کے۔
- امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور اسحاق راہویہ کے نزدیک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اگر تاخیر بغیر کسی عذر کے واقع ہوئی ہے تو وہ پہلے موجودہ رمضان کے روزے رکھے اس کے بعد ان روزوں کی قضاء کرے جو گزشتہ رمضان کے اس کے ذمے باقی تھے اور ہر روزے پر ایک مد گندم فدیہ بھی ادا کرے۔

بظاہر احناف کا مسلک اس سلسلے میں صحیح ہے اور ان کے علاوہ دوسرے علماء جنہوں نے بلا عذر تاخیر کی بنا پر فدیہ ضروری قرار دیا ہے ان کے پاس کوئی ایسی دلیل نہیں ہے جو بطور حجت پیش کی جائے اور ظاہر ہے شریعت میں نص صحیح کے بغیر کوئی بات قابل قبول نہیں۔

## فدیہ اور اس کی مقدار

فدیہ سے مراد یہ ہے کہ جو شخص رمضان کے جتنے روزے نہ رکھ سکا ہو وہ ان میں سے ہر روزے پر ایک مسکین کو کھانا کھلائے۔ البتہ فدیہ کی مقدار کے بارے میں مختلف مکاتب فقہ کے درمیان اختلاف ہے۔

○ حنفی مسلک:

احناف کے نزدیک محض ایک مسکین کو کھانا کھلا دینا کافی ہے۔ جس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں:

۱۔ ایک دن میں صبح اور شام دونوں وقت کسی مسکین کو ایسا کھانا کھلا دے جس سے وہ سیر ہو جائے یا صبح کے دو کھانے یا شام کے دو کھانے یا افطار و سحری کے وقت کسی مسکین کو پیٹ بھر کر کھانا کھلا دے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



۱۔ یا کسی فقیر کو نصف صاع گندم یا اس کی قیمت دیدے۔

۲۔ یا کسی مسکین کو جو یا کھجور یا کشمش کا ایک صاع دیدے۔

فدیہ کے سلسلے میں یہ بھی ضروری ہے کہ ایسے شخص کو نہ دیا جائے جس کا نفقہ فدیہ دینے والے کے ذمہ ہو مثلاً باپ، دادا، پردادا وغیرہ کو۔ یا بیٹا، بیٹی پوتا، پوتی یا نواسہ نواسی اور بیوی کو۔

○ مالکیوں کے نزدیک فدیہ ادا کرنے میں ضروری ہے کہ کسی مسکین کو ایسے کھانے کے ایک مد کا مالک بنا دیا جائے جو عام طور پر فدیہ دینے والے کے شہر میں کھایا جاتا ہے۔ مثلاً گندم وغیرہ یا جس چیز کا زیادہ رواج ہو۔ اور مُد سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مُد ہے جو دو ایسے کفِ دست کے برابر ہے جو نہ زیادہ بند اور نہ زیادہ کھلے ہوں اور مالکیوں کے قابلِ اعتماد قول کے مطابق اس کے بدلے میں صبح یا شام کا کھانا کھلا دینا کافی ہے۔

اور پیمائش کے لحاظ سے مد کی مقدار مصری پیمانے "قدح" کا ایک تہائی ہے اور وزن کے حساب سے ایک رِطل اور رِطل کا تیسرا حصہ بنتا ہے اور رِطلِ مکی درہم کے حساب سے ایک سو اٹھائیس (۱۲۸) درہم کے برابر ہوتا ہے (تقریباً ساڑھے دس چھٹانک)

جن کو فدیہ دیا جائے وہ فقراء اور مساکین ہوں اور کسی ایسے شخص کو نہیں دیا جا سکتا جس کی کفالت فدیہ دینے والے کے ذمہ ہو مثلاً ماں، باپ، بیوی اور نابالغ اولاد۔ البتہ وہ رشتہ دار جن کے نان و نفقہ کی ذمہ داری فدیہ ادا

---

ؔ صاع تقریباً آٹھ مُد کے برابر ہوتا ہے اور مُد سوا رطل تقریباً ساڑھے دس چھٹانک کا ہوتا ہے۔ (مترجم)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کرنے والے پر نہ ہو ان کو فدیہ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ یہ مسکین اور فقیر ہوں مثلاً بھائی، بہن اور نانا، دادا وغیرہ۔

○ شافعی مسلک کے مطابق روزے کے فدیہ میں کھانے کی وہ تمام چیزیں دی جا سکتی ہیں جو صدقۂ فطر میں دی جاتی ہیں مثلاً گندم، جو وغیرہ لیکن ان اجناس کا آٹا یا ستو دینا صحیح نہیں۔ اور فدیہ کی مقدار ایک مُد ہے اور مُد نصف مصری قدح (پیالہ) کے برابر ہوتا ہے۔ گویا مروجہ مصری پیمانے کا آٹھواں حصہ۔ یہ بھی ضروری ہے کہ جس مسکین کو فدیہ دیا جائے وہ ایسا شخص نہ ہو جس کا نان ونفقہ فدیہ ادا کرنے والے کے ذمہ ہو۔ اور اگر کفارہ روزہ توڑنے والے کے علاوہ اس کی طرف سے کوئی دوسرا شخص ادا کر رہا ہو تو اس صورت میں روزہ توڑنے والے کے اہل وعیال کو بھی مساکین میں شمار کیا جا سکتا ہے۔

○ حنبلیوں کے نزدیک روزے کے فدیے میں مسکین کو ایک مُد گندم یا نصف صاع کھجور یا جو یا کشمش یا پنیر دیئے جا سکتے ہیں اور اگر ان اشیاء کا حصول ممکن ہو تو ان کے علاوہ کوئی دوسری چیز فدیہ میں دینا صحیح نہیں۔ اور صاع حنبلیوں کے نزدیک مصری پیمانہ کے حساب سے دو پیالوں کے برابر ہے۔ نیز گندم اور جو کا آٹا یا ستو بھی دیئے جا سکتے ہیں لیکن اگر آٹا یا ستو دیئے جائیں تو ان کا وزن گندم اور جو کے دانوں کے برابر ہونا چاہیے۔ پیمائش سے حساب نہ کیا جائے اور یہ بھی جائز ہے کہ آٹا یا ستو بے چھنا دیا جائے اسی طرح دانے بھی صاف کئے بغیر دینا جائز ہے۔

فدیہ میں یہ صحیح نہیں ہے کہ کسی مسکین کو روٹی کھلا دی جائے یا ناقص غلہ دیا جائے مثلاً کرم خوردہ یا ایسی گندم دی جائے جو پانی میں بھیگی ہوئی یا پرانی ہو، جس کا ذائقہ بگڑ چکا ہو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



فدیہ کے سلسلے میں یہ بھی ضروری ہے کہ جسے فدیہ دیا جائے وہ دینے والے کے اصول یعنی باپ، دادا، پردادا وغیرہ اور دینے والے کے فروع مثلاً بیٹا، بیٹی اور پوتا، پوتی یا نواسا، نواسی وغیرہ میں سے نہ ہو۔ خواہ اس سے نفقے کی ذمہ داری اس پر ہو یا نہ ہو ــــ اور اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ کفارہ دینے والا یہ کفارہ اپنی طرف سے ادا کر رہا ہے یا کسی دوسرے کی طرف سے ــــ دونوں صورتوں میں ایک ہی حکم ہے۔

ہمارے نزدیک اس سلسلے میں احناف کی رائے سب سے بہتر اور دورِ حاضر میں زیادہ قابلِ عمل ہے اور آجکل بالعموم فتویٰ اسی کے مطابق دیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ امام شعرانیؒ نے اپنی کتاب "کشف الغمہ" میں لکھا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جس سال میرے والد کی وفات ہوئی اور انہیں معلوم ہو گیا کہ اب وہ روزوں کی قضا نہ رکھ سکیں گے تو ہم نے روٹی اور گوشت کا ایک بڑا لگن تیار کرایا اور متعدد لوگوں کو، جو تیس۳۰ سے بھی زیادہ تھے کھلایا۔ گویا ایک دن کے روزے کے بدلے میں ایک شخص کو کھانا کھلایا۔[1]

اسی طرح مفسر قرطبیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ آپ ایک سال کمزوری کی وجہ سے روزے رکھنے پر قادر نہ ہو سکے تو آپ نے کھانے کا ایک بڑا لگن تیار کرایا اور تیس۳۰ مسکینوں کو بلا کر انہیں شکم سیر کھانا کھلا دیا۔[2]

---

[1] کشف الغمہ للشعرانیؒ ج ۱ - ص ۲۶۰

[2] الجامع لاحکام القرآن ج ۲ - ص ۲۸۹ -

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## روزے میں غیبت، فحش کلامی اور جھوٹ کی ممانعت :—

اس بارے میں درج ذیل احادیث وارد ہوئی ہیں :

۱۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت علبید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دو عورتوں نے روزہ رکھا یعنی — ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا کہ دو عورتوں نے روزہ رکھا ہے اور وہ پیاس کی وجہ سے مرنے کے قریب ہیں — آپ نے اس کی یہ بات سن کر منہ پھیر لیا یا آپ خاموش رہے۔ اس شخص نے دوبارہ یہی بات دہرائی اور عرض کیا : یا رسول اللہ ! بخدا وہ مر رہی ہیں یا مرنے کے قریب ہیں۔ یہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہیں بلاؤ ! راوی بیان کرتے ہیں کہ وہ دونوں آئیں اور ایک پیالہ منگوایا گیا اور ان میں سے ایک سے کہا گیا کہ قے کرو چنانچہ اس نے قے کی جس میں پیپ، خون، کچ لہو اور گوشت کی بوٹیاں تھیں اور اس کی قے سے آدھا پیالہ بھر گیا۔ پھر دوسری سے کہا گیا کہ تم بھی قے کرو ! اس نے بھی قے کی تو اس میں پیپ، خون، کچ لہو اور گوشت کے لوتھڑے تھے اور یہ پیالہ پورا بھر گیا، اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

ان ھاتین صامتا عما احل اللہ لھما وافطرتا علی ما حرم اللہ علیھما جلست احدھما الی الاخریٰ فجعلتا تاکلان من لحوم الناس۔

(ان دو عورتوں نے روزہ رکھا تو تھا ایسی چیزیں کھا کر جو اللہ تعالیٰ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



نے ان کے لئے حلال کی ہیں اور افطار کیا ایسی چیزوں سے جو اللہ نے ان پر حرام کر دی ہیں ۔ یہ ایک دوسرے کے سامنے بیٹھ گئیں اور لوگوں کا گوشت کھانے لگیں ۔ یعنی غیبت کرتی رہیں )

یہ حدیث امام احمد بن حنبلؒ ، ابن ابی الدنیاؒ ، ابویعلیٰؒ ، ابوداؤد طیالسیؒ اور بیہقیؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے ۔

۲ ۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

رب صائم لیس له من صیامه الا الجوع و

رب قائم لیس له من قیامه الا السهر ۔

( کئی روزے دار ایسے ہیں جن کے حصے میں روزے میں سے صرف بھوک آتی ہے اور کئی راتوں کو اٹھ کر قیام کرنے والے ایسے ہیں جن کے حصے میں سوائے رت جگے کے اور کچھ نہیں آتا )

یہ روایت ابن ماجہ ، نسائیؒ اور صحیح ابن خزیمہؒ میں ہے اور حاکمؒ نے اسے دوسرے الفاظ میں روایت کیا ہے ۔

ان دونوں حدیثوں سے واضح طور پر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ روزہ دار کے لئے غیبت ، غلط بیانی ، فحش کلامی اور جھوٹی باتوں سے بچنا کس قدر ضروری ہے ۔ ان حدیثوں کی غرض و غایت یہ ہے کہ جو روزہ دار مرد یا عورت اس قسم کے خلافِ شرع امور کا ارتکاب کرے گا اسے نہ تو روزے کا ثواب ملے گا اور نہ اللہ تعالیٰ اس کا روزہ قبول فرمائے گا بلکہ اس کا روزہ اس کے منہ پر مار دیا جائے گا ۔

لیکن اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ اگر روزہ دار مذکورہ بالا باتوں میں سے کسی بات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کا مرتکب ہو تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا بلکہ ان حدیثوں کا مقصد ایسی تمام برائیوں اور گناہوں سے بچنے کی تنبیہ کرنا ہے کیونکہ ان سے روزے کا ثواب باطل ہو سکتا ہے اور ان کا روزہ اللہ تعالیٰ کے ہاں غیر مقبول قرار پا سکتا ہے۔

---

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# اِعتکاف

اِس ضمن میں مندرجہ ذیل حدیثیں ملاحظہ ہوں :

۱۔ امام مسلمؒ نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ماہِ رمضان کے آخری عشرے میں ہر سال اعتکاف فرمایا کرتے تھے (آپ کا یہی معمول رہا) حتی کہ آپ نے وفات پائی۔ پھر آپ کے بعد آپ کی ازواجِ مطہرات اعتکاف کیا کرتی تھیں۔

۲۔ مسلمؒ ہی میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف کرنے کا ارادہ فرماتے تو فجر کی نماز پڑھنے کے فوراً بعد اپنی اعتکاف گاہ میں داخل ہو جایا کرتے تھے ۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لئے اعتکاف کا خیمہ لگانے کا حکم دیتے جو لگا دیا جاتا۔ ایک بار رمضان کے عشرۂ اخیرہ میں آپ نے اعتکاف کا ارادہ فرمایا تو ام المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے بھی اپنا خیمہ لگانے کا حکم دیا اور ان کا خیمہ بھی تیار کر دیا گیا۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھنے کے بعد جب نظر ڈالی اور کئی خیمے نظر آئے تو آپ نے فرمایا ؛ کیا تم نیکی کا ارادہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



رکھتی ہو؟ پھر آپ نے حکم دیا اور آپ کا خیمہ اکھاڑ دیا گیا، اور اس مرتبہ آپ نے رمضان میں اعتکاف نہیں کیا اور شوال کے پہلے عشرے میں اعتکاف کیا۔

## اِعتکاف کے لغوی معنیٰ

اعتکاف کے لغوی معنیٰ ہیں رُکنا اور کسی ایک جگہ ٹھہرے رہنا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ۝

(الانبیاء - ۵۲)

(یہ کیسی مورتیں ہیں جن پر تم مجاور بنے بیٹھے ہو)

یعنی ان کے پاس ٹھہر کر ان کی عبادت کرتے ہو۔

اصطلاحِ شرع میں اعتکاف سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص مخصوص طریقہ پر مسجد میں ٹھہرا رہے یعنی ثواب اور قربِ الٰہی کے حصول کی خاطر مسجد میں ہی رہے اور اس سے باہر نہ نکلے۔

## اعتکاف کی شرعی حیثیت

اعتکاف کا جواز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی سنت سے ثابت ہے جیسا کہ مذکورہ بالا دونوں حدیثوں سے واضح ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ امتِ مسلمہ کے علماء کا اجماع ہے کہ اعتکاف کارِ ثواب ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# ارکانِ اعتکاف

اعتکاف کے تین ارکان ہیں :

(۱) مسجد میں ٹھہرنا (۲) مسجد (۳) اعتکاف میں بیٹھنے والا شخص

مالکیوں اور شافعیوں کے نزدیک ایک چوتھا رکن بھی ہے اور وہ ہے "نیت"

گویا مالکیوں اور شافعیوں کے نزدیک نیت شرط نہیں، بلکہ رکن ہے۔

## اعتکاف کی مسجد

اعتکاف کے لئے ضروری ہے کہ مسجد میں ہو کیونکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ

(البقرۃ - ۱۸۷)

(اور جب تم مسجد میں معتکف ہو، تو بیویوں سے مباشرت نہ کرو)

اس آیت سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ اعتکاف کے لئے مسجد کا ہونا ضروری ہے اس لئے کہ اگر اعتکاف مسجد کے علاوہ کسی دوسری جگہ بھی کیا جا سکتا تو قرآنِ مجید میں مباشرت سے منع ہونے کے سلسلے میں مسجد کا بطورِ خاص ذکر نہ کیا جاتا۔ کیونکہ مباشرت تو حالتِ اعتکاف میں جائز ہی نہیں ہے۔ لہٰذا مسجد کے ذکر سے یہی مراد ہے کہ اعتکاف صرف مسجد میں کیا جا سکتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## اس مسجد کے بارے میں جس میں اعتکاف کیا جا سکتا ہے علماء کے درمیان اختلاف ہے

○ مالکی مسلک :

مالکیوں کے نزدیک جس مسجد میں اعتکاف کیا جائے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایسی ہو کہ اس میں سب لوگ آجا سکیں۔ لہذا گھر کی مسجد میں جو اہل خانہ کے لئے مخصوص ہو اعتکاف صحیح نہیں ہے خواہ معتکف عورت ہی کیوں نہ ہو اور کعبۂ مکرمہ میں یا کسی ولی کی طرف منسوب مقام میں اور مسجد کی چھت پر بھی اعتکاف صحیح نہیں۔ اسی طرح مسجد کی محراب میں جہاں امام کھڑا ہو کر خطبہ دیتا ہے اور مسجد کے وہ مقامات جہاں پانی رکھا جاتا ہے یا جہاں قندیل جلائی جاتی ہے ایسے مقامات میں بھی اعتکاف صحیح نہیں۔ کیونکہ ان تمام مقامات کو مسجد سے علیحدہ بنایا جاتا ہے۔

○ حنفی مسلک :

حنفیوں کے نزدیک مسجد اعتکاف کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ ایسی ہو جس میں نماز باجماعت ہوتی ہو اور اس کے لئے امام اور مؤذن مقرر ہوں خواہ اس میں نماز باجماعت پانچوں وقت ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو۔ اور ایسی مسجد کی شرط مرد معتکف کے لئے ہے۔ عورت اپنے گھر کی اس مسجد میں اعتکاف کر سکتی ہے جو اس نے گھر میں نماز پڑھنے کے لئے مخصوص کر رکھی ہے یعنی اگر کسی عورت نے اپنے گھر میں نماز کے لئے جگہ مقرر کر رکھی ہے خواہ اسے مسجد قرار دیا ہو یا صرف نماز پڑھنے کے لئے مخصوص کر رکھا ہو تو اس کے لئے جائز نہیں کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اس جگہ کے علاوہ کسی اور جگہ اعتکاف کرے مثلاً سونے کا کمرہ یا کھانے کا کمرہ وغیرہ ان میں اعتکاف کرنا جائز نہیں کیونکہ انہیں نماز کے لئے مخصوص نہیں کیا گیا۔

حنفیوں کے نزدیک عورت کے لئے ایسی مسجد میں اعتکاف کرنا مکروہ تنزیہی ہے جس میں باجماعت نماز ہوتی ہو۔

○ شافعی مسلک:

شافعیوں کے نزدیک ایسی مسجد میں اعتکاف جائز ہے جس کے بارے میں معتکف کا خیال ہو کہ یہ جگہ ان امور کے لئے وقف ہے جو مسجد میں کئے جاتے ہیں اور وہ ایسی جگہ نہ ہو جس میں متفرق کام کئے جاتے ہوں مثلاً چوپال وغیرہ خواہ اس مسجد میں باجماعت نماز نہ ہوتی ہو اور خواہ اس میں سب لوگوں کو آنے کی اجازت نہ ہو، ایسی مسجد میں مرد اور عورت دونوں کے لئے اعتکاف کرنا جائز ہے۔

○ حنبلی مسلک:

حنبلیوں کے نزدیک ہر قسم کی مسجد میں مرد اور عورت دونوں کے لئے اعتکاف کرنا جائز ہے اور ان کے نزدیک مسجد کیلئے کسی خاص قسم کی شرط نہیں ہے اِلاّ یہ کہ اعتکاف کرنے والا اتنی مدت اعتکاف کرنا چاہتا ہو جس کے دوران میں کوئی ایسا فرض آتا ہو جس میں جماعت واجب ہے تو ایسی صورت میں

اعتکاف صرف اس مسجد میں صحیح ہوگا جس میں نماز باجماعت ہو سکے خواہ یہ جماعت ان لوگوں کی ہو جو یہاں اعتکاف کر رہے ہوں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مندرجہ بالا تصریحات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جمہور فقہاء کے نزدیک عورت کا اعتکاف گھر کی مسجد میں صحیح نہیں کیونکہ گھر کی مسجد کو مسجد نہیں کہا جاتا۔ اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ ایسے گھر کو جس میں مسجد ہو فروخت کرنا جائز ہے۔

پھر یہ بات احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات مسجد نبوی میں اعتکاف فرماتی تھیں۔

## عورت کے اعتکاف کے سلسلہ میں ہماری رائے

ہمارے نزدیک عورت کے اعتکاف کے سلسلہ میں احناف کی رائے زیادہ صحیح ہے یعنی یہ کہ اگر عورت نے اپنے گھر میں نماز و عبادت کے لئے کوئی جگہ مخصوص کر رکھی ہے تو پھر وہ اپنے گھر کی مسجد میں یعنی اسی مخصوص جگہ میں اعتکاف کرے۔

ہمارے خیال میں اس دور میں عورت عام مسجدوں میں اعتکاف نہیں کر سکتی کیونکہ ایسے حالات میسر نہیں ہیں کہ فتنے سے محفوظ رہا جا سکے۔

پھر جب عورت کے سلسلے میں یہ ارشاد نبوی موجود ہے کہ "عورت کی نماز گھر میں اس نماز سے بہتر ہے جو وہ محلہ کی مسجد میں ادا کرتی ہے اور محلہ کی مسجد میں نماز عورت کے لئے اس نماز سے بہتر ہے جو وہ جامع مسجد میں ادا کرتی ہے" تو ظاہر ہے کہ اعتکاف بھی جو گھنٹوں بلکہ کئی دنوں کا بھی ہو سکتا ہے عورت کے لئے مسجد کے مقابلہ میں گھر میں بدرجہ اولیٰ بہتر ہونا چاہیئے۔

علاوہ ازیں جن علماء نے عورت کے لئے مسجد میں اعتکاف کرنا جائز قرار دیا ہے ان میں سے بھی اکثر علماء کے نزدیک عورت کے لئے مسجد جامع میں ...کاف صرف اس صورت میں جائز ہے کہ اعتکاف کرنے والی عورت حسین و جمیل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



نہ ہو اور کسی قسم کا فتنہ پیدا ہونے کا خطرہ نہ ہو۔[1]

یہ شرط کہ اعتکاف کرنے والی حسین وجمیل نہ ہو، قابلِ قبول نہیں ہے اس لیے کہ ایک محذورہ ہے، ہر گری پڑی چیز کا بھی کوئی نہ کوئی اٹھانے والا ہوتا ہے، اس لئے عورت کو مسجد میں اعتکاف سے روکنے کے لئے صرف یہ شرط کافی ہے کہ فتنہ پیدا ہونے کا خطرہ نہ ہو اور اس شرط کا پورا ہونا آج کل ممکن نہیں جبکہ اِس شرط کا پایا جانا تمام مسالکِ فقہ کے لحاظ سے ضروری ہے۔ پھر جب حج، جو فرض ہے اس کے سفر کے لئے یہ شرط ہے کہ عورت شوہر یا محرم یا قابلِ اعتماد عورتوں کی جماعت کے ساتھ جائے اور وہ بھی اس صورت میں کہ فتنہ سے امن ہو تو ظاہر ہے کہ اعتکاف میں، جو فرض نہیں ہے یہ شرط بدرجہ اولیٰ ضروری ہونی چاہیئے۔

## نیّت

اعتکاف میں نیت — خواہ اسے شرط قرار دیا جائے یا رکن — بہر حال واجب ضرور ہے کیونکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۔ (البینہ۔ ۵)

(اور ان لوگوں کو اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا کہ اللہ کی بندگی کریں اپنے دین کو اس کے لئے خالص کر کے)

نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

---

[1] الفقہ الواضح۔ محمد بکر اسماعیل۔ ج ۲ ۔ ص ۱۴۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئٍ ما نوی۔ (بخاریؒ ومسلمؒ)

(اعمال کا دارومدار صرف نیتوں پر ہے اور ہر شخص کو وہی کچھ ملتا ہے جو حاصل کرنے کی وہ نیت کرتا ہے)

## اعتکاف کرنے والے کے لئے شرائط

اعتکاف کرنے والے کے لئے شرط ہے کہ وہ مسلمان اور صاحبِ شعور ہو اور بالغ، حیض اور نفاس سے پاک ہو لہٰذا کافر، ناسمجھ بچہ، بے عقل، جُنبی اور حیض نفاس والی عورت کا اعتکاف صحیح نہیں ہے۔

○ احناف کے نزدیک جنابت سے پاک ہونا اعتکاف کے حلال ہونے کے لئے شرط ہے۔ صحیح ہونے کے لئے نہیں۔ لہٰذا اگر کسی نے جنابت کی حالت میں اعتکاف کیا تو اعتکاف صحیح ہو گیا اگرچہ اس کا بحالتِ جنابت اعتکاف کرنا حرام ہے۔ لیکن حیض و نفاس سے پاک ہونا اعتکافِ واجب کی صحت کے لئے شرط ہے۔ "اعتکافِ واجب" سے مراد وہ اعتکاف ہے جس کے کرنے کی کسی نے نذر مانی ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کے لئے اعتکاف کروں گا چنانچہ اگر کسی عورت نے حیض یا نفاس کی حالت میں اعتکاف کیا تو اس کا اعتکاف صحیح نہیں ہوگا کیونکہ اعتکافِ واجب کے لئے روزہ بھی شرط ہے اور حیض و نفاس کی حالت میں روزہ نہیں رکھا جا سکتا اور روزے کے بغیر اعتکاف نہیں ہو سکتا لہٰذا حیض یا نفاس کی حالت میں جو اعتکاف کیا جائے گا وہ صحیح نہیں ہوگا۔

لیکن اعتکافِ مسنون کی صحت کے لئے حیض و نفاس سے پاک ہونا شرط نہیں ہے لہٰذا حیض و نفاس کی حالت میں اعتکافِ مسنون صحیح ہو جائے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



○ مالکیوں کے نزدیک جنابت سے پاک ہونا اعتکاف کی صحت کی شرط نہیں ہے۔ بلکہ وہ مسجد میں ٹھہرنے کے جواز کی شرط ہے چنانچہ اگر اعتکاف کی حالت میں معتکف کسی ایسے سبب سے جنبی ہو گیا جو اعتکاف کو باطل کرنے والا نہ ہو مثلاً احتلام ہو جائے اور مسجد میں پانی نہ ہو تو اس پر واجب ہے کہ غسل کے لئے مسجد سے باہر جائے اور پھر جلد واپس لوٹ آئے۔ اور اگر معتکف غسل کے بعد مسجد میں واپس آنے میں دیر لگائے گا تو اس کا اعتکاف باطل ہو جائے گا البتہ یہ تاخیر کسی ضرورت کی بنا پر ہو مثلاً ناخن تراشنا یا مونچھیں بنانا تو اعتکاف باطل نہیں ہو گا۔

لیکن حیض و نفاس سے پاک ہونا اعتکاف کی صحت کے لئے شرط ہے خواہ کسی قسم کا اعتکاف ہو یعنی اعتکافِ مسنون ہو یا اعتکافِ نذر ہو یا کسی اور قسم کا اعتکاف ہو۔

کیونکہ مالکیوں کے نزدیک روزہ صحتِ اعتکاف کی شرائط میں سے ہے اور حیض و نفاس کی حالت میں روزہ نہیں رکھا جا سکتا لہٰذا اگر اعتکاف کرنے والی عورت کو اعتکاف کے دوران میں حیض یا نفاس شروع ہو جائے تو اس پر مسجد سے باہر نکل جانا واجب ہے اور پھر جب حیض یا نفاس ختم ہو جائے تو دوبارہ مسجد میں لوٹ آئے اور اس اعتکاف کو مکمل کرے جس کی اس نے مسجد میں داخل ہوتے وقت ابتداءً نذر مانی تھی یا نیت کی تھی اور نذر کی صورت میں جتنے دن اعتکاف کرنے کی نذر مانی تھی اس کے باقی ماندہ دن اعتکاف میں گزارے اور جن دنوں میں عذر کی وجہ سے مسجد میں نہیں ٹھہر سکی ان دنوں کے بدلے میں اتنے ہی دن مزید اعتکاف کرے۔ لیکن نفلی اعتکاف کی صورت میں صرف ان دنوں کو پورا کرے جن میں اس نے اعتکاف کرنے کی نیت کی تھی اور عذر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کی وجہ سے جو دن اعتکاف میں نہیں گزار سکی ان کے بدلے میں اعتکاف کرنا ضروری نہیں۔

## کیا اعتکاف کے لئے روزہ شرط ہے؟

مالکیوں کے نزدیک ہر قسم کے اعتکاف کے لئے روزہ شرط ہے خواہ نذر کا اعتکاف ہو یا نفلی۔ لیکن حنفیوں کے نزدیک اعتکافِ واجب یعنی جس کی نذر مانی ہو اس کے لئے تو روزہ شرط ہے لیکن نفلی اعتکاف کے لئے روزہ شرط نہیں ہے۔

ہمارے نزدیک قابلِ ترجیح رائے یہ ہے کہ معتکف اگر روزہ رکھے تو بہتر ہے لیکن اگر نہ رکھے تو کوئی حرج نہیں بشرطیکہ اس نے یہ نذر نہ مانی ہو کہ روزہ رکھ کر اعتکاف کرے گا۔

سعیدؒ بن منصور نے ابوسہیلؒ سے روایت کیا ہے، ابوسہیلؒ بیان کرتے ہیں کہ میرے خاندان کی ایک عورت کے ذمہ اعتکاف تھا یعنی اس نے اعتکاف کی نذر مانی تھی لہٰذا میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے اس کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: اس پر روزے رکھنا واجب نہیں ہیں، البتہ اگر اس نے روزوں کی نذر بھی مانی ہے تو پھر رکھنے ہوں گے۔

امام زہریؒ نے کہا کہ: روزے کے بغیر اعتکاف نہیں ہوتا اس پر حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے ان سے پوچھا کہ کیا یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے؟ زہریؒ نے کہا: نہیں۔ پھر پوچھا: تو کیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا ہے؟ زہریؒ نے کہا: نہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے پوچھا: کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہے؟ امام زہریؒ نے کہا: نہیں۔ راوی کہتے ہیں میرا خیال ہے کہ غالباً پھر حضرت عمر بن عبدالعزیز نے امام زہریؒ سے پوچھا: تو کیا یہ حضرت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا ہے؟ زہریؒ نے کہا: نہیں۔ ابوسہلؒ کہتے ہیں کہ پھر میں اس مجلس سے باہر آگیا اور امام عطاؒ اور امام طاؤسؒ سے ملا اور ان سے اس بارے میں پوچھا تو طاؤسؒ نے کہا کہ: فلاں عالم کا خیال ہے کہ ایسی عورت پر جس نے اعتکاف کی نذر مانی ہو روزہ واجب نہیں ہے اِلّا یہ کہ اس نے روزے کی بھی نذر مان رکھی ہو۔ اور عطاؒ نے بھی یہی کہا کہ: اس پر روزہ نہیں ہے اِلّا یہ کہ وہ اپنے روزے کی بھی نذر مانے۔

## عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر اعتکاف نہ کرے

شوہر کی اجازت کے بغیر عورت کا اعتکاف کرنا صحیح نہیں، خواہ یہ ایسا اعتکاف ہو جس کی اس نے نذر مانی ہو۔ حنفی مسلک بھی یہی ہے۔

- شافعیوں کے نزدیک اگر عورت شوہر کی اجازت کے بغیر اعتکاف کرے گی تو اس کا اعتکاف تو صحیح ہو جائے گا لیکن وہ گناہگار ہوگی۔ اسی طرح اگر شوہر اجازت دیدے اور عورت حسین وجمیل ہو تو اس کا اعتکاف کرنا مکروہ ہے۔
- مالکیوں کے نزدیک عورت کے لئے جائز نہیں کہ شوہر کی اجازت کے بغیر اعتکاف کی نذر مانے یا نفلی اعتکاف کرے۔ اگر اسے معلوم ہو یا اس کا گمان ہو کہ خاوند کو اس کی ضرورت ہوگی یعنی وہ اس سے جماع کا طالب ہوگا لیکن اگر اجازت کے بغیر اعتکاف کرے گی تو اعتکاف صحیح ہو جائے گا البتہ شوہر کو یہ حق حاصل ہے کہ اگر وہ اس سے جماع کرنا چاہے تو اس کا اعتکاف ختم کرا دے، لیکن جماع کے علاوہ کسی اور غرض سے وہ اعتکاف توڑنے کا حکم نہیں دے سکتا اور اگر عورت نے اپنا اعتکاف توڑ دیا تو اس پر اس کی قضا،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



واجب ہے خواہ یہ نفلی اعتکاف ہو کیونکہ اس نے شوہر سے اجازت نہ لے کر ایک زیادتی کا ارتکاب کیا تھا۔ لیکن ایسے اعتکاف کی قضاء میں جلدی نہ کرے اور پھر جب اس اعتکاف کی قضاء کرنا چاہے تو شوہر سے اجازت طلب کرے۔

## نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خیمۂ اعتکاف کیوں اکھڑوا دیا تھا؟

ایک حدیث میں جو اس باب کے شروع میں بیان ہو چکی ہے، یہ مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کا ارادہ فرمایا اور خیمہ نصب کرنے کا حکم دیا جب آپ کا خیمہ نصب ہو گیا تو ام المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے بھی اپنا خیمہ نصب کرنے کا حکم دیا اور وہ بھی نصب کر دیا گیا پھر کچھ اور ازواج مطہرات نے بھی اپنے خیمے نصب کرنے کا حکم دیا اور وہ بھی نصب کر دیئے گئے۔ پھر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ فجر ادا کی اور یہ تمام خیمے لگے ہوئے دیکھے تو ارشاد فرمایا: (آلبرّ تردن؟) "کیا تم سب نیکی کا ارادہ رکھتی ہو؟ پھر آپ نے حکم دیا اور آپ کا خیمہ اکھاڑ دیا گیا۔ اور آپ نے اس رمضان میں اعتکاف نہ کیا اور پھر شوال کے پہلے عشرے میں اعتکاف فرمایا۔

امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ قاضی عیاض رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر جو کچھ ارشاد فرمایا وہ ان ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے خیمے نصب کرانے پر اظہارِ ناپسندیدگی تھا، البتہ بعض ازواج کو آپ نے اعتکاف کی اجازت دے دی تھی جیسا کہ بخاری رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔ اور آپ کے اظہارِ ناپسندیدگی کا سبب یہ تھا کہ آپ کو یہ خوف ہوا کہ کہیں یہ سب اعتکاف کے بارے میں غیر مخلص ہوں اور ان کا مقصد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اس سے باہمی رشک و حسد کی بنا پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب حاصل کرنا ہو۔ لہذا آپ نے ان کا مسجد میں ٹھہرنا پسند نہ فرمایا۔ کیونکہ مسجد میں لوگ جمع ہوتے ہیں اور آپ کی خدمت میں بدو اور منافقین بھی حاضر ہوتے ہیں اور امہات المومنین جب اعتکاف بیٹھیں گی تو ان کو اپنی ضروریات کے لئے خیموں سے باہر آنا جانا ہوگا اور اس طرح نامناسب صورتِ حال پیدا ہوگی۔

یا آپؐ نے ان کا اعتکاف کرنا اس لئے ناپسند فرمایا کہ آپ خود اعتکاف فرما رہے تھے لہذا آپ مسجد میں ٹھہریں گے اور ازواجِ مطہرات بھی مسجد میں ہوں گی تو گھر کا سا سماں پیدا ہو جائے گا اور اعتکاف کا جو حقیقی مقصد ہے یعنی اہلِ خانہ اور دنیا والے سب سے کنارہ کش ہو کر اللہ کے گھر میں بیٹھنا' وہ فوت ہو جائے گا۔

یا اس ناپسندیدگی کا سبب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اتنے خیمے لگ جانے کی وجہ سے مسجد میں جگہ تنگ ہو گئی تھی۔

امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ عورت کا اعتکاف کرنا درست ہے کیونکہ آپ نے ازواجِ مطہرات کو اعتکاف کی اجازت دے دی تھی اور بعد میں جو منع فرمایا تھا اس کا ایک خاص سبب تھا اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مرد کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی بیوی کو بلا اجازت اعتکاف سے منع کر دے اور یہی سب علماء کی رائے ہے۔ البتہ اگر مرد ایک مرتبہ عورت کو اعتکاف کی اجازت دے دے تو کیا اس کے بعد اسے منع کرنے کا حق ہے یا نہیں؟ اس میں علماء کے درمیان اختلاف ہے۔

امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبل اور داؤد ظاہریؒ کے نزدیک مرد اپنی بیوی اور غلام کو اجازت دینے کے بعد بھی منع کر سکتا ہے اور نفلی اعتکاف سے باہر نکال سکتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



امام مالکؒ کے نزدیک اجازت دینے کے بعد منع کرنا جائز نہیں۔
امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک غلام کا اعتکاف ختم کرا سکتا ہے لیکن بیوی کو اجازت دینے کے بعد منع نہیں کر سکتا۔

## اعتکاف کی مدت

مذکورہ بالا احادیث سے یہ بھی اخذ کیا جا سکتا ہے کہ اعتکافِ مستحب کے لئے کوئی مدت متعین نہیں ہے۔ یہ فقط مسجد میں بہ نیت اعتکاف ٹھہرنے سے ہو جاتا ہے۔ کم وقت کے لئے ٹھہرا جائے یا زیادہ وقت ٹھہرا جائے۔ چنانچہ معتکف کے لئے جائز ہے کہ ایک گھنٹے کا اعتکاف کرنے کی نیت کرے۔

یعلیٰ بن امیہؓ کہتے ہیں کہ میں جب بھی مسجد میں خواہ ایک گھنٹہ کے لئے ٹھہروں ضرور اعتکاف کی نیت کر لیتا ہوں۔

نفلی اعتکاف کرنے والے کو یہ اجازت ہے کہ جب چاہے اپنے اعتکاف کو ختم کر دے یعنی جتنی مدت اعتکاف کرنے کی نیت کی تھی اس کے پورا ہونے سے پہلے بھی ختم کر سکتا ہے

البتہ اعتکافِ واجب یعنی وہ اعتکاف جس کی نذر مانی ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ جتنی مدت کا اعتکاف کرنے کی نذر مانی ہے اس مدت کو پورا کیا جائے۔

## مُفسداتِ اعتکاف (وہ امور جن سے اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے)

۱۔ جماع یعنی مرد و عورت کا جنسی فعل خواہ بغیر انزال کے ہو اور خواہ عمداً ہو یا بھول کر، دن کو ہو یا رات کو اعتکاف کو باطل کر دیتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسَاجِدِ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ۔ (البقرۃ ـ ۱۸۷)

(اور جب تم مسجدوں میں معتکف ہو، تو عورتوں سے مباشرت نہ کرو۔ یہ اللہ کی باندھی ہوئی حدیں ہیں، ان کے قریب نہ پھٹکنا)

البتہ شافعیوں کے نزدیک بھول کر جماع کرنے سے اعتکاف باطل نہیں ہوتا۔

۲۔ محرکاتِ جماع کا ارتکاب مثلاً شہوت کے ساتھ بوس وکنار اور لپٹنا چمٹنا وغیرہ ان امور سے جب تک انزال نہ ہو اعتکاف باطل نہیں ہوتا لیکن معتکف کے لئے شہوت کے ساتھ ایسی باتیں کرنا جو محرکِ جماع ہیں، حرام ہے۔

ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف میں تھے، میں رات کے وقت آپ کے پاس گئی اور آپ کے ساتھ باتیں کرتی رہی، پھر واپس جانے کے لئے اٹھی تو نبی کریم صلی اللہ بھی میرے ساتھ اٹھے تاکہ بوسہ لے کر مجھے رخصت کریں۔ اس اثناء میں دو انصاری قریب سے گزرے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر تیزی سے جانے لگے تو آپ نے ان سے فرمایا: ٹھہر جاؤ! یہ صفیہ بنت حُیَیؓ ہیں۔ وہ دونوں کہنے لگے، یارسول اللہ! سبحان اللہ (آپ کو اس وضاحت کی کیا ضرورت تھی) آپ نے فرمایا:

ان الشیطان یجری من الانسان مجری الدم، فخشیت ان یقذف فی قلوبکما شیئًا ۔

یا آپ نے فرمایا: شرًا ــــــ (بخاریؒ و ابوداؤدؒ)

(شیطان انسان کے جسم میں خون کی طرح گردش کرتا ہے لہذا مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ تمہارے دلوں میں کوئی غلط فہمی یا آپ نے فرمایا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com


کوئی نشتر ڈال دے)

شہوت کے بغیر معمول کے انداز میں ہاتھ لگانے اور چھونے سے اعتکاف باطل نہیں ہوتا۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کی حالت میں اپنا سر مبارک میرے قریب کر دیا کرتے تھے اور میں اس میں کنگھی کر دیتی تھی۔ (بخاریؒ، مسلمؒ)

- مالکیوں کے نزدیک منہ کا بوسہ جماع کے حکم میں ہے لہٰذا اس سے اعتکاف باطل ہو جاتا ہے۔ اگرچہ بوسہ لینے کی غرض نہ حصولِ لذت ہو، نہ لذت حاصل ہو اور نہ انزال ہو۔ لیکن چھونا اور جسم سے جسم ملانا اگر حصولِ لذت کے لئے ہو یا اس سے لذت حاصل ہو تب تو اعتکاف باطل ہو جائے گا ورنہ نہیں۔
- امام ابو حنیفہؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک اعتکاف کی حالت میں شہوت کے ساتھ بوسہ لینا یا چھونا حرام ضرور ہے لیکن جب تک انزال نہ ہو ان باتوں سے اعتکاف باطل نہیں ہوتا۔
- امام شافعیؒ سے اس سلسلے میں دو قول مروی ہیں۔

اس مسئلہ میں علماء کے درمیان اختلاف کا سبب یہ ہے کہ ارشادِ باری تعالیٰ (وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ الخ) میں جو لفظ مباشرت وارد ہوا ہے اس کا اطلاق جماع پر بھی ہوتا ہے اور جماع سے کم پر بھی لہٰذا بعض علماء نے اس سے فقط جماع مراد لیا ہے جس میں انزال بھی داخل ہے لہٰذا ان کے نزدیک جماع سے اعتکاف باطل ہو جاتا ہے۔

اور بعض علماء نے اس سے جماع اور جماع سے کم وہ تمام باتیں جو شہوت رانی کے دائرے میں آتی ہیں وہ سب مراد لی ہیں لہٰذا ان کے نزدیک شہوت کے ساتھ بوسہ لینے اور چھونے سے بھی اعتکاف باطل ہو جاتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



۳۔ اگر دیکھنے یا شہوت انگیز باتیں سوچنے کے نتیجہ میں انزال ہو جائے تو جمہور علماء کے نزدیک اعتکاف باطل نہیں ہوتا۔ اسی طرح احتلام سے بھی اعتکاف باطل نہیں ہوتا۔ لیکن مالکیوں کے نزدیک اگر دیکھنے اور سوچنے کے نتیجہ میں دن کو یا رات کو انزال ہو جائے۔ خواہ یہ قصداً کیا جائے یا بھول کر تو اعتکاف باطل ہو جائے گا۔

○ شافعیوں کے نزدیک اگر دیکھنے اور سوچنے سے معتکف کو انزال ہو جانے کی عادت ہو اور دیکھنے یا سوچنے سے اسے انزال ہو جائے تب تو اس کا اعتکاف باطل ہو جائے گا، ورنہ نہیں۔

۴۔ اعتکاف کے شرائط میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ حیض و نفاس سے اعتکاف باطل ہو جاتا ہے۔

عورتوں سے متعلق احکامِ اعتکاف بیان کر دیئے گئے ہیں۔ باقی مسائل کیلئے کُتبِ فقہ کا مطالعہ کیا جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# حج

## حج کے لغوی اور اصطلاحی معنیٰ

حج کے لفظی معنی ہیں، کسی عظمت والی جگہ کا قصد و ارادہ کرنا۔

اصطلاحِ شرع میں حج سے مراد چند مخصوص اعمال کا وہ مجموعہ ہے جو خاص طریقہ سے، خاص دنوں میں، ایک خاص جگہ پر ادا کئے جاتے ہیں اور ان اعمال سے مراد وہ عبادت ہے جو طواف، سعی اور وقوفِ عرفہ کی صورت میں اور باقی تمام مناسکِ حج کی صورت میں ہم نے رسولِ اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھے ہیں اور جن کی غرض و غایت اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری اور اس کی رضاجوئی ہے۔

اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک رکن حج ہے اور ان فرائض میں شامل ہے جو ضروریاتِ دین ہیں۔

عمرہ سے مراد ہے: کعبۃ اللہ کی زیارت اور طواف کرنا صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنا اور سر منڈانا یا بال کٹانا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# فرضیتِ حج کے دلائل

حج کا فرض ہونا قرآن مجید سے، سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور اجماعِ امت سے ثابت ہے۔

قرآنی دلیل یہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝

(آل عمران - ۹۷)

(اور لوگوں پر اللہ کا یہ حق ہے کہ جو اس کے گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس کا حج کرے اور جو کوئی اس حکم کی پیروی سے انکار کرے تو اسے معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تمام دنیا والوں سے بے نیاز ہے)

اور سنتِ نبویؐ سے حج کی فرضیت کی دلیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے:

بنی الاسلام علی خمس شهادة ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله واقام الصلوٰة وایتاء الزکوٰة وحج البیت وصوم رمضان - (بخاری ومسلم)

(اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: یہ شہادت دینا کہ بے شک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا اور بیت اللہ کا حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا)

حج کی فرضیت پر امتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا اجماع ہے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اس بات پر بھی اجماع ہے کہ جو شخص حج کے فرض ہونے کا انکار کرے وہ کافر ہے۔
حج ہر مسلمان پر زندگی میں ایک بار فرض ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما
سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا۔ اس میں فرمایا: (یآ
ایها الناس کتب علیکم الحج) "اے لوگو! تم پر حج فرض کیا گیا ہے" یہ
سن کر اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ
کیا ہر سال حج کرنا فرض ہے؟ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لو قلتها لوجبت۔ ولو وجبت لم تعملوا بها ولم تستطیعوا الحج مرة واحدة فمن زاد فهو تطوع۔ (احمدؒ والنسائیؒ)

(اگر میں جواب میں کہہ دیتا کہ ہاں! تو ہر سال حج کرنا واجب ہو جاتا اور ہر سال واجب ہو جاتا تو تم اس پر عمل نہ کر سکتے۔ حج پوری زندگی میں ایک بار واجب ہے۔ اگر کوئی شخص کئی حج کرتا ہے تو یہ اس کے لئے نفلی عبادت ہے جو باعثِ ثواب ہے)

## عُمرہ کا بیان

عمرے کا جواز بھی قرآن مجید، سنتِ نبویؐ اور اجماع سے ثابت ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ۔ (البقرة۔ ۱۹۶)

(اور اللہ کی خوشنودی کے لئے جب حج اور عمرے کی نیت کرو تو اسے پورا کرو)

اور امام احمدؒ اور ابنِ ماجہؒ نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

عمرۃ فی رمضان تعدل حجۃ ۔

(رمضان میں جو عمرہ کیا جائے اس کا ثواب حج کے برابر ہے)

○ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک عمرہ فرض ہے کیونکہ ارشادِ باری تعالیٰ وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ میں اَتِمُّوا امر کا صیغہ ہے اور امر کے صیغے میں حکم دیا جائے تو وہ فرض ہو جاتا ہے۔ لہٰذا عمرہ فرض ہے۔ اس کے علاوہ ابو داؤدؒ، ترمذیؒ، نسائیؒ ابنِ ماجہؒ اور بیہقیؒ نے روایت کیا ہے کہ ابو رزین عقیلی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا : یا رسول اللہ! میرے والد اس قدر بوڑھے اور ضعیف ہیں کہ نہ حج و عمرہ کر سکتے ہیں اور نہ سفر۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

احجج عن ابیک واعتمر ۔

(تم اپنے والد کی طرف سے حج اور عمرہ کر لو)

○ امام مالکؒ کے نزدیک عمرہ سنت مؤکدہ ہے اور احناف کے نزدیک بھی یہی صحیح ہے کہ عمرہ سنت مؤکدہ ہے۔

## عورت کا جہاد، حجِ مبرور ہے

مردوں کے لئے جب حج کا یہ مقام اور اہمیت ہے تو عورتوں کے سلسلے میں بھی حج کی فضیلت و اہمیت اس طرح بیان کی گئی ہے کہ عورت کے لئے حج کا وہی ثواب ہے جو مردوں کو جہاد پر ملتا ہے۔

امام بخاریؒ نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ میں نے عرض کیا : یا رسولؐ اللہ! ہم دیکھتے ہیں کہ جہاد فی سبیل اللہ تمام اعمال سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



افضل ہے تو ہم کیوں نہ جہاد کیا کریں ! اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

لکن افضل الجهاد حج مبرور ۔

(تمہارے لئے سب سے افضل جہاد وہ حج ہے جس میں کوئی نازیبا حرکت نہ کی جائے )

اور ابن خزیمہؒ نے اپنی کتاب "الصحیح" میں روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا : یا رسول اللہ ! کیا عورتوں پر بھی جہاد فرض ہے ؟ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

علیھن جھاد لا قتال فیہ .... الحج والعمرۃ

(عورتوں پر ایسا جہاد فرض ہے جس میں لڑائی نہیں ہے یعنی حج اور عمرہ )

اور نسائیؒ نے سند حسن سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

جھاد الکبیر والضعیف والمرأۃ .... الحج والعمرۃ

(بوڑھے، کمزور اور عورت کے لئے حج اور عمرہ ہی جہاد ہے )

اور ترمذیؒ نے ام معقل رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کیا تو ہمارے پاس ایک اونٹ تھا جو ابو معقلؓ نے اللہ کی راہ میں دے دیا تھا ۔ اور ہمارے ہاں بیماری پھیلی جس میں ابو معقلؓ وفات پا گئے پھر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حج سے واپس تشریف لائے تو آپ نے فرمایا :

یا ام معقلؓ ما منعك ان تخرجی معنا ؟

( اے ام معقل تمہیں ہمارے ساتھ حج پر جانے سے کس نے روک دیا ؟ )

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ام معقلؓ کہتی ہیں: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم نے تیاری کر لی تھی کہ ابو معقلؓ کا انتقال ہو گیا اور ہمارے پاس ایک ہی اونٹ تھا جس پر ابو معقلؓ حج کرتے لیکن اس کے متعلق ابو معقلؓ نے وصیت کر دی تھی کہ اسے اللہ کی راہ میں دے دیا جائے۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فهلا خرجت عليه فان الحج فى سبيل الله؟ فاما اذا فاتتك هذه الحجة فاعتمرى فى رمضان فانها كحجة ـ

(تو تم اس پر سوار ہو کر حج کے لئے کیوں نہ گئیں کہ حج بھی تو فی سبیل اللہ ہے۔ بہرحال اب جبکہ تمہارا یہ حج فوت ہو گیا ہے تو تم رمضان میں عمرہ کر لینا کیونکہ رمضان میں عمرہ کا ثواب حج کے برابر ہے)

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن اور غریب ہے۔

## عورت کا حج کے سلسلے میں شوہر سے اجازت لینا:

عورت پر واجب ہے کہ حج اور دوسرے نیک کاموں کے لئے جانے سے پہلے اپنے شوہر سے اجازت طلب کرے۔

اور خاوند کے لئے مستحب یہ ہے کہ اسے اجازت دیدے۔

بعض علماء کے نزدیک شوہر کو یہ حق حاصل ہے کہ بیوی کو حج پر جانے کی اجازت نہ دے کیونکہ حج کرنا فوراً واجب نہیں ہے بلکہ زندگی میں کسی وقت بھی کیا جا سکتا ہے۔

حنفیوں کے نزدیک مرد اپنی بیوی کو حج سے نہیں روک سکتا، یہی قول امام احمدؒ حنبل اور امام شافعیؒ کا ہے۔ کیونکہ حج از روئے اسلام فرض ہے اور فرائض سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



روکنے کا کسی کو حق نہیں ۔

## اگر خاوند حج کی اجازت نہ دے

اگر عورت شوہر سے حج پر جانے کی اجازت طلب کرے اور وہ اجازت نہ دے تو عورت کو حق ہے کہ بلا اجازت روانہ ہو جائے کیونکہ حج فرض ہے اور فرض کا ترک کرنا گناہ ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق ۔ (مجمع الزوائد)

(اللہ تعالیٰ کی نافرمانی یعنی گناہ کے کام میں کسی کی اطاعت نہیں ہے)

لیکن اس طرح بغیر اجازت جانے کا حق صرف اس صورت میں ہے جب عورت کے ساتھ جانے کے لئے کوئی محرم موجود ہو، راستہ پرامن ہو اور جس مال سے وہ حج کر رہی ہے وہ اس کا ذاتی ہو، شوہر کا نہ ہو ۔ پھر یہ بھی ضروری ہے کہ حالات ایسے ہوں کہ شوہر کو فی الحال اس کی خدمت کی ضرورت و احتیاج نہ ہو ۔

چنانچہ اگر عورت کے پاس اپنا مال نہ ہو جس سے حج کر سکے اور خاوند نے حج کے اخراجات دینے سے انکار کر دیا ہو تو پھر عورت پر حج فرض نہیں ہے ۔ کیونکہ حج کی فرضیت کے لئے استطاعت شرط ہے اور خاوند اس بات کا مکلف نہیں ہے کہ اس کو حج کے اخراجات بھی مہیا کرے کیونکہ خاوند پر صرف ان اخراجات کی ذمہ داری ہے جو ضروریات زندگی میں داخل ہیں مثلاً کھانا، کپڑا، رہائش اور علاج وغیرہ ۔

اسی طرح اگر خاوند کو بیوی کی ضرورت ہو مثلاً وہ بیمار ہو یا بچے چھوٹے ہوں جن کی دیکھ بھال ضروری ہو اور بیوی کی غیر حاضری میں وہ ان کی دیکھ بھال نہ کر سکتا ہو اور کوئی دوسرا شخص بھی موجود نہ ہو جو بیوی کی غیر حاضری میں ان تمام امور کو سرانجام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



دے سکتا ہو۔ ایسے حالات میں عورت پر حج اس وقت تک فرض نہیں ہے جبتک خاوند کو اس کی ضرورت رہتی ہے کیونکہ ایسے حالات میں عورت کو فریضۂ حج ادا کرنے سے حکماً عاجز سمجھا جائے گا۔ دوسرے اکثر علماء کے نزدیک حج ایک ایسی عبادت ہے جس کو فوراً کرنا فرض نہیں ہے بلکہ اُسے ملتوی کیا جا سکتا ہے لہٰذا اگر عورت کا حج ایک سال رہ گیا تو وہ آئندہ کسی سال کر سکتی ہے۔[1]

لیکن نفلی حج کے سلسلے میں تمام علما کا اس بات پر اجماع ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو حج سے منع کر سکتا ہے۔ البتہ اگر عورت نے نفلی حج کرنے کی نذر مانی ہو تو پھر شوہر اسے منع نہیں کر سکتا کیونکہ نذر ماننے سے نفلی حج واجب ہو جاتا ہے اور واجب ہونے کی بنا پر یہ اس حج سے مشابہ ہو گیا جو اسلام کا رکن ہے۔

شافعیوں کے نزدیک زیادہ صحیح یہ ہے کہ شوہر بیوی کو فرض حج سے بھی روک سکتا ہے کیونکہ ایک تو اگر حج فرض ہے تو اس فرضیت کا تقاضا یہ نہیں ہے کہ فوراً حج کیا جائے بلکہ اس کی ادائیگی میں تاخیر جائز ہے اور دوسرے حضرت نافعؒ کی حدیث ہے جو انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ ایسی عورت کے بارے میں جو شادی شدہ اور صاحبِ مال ہو اور خاوند اسے حج کی اجازت نہ دیتا ہو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لیس لھا ان تنطلق الا باذن زوجھا۔ (دارقطنی)

(اسے حج پر نہیں جانا چاہئے اِلّا یہ کہ اس کا شوہر اسے اجازت دے)

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی محمد بن مجاشع ہے

---

[1] الفقہ الواضح للاستاذ محمد بکر بن اسماعیل - ۲ - ۱

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



جو مجہول الحال ہے لہذا اس حدیث سے استناد نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن جمہور نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اس حدیث میں جو حج کے لئے شوہر کی اجازت کو ضروری قرار دیا گیا ہے اس سے نفلی حج مراد ہے اور اس طرح تمام دلائل میں مطابقت پیدا ہو جاتی ہے یعنی فرض حج کی صورت میں اگر شوہر منع کرے تو اس کی اطاعت ضروری نہیں ہے بلکہ عورت کو اس کی اجازت کے بغیر ہی حج پر روانہ ہو جانا چاہیئے کیونکہ "لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق" (خالق کی نافرمانی کے کام میں کسی مخلوق کی فرمانبرداری جائز نہیں) ——— اور نفلی حج کے لئے حدیث نافع کے مطابق شوہر کی اجازت کے بغیر جانا منع ہے۔

## عورت کے سفر کے لئے محرم کی شرط

اکثر فقہاء نے عورت پر حج فرض ہونے کی ایک شرط یہ بیان کی ہے کہ سفر میں اس کے ساتھ خاوند یا محرم ہو تو پھر اس پر حج فرض ہے ورنہ نہیں۔ لیکن یہ شرط عورت کے سلسلے میں محض سفر حج کے لئے ہی نہیں ہے بلکہ عورت کے ہر ایسے سفر کے لئے ہے جو ایک مخصوص مسافت اور مخصوص وقت سے زائد ہو۔

اور اس شرط کے سلسلے میں علماء نے مندرجہ ذیل احادیث سے استدلال کیا ہے:

۱۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خطبہ میں ارشاد فرماتے سنا ہے:

لا یخلون رجل بامرأۃ الا ومعہا ذو محرم و لا تسافر المرأۃ الا مع ذی محرم۔

(کوئی مرد کسی اجنبی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ ملے مگر یہ کہ عورت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کے ساتھ اس کا محرم ہو۔ اور کوئی عورت سفر نہ کرے مگر یہ کہ اس کے ساتھ اس کا کوئی محرم ہو)

یہ سن کر ایک شخص اٹھا اور اس نے عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! میری بیوی حج کے لئے روانہ ہوگئی ہے اور میرا نام فلاں غزوہ میں جانے کے لئے درج ہو چکا ہے۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فانطلق فحج مع امرأتك۔ (متفق علیہ)

(یہ بات ہے تو تم جاؤ اور اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو)

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تسافر المرأة ثلاثة الا ومعها ذو محرم۔ (متفق علیہ)

(کوئی عورت تین دن کی مسافت کا سفر نہ کرے مگر یہ کہ اس کے ساتھ کوئی محرم ہو)

۳۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ:

(نهى ان تسافر المرأة ثلاثة الا ومعها ذو محرم۔) عورت تین دن کی مسافت کا سفر کرے مگر یہ کہ اس کے ہمراہ اس کا محرم ہو) اس حدیث کو بخاریؒ اور نسائیؒ کے سوا باقی چاروں محدثین نے روایت کیا ہے۔

۴۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



لا یحل لامرأۃ تسافر مسیرۃ یوم ولیلۃ الا مع

ذی محرم علیھا۔ (متفق علیہ)

(کسی عورت کے لئے جائز نہیں ہے کہ ایک دن رات کی مسافت

کا سفر کرے مگر یہ کہ اس کے ساتھ کوئی ایسا شخص ہو جو اس کا محرم ہو)

ایک روایت میں: مسیرۃ یوم "ایک دن کی مسافت کا ذکر ہے

اور ایک دوسری روایت میں " مسیرۃ لیلۃ" ایک رات کی مسافت کے الفاظ ہیں

اور ایک اور روایت میں ہے:

لا تسافر امرأۃ مسیرۃ ثلاثۃ ایام الا مع ذی محرم۔

(نہ کرے کوئی عورت تین دن کی مسافت کا سفر مگر اس صورت میں

کہ اس کے ساتھ اس کا کوئی محرم ہو)

یہ سب روایتیں مسند امام احمدؒ میں ہیں۔

اور ابو داؤدؒ کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: (لا تسافر بریدًا)

"یعنی آدھے دن کا سفر نہ کرے"

تین دن رات کی مسافت سے مراد اوسط رفتار سے تین دن رات کی مسافت

ہے۔ یعنی ایک ایسا اونٹ جس پر بوجھ لدا ہوا ہو اور دورانِ سفر جس طرح رک

رک کر اور پڑاؤ کرتے ہوئے چلا جاتا ہے۔ اسی انداز سے چل کر تین دن رات میں

جتنی مسافت طے ہوتی ہے یہ مسافت بغیر محرم کے طے نہ کرے اور اس کا اندازہ

تقریباً پچاسی کلومیٹر بنتا ہے۔ خواہ یہ مسافت گاڑی یا جہاز یا موٹر کار سے

طے کی جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## مدتِ سفر کے سلسلے میں اختلافِ احادیث کا سبب :

علماء نے لکھا ہے کہ احادیث میں مدتِ سفر کے سلسلے میں جو مختلف الفاظ وارد ہوئے ہیں اس کا سبب سوال کرنے والے اشخاص اور ان کے علاقوں کا اختلاف ہے۔ نیز جس حدیث میں تین دن رات مسافت کے سفر کی ممانعت آئی ہے۔ اس میں اس کی صراحت نہیں ہے کہ ایک دن رات کا یا نصف دن کا سفر بغیر محرم کے مباح ہے۔

امام بیہقیؒ نے لکھا ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک موقعہ پر سوال کیا گیا: کہ کیا عورت بغیر محرم کے تین دن رات کی مسافت کا سفر کر سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ پھر کسی موقعے پر کسی دوسرے شخص نے دریافت کیا کہ: کیا عورت دو دن بغیر محرم کے سفر کر سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! پھر کسی شخص نے دریافت کیا: کیا عورت بغیر محرم کے ایک دن سفر کر سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں اسی طرح نصف دن کے بارے میں پوچھا گیا ہوگا اور آپ نے فرمایا ہوگا: نہیں! چنانچہ ہر بار پوچھنے والے نے جو جواب سنا وہ دوسروں کو بتا دیا اور مختلف روایتوں میں جو ایک دوسرے سے مختلف مدت اور مسافت بیان ہوئی ہے۔ اس کا سبب یہی اختلافِ مواقع ہے چنانچہ کسی نے ایک مدت روایت کی اور کسی نے دوسری جبکہ فی الواقع یہ تمام روایات صحیح ہیں اور ان میں سے کسی روایت میں مدت یعنی کم از کم مدت کی تحدید نہیں کی گئی ہے اور نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد اپنے ارشادات میں مدتِ سفر کی تعیین کرنا تھا۔ لہٰذا اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ہر وہ مسافت جس پر لفظ سفر کا اطلاق ہو سکتا ہو عورت کے لیے بغیر شوہر یا محرم کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



طے کرنا منع ہے خواہ وہ تین دن رات ہوں یا دو دن یا ایک دن ہو یا نصف دن ۔ یا کوئی اور مدت یا مسافت ہو اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

لا تسافر امرأة الا مع ذی محرم ۔

(عورت سفر نہ کرے مگر کسی محرم کے ہمراہ)

اس روایت میں مدت یا مسافت کی کوئی قید نہیں ہے بلکہ سفر ہی سے منع کیا گیا ہے اور یہ روایت صحیح مسلمؒ میں باقی سب روایات کے آخر میں درج ہے اور اس میں محرم کے بغیر ہر ایسے سفر کی ممانعت کر دی گئی ہے جس پر لفظ سفر کا اطلاق ہو سکتا ہے ۔

## عورت کے ساتھ سفر میں شوہر یا محرم لازم ہونے کی شرط پر اختلافِ فقہاء :

مذکورہ بالا احادیث اس بارے میں بالکل صریح ہیں کہ عورت کے لئے بغیر محرم کے سفر کرنا منع ہے اس کے باوجود اس مسئلہ پر فقہاء کے درمیان اختلاف ہے اور اس اختلاف کا سبب یہ ہے کہ اس سلسلے میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں ان کا مطلب ومفہوم متعین کرنے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے ۔

○ حنفی مسلک :

احناف کے نزدیک یہ شرط تین دن یا تین دن سے زیادہ مسافت کے سفر کے لئے ہے کیونکہ جن احادیث میں تین کا عدد مذکور ہے وہ اپنے معنیٰ میں متعین اور واضح ہیں اور باقی روایات غیر واضح اور مبہم ہیں لہذا جو متعین اور واضح ہے اس سے استناد کیا جائے گا ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



دوسرے احناف کے نزدیک عورت تین دن کی مسافت کا سفر صرف شوہر یا محرم کے ساتھ کر سکتی ہے۔ کسی اور کے ساتھ مثلاً کسی ایک عورت یا ایک سے زائد عورتوں کے ساتھ یا قابلِ اعتماد ساتھیوں کے ہمراہ سفر کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ احادیث میں شوہر اور محرم کی شرط موجود ہے۔

○ حنبلی مسلک

حنبلیوں کے نزدیک اگر محرم موجود نہ ہو تو عورت پر حج فرض نہیں ہے اور ان کے نزدیک عورت کو دوسری عورت یا عورتوں یا قابلِ اعتماد ساتھیوں کے ساتھ حج کے لئے جانا جائز نہیں اور اس سلسلے میں ان کی سند وہ حدیث ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تحجن امرأۃ الا ومعها ذو محرم ۔ (دارقطنی)

(کوئی عورت حج کے لئے ہرگز نہ جائے جب تک اس کے ساتھ محرم نہ ہو)

امام احمدؒ نے لکھا ہے کہ اگر سفر حج کے دوران میں عورت کا محرم مر جائے اور وہ گھر سے دُور جا چکی ہو تو اسے چاہیئے کہ وہ تنہا روانہ ہو جائے اور حج کرے کیونکہ اس صورت میں اسے محرم کے بغیر سفر تو بہر حال کرنا پڑے گا لہٰذا اس کا حج کے لئے جانا بہتر ہے بشرطیکہ یہ حج فرض ہو لیکن اگر یہ حج نفلی ہو تو اس صورت میں اس کا کسی شہر میں ٹھہرنا محرم کے بغیر سفر کرنے سے بہتر ہے بشرطیکہ ٹھہرنا ممکن ہو۔

لیکن امام احمدؒ سے ایک دوسری روایت یہ ہے کہ فرض حج کے تحریمین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



عورت کے لئے نہ محرم کی شرط ہے نہ شوہر کی یعنی وہ دوسری قابلِ اعتماد عورتوں کے ساتھ جاسکتی ہے۔ (فتاویٰ شرعیہ۔ للشیخ حسنین مخلوف)

○ ۔امام نخعیؒ، امام حسن بصریؒ، امام سفیان ثوریؒ، امام اسحاقؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے اصحاب کے نزدیک عورت کے لئے محرم کا ہونا "استطاعتِ حج" میں داخل ہے چنانچہ ان سب کے نزدیک کسی دوسری عورت کے ہمراہ یا قابلِ اعتماد ساتھیوں کے ہمراہ عورت کو حج پہ جانے کی اجازت نہیں ہے۔

○ شافعی مسلک

شافعیوں کے نزدیک عورت کے حج کے لئے محرم کی موجودگی کسی صورت میں شرط نہیں ہے۔ عورت حج کے لئے کسی قابلِ اعتماد مسلمان آزاد عورت کے ساتھ جاسکتی ہے۔ چنانچہ شافعیوں کے نزدیک حج کے لئے عورت کو اگر شوہر یا محرم کی ہمسفری میسر نہ آسکے تو اس کے لئے جائز ہے کہ قابلِ اعتماد عورتوں کی جماعت یا کسی ایک ایسی عورت کے ہمراہ حج پر چلی جائے جس پر اسے اپنی ذات کے بارے میں مکمل اعتماد ہو۔ یہی قول امام شافعی علیہ الرحمہ کا ہے ______ لیکن یہ اجازت صرف فرض حج کے سلسلے میں ہے یعنی اس حج کے سلسلے میں جو دین اسلام کا رکن ہے اور نفلی حج میں محرم یا خاوند کے بغیر جانے کی اجازت نہیں ہے اور شافعیوں کے مسلک میں اسی قول کو ترجیح حاصل ہے۔

امام نوویؒ نے شرح مسلمؒ میں لکھا ہے کہ عطاءؒ، سعید بن جبیرؒ، ابن سیرینؒ مالک بن انسؒ اور اوزاعیؒ کے نزدیک اور شافعیؒ کے قولِ مشہور کے مطابق حج کے سلسلے میں عورت کے لئے محرم کا موجود ہونا شرط نہیں ہے بلکہ شرط یہ ہے کہ عورت کو اپنی ذات کے بارے میں حفاظت کی پوری تسلی ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



امام نوویؒ نے یہ بھی لکھا ہے ہمارے بعض علماء (یعنی۔ شافعی علماء۔) نے لکھا ہے کہ عورت قافلے کے ساتھ اکیلی بھی جا سکتی ہے بشرطیکہ اسے اپنی حفاظت کا اطمینان ہو۔

○ مالکی مسلک

مالکیوں کے نزدیک قابل اعتماد ساتھیوں کے ساتھ عورت حج کے لئے جا سکتی ہے اگر اس کے شہر اور مکہ کے درمیان ایک دن رات کی مسافت ہو۔
اور امام مالکؒ کا قول ہے کہ عورت حج کے لئے عورتوں کی جماعت کے ساتھ جا سکتی ہے۔

اور اگر عورت کو حج کے لئے ان صورتوں میں سے کوئی ایک صورت بھی میسر نہ آئے تو پھر اس پر حج فرض نہیں ہے۔ اسی طرح علماء نے یہ شرط بھی لگائی ہے کہ اگر مسافت طویل ہو تو عورت کو سواری میسر ہونا لازمی ہے لہذا اگر پیدل چلنا مشکل ہو اور سواری میسر نہ ہو تو پھر عورت پر حج فرض نہیں ہے۔
اسی طرح اگر حج کے سفر کا انتظام چھوٹی کشتی کے ذریعے سے ہو جس میں عورت کے لئے نہ پردہ ممکن ہو اور نہ ذاتی حفاظت کا اہتمام ممکن ہو تو ایسی صورت میں اس پر حج فرض نہیں۔
لیکن اگر سفر بڑی کشتی کے ذریعہ ہو جس میں علیحدہ حصہ ہو اور عورت محفوظ رہ سکتی ہو تو اگر عورت نے اسی راستے سے سفر کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے تو یہ سفر اس پر واجب ہوگا اور حج ساقط نہیں ہوگا۔
حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ امام مالکؒ کے ایک قول کے مطابق جسے کرابیسیؒ نے نقل کیا ہے اگر راستہ محفوظ ہو تو عورت حج کے لئے تنہا بھی سفر کر سکتی ہے بشرطیکہ حج یا عمرہ واجب ہو یعنی نفلی نہ ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



امام ابنِ حزم نے لکھا ہے کہ عورت کے لئے سفرِ حج میں شوہر یا محرم کا ساتھ ہونا واجب نہیں ہے لہٰذا اگر شوہر یا محرم دونوں میں سے ایک بھی میسر نہ آئے تو وہ تنہا سفر کر سکتی ہے اور اسے کوئی گناہ نہیں ہوگا۔

## بڑی عمر کی عورت کا سفرِ حج

بعض فقہاء نے جوان اور بوڑھی عورت میں سفرِ حج کے سلسلے میں فرق کیا ہے اور جوان عورت کے لئے سفر میں شوہر یا محرم ساتھ ہونے کی شرط لگائی ہے جبکہ بوڑھی عورت کے لئے یہ شرط نہیں ہے۔

لیکن جمہور علماء کے نزدیک اس سلسلے میں بوڑھی اور جوان میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یہی مسلک احناف کا ہے۔

"سُبُل السَّلام" میں ہے کہ بوڑھی عورت کے لئے بغیر محرم کے سفر کرنا جائز ہے اور اس کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ بوڑھی عورت عام طور پر پُرکشش نہیں ہوتی لہٰذا وہ شوہر اور محرم کے بغیر جیسے چاہے سفر کر سکتی ہے لیکن جمہور نے اس دلیل کو رد کر دیا ہے کیونکہ عورت خواہ بڑی عمر کی ہو اس کی طرف رغبت و شہوت کا امکان بہر حال باقی رہتا ہے اور ان کا قول ہے کہ "ہر گری پڑی چیز کا کوئی نہ کوئی اٹھانے والا ہوتا ہے"۔

امام مالکؒ کا قول بھی یہی ہے کہ بڑی عمر کی عورت ہر قسم کا سفر شوہر اور محرم کے بغیر کر سکتی ہے۔ اور ابن دقیق العیدؒ کا قول بھی یہی ہے اور انہوں نے یہ دلیل دی ہے کہ حدیث میں جو سفر کی ممانعت ہے اس کا حکم عام ہے لیکن اس عام حکم کی تخصیص اس کے معنی کو ملحوظ رکھتے ہوئے کی گئی ہے۔ یعنی خوفِ فتنہ جو ممانعت کی اصل علت ہے لہٰذا جس صورت میں خوفِ فتنہ نہ ہو وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہوگی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



امام مالکؒ نے اپنی رائے کی تائید میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث (لا صرورۃ فی الاسلام۔ ابوداؤد) کو پیش کیا ہے اور کہا ہے کہ "صرورۃ" سے مراد ایسی عورت ہے جس نے اس وجہ سے حج نہ کیا ہو کہ اس کے ساتھ حج پر جانے والا کوئی محرم نہ ہو۔ چنانچہ حدیث کے معنیٰ یہ ہوئے کہ اسلام میں عورت کے لئے جائز نہیں ہے کہ محرم نہ ہونے کی بنا پر وہ حج سے محروم رہے بلکہ اسے چاہیئے کہ عورتوں کی جماعت کے ساتھ حج کے لئے چلی جائے۔ لیکن المنذریؒ نے اس حدیث کے بارے میں لکھا ہے کہ اس کی سند میں ایک راوی عمر بن ابی الخوار ہے جسے بہت سے ائمہ حدیث نے ضعیف کہا ہے۔

## نفلی حج کے لئے سفر کا حکم

امام نوویؒ نے لکھا ہے کہ ہمارے علماء یعنی شافعیوں کے درمیان اس مسئلہ پر اختلاف ہے کہ کیا نفلی حج یا زیارت و تجارت جیسے غیر واجب سفر کے لئے عورت بغیر محرم کے جا سکتی ہے؟ چنانچہ بعض کا خیال ہے کہ جس طرح فرض حج کے سفر پر قابلِ اعتماد عورتوں کی جماعت کے ساتھ جانے کی اجازت ہے۔ اسی طرح نفلی حج اور زیارت و تجارت کا سفر بھی قابلِ اعتماد عورتوں کی جماعت کے ساتھ کر سکتی ہے۔ لیکن علماء کی اکثریت کا خیال ہے کہ نفلی حج اور تجارت و زیارت کا سفر محرم کے بغیر اور عورتوں کی جماعت کے ساتھ جائز نہیں۔

جو لوگ قابلِ اعتماد رفقاء کے ساتھ اور راستے کے پُرامن ہونے کی صورت میں عورت کے لئے بغیر شوہر اور محرم کے سفر جائز قرار دیتے ہیں ان کے دلائل حسبِ ذیل ہیں:

۱۔ امام بخاریؒ نے روایت کیا ہے: حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک شخص آیا اور اس نے آپ سے فاقے کی شکایت کی پھر ایک شخص آیا اور اس نے آپ سے رلستے میں راہزنوں کے موجود ہونے کی شکایت کی۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عدی بن حاتم رضؓ سے دریافت فرمایا: (یا عدی ھل رأیت الحیرۃ؟) "اے عدیؓ! تم نے مقام "حیرہ" دیکھا ہے؟ عدیؓ کہتے ہیں: میں نے کہا: میں نے حیرہ دیکھا تو نہیں البتہ مجھے اس کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فان طالت بك الحیاۃ لترین الظعینۃ ترتحل من الحیرۃ حتی تطوف بالکعبۃ ولا تخاف الا اللّٰہ۔

(اگر تمہاری زندگی طویل ہوئی تو تم ضرور یہ منظر دیکھو گے کہ ایک ھودج "حیرہؓ[1]" سے سفر کرتا ہوا پہنچتا ہے اور اس میں سفر کرنے والی عورت بیت اللہ کا طواف کرتی ہے اور اسے سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کا خوف نہیں ہوتا)

اور ایک دوسری روایت کے الفاظ اس طرح ہیں: (تؤم البیت لاجوار معھا) "اس میں بیٹھی ہوئی عورت بیت اللہ کے حج کا قصد کرے گی اس طرح کہ اس کے ساتھ کوئی نہ ہوگا۔ یعنی تنہا سفر کرے گی۔

اس حدیث سے علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دینِ اسلام کی تعریف کرتے ہوئے اور اسلام کی روشنی پھیلنے کا ذکر فرماتے ہوئے یہ خبر دی ہے کہ اس دور میں اس قدر امن ہوگا کہ ایک عورت تنہا "حیرہ" سے حج کے لئے روانہ ہوگی۔ تو گویا عورت کا تنہا سفرِ حج پر روانہ

---

[1] حیرہ کوفہ کے قریب ایک قصبہ کا نام ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہونا جائز ہے۔

۲۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا۔ (آل عمران۔۹۷)

(لوگوں پر اللہ کا یہ حق ہے کہ جو اس کے گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس کا حج کرے)

اس آیۂ کریمہ میں لفظ "الناس" وارد ہوا ہے جس کا اطلاق مرد اور عورت دونوں پر ہوتا ہے استطاعت سواری اور زادِ راہ کے مہیا ہونے سے حاصل ہو جاتی ہے لہذا عورت پر زاد و راحلہ کی موجودگی میں حج فرض ہے۔ علاوہ ازیں محرم یا شوہر کے ساتھ ہونے کی غرض یہ ہے کہ عورت فتنے سے محفوظ رہے اور عورتوں کی جماعت کی ہمراہی یا قابلِ اعتماد ساتھیوں کے ساتھ ہونے سے یہ غرض حاصل ہو جاتی ہے۔

اس دلیل کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ آیۂ کریمہ میں جو حکم ہے اس کا اطلاق عورت پر اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک عورت کے ساتھ شوہر یا محرم نہ ہو۔

۳۔ محرم اور شوہر کے بغیر سفرِ حج پر جانے کے جواز میں یہ بھی دلیل دی گئی ہے کہ ازواجِ مطہرات نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں حضرت عمرؓ کی اجازت سے جو آخری حج کیا اس میں ان کے ہمراہ کوئی محرم نہیں تھا اور حضرت عمرؓ نے حضرت عثمان بن عفان اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کو ازواجِ مطہرات کے ہمراہ بھیجا تھا اور حضرت عثمانؓ یہ منادی کرتے جاتے تھے کہ خبردار! کوئی شخص امہات المومنین کے قریب نہ جائے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



نہ اُن کی طرف دیکھے ! اور اس سفرِ حج میں امہات المومنین ھودج میں سوار تھیں جو اونٹ پہ کسا ہوا تھا اور امہات المومنین رضی اللہ عنہن کا یہ حج نفلی تھا کیونکہ فرض حج سب امہات المومنین سوائے حضرت زنیب رضی اللہ عنہا کے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کر چکی تھیں۔

اِن علماء کی اس دلیل کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ عثمان بن عفان اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما امہات المومنین کے محرم تھے کیونکہ امہات المؤمنین مومنوں پہ حرام کر دی گئی ہیں یعنی وہ سب مومنوں کی مائیں ہیں۔

۴۔ ابنِ حزمؒ نے اپنے اس مسلک کے لئے کہ ”عورت کو محرم اور شوہر کے بغیر حج کا سفر کرنا جائز ہے بشرطیکہ قابلِ اعتماد ساتھی میسر ہوں اور راستہ پُرامن ہو“ اس حدیث کو دلیل بنایا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے جس نے اپنا نام کسی غزوے میں لکھوا دیا تھا لیکن پھر جب اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میری بیوی حج پہ جا رہی ہے تو آپ نے اس سے فرمایا : ( فانطلق فحج مع امرأتك ) ”جاؤ تم اپنی بیوی کے ساتھ حج کر دو“ کیونکہ اس موقع پر جب اس شخص نے آپ سے عرض کیا کہ میری بیوی حج پہ جا رہی ہے تو آپ نے اس کی بیوی کے تنہا حج پر جانے کو ناپسند نہیں فرمایا تھا۔

لیکن اس بات کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ محرم یا شوہر کا ساتھ ہونا اگر عورت کے حج کے لئے شرط نہ ہوتا تو آپ اس کے شوہر کو یہ حکم نہ دیتے کہ جاؤ جا کر اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو اور جہاد کو جس میں تم نے نام لکھا رکھا ہے چھوڑ دو۔

۵۔ امام شافعیؒ نے کتاب ’ الاُمّ ‘ میں لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



اس سلسلے میں جو احادیث مروی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ استطاعتِ سبیل سے مراد زادِ سفر اور سواری ہے لہٰذا اگر کسی عورت کو یہ دونوں چیزیں میسر ہوں اور راستہ پُرامن اور محفوظ ہو اور اسے قابلِ اعتماد عورتوں کی جماعت کی ہمراہی میسر ہو تو میرے نزدیک اس پر حج فرض ہے خواہ اس کے ہمراہ کوئی محرم نہ ہو۔ واللہ اعلم۔ اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج فرض ہونے کے سلسلے میں صرف اس شخص کو مستثنیٰ کیا ہے جسے زادِ سفر اور سواری میسر نہ آئے۔ البتہ اگر ساتھ جانے کے لئے قابلِ اعتماد آزاد مسلمان عورت یا عورتوں کی جماعت میسر نہ ہو تو پھر ایسے مردوں کی ہمراہی میں سفرِ حج نہ کرے جن کے ساتھ نہ کوئی عورت ہو اور نہ ان میں کوئی مرد اس عورت کا محرم ہو۔

امام شافعیؒ نے کتاب "الامّ" میں یہ بھی لکھا ہے کہ ہمیں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم سے بھی ایسی روایات پہنچی ہیں جن سے ہمارے اس قول کی تائید ہوتی ہے کہ عورت کو سفرِ حج کے لئے محرم میسر نہ آئے تب بھی وہ دوسری عورتوں کے ساتھ سفر کر سکتی ہے۔ مسلم بن جریجؒ نے ہمیں بتایا کہ عطاءؒ سے دریافت کیا گیا کہ اگر کسی عورت کے ساتھ محرم یا شوہر نہ ہو لیکن اس کے ساتھ ایسے خادم لڑکے اور خادمائیں ہوں جو دورانِ سفر اس کے قیام و طعام اور اُترنے چڑھنے اور حفاظت کا انتظام کر سکتے ہوں تو کیا وہ حج کے لئے جا سکتی ہے؟ عطاءؒ نے کہا، ہاں اِسے حج کرنا چاہیئے۔

## مذکورہ بالا اقوال کا خُلاصہ

اب تک جو کچھ بیان ہوا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ عورت حج کے لئے اپنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



شوہر یا محرم کے ساتھ جا سکتی ہے لیکن اگر شوہر یا محرم میسر نہ ہوں تو قابلِ اعتماد عورتوں کی جماعت کے ساتھ سفر کر سکتی ہے اور اگر عورتوں کی جماعت بھی میسر نہ ہو تو ایک قابلِ اعتماد عورت کے ساتھ سفر کر سکتی ہے اور اگر ایک بھی ثقہ عورت میسر نہ ہو تو ایسے مرد ہمراہیوں کے ساتھ حج پر جا سکتی ہے جن کی موجودگی میں فتنے سے محفوظ رہنے کا اطمینان ہو۔

بعض علماء کے نزدیک صرف راستہ کا پرامن ہونا اور ایسے ساتھیوں کی موجودگی کافی ہے جن کے ساتھ ہوتے ہوئے فتنہ سے محفوظ رہ سکے خواہ یہ حج نفلی ہو یا سفرِ زیارت ہو یا سفرِ تجارت۔

لیکن پہلی رائے پر عمل کرنا زیادہ بہتر ہے۔

حاصلِ بحث یہ ہے کہ اگر عورت کو حفظِ ذات کا اطمینان نہ ہو تو پھر اس کے لیے سفر کرنا جائز نہیں ہے۔ یہ سفر طویل مسافت کا ہو یا مختصر ہو۔

## اگر کوئی عورت بغیر محرم کے حج کرلے؟

جو لوگ شوہر یا محرم کا ہمراہ ہونا عورت کے حج کے لئے شرط قرار دیتے ہیں ان کے نزدیک اگر کوئی عورت اس شرط کی خلاف ورزی کرے اور بغیر شوہر یا محرم کے حج کرلے تو اس کے حج کا کیا حکم ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا حج ہو جائے گا۔

امام ابن تیمیہؒ نے "سُبُل السلام" میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص بغیر استطاعت کے یا کوئی عورت بغیر محرم کے حج کرے تو ان دونوں کا حج صحیح ہوگا۔

اس کی وضاحت یہ ہے کہ اگر کوئی ایسا شخص جس پر عدم استطاعت کی وجہ سے حج فرض نہیں تھا: مثلاً مریض یا نادار یا محتاج جس کے پاس سفر کا زاد و راحلہ نہ ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



یا جس کا راستہ رہزنوں سے محفوظ نہ ہو۔ یا عورت جسے سفرِ حج پر جانے کے لئے محرم یا شوہر میسر نہ ہو اگر یہ کسی طرح مکہ مکرمہ پہنچ جائیں اور حج کر لیں تو ان کا حج صحیح ہو گا۔ یہ علٰحدہ بات ہے کہ ان حالات میں حج کرنے والوں میں وہ لوگ جو زائد مشقت برداشت کر کے یعنی پیدل چل کر حج کے لئے جائیں گے ان کا ثواب زیادہ ہو گا اور جو راستے سے مانگتے ہوئے اور دستِ سوال دراز کرتے ہوئے حج کے لئے پہنچیں گے وہ ایک بُرے کام کا ارتکاب کریں گے اور گناہگار ہوں گے۔

اسی طرح عورت اگر بغیر محرم کے حج کے لئے جائے گی تو گناہگار ہو گی۔ ان کا حج صحیح تو اس لئے ہو جائے گا کہ پہنچ جانے کے بعد یہ پوری طرح حج کرنے کے اہل ہیں اور جس گناہ کا ارتکاب انہوں نے کیا ہے اس کا تعلق راستے سے ہے نہ کہ اصل حج سے۔

"المغنی" میں ہے کہ اگر کوئی ایسا شخص جسے حج کی استطاعت نہ ہو زائد مشقت برداشت کر کے سواری اور زادِ راہ کے بغیر حج کے لئے روانہ ہو جائے تو اس کا حج صحیح ہو گا اور اسے اس کا اجر ملے گا۔

## محرم کون ہے؟

عورت کا ایسا محرم جس کے لئے عورت کو دیکھنا اور اس کے ساتھ خلوت میں بیٹھنا اور سفر کرنا جائز ہے، ہر وہ شخص ہے جس سے اس عورت کا نکاح ہمیشہ کے لئے حرام ہے لیکن یہ حرمتِ نکاح کسی جائز سبب کی وجہ سے ہو اور عورت کے احترام کی بنا پر ہو (سزا وغیرہ کی بنا پر نہ ہو)

۱۔ ابدی حرمت سے مراد وہ حرمت ہے جو نسب کی بنا پر یا رضاعت کی بنا پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



یا مصاہرت (دامادی کے رشتے) کی بنا پر ہو۔

نسب کی بنا پر حرمت، مثلاً باپ، بیٹا، بھائی، بھتیجا اور بھانجا۔

رضاعت کی بنا پر حرمت: مثلاً رضاعی بھائی یا رضاعی بھائی کا بیٹا یا رضاعی بہن کا بیٹا وغیرہ۔

حرمتِ مصاہرت: مثلاً شوہر کا باپ یا شوہر کا بیٹا۔

ابدی حُرمت کی قید سے بہنوئی، پھوپھا اور خالو محرم نہیں رہے کیونکہ ان کی حرمت ابدی نہیں ہے بلکہ یہ اگر اپنی موجودہ بیویوں کو طلاق دے دیں تو اس عورت سے نکاح کر سکتے ہیں جس کے یہ پہلے بہنوئی، پھوپھا اور خالو تھے لہذا یہ محرم نہیں ہیں۔

امام مالکؒ محرم کے سلسلے میں اس ساری بات سے اتفاق کرتے ہیں سوائے خاوند کے بیٹے کے، ان کے نزدیک خاوند کے بیٹے کے ساتھ سفر کرنا مکروہ ہے۔ ان کا خیال ہے کہ قرنِ اول کے بعد لوگوں کے مزاج میں فساد پیدا ہو گیا ہے اور بہت سے لوگ باپ کی بیوی سے اس قسم کی کراہت محسوس نہیں کرتے جیسی کراہت وہ محرم عورتوں سے محسوس کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں عورت باعثِ فتنہ ہے لہذا سوائے ان محرم عورتوں کے جن کے لئے نسبی طور پہ اللہ تعالیٰ نے دلوں میں کراہت پیدا کر دی ہے باقی عورتوں کی وجہ سے دلوں میں فساد پیدا ہونے کا امکان رہتا ہے۔

لیکن کتاب و سنّت کے نصوص امام مالکؒ کی بات کی تائید نہیں کرتے واللہ اعلم۔

امام احمد بن حنبلؒ نے کافر باپ کو بھی اس سے مستثنیٰ کیا ہے یعنی ان کے نزدیک کافر باپ مسلمان بیٹی کا محرم نہیں ہے اس لئے کہ اس کے بارے میں یہ اطمینان نہیں ہو سکتا کہ وہ اپنی بیٹی کو دینِ اسلام سے ورغلانے اور گمراہ کرنے کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کوشش نہیں کرے گا اس کے معنی یہ ہوئے کہ تمام کافر رشتہ دار مسلمان عورت کے محرم نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ علت کہ "ان کے بارے میں یہ اطمینان نہیں ہو سکتا کہ وہ اپنی رشتہ دار مسلمان عورت کو دینِ اسلام سے برگشتہ کرنے کی کوشش نہیں کریں گے" ان میں بھی پائی جاتی ہے۔

## محرم کا عاقل بالغ ہونا ضروری ہے

محرم جو عورت کے ساتھ سفر کرے اس کے لئے یہ شرط ہے کہ عاقل بالغ ہو اور معاملات کو احسن طریقہ سے طے کر سکتا ہو۔

اگر کوئی محرم بالغ تو ہو لیکن صاحبِ عقل نہ ہو اور معاملات کو اچھی طرح طے نہ کر سکتا ہو تو وہ اس قابل نہیں ہے کہ عورت اس کے ساتھ سفر کرے۔

## عورت کے ساتھ سفرِ حج پر جانیوالے محرم کے اخراجات :

جو محرم سفرِ حج پر عورت کے ساتھ جائے گا اس کے تمام اخراجات حج کرنے والی عورت کے ذمے ہوں گے، یہ قول امام احمدؒ کا ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ محرم اس بنا پر جا رہا ہے کہ وہ عورت حج پر جا رہی ہے اور اس کے ساتھ جا رہا ہے لہذا اس کے اخراجات اس عورت کے ذمے ہوں گے اور اس کو صاحبِ استطاعت جب سمجھا جائے گا جب وہ اپنے اور اپنے محرم یعنی دونوں کے لئے زاد و راحلہ کا انتظام کر سکتی ہو۔ لیکن اگر اس کے باوجود کہ کوئی عورت محرم کے اخراجات برداشت کرنے کو تیار ہو مگر کوئی محرم اس کے ساتھ سفرِ حج پر جانے کے لئے تیار نہ ہو تو پھر یہ عورت اس عورت کے حکم میں ہے جسے محرم میسر نہ ہونے کی بنا پر استطاعت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



حج نہ ہو کیونکہ محرم کے بغیر عورت حج کی قدرت نہیں رکھتی۔

ابنِ قدامہؒ نے المغنی میں لکھا ہے:

رہا یہ مسئلہ کہ ــــــ اگر کوئی عورت اپنے محرم سے حج پر جانے کے لئے کہے تو کیا اس محرم پر اس کی یہ دعوت قبول کرنا لازم ہے؟

اس کے بارے میں دو روایتیں ہیں ــــــ ایک کے مطابق اس محرم پر اس کی یہ فرمائش قبول کرنا لازم ہے لیکن دوسری روایت کے مطابق اس کے لئے لازم نہیں کہ اس کی یہ فرمائش ضرور قبول کرے۔

ابنِ قدامہؒ نے لکھا ہے کہ صحیح یہی ہے کہ محرم پر لازم نہیں ہے کہ ضرور اس کی اس فرمائش کو قبول کرے اور اس کے ساتھ حج پر جائے کیونکہ حج میں شدید مشقت اور بے حد تکلیف برداشت کرنا پڑتی ہے تو کسی پر یہ لازم نہیں ہے کہ وہ دوسرے کی خاطر یہ مشقت اور تکلیف ضرور برداشت کرے اور نہ محرم پر یہ لازم ہے کہ اس کی رشتہ دار عورت بیمار ہو تو اس کی طرف سے حج بدل کرے۔

## طلاق یا وفات کی عدت گزارنے والی عورت کا حج: ــــــ

اگر کسی عورت کو حج کے مہینوں میں طلاق ہو جائے یا اُس کے خاوند کا انتقال ہو جائے تو اس کے لئے مناسب نہیں کہ اسی سال حج کے لئے جائے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر عدت پوری ہونے تک گھر میں ٹھہرنا واجب کر دیا ہے۔ لہٰذا سوائے ضروری کاموں کے اُسے گھر سے باہر نہیں نکلنا چاہئے اور اگر کسی ضروری کام سے باہر نکلنا بھی پڑے تو کم سے کم وقت باہر ٹھہرے۔ کیونکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۔ (الطلاق ۔ ۱)

(زمانہ عدت میں) نہ تم انہیں ان کے گھروں سے نکالو اور نہ وہ خود نکلیں اِلّا یہ کہ وہ کسی صریح برائی کی مرتکب ہوں)

اور عدت تین "قروء" سے پوری ہوتی ہے اور قروء سے مراد تین حیض یا تین طُہر ہیں یا اگر عورت حاملہ ہو تو وضع حمل سے عدت پوری ہو جاتی ہے ———— یہ عدت اس عورت کی ہے جسے طلاق دی گئی ہو۔

لیکن وہ عورت جس کا شوہر وفات پا گیا ہو اور وہ حاملہ بھی نہ ہو تو اس کی عدت چار ماہ اور دس دن ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۔

(البقرۃ ۔ ۲۳۴)

(تم میں سے جو لوگ مر جائیں ان کے پیچھے اگر ان کی بیویاں زندہ ہوں تو وہ اپنے آپ کو چار مہینے دس دن روکے رکھیں)

دراصل یہ چار مہینے دس دن عورت کے لیے سوگ کی مدت ہے جو وہ اپنے شوہر کی وفات پر مناتی ہے۔

قرطبیؒ نے ارشادِ باری تعالیٰ:۔ وَلَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ ۔ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جب تک عورت عدت میں ہے خاوند اسے اپنے گھر سے نہیں نکال سکتا جس میں وہ اس وقت رہتی تھی جب اس کی منکوحہ بیوی تھی اور نہ عورت کو خود اس گھر سے باہر جانے کی اجازت ہے کیونکہ اس سلسلے میں اس پر خاوند کا حق عائد ہوتا ہے البتہ کسی حقیقی ضرورت کی بنا پر گھر سے باہر نکل سکتی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہے۔ لہذا اگر بلا ضرورت گھر سے باہر جائے گی تو گناہگار ہو گی لیکن عدت ٹوٹے گی نہیں۔ اور یہ حکم ہر مطلقہ عورت کے لئے یکساں ہے خواہ اسے طلاق رجعی ملی ہو یا بائن یا مغلظہ۔ بہر حال اسے گھر سے باہر جانا منع ہے اور یہ پابندی مرد کے سلسلۂ نسب کی حفاظت کے لئے لگائی گئی ہے۔

## طلاق کی قسمیں

طلاق کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ رجعی، جس کے معنیٰ یہ ہیں کہ طلاق دینے والے کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اگر چاہے تو عدت کے دوران طلاق سے رجوع کر کے اسے پھر بیوی بنا لے۔

۲۔ طلاق بائن، یعنی بینونۃ کبریٰ۔ اور مغلظہ سے مراد وہ تیسری طلاق ہے جو دو طلاقوں کے بعد دی جائے اور جس کے بعد میاں بیوی کے درمیان مکمل جدائی واقع ہو جائے۔

○ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جس عورت کو طلاق رجعی ملی ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ اسی گھر میں رہے جس میں وہ طلاق کے وقت رہتی تھی اور اس کو عدت پوری ہونے سے پہلے اس گھر سے نکلنا جائز نہیں خواہ شوہر کی اجازت سے ہی کیوں نہ نکلے۔ البتہ کسی ضرورت کے ماتحت باہر جا سکتی ہے۔ ۱

○ امام شافعیؒ کے نزدیک بھی طلاق رجعی کی صورت میں مطلقہ عورت کے لئے گھر سے نہ دن میں نکلنا جائز ہے اور نہ رات کے وقت۔

○ امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک بھی طلاق رجعی کی صورت میں دن کو بھی نکلنا جائز نہیں اور رات کو بھی۔

○ امام مالکؒ کے نزدیک طلاقِ رجعی والی عورت دن کے وقت ضروری حاجتوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کے لئے نکل سکتی ہے۔ لیکن رات کے وقت اس کو گھر میں رہنا ضروری ہے۔

## طلاقِ مغلظہ کی صورت میں گھر سے نکلنے نہ نکلنے کا حکم :

اگر عورت کو طلاقِ مغلظہ دی گئی ہو یعنی دو طلاقیں دینے کے بعد تیسری طلاق بھی دے دی گئی ہو تو اس صورت میں گھر سے نکلنے کے بارے میں امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک سوائے انتہائی ضروری کام کے نہ دن کو گھر سے نکل سکتی ہے نہ رات کو بلکہ اگر شوہر نے اجازت دے دی ہو پھر بھی نکلنا جائز نہیں۔

امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک دن کے وقت نکل سکتی ہے، رات کو نہیں۔

## عدّتِ وفات گزارنے والی عورت کے گھر سے نکلنے کے بارے میں حکم

○ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جس عورت کا شوہر وفات پا گیا ہو اور وہ عدت میں ہو ایسی عورت دن کے وقت گھر سے نکل سکتی ہے لیکن رات کو نکلنا جائز نہیں اور یہی مسلک جمہور علماء کا ہے۔

## طلاق یا وفات کی عدّت گزارنے والی عورت کے حج پر جانے کے بارے میں حکم :

○ ہمارے نزدیک عدّت گزارنے والی عورت خواہ ۔ طلاقِ رجعی کی عدّت گزار رہی ہو یا طلاق بائن کی یا شوہر کے وفات کی ـــــ اس کے لئے مناسب نہیں کہ عدت کے دوران حج کے لئے جائے۔ تاہم اس مسئلہ پر بھی فقہاء کے درمیان بعض پہلوؤں پر اختلاف ہے جو درج ذیل ہے :

○ حنفی مسلک

حنفیوں کے نزدیک عورت کے لئے حج پہ جانے کے جواز کی ایک شرط یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



بھی ہے کہ اس پر عدت کی وجہ سے ایک جگہ قیام کرنا واجب نہ ہو لہذا اگر عورت شوہر کی موت کی بنا پر یا طلاق کی وجہ سے عدت میں ہو تو وہ حج کے لیئے نہیں جا سکتی۔

○ مالکی مسلک

مالکیوں کے نزدیک بھی عورت اگر طلاق یا شوہر کی وفات کی بنا پر عدت میں ہو تو اس کے لیئے اس گھر میں ٹھہرنا واجب ہے جہاں وہ عدت گزار رہی ہے اور حج کا احرام باندھنا اس کے لیئے جائز نہیں کیونکہ ایسا کرنے کی صورت میں اسے وہ گھر چھوڑنا پڑے گا جہاں وہ عدت گزار رہی ہے جبکہ اس کا اس گھر میں ٹھہرنا واجب ہے۔ لیکن اگر کوئی عورت دورانِ عدت حج کا احرام باندھ کر روانہ ہو جائے تو اس کا حج صحیح ہو گا۔ اگرچہ گناہگار ہو گی۔ احرام باندھنے کے بعد اسے چاہیئے کہ حج کے تمام مناسک پورے کرے اور اس گھر میں نہ ٹھہرے جہاں عدت گزار رہی تھی۔

○ حنبلی مسلک

ابنِ قدامہؒ نے المغنی میں لکھا ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک عورت اگر وفات کی عدت گزار رہی ہے تو وہ حج کے لیئے نہ جائے۔ لیکن اگر طلاقِ مغلظہ کی عدت گزار رہی ہے تو وہ حج کے لیئے جا سکتی ہے۔ اس لیئے کہ وفات کی عدت میں عورت کے لیئے گھر میں ٹھہرنا واجب ہے اور طلاقِ مغلظہ کی عدت میں ٹھہرنا واجب نہیں ہے۔

○ شافعی مسلک

کتاب "الام" میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عدت گزارنے والی عورتوں کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:

وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ (الطلاق - ۱)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(اور نہ وہ خود نکلیں اِلّا یہ کہ وہ کسی صریح برائی کی مرتکب ہوں)

اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے بعض علماء نے کہا ہے کہ عورت اگر کوئی ایسا جرم کرے جس پر حد لازم آتی ہو تو اسے اجرائے حد کے لئے گھر سے باہر جانا ہوگا۔ اس کے معنیٰ یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بات واضح کر دی ہے کہ عورت پر اگر کسی حق کی ادائیگی واجب ہو تو اس کو ادا کرنے کے لئے عدت کی حالت میں اسے گھر سے باہر جانے کی اجازت ہے لیکن اگر وہ ادائے حق کے لئے نہیں نکل رہی بلکہ اس کا نکلنا بدکاری کے لئے ہو تو اس کا یہ نکلنا ناجائز نکلنے سے بھی زیادہ گناہ کا باعث ہے۔ اگر کوئی شخص اس کی دلیل طلب کرے تو دلیل یہ ہے کہ علماء کے درمیان اس بات پر مکمل اتفاق ہے کہ عدت گزارنے والی عورت ادائیگی حق اور اجراءِ حد کے لئے باہر جا سکتی ہے اور حدیث سے یہ ثابت ہے کہ عدت گزارنے والی عورت کو بدکلامی کی بنا پر گھر سے نکالا جا سکتا ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ بنت قیسؓ کو نکلنے کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ قرآن مجید، سنتِ نبویؐ بلکہ اجماع سے بھی یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ عدت گزارنے والی عورت کو اگرچہ غیر ضروری امور کے لئے گھر سے نکلنا منع ہے تاہم ایسے امور جو اس پر لازم ہیں اور جن کو ترک نہیں کیا جا سکتا ان سے اسے منع نہیں کیا جا سکتا۔ اور حج بھی انہی امور میں سے ہے جو اس پر لازم ہیں کیونکہ وہ صاحبِ استطاعت ہے، بدن کے لحاظ سے بھی اور مال کے لحاظ سے بھی اور ساتھ جانے کے لئے اس کو قابلِ اعتماد عورت یا عورتوں کی رفاقت بھی میسر ہے۔ لہٰذا اسے حج پر جانے سے منع نہیں کیا جا سکتا۔

☆

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## اگر محرم راستے میں مرجائے

اگر عورت شوہر یا محرم کے ساتھ حج کے لئے روانہ ہوئی اور شوہر یا محرم اثناء راہ میں ہلاک ہوگیا تو اس صورت میں اسے کیا کرنا چاہئے ؟ کیا حج کو جاری رکھے یا لوٹ آئے اور واپس گھر آکر اپنی عدتِ وفات پوری کرے ؟

- شافعیوں کے نزدیک محرم یا شوہر کی وفات اگر عورت کے احرام باندھنے کے بعد واقع ہوئی ہے تو اس پر لازم ہے کہ حج کو پورا کرے بشرطیکہ اسے اپنی ذات کے بارے میں شر و فساد سے محفوظ رہنے کا اطمینان ہو۔ اس صورت میں اس کے لئے احرام کھول کر حلال ہونا حرام ہے۔ لیکن اگر فتنہ سے محفوظ رہنے کا اطمینان نہ ہو یا شوہر اور محرم کی موت عورت کے احرام باندھنے سے پہلے واقع ہوگئی ہو تو احرام کھولنا اور گھر لوٹنا واجب ہے۔
- اور "المغنی" میں ابن قدامہؒ نے لکھا ہے کہ اگر عورت کا محرم راستے میں مرجائے تو امام احمدؒ کے نزدیک اگر وہ گھر سے زیادہ دور جاچکی ہے تب تو سفر جاری رکھے اور حج پورا کرے۔ یعنی اگر عورت شوہر کے ساتھ حج کے لئے روانہ ہوئی اور راستے میں شوہر کا انتقال ہوگیا تو اگر جس شہر سے روانہ ہوئی تھی وہ قریب ہے پھر تو گھر واپس لوٹ آئے لیکن اگر اپنے شہر سے زیادہ دور جاچکی ہے تو اسے اختیار ہے۔ چاہے تو قابلِ اعتماد رفقاءِ سفر کے ساتھ سفر جاری رکھے اور حج کرے اور چاہے تو کسی ایسے شہر میں عدت گزارنے کے لئے ٹھہر جائے۔ جہاں اسے فتنہ سے محفوظ رہنے کا اطمینان ہو۔

---

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## احرام باندھتے وقت پاک صاف ہونا اور غسل کرنا

چونکہ حج ایک عظیم عبادت ہے۔ لہٰذا جو شخص حج یا عمرے کا احرام باندھنے کا ارادہ کرے، اس کے لئے مستحب ہے کہ احرام شروع کرنے سے پہلے اس کی تیاری اور اہتمام کرے۔

چنانچہ احرام کا ارادہ کرنے والے کے لئے مناسب یہ ہے کہ اپنے ناخن اور مونچھیں ترشوائے، زیر ناف بال صاف کرے، بغلوں کے بال مونڈے اور سر میں کنگھی کرے اور سر کے بال منڈوانے کا عادی ہو تو سر منڈوائے۔ تمام مسالک فقہ کے نزدیک یہ تمام اعمال مستحب ہیں۔ حج کے رکن یا فرض نہیں ہیں۔

یہ تمام امور عورت کے لئے اسی طرح مستحب ہیں جس طرح مرد کے لئے، چنانچہ عورت کے لئے بھی احرام سے پہلے ناخن تراشنا، زیر ناف بال صاف کرنا، بغلوں کے بال مونڈنا اور سر میں کنگھی کرنا مستحب ہے۔

## غسل کرنا مستحب ہے

احرام باندھنے سے پہلے غسل کرنا مستحب ہے۔ چنانچہ ترمذیؒ میں ہے کہ خارجہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ابن زید بن ثابت رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ میرے باپ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: "میں نے دیکھا ہے کہ احرام کی تیاری کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے الگ ہو کر غسل فرمایا۔"

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ جب کوئی شخص احرام باندھنے اور مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کا ارادہ کرے تو اس کے لئے غسل کرنا اچھی بات ہے۔
یہ روایت بزارؒ، دارقطنیؒ اور حاکمؒ نے نقل کی ہے اور اسے صحیح کہا ہے۔

اکثر فقہاء نے ـــــ جن میں طاؤسؒ، نخعیؒ، مالکؒ، شافعیؒ اور حنفی و حنبلی علماء شامل ہیں ـــــ احرام باندھنے کا ارادہ کرنے والے کے لئے احرام باندھنے سے پہلے غسل کرنا مستحب قرار دیا ہے۔

## حیض و نفاس والی عورت کے لئے بھی احرام سے پہلے غسل کرنا مستحب ہے :ـــ

حیض یا نفاس کی حالت میں اگر کوئی عورت حج یا عمرے کا احرام باندھے تو اس کے لئے بھی مستحب یہی ہے کہ احرام باندھنے سے پہلے غسل کرے۔ چنانچہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کے ہاں مقام "شجرہ" میں محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے اور آپ کو نفاس شروع ہو گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ حضرت اسماءؓ کو ہدایت کریں کہ وہ غسل کریں اور احرام باندھ لیں۔ (مسلمؒ، ابوداؤدؒ، ابن ماجہؒ، بیہقیؒ اور دارمیؒ)

امام نوویؒ نے اس حدیث کے ذیل میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے حیض و نفاس والی عورت کے احرام کا صحیح ہونا ثابت ہوتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کہ حیض ونفاس والی عورت کے لئے احرام کے وقت غسل کرنا مستحب ہے۔ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ نفاس اور حیض کی حالت میں عورت کو احرام سے پہلے غسل کے لئے کہا جائے لیکن ہمارے یعنی شافعیوں کے نزدیک اور امام مالکؒ اور ابو حنیفہؒ اور جمہور کے نزدیک یہ غسل مستحب ہے۔ جبکہ حسن بصریؒ اور اہل ظاہر کے نزدیک واجب ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو ———— باوجودیکہ وہ نفاس کی حالت میں تھیں۔ غسل کرنے کا بطور خاص حکم دیا تھا۔

نیز امام احمدؒ، ابوداؤدؒ اور ترمذیؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نفاس اور حیض والی عورت غسل کرے اور احرام باندھے اور تمام مناسک حج پورے کرے سوائے طواف کے۔ وہ طواف بیت اللہ نہیں کرسکتی جب تک کہ پاک نہ ہوجائے۔

اس مسئلہ میں علماء کے مابین اختلاف ہے کہ اگر احرام کی تیاری کے وقت کسی شخص کو پانی میسر نہ آئے تو آیا وہ تیمم کرے یا نہ کرے؟

- حنفیوں اور مالکیوں کے نزدیک پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمم کرنا مستحب نہیں ہے کیونکہ اس غسل کی غرض وغایت نظافت اور صفائی ہے اور تیمم سے نظافت اور صفائی حاصل نہیں ہوسکتی لہذا تیمم کرنا درست نہیں۔
- شافعیؒ اور حنبلی کہتے ہیں کہ تیمم کرنا مستحب ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ تیمم فرائض میں وضو کا بدل اور قائم مقام ہے تو اسے مستحبات میں بدرجہ اولیٰ قائم مقام ہونا چاہیئے۔

ابن قدامہؒ نے المغنی میں لکھا ہے کہ یہ غسل سنت ہے لہذا پانی نہ ملنے کی صورت میں اس کی جگہ تیمم مستحب نہیں۔ غسل واجب اور غسل مسنون میں یہ فرق ہے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



غسل واجب کا مقصد نماز کا درست کرنا ہوتا ہے اور تیمم اس کا قائم مقام ہو جاتا ہے لیکن غسلِ مسنون کا مقصد نظافت اور صفائی حاصل کرنا اور بدبُو کو ختم کرنا ہے اور یہ مقصد تیمم سے حاصل نہیں ہو سکتا بلکہ اس سے تو پراگندگی اور گرد و غبار میں اور اضافہ ہوتا ہے۔

## احرام باندھتے وقت عورت کا خوشبو لگانا

اس بارے میں درج ذیل احادیث وارد ہوئی ہیں:

۱۔ ابوداؤدؒ اور ترمذیؒ نے روایت کیا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب احرام باندھتے تھے تو میں اس وقت میسر آنے والی بہترین خوشبو آپؐ کے لگایا کرتی تھی۔

۲۔ اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم احرام باندھنے کا ارادہ کرتے تو اس وقت میسر آنے والی بہترین خوشبو استعمال فرماتے تھے جس کے روغن کی چمک مجھے آپ کے سر اور ڈاڑھی میں بعد ازاں بھی نظر آتی۔

۳۔ اور مسلمؒ کی ایک روایت میں ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام باندھنے سے پہلے بھی آپ کے خوشبو لگایا کرتی تھی اور احرام کھولتے وقت بھی طواف سے پہلے آپ کے خوشبو لگایا کرتی تھی۔

۴۔ اور مسلمؒ میں ہی ہے کہ عروۃ بن الزبیرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم احرام باندھتے تھے تو آپ انہیں کونسی خوشبو لگایا کرتی تھیں؟ تو انہوں نے فرمایا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



بہترین خوشبو جو موجود ہوتی۔

۵۔ امام احمدؒ اور ابوداؤدؒ نے روایت کیا ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ ہم۔ یعنی امہات المومنین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ مکرمہ روانہ ہوتیں تو احرام باندھتے وقت اپنی پیشانیوں پر خوشبو کا لیپ لگا لیا کرتی تھیں پھر جب ہم میں سے کسی کو پسینہ آتا تو خوشبو اس کے چہرے پر بہنے لگتی اور یہ کیفیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے مگر ہمیں منع نہ فرماتے۔

مندرجہ بالا احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ احرام باندھتے وقت خوشبو لگانا مستحب ہے اور یہ کہ اگر خوشبو احرام کے بعد بھی باقی رہے تو کوئی حرج نہیں۔ لہٰذا احرام باندھنے والے کے لئے مستحب ہے کہ غسل کرنے کے بعد جس قسم کی خوشبو میسر آئے، لگالے۔ لیکن احرام باندھنے کے بعد خوشبو کا استعمال اس وقت تک جائز نہیں جب تک کہ سر منڈوا کر یا بال کٹوا کر حلال نہ ہو جائے۔

یہ حکم مردوں اور عورتوں کے لئے یکساں ہے یعنی عورت کے لئے بھی مستحب ہے کہ بوقتِ احرام خوشبو لگائے۔ کیونکہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث اس بارے میں صریح ہے۔ آپ نے واضح لفظوں میں یہ بیان کیا ہے کہ امہات المومنین احرام کے وقت خوشبو کا لیپ لگایا کرتی تھیں جس کا اثر احرام کے بعد بھی باقی رہتا تھا حتیٰ کہ ان میں سے کسی کو جب پسینہ آتا تو یہ لیپ بہہ کر اس کے چہرے پر آجاتا۔ جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے لیکن امہات المومنین کو خوشبو کا لیپ استعمال کرنے سے منع نہ فرماتے۔ آپ کے سکوت فرمانے کے معنی یہی ہیں کہ ایسا کرنا جائز ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی غلط اور ناروا بات کو دیکھ کر خاموش نہیں رہ سکتے تھے۔ صاحبِ فتح الباری نے لکھا ہے کہ جمہور کا مسلک یہی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



- احناف کے نزدیک احرام باندھتے وقت جسم اور کپڑوں پر خوشبو لگانا مستحب ہے لیکن یہ خوشبو ایسی ہونی چاہئے جس کا ٹھوس وجود احرام کے بعد باقی نہ رہے خواہ اس کی بُو باقی رہ جائے۔
- شافعیوں کے نزدیک احرام کے وقت جسم پر خوشبو لگانا مستحب ہے اور اس حکم میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں۔ اور اگر یہ خوشبو احرام کے بعد بھی باقی رہے تب بھی کوئی حرج نہیں۔ خواہ یہ خوشبو ٹھوس وجود رکھتی ہو، اور اگر جسم پر خوشبو لگانے سے کپڑا بھی معطر ہو جائے تو بھی کوئی حرج نہیں۔

امام نوویؒ "المنہاج" میں لکھتے ہیں کہ احرام باندھنے والے کو چاہئے کہ اپنے بدن پر خوشبو لگائے۔ لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ کپڑوں پر بھی خوشبو لگائے۔ اور اگر خوشبو کا اثر احرام کے بعد بھی باقی رہے تو کوئی حرج نہیں بلکہ اگر خوشبو ٹھوس جسم رکھتی ہو اور وہ لگی رہے تب بھی کوئی حرج نہیں۔ لیکن اگر کسی نے یہ خوشبودار کپڑے جو احرام کے وقت پہنے تھے احرام باندھنے کے بعد اتار دیئے اور پھر پہنے تو صحیح تر قول کے مطابق اس پر فدیہ لازم ہوگا۔ لہٰذا ہمارے خیال میں بہتر یہ ہے کہ احرام باندھنے والے کو چاہئے کہ احرام سے پہلے احرام کے لباس پر خوشبو لگانے سے اجتناب کرے تاکہ کسی ایسی بات میں مبتلا نہ ہو جائے جو منع ہے مثلاً یہ کہ احرام باندھنے کے بعد اگر خوشبو میں بسے ہوئے لباس کو اتار دے اور دھوئے بغیر اس کو دوبارہ پہن لے تو ظاہر ہے اس پہ فدیہ ادا کرنا لازم ہوگا۔

احرام کے کپڑوں پر خوشبو لگانا ابنِ حجرؒ اور شیخ رملیؒ دونوں کے نزدیک مکروہ ہے اور یہ دونوں شافعی المذہب ہیں۔

صحابہ اور تابعین میں سے ایک بڑی جماعت اور محدثین اور فقہاء میں سے جمہور اس بات کے قائل ہیں کہ احرام باندھتے وقت خوشبو لگانا جائز ہے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



احرام باندھ لینے کے بعد خوشبو کا استعمال حرام ہے۔ صحابہ کرام میں سے جن کا یہ مسلک ہے ان میں حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت معاویہ، حضرت عائشہ اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہم اجمعین شامل ہیں۔ اور فقہاء میں ـــــ ابوحنیفہؒ، سفیان ثوریؒ، ابویوسفؒ، احمد بن حنبلؒ اور داؤد ظاہریؒ وغیرہ شامل ہیں۔

## عورت کے لئے سوگ منانے کے زمانہ میں خوشبو کا استعمال مکروہ ہے : ـــــ

امام شافعیؒ نے اس عورت کے لئے جو خاوند کی وفات پر سوگ کی حالت میں ہو، خوشبو کا استعمال مکروہ قرار دیا ہے۔ کیونکہ سوگ سے مراد ہی یہ ہے کہ ہر قسم کی زینت ترک کر دی جائے اور سوگ میں بناؤ سنگھار ترک کرنے کا تقاضا یہ ہے کہ کوئی خوشبو استعمال نہ کی جائے۔

## روزہ دار کے لئے خوشبو کا استعمال

اگر وہ شخص جو احرام باندھ رہا ہو، روزے سے ہو تو شافعیوں کے نزدیک اس کے لئے خوشبو کا استعمال مکروہ ہے۔

قلیوبی میں ہے، احرام باندھتے وقت جسم پر خوشبو لگانی چاہیئے۔ اس پر سب علماء کا اجماع ہے۔ لیکن روزہ دار کے لئے بوقتِ احرام خوشبو لگانا مکروہ ہے۔ اور سوگ میں بیٹھی ہوئی عورت کے لئے خوشبو کا استعمال حرام ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## بوقتِ احرام خوشبو لگانے کی ممانعت

احرام کے وقت خوشبو لگانا جمہور کے نزدیک جائز ہے جیساکہ اوپر بیان ہوا لیکن حضرتِ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، امام مالکؒ، محمد بن حسنؒ، زہریؒ اور امام شافعیؒ کے بعض ساتھی اور بعض شیعہ علماء کا خیال ہے کہ احرام باندھتے وقت خوشبو کا استعمال ناجائز ہے لیکن ان علماء میں پھر اس بات پر اختلاف ہے کہ خوشبو لگانا حرام ہے یا مکروہ اور یہ کہ ۔ خوشبو لگانے پر فدیہ لازم آتا ہے یا نہیں ؟

امام مالکؒ اور امام محمد بن الحسنؒ اس بات کے قائل ہیں کہ ایسی خوشبو لگانا جس کا اثر احرام کے بعد بھی باقی رہے مکروہ ہے ۔ کیونکہ عطاء بن ابی رباحؒ نے صفوان بن یعلیٰ بن امیہؒ سے اور صفوان نے اپنے باپ یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص مقام جعرانہ[1] میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس شخص نے عمرے کا احرام باندھ رکھا تھا اور اپنی ڈاڑھی اور سر کو زرد رنگ سے رنگا ہوا تھا اور ایک جبہ پہن رکھا تھا ۔ اس نے عرض کیا : یا رسول اللہ ! میں نے عمرے کا احرام باندھا ہے اور میری کیفیت یہ ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

انزع عنك الجبة واغسل عنك الصفرة ۔

(یہ جبہ اتار دو اور یہ زرد رنگ جو تمہارے سر اور ڈاڑھی پر لگا ہوا ہے اسے دھو ڈالو)

---

[1] جعرانہ مکہ والوں کا میقات ہے ۔ یہ مقام مکہ سے باہر ہے ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں سے عمرے کا احرام باندھا تھا ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اس روایت کو ابنِ ماجہ رح کے سوا جماعت محدثین نے نقل کیا ہے۔

لیکن اس استدلال کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔ یہی بات امام شافعی رح نے کہی ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جعرانہ سے عمرے کا احرام ۸ھ میں باندھا تھا۔ لہذا یہ حدیث ۸ھ کی ہوئی اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی احادیث جن میں بوقتِ احرام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خوشبو لگانے کا ذکر ہے، حجۃ الوداع کے موقعہ کی ہیں جو ۱۰ھ کا زمانہ ہے۔

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خوشبو لگانے کا عمل بعد کا ہے اور حدیثِ یعلیٰ بن امیہ رض دو سال پہلے کی ہے لہذا بعد کی حدیث نے پہلی حدیث کے حکم کو منسوخ کر دیا۔

اس تفصیل سے یہ بات پوری طرح واضح ہو گئی کہ احرام باندھتے وقت مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے جسم پر خوشبو لگانا مستحب ہے۔ خواہ اس خوشبو کا ٹھوس مادہ اور بُو احرام کے بعد بھی باقی رہے اور خواہ اس کی وجہ سے لباسِ احرام مُعطر بھی ہو جائے۔ لیکن یہ حکم روزے دار اور سوگ میں بیٹھی ہوئی عورت کے لئے نہیں ہے۔

لیکن اگر بدن پر خوشبو لگانے سے کپڑے بھی خوشبو دار ہو جائیں اور احرام باندھنے کے بعد محرم انہیں اتار دے تو اگر ان میں خوشبو کا اثر موجود ہے تو ان کو دوبارہ نہ پہنے۔

## احرام باندھتے وقت عورت کا مہندی لگانا

امام نووی رح نے "المنہاج" میں لکھا ہے، عورت کے لئے مستحب ہے کہ احرام باندھتے وقت اپنے ہاتھوں کو رنگ لے یعنی اپنے دونوں ہاتھوں پر پہنچوں تک مہندی کا رنگ چڑھا لے کیونکہ یہ کھل جاتے ہیں۔ اسی طرح اپنے چہرے پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



بھی کسی قدر مہندی مل لے اس لئے کہ چہرے کو کھولنے کا حکم ہے اور اس طرح کم از کم جلد کی رنگت مہندی کے رنگ سے چھپ جائے گی لیکن احرام باندھ لینے کے بعد مہندی لگانا عورت کے لئے مکروہ ہے کیونکہ یہ بھی ایک طرح کا بناؤ سنگھار ہے البتہ مرد اور مخنث احرام باندھتے وقت مہندی یا کوئی اور رنگ نہ لگائیں۔

"الدین الخالص فی ارشاد الناسک" کے مصنف نے لکھا ہے کہ:

عورت کے لئے احرام باندھتے وقت مہندی لگانا مستحب ہے۔ اگرچہ اس کا خاوند نہ ہو اور خواہ وہ بوڑھی ہو۔ عورت کو چاہئے کہ اپنے دونوں ہاتھ پہنچوں تک مہندی سے رنگ لے اور اپنے چہرے پر بھی کسی قدر مہندی لگالے تاکہ جلد کا رنگ چھپ جائے کیونکہ احرام کی حالت میں عورت کو چہرہ کھلا رکھنے کا حکم ہے اور ہاتھ بھی کبھی کبھی کھل جاتے ہیں لہذا ہاتھوں پر بھی مہندی لگانا مناسب ہے۔ اس کے علاوہ مہندی عورت کے لئے زینت ہے اس لئے اس کا احرام کے وقت لگانا مستحب ہے جیسا کہ خوشبو لگانا اور کنگھی کرنا لیکن احرام باندھ لینے کے بعد کسی قسم کا رنگ لگانا مکروہ ہے کیونکہ بحالتِ احرام زینت و آرائش مکروہ ہے اور مہندی وغیرہ بھی زینت میں شامل ہے۔

اوپر جو بیان ہوا یہ شافعی علماء کی رائے ہے جس کے مطابق ایسا کرنا مذکورہ بالا حکمت کی بنا پر مستحب ہے اور یہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ اسے محض جائز کہا جا سکتا ہے یہ کہنا غلط ہوگا کہ ایسا کرنا ضروری ہے چنانچہ اگر کوئی عورت چاہے تو بوقتِ احرام مہندی لگالے اور اگر نہ لگائے تو کوئی گناہ نہیں۔

پھر یہ بات ثابت ہے کہ امہات المومنین نے ایسا نہیں کیا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مہندی کی بو کو ناپسند فرماتے تھے۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ عنہا سے خطاب کی بیوی نے مہندی کے بارے میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اس کے لگانے میں کوئی حرج نہیں لیکن میں اسے پسند نہیں کرتی اس لئے کہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی بُو ناپسند تھی۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بکرۃ بنت عقبہ آئیں اس حالت میں کہ انہوں نے زرد رنگ لگا رکھا تھا اور ام المومنین سے پوچھا مہندی کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا "پاکیزہ درخت اور پاک پانی" یعنی مہندی میں یہی دو چیزیں ہوتی ہیں۔ اور دونوں پاک صاف ہیں۔

باوجود یکہ شافعی علماء کے نزدیک احرام سے پہلے مہندی لگانا مباح ہے تاہم اس عورت کے لئے جو خاوند کی وفات پر عدت گزار رہی ہو ان کے نزدیک مہندی لگانا حرام ہے اسی طرح حسین عورت کے لئے حج کے موقعہ پر بھی مہندی لگانا ان کے نزدیک حرام ہے۔ خواہ وہ عدت میں نہ ہو۔

## ناخنوں کا لیپ (نیل پالش)

صرف مہندی کا رنگ ایسا رنگ ہے جس کا استعمال احرام کے وقت عورت کے لئے جائز ہے۔ اس کے علاوہ کسی قسم کے نیل پالش سے ناخن رنگنا جن کی ٹھوس تہہ ناخن پر چڑھ جاتی ہے بالکل جائز نہیں، نہ احرام سے پہلے اور نہ احرام کے دوران۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نیل پالش کی تہہ اگر ناخن پر موجود ہو تو نہ غسل درست ہوتا ہے اور نہ وضو۔ نیز یہ ایک قسم کا سنگھار ہے جس سے دوران حج بچنا ضروری ہے۔

## احرام باندھنے کے بعد مرد یا عورت کے لئے مہندی لگانا

اب تک جو کچھ بیان ہوا یہ تو احرام باندھنے سے پہلے مہندی لگانے کے بارے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



میں تھا. لیکن احرام باندھنے کے بعد مہندی وغیرہ لگانے کا حکم مختلف ہے۔ اور وہ درج ذیل ہے۔

- حنفیوں کے نزدیک احرام کی حالت میں مہندی لگانا جائز نہیں اس لیے کہ مہندی میں خوشبو ہوتی ہے اور احرام کی حالت میں خوشبو لگانا مرد اور عورت دونوں کے لئے منع ہے اسی لئے مہندی لگانا بھی منع ہے خواہ یہ مہندی ہاتھوں پر لگائی جائے یا سر اور ڈاڑھی پر یا جسم کے کسی اور حصہ پر۔
- شافعیوں کے نزدیک عورت کے لئے بحالتِ احرام مہندی کا رنگ لگانا مکروہ ہے۔
- لیکن حنبلیوں کے نزدیک مرد اور عورت دونوں کے لئے بحالتِ احرام جسم کے کسی حصہ پر مہندی لگانا حرام نہیں ہے البتہ مرد کے لئے سر پر مہندی لگانا حرام ہے۔

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# عورت کا احرام

## اصطلاحی معنیٰ

اصطلاحِ شرع میں احرام کے معنیٰ یہ ہیں کہ کوئی شخص حج کرنے یا عمرہ کرنے یا دونو بیک وقت کرنے کی نیت کرے۔

حنفیوں کے سوا باقی تمام مسالکِ فقہ میں احرام حج کا رکن ہے۔ حنفیوں کے نزدیک اگرچہ رکن نہیں ہے لیکن صحتِ حج کی شرط ہے اور شرطِ صحت ہونے کی بنا پر ان کے نزدیک بھی اسے رکن کا درجہ حاصل ہے۔

یہ بات دلائل سے ثابت ہو چکی ہے کہ نیت میں صرف اتنا شرط ہے کہ کرنے والے کو دل میں یہ معلوم ہو کہ وہ کس مخصوص عبادت کے مناسک ادا کر رہا ہے اور نیت کا مقام چونکہ دل ہے لہٰذا زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرنا نہ شرط ہے اور نہ واجب بلکہ اس سلسلے میں اتنا کافی ہے کہ انسان دل میں یہ ارادہ کرلے کہ وہ حج یا عمرے کی عبادت شروع کر رہا ہے اس کے بعد اس پر وہ تمام باتیں حرام ہو جائیں گی جن کا کرنا حج یا عمرے کے مناسک ادا کرتے وقت منع ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com


کمال بن ہمامؒ نے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ جن راویوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کی روایات مروی ہیں ان میں سے کسی ایک کے بارے میں بھی ہمارے علم میں نہیں کہ اس نے یہ کہا ہو کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح نیت کرتے سنا ہے کہ "میں نیت کرتا ہوں حج کی یا عمرے کی"

امام شافعیؒ نے لکھا ہے: ابراہیم بن محمد نے سعید بن عبدالرحمٰن سے روایت کیا ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے احرام میں کبھی حج یا عمرے کا نام نہیں لیا۔

امام شافعیؒ نے مزید لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص احرام باندھتے وقت زبان سے حج یا عمرے کا نام لے کر نیت کرے تو میرے نزدیک ایسا کرنا مکروہ نہیں ہے۔

"المغنی" میں ہے کہ احرام باندھتے وقت انسان کا زبان سے حج یا عمرے کا نام لے کر نیت کرنا مستحب ہے تاکہ کسی قسم کا مغالطہ باقی نہ رہے۔ اسے اس طرح کہنا چاہیے:

"اے اللہ! میں عمرہ کرنے کا ارادہ کر رہا ہوں تو اسے میرے لئے آسان بنا دے اور قبول فرما!"

یا یوں کہے:

"اے اللہ! میں حج کرنے کا ارادہ کر رہا ہوں لہذا تو اسے میرے لیے آسان کر دے اور قبول فرما!"

یا کہے:

"اے اللہ! میں حج اور عمرہ دونوں کرنے کا ارادہ کرتا ہوں لہذا تو ان دونوں کو میرے لئے آسان کر دے اور قبول فرما!"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## حیض اور نفاس والی عورت کا احرام

حیض یا نفاس کی حالت میں عورت احرام باندھ سکتی ہے۔ وہ میقات سے گزرتے وقت حج یا عمرہ کرنے کی نیت کرے گی کیونکہ حج یا عمرے کا احرام باندھنے کے لئے پاک ہونا شرط یا رکن نہیں ہے۔ اس لئے حیض و نفاس احرام باندھنے میں مانع نہیں ہے۔ جیسا کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے جو پہلے بیان ہو چکی ہے کہ مقام شجرۃ میں حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کے ہاں بچہ پیدا ہوا اور نفاس شروع ہو گیا۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ وہ غسل کر کے احرام باندھ لیں۔

حیض و نفاس کی حالت میں عورت حج کے تمام مناسک ادا کر سکتی ہے سوائے طوافِ بیت اللہ کے، اور ان دو رکعتوں کے جو حج یا عمرے کا احرام باندھتے وقت پڑھی جاتی ہیں۔ یہ دو رکعت جو احرام باندھتے وقت پڑھی جاتی ہیں حج یا عمرے کی صحت کے لئے شرط نہیں ہیں کیونکہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے یہ دو رکعتیں نہیں پڑھی تھیں اور ان کا حج صحیح ہو گیا تھا۔

## اِحرام کی قسمیں

احرام کی تین قسمیں ہیں:

### ۱۔ افراد:

اس سے مراد یہ ہے کہ حاجی میقات سے صرف حج کا احرام باندھے اور حج کے تمام مناسک ادا کرنے کے بعد احرام کھول دے۔

○ شافعیوں کے نزدیک حج افراد قرآن اور تمتّع سے افضل ہے اور مالکیوں کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



قولِ مشہور بھی یہی ہے ۔ حج افراد کرنے والے پر قربانی واجب نہیں ہے ۔

۲۔ تمتع :

اس سے مراد یہ ہے کہ میقات سے صرف عمرے کا احرام باندھا جائے یعنی احرام باندھتے وقت یہ نیت کرے :

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَةَ فَیَسِّرْھَا لِیْ وَتَقَبَّلْھَا مِنِّیْ ۔

( اے اللہ! میں عمرہ کرنے کا ارادہ کر رہا ہوں، تو اسے میرے لیے آسان کر دے اور قبول فرما )

پھر جب عمرہ کر چکے یعنی بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کر چکے تو بال منڈوا کر یا انہیں کٹوا کر احرام کھول دے پھر حج کے وقت کا انتظار کرے اور جب حج کا وقت شروع ہو تو حج کا احرام باندھ لے ۔

اس صورت کو تمتع اس لیے کہا جاتا ہے کہ ایسا کرنے والا شخص عمرے سے فارغ ہونے کے بعد حج شروع ہونے تک احرام کھول کر ہر چیز سے تمتع یعنی استفادہ کر سکتا ہے

○ احناف اور امام احمدؒ کے نزدیک تمتع افراد سے افضل ہے اور امام احمدؒ کے نزدیک قران سے بھی افضل ہے اور امام شافعیؒ کا بھی ایک قول یہی ہے کہ تمتع قران سے افضل ہے ۔ حج تمتع کرنے والے پر ھدی یعنی دمِ تمتع واجب ہے ۔

۳۔ قِران :

اس سے مراد یہ ہے کہ حج اور عمرہ دونوں کا احرام ایک وقت باندھے اور نیت اس طرح کرے :

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَةَ وَالْحَجَّ فَیَسِّرْھُمَا لِیْ وَتَقَبَّلْھُمَا مِنِّیْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(اے اللہ! میں نے عمرہ اور حج دونوں بیک وقت کرنے کا ارادہ کیا ہے سو تو انہیں میرے لئے آسان کر دے اور قبول فرما)

○ احناف کے نزدیک حجِ قران اِفراد اور تمتع دونوں سے افضل ہے اور حجِ قِران کرنے والا احرام اس وقت تک نہیں کھولے گا جب تک تمام مناسکِ حج سے فارغ نہ ہو جائے جیسے حجِ اِفراد کرنے والا تمام مناسک سے فارغ ہو کر احرام کھولتا ہے۔ اور حج قرآن کرنے والے پر بھی جمرۂ عُقبہ کی رمی (کنکریاں مارنے) سے فارغ ہونے کے بعد ھدی یعنی دمِ قرآن واجب ہے۔

لیکن اگر کوئی شخص حج یا عمرہ کی تعیین کئے بغیر محض ادائے مناسک کی نیت سے احرام باندھ لے تو بھی اس کا حج صحیح ہو جائے گا اور وہ مُحرِم ہو گا لیکن جو شخص مطلق ادائے مناسک کی نیت سے احرام باندھے اسے یہ اختیار ہے کہ حج یا عمرے میں سے جس کے مناسک ادا کرنا چاہے کرلے۔ لیکن امام احمد بن حنبل رح کے نزدیک بہتر یہ ہے کہ اس صورت میں اس احرام کو عمرے کا احرام قرار دے اور پھر حج کا احرام باندھ کر تمتّع کرے کیونکہ حج تمتع حجِ اِفراد سے افضل ہے۔

"المغنی میں ہے کہ حج یا عمرے کا احرام باندھنے والے کے لئے مستحب ہے کہ احرام باندھتے وقت یہ شرط لگا دے کہ اگر کوئی رکاوٹ پیش آگئی تو میں اُسی مقام پر احرام کھول دوں گا جہاں روک دیا جاؤں گا۔

اس شرط کے دو فائدے ہیں :

۱۔ ایک یہ کہ اگر دشمن یا بیماری یا زادِ راہ ختم ہو جانے یا اسی قسم کی کسی اور مجبوری کی بنا پر رکنا پڑ جائے تو ایسی شرط لگانے والے کو احرام کھولنے کا اختیار ہو گا۔

دوسرے، جب اس شرط کی بنا پر یہ شخص احرام کھولے گا تو اس پر نہ جانور کی قربانی دینا واجب ہو گا اور نہ روزے رکھنا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



بخاری ؒ اور مسلم ؒ میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ضباعہ بنتِ زبیر رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے دریافت کیا : یارسول اللہ ! میں حج کا ارادہ کررہی ہوں، لیکن میں بیمار ہوں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

حجی واشترطی ان محلی حیث حبستنی ۔

(حج کرو لیکن احرام کے وقت یہ شرط لگالو کہ بیماری کی وجہ سے مجھے جہاں رکنا پڑ گیا اسی مقام پر میں احرام کھول دوں گی )

طواف کا بیان کرتے وقت ہم اس مسئلہ پر تفصیل سے بات کریں گے کہ کسی عورت نے اگر عمرے کی نیت کی ہو اور عمرے کا طواف کرنے سے قبل ہی اسے حیض یا نفاس شروع ہوجائے اور حج کے فوت ہوجانے کا خطرہ ہو تو اسے کیا کرنا چاہئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جنہوں نے تمتع کا احرام باندھا تھا ایسی صورت میں کیا حکم دیا تھا اور کس طرح وہ تمتع کا احرام باندھنے کے باوجود عمرہ کرتے ہی احرام کھولے بغیر حج میں داخل ہوگئیں تھیں اور تمتع کی بجائے قران کیا تھا۔

اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر کسی نے حج کا احرام باندھا تو وہ حج کا ارادہ ترک کر کے اسے عمرے میں بدل سکتا ہے اور پھر عمرے کے بعد دوبارہ حج کا احرام باندھ کر حج تمتع کرسکتا ہے ۔ اسی طرح اگر کسی نے حج قران کا احرام باندھا تو وہ حج کو منسوخ کرکے اسے عمرہ قرار دے سکتا ہے ۔ لیکن یہ حج کو عمرہ میں بدلنا صرف اس صورت میں جائز ہے جب افراد یا قران کرنے والا اپنے ساتھ قربانی کا جانور نہ لایا ہو ورنہ یعنی اگر قربانی کا جانور ساتھ ہو تو پھر احرام باندھتے وقت جو نیت کی ہے اسی پر قائم ہے اور حج کو عمرے یا قران کو تمتع میں بدلنا جائز نہیں لیکن ہر ایسے شخص

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کے لیے جس نے حج تمتع کا احرام باندھا ہو یہ جائز ہے کہ اگر اسے حج کے فوت ہونے کا خوف ہو تو وہ احرام کھولے بغیر حج کی نیت کرے اور تمتع کی بجائے قران کرے۔

لیکن جس نے عمرے کی نیت سے احرام باندھا ہو وہ اسے منسوخ کر کے حج افراد قرار نہیں دے سکتا۔ اسی طرح جس نے حج قران کی نیت سے احرام باندھا ہو وہ اسے منسوخ کر کے حج افراد نہیں کر سکتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# احرام میں عورت کا لباس

۱۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا ، یا رسول اللہ ! احرام باندھنے والا کونسا لباس پہنے ؟ آپ نے فرمایا :

لا تلبسوا القمیص ولا العمائم ولا السراویلات ولا البرانس ولا الخفاف الا احد لا یجد النعلین فیلبس الخفین ولیقطعهما اسفل من الکعبین ولا تلبسوا من الثیاب شیئاً مسه الزعفران ولا الورس ۔ (رواہ مسلم و الجماعۃ)

(نہ قمیص اور پاجامہ پہنو اور نہ باران کوٹ پہنو ! اور نہ عمامہ باندھو اور موزے بھی نہ پہنو مگر یہ کہ کسی شخص کو جوتا میسر نہ آئے تو وہ موزے پہن لے لیکن انہیں ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ ڈالے اور نہ ایسا کپڑا پہنو، جو زعفران یا ورس[1] میں رنگا ہوا ہو)

---

[1] ورس یمن کے علاقہ کا ایک خوشبودار پودا ہے جس کا رنگ زعفران سے ملتا جلتا ہے اور اسے رنگ اور خوشبو دونوں مقاصد کے لئے استعمال میں لایا جاتا ہے ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



۲۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
لا تنتقب المرأۃ المحرمۃ ولا تلبس القفازین۔
(احمدؒ والبخاریؒ والنسائیؒ)
(احرام باندھنے والی عورت نہ تو نقاب ڈالے، اور نہ دستانے پہنے)

۳۔ مسند احمدؒ میں ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عورتوں کو منع فرماتے خود سنا ہے: آپ نے فرمایا عورتیں بحالتِ احرام دستانے، نقاب اور ایسے کپڑے نہ پہنیں جو زعفران اور ورس میں رنگے ہوئے ہوں۔
یہی روایت ابوداؤدؒ میں بھی ہے۔ اس میں یہ الفاظ زائد ہیں:
ولتلبس بعد ذلک ما احبت من الوان الثیاب معصفرًا او خزًا او حلیا او سراویل او قمیصا۔
(اور ان کے علاوہ جو مختلف قسم کے کپڑے پسند ہوں، پہنے، مثلاً کسم میں رنگے ہوئے یا ریشمی کپڑے یا زیور اور شلوار قمیص پہن سکتی ہے)
(اسی طرح کی روایت سنن بیہقیؒ اور مستدرکِ حاکم میں بھی ہے اور اس کے راوی صحیح حدیث کے معیار کے ہیں۔

۴۔ امام بخاریؒ نے روایت کیا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے احرام کی حالت میں کسم میں رنگے ہوئے کپڑے پہنے اور آپ نے فرمایا: عورت احرام میں نہ تو ڈھاٹا باندھے، نہ برقع پہنے اور نہ کوئی ایسا کپڑا پہنے جو ورس یا زعفران میں رنگا ہوا ہو۔

مندرجہ بالا احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ احرام باندھنے کے بعد عورت کے لئے اپنے جسم کو ہر قسم کے کپڑے سے ڈھانپنا جائز ہے خواہ یہ کپڑا سلا ہوا ہو یا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



بن سلا یا ایسا جو پورے بدن کو چھپا لے لیکن چہرے کو ڈھانپنا جائز نہیں بلکہ چہرے پر نقاب وغیرہ ڈالنا حرام ہے۔

چنانچہ عورت اپنے روزمرہ کے عام کپڑے پہن سکتی ہے اور جوتی اور موزے پہننا بھی جائز ہے۔ باقی وہ چیزیں جن کا پہننا بحالتِ احرام عورت کے لئے جائز نہیں یا جن کے جواز کے سلسلے میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے اُن کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ خوشبو میں بسا ہوا کپڑا۔

۲۔ دستانے۔

۳۔ نقاب اور برقع

۴۔ کسم کے رنگ میں رنگا ہوا کپڑا۔

## خوشبو میں بسا ہوا کپڑا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: کہ احرام والی عورت ایسا کپڑا نہ پہنے جو زعفران یا ورس میں رنگا ہوا ہو۔

ورس ایک زرد رنگ کا پودا ہے جس کی بُو خوشگوار ہوتی ہے اور اس سے کپڑے رنگے جاتے ہیں، یہ پودا اگرچہ ان اشیاء میں شامل نہیں ہے جن سے خوشبو تیار کی جاتی ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم اس لئے دیا تاکہ اس بات پر تنبیہ ہو جائے کہ بحالتِ احرام نہ صرف یہ کہ ہر قسم کی خوشبو سے بچنا ضروری ہے بلکہ تمام ایسی چیزوں سے اجتناب لازم ہے جن کی بُو خوشگوار ہو۔

امام نوویؒ نے لکھا ہے کہ پوری امتِ مسلمہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ احرام کی حالت میں ورس اور زعفران میں رنگے ہوئے کپڑے پہننا حرام ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کیونکہ یہ دونوں خوشبو دار ہیں۔ اور خوشبو لگانا احرام کی حالت میں حرام ہے اور ان دونوں چیزوں یعنی زعفران اور ورس پر قیاس کر کے علماء نے ایسی تمام چیزوں کو جو خوشبو کی غرض سے استعمال کی جاتی ہیں، ان کے ساتھ شامل کر دیا ہے۔

لیکن جمہور کے نزدیک ایسے رنگے ہوئے کپڑے کا استعمال بھی بحالتِ احرام منع ہے جس میں سے رنگنے کے بعد خوشبو کا اثر باقی ہو ۔۔۔ چنانچہ اگر خوشبو زائل ہو جائے تو رنگے ہوئے کپڑے کا استعمال جائز ہے۔ لیکن امام مالکؒ کو اس سے اختلاف ہے، ان کے نزدیک خوشبو زائل ہو جانے کے بعد بھی رنگے ہوئے کپڑے کا پہننا جائز نہیں۔

## دستانے

حدیث میں لفظ قفازان آیا ہے۔ اس سے مراد ایسے دستانے ہیں جو بالعموم عورتیں ہاتھوں میں پہنتی ہیں اور جن کے پہننے سے ہاتھوں کی انگلیوں سمیت پورا ہاتھ ڈھک جاتا ہے۔

مذکورہ بالا حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ احرام والی عورت کے لئے دستانوں کا پہننا حرام ہے اور یہی امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کا مسلک ہے اور شافعیوں کے ہاں بھی صحیح تر یہی ہے اور احناف کے ہاں بھی قولِ مشہور یہی ہے۔

لیکن امام محمدؒ بن حسن الشیبانی جو کہ امام ابو حنیفہؒ کے اصحاب میں سے ہیں، کی رائے اور مزنیؒ کی روایت کے مطابق امام شافعیؒ کے نزدیک بھی بحالتِ احرام عورت کے لئے دستانے پہننا جائز ہے اور امام مالکؒ کا ایک قول بھی اس کی تائید میں ہے۔ اور ان حضرات کی دلیل حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی وہ حدیث ہے جو دارقطنیؒ اور بیہقیؒ نے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



نے فرمایا :

احرام المرأة فی وجهها ۔

(عورت کا احرام اس کے چہرے سے متعلق ہے)

حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ بحالت احرام عورت کے لئے چہرے کے سوا جسم کے کسی حصہ کو ڈھانپنا گناہ نہیں ہے۔

لیکن ترجیح اسی بات کو ہے کہ دستانے پہننا بھی حرام ہے کیونکہ مذکورہ بالا حدیث جس سے ان علماء نے چہرے کے علاوہ باقی جسم کو ڈھانپنے کا جواز ثابت کیا ہے ضعیف ہے اور اس پر بعض محدثین نے کلام کیا ہے۔ لیکن جن حدیثوں سے دستانے پہننے کی حرمت ثابت ہوتی ہے وہ سب صحیح احادیث ہیں اور جب تعارض پیدا ہو تو صحیح حدیث کو ضعیف حدیث پر مقدم رکھا جاتا ہے۔

مالکیوں کے نزدیک عورت اگر احرام کی حالت میں اپنے ہاتھوں کو قمیص کے اندر چھپالے تو حرام نہیں ہے۔

اور شافعیوں کا خیال ہے کہ ہاتھوں میں صرف دستانے پہننا منع ہیں۔ اس کے علاوہ کسی اور چیز سے ہاتھوں کو چھپانا جائز ہے خواہ کپڑا وغیرہ ہاتھوں پر باندھ لے اور گرہ لگا دے تب بھی کوئی حرج نہیں۔

اللہ تعالیٰ ان شافعی علماء کو اپنی رضا سے نوازے لیکن ہماری رائے یہ ہے کہ حدیث میں جو دستانوں کی ممانعت ہے اس سے مراد ہی یہ ہے کہ ہاتھوں کو کسی چیز سے نہ ڈھانپا جائے خواہ دستانے ہوں یا کوئی اور ایسی چیز جو دستانوں کی قائم مقام ہو البتہ علماءِ مالکیہ کی یہ بات کسی قدر قابلِ قبول ہو سکتی ہے کہ اگر ہاتھوں کو قمیص کے اندر چھپا لیا جائے تو کوئی حرج نہیں لیکن یہ کہنا کہ دستانے کے علاوہ ہر چیز سے ہاتھوں کا چھپانا اور ڈھکنا جائز ہے خواہ انہیں باندھ بھی لیا جائے یا گرہ لگائی جائے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



تو یہ بات محلِ نظر ہے خصوصاً اس صورت میں جبکہ ایسا کرنے کی کوئی خاص مجبوری مثلاً بیماری وغیرہ بھی نہ ہو جس کی وجہ سے نقصان پہنچنے کا خدشہ ہو اور نقصان سے بچنے کی خاطر ایسا کیا جائے۔

## کسم کے رنگ میں رنگا ہوا کپڑا

احناف اور امام سفیان ثوریؒ کے نزدیک احرام کی حالت میں عورت کے لئے معصفر یعنی کُسم کے پھولوں سے تیار کردہ رنگ میں رنگا ہوا کپڑا پہننا حرام ہے انہوں نے کسم کو بھی خوشبو قرار دیا ہے اور اسی لئے ان کے نزدیک اس کے پہننے والے پر فدیہ واجب ہے، مگر یہ کہ اس کپڑے کو اس قدر دھو لیا جائے کہ اس کا رنگ اتر کر دوسرے کپڑوں کو رنگدار نہ کرے اور خوشبو باقی نہ رہے۔

لیکن امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ احرام والی عورت کے لئے کسم میں رنگا ہوا کپڑا پہننا جائز خیال کرتے ہیں اور اس سلسلے میں ان کی دلیل مندرجہ ذیل روایات ہیں:

۱۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما والی روایت جو ابو داؤدؒ، بیہقیؒ اور الحاکمؒ نے نقل کی ہے جس کے راوی، حدیثِ صحیح کے معیار کے ہیں اور جس میں یہ اجازت ہے کہ احرام والی عورت ان کپڑوں کے سوا جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے باقی ہر قسم کے اور ہر رنگ کے کپڑے مثلاً کسم میں رنگے ہوئے کپڑے وغیرہ پہن سکتی ہے۔

۲۔ امام بخاریؒ کی وہ روایت جس میں یہ ذکر ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کسم کے رنگ میں رنگے ہوئے کپڑے بحالتِ احرام پہنے۔ نیز حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ میرے خیال میں کسم خوشبو نہیں ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## بحالتِ احرام زیور اور سیاہ لباس :

احرام کی حالت میں عورت کو اجازت ہے کہ جن کپڑوں سے منع کر دیا گیا ہے ان کے علاوہ جو زیور اور جیسا لباس چاہے پہنے، کیونکہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عورت کیلئے بحالتِ احرام زیور، سیاہ یا گلابی لباس اور موزے وغیرہ پہننے میں کوئی حرج نہیں سمجھتی تھیں۔

نیز حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما والی مذکورہ بالا حدیث میں ہے کہ جس لباس سے منع کر دیا گیا ہے اس کے علاوہ عورت کو اختیار ہے کہ جو لباس اسے پسند ہو پہنے مثلاً کسم میں رنگا ہوا یا ریشمی لباس یا زیور یا شلوار اور قمیض وغیرہ۔

البتہ لباس میں سب سے بہتر سفید لباس ہے جیسا کہ طبرانیؒ اور ابنِ ماجہؒ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

خیر ثیابکم البیاض فالبسوھا احیاءکم وکفنوھا امواتکم۔

(تمہارا بہترین لباس سفید رنگ کا ہے لہٰذا اپنے زندہ انسانوں کو سفید لباس پہناؤ اور اسی میں اپنے مُردوں کو کفناؤ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# بحالتِ احرام عورت کیلئے مُنہ ڈھانپنے کے بارے میں احکام

اس سلسلے میں درج ذیل احادیث وارد ہوئی ہیں :

۱۔ امام احمدؒ، بخاریؒ، نسائیؒ اور ترمذیؒ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

لا تنتقب المرأة المحرمة ولا تلبس القفازين۔

(بحالتِ احرام عورت نہ تو نقاب ڈالے اور نہ دستانے پہنے)

۲۔ دوسری روایت میں ہے : حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات سے منع فرماتے سُنا ہے کہ عورتیں بحالتِ احرام دستانے، نقاب اور ورس یا زعفران میں رنگے ہوئے کپڑے پہنیں۔ (مسند احمدؒ)

۳۔ امام بخاریؒ نے روایت کیا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا : کہ احرام کی حالت میں عورت نہ کپڑے سے منہ ڈھانکے، نہ برقع اوڑھے اور نہ کوئی ایسا کپڑا پہنے جو ورس اور زعفران میں رنگا ہوا ہو۔

۴۔ امام احمدؒ، ابوداؤدؒ اور ابنِ ماجہؒ نے روایت کیا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا : ہم احرام باندھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سفر کیا کرتی تھیں اور ہمارے پاس سے سوار گزرتے تھے تو جب وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہمارے سامنے آتے، ہم اپنی چادر کا پلّو سر سے کھینچ کر چہرے پر لٹکا لیتیں اور جب وہ آگے بڑھ جاتے ہم اپنا چہرہ کھول لیتی تھیں۔

نقاب سے مراد کپڑے کا ایسا ٹکڑا ہے جس میں آنکھوں کے بالمقابل دو سوراخ ہوتے ہیں، جسے عورت اپنے چہرے پر ڈال لیتی ہے اور سوراخوں میں سے دیکھتی ہے۔

فتح الباری میں ہے کہ نقاب سے مراد یہ ہے کہ اوڑھنی کو ناک اور ٹھوڑی پر باندھ لیا جائے تاکہ چہرہ چھپ جائے لیکن آنکھیں کھلی رہیں۔

مذکورہ بالا احادیث کی بنا پر علماء کا اس پہ اتفاق ہے کہ بحالتِ احرام عورت کے لئے کوئی چیز چہرے پر ڈال کر اپنا چہرہ چھپانا حرام ہے۔ لیکن سر کا ڈھانکنا نہ صرف یہ کہ منع نہیں بلکہ واجب ہے ——— مذکورہ بالا احادیث اس بارے میں صریح ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بحالتِ احرام عورت کو نقاب اور دستانے پہننے سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ اس مسئلہ پر اجماع ہے کہ عورت کے لئے بحالتِ احرام چہرہ ڈھانپنا حرام ہے۔

امام نوویؒ نے لکھا ہے کہ عورت کے لئے بحالتِ احرام چہرے کے سوا اپنے پورے جسم کو ڈھانپنا خواہ سِلے ہوئے کپڑے سے ہی ڈھانپا جائے جائز ہے لیکن چہرے کو کسی بھی چیز سے چھپانا حرام ہے۔

ابنِ قدامہؒ نے المغنی میں لکھا ہے کہ عورت کے لئے بحالتِ احرام اپنے چہرے کو ڈھانپنا اسی طرح حرام ہے جیسے مرد کے لئے سر ڈھکنا۔ اور اس مسئلہ میں مسالکِ فقہ میں سے کسی مسلک کا اختلاف ہمارے علم میں نہیں ہے۔

ابن المنذرؒ نے لکھا ہے کہ برقع پہننے کی کراہت حضرات سعد بن ابی وقاصؓ، ابن عمرؓ، ابن عباسؓ اور ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے اور ہمارے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



علم میں نہیں ہے کہ اس سلسلے میں کسی نے اختلاف کیا ہو۔

لیکن علماء کے درمیان اس پر بھی اتفاق ہے کہ بحالت احرام عورت کو چند شرائط کے ساتھ اجنبیوں سے اپنا چہرہ چھپانے کی اجازت ہے لیکن اتفاق کے باوجود اس میں بھی بعض جزئیات پر علماء کے درمیان کچھ اختلاف ہے جو درج ذیل ہے:

- مالکیوں کے نزدیک احرام کی حالت میں عورت کے لئے چہرے کے کسی ایسے حصے کا ڈھانپنا حرام ہے جس پر سر کا اور بالوں کی لٹوں کا چھپانا موقوف ہو اسی طرح چہرے کو چھپانے کا مقصد اگر لوگوں کی نظروں سے بچنا ہو تو اس کی بھی اجازت ہے بشرطیکہ جس چیز سے چہرہ چھپایا جائے وہ لباس کے ساتھ سلی ہوئی یا بندھی ہوئی نہ ہو ورنہ حرام ہے۔ یعنی کسی ایسے کپڑے سے چہرہ چھپانا جو باقی لباس کے ساتھ سلا ہوا یا بندھا ہوا ہو، حرام ہے اور اس طرح چہرہ چھپانے پر فدیہ لازم آئے گا۔
- شافعیوں کے نزدیک عورت بحالتِ احرام اپنا چہرہ اجنبی لوگوں سے چھپا سکتی ہے لیکن کسی ایسے نقاب وغیرہ سے جو چہرے کے ساتھ مس نہ ہو۔
- حنفیوں کے نزدیک بحالتِ احرام عورت اجنبی مردوں سے اپنا چہرہ چھپا سکتی ہے لیکن اس کی صورت یہ ہو کہ چہرے کے اوپر کوئی چیز اس طرح لٹکائی جائے کہ وہ چیز چہرے کے ساتھ مس نہ ہو۔
- حنبلیوں کے نزدیک عورت بحالتِ احرام اپنے چہرے کو ڈھانپ سکتی ہے لیکن کسی ضرورت کے ماتحت مثلاً اس وقت جب اس کے قریب سے اجنبی مرد گزر رہے ہوں اور ایسی صورت میں چہرہ چھپاتے وقت نقاب اگر چہرے کے ساتھ چھو بھی جائے تو کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ چہرہ چھپانے کے لئے یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



شرط لگانا کہ نقاب وغیرہ چہرہ سے دور رہے ایک ایسی کمزور بات ہے جس کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے۔ اسی طرح ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس بات سے کہ "امہات المومنین اپنی چادروں کے پلو سروں سے کھینچ کر اپنے چہروں پر لٹکا لیا کرتی تھیں" ـــ بظاہر جو کچھ سمجھ میں آتا ہے اس میں کہیں ایسی کوئی شرط نہیں ہے کہ کپڑا یا نقاب چہرے کے ساتھ مس نہ ہو اس لئے کہ جو کپڑا سر سے چہرے پر لٹکایا جائے گا وہ چہرے کے ساتھ لگنے سے محفوظ نہیں رہ سکتا، نیز اگر اس کا چہرے سے جدا رہنا شرط ہوتا تو ضرور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات کھول کر بیان فرما دیتے[1]

لہذا اگر چہرہ چھپاتے وقت قصد و ارادے کے بغیر کپڑا چہرے کے ساتھ چھو جائے اور عورت اسے فوراً ہی ہٹا دے تو اس پر کوئی فدیہ نہیں لیکن اگر قصداً بلا ضرورت چہرے کو مسلسل چھپائے رکھا تو اس پر فدیہ واجب ہو گا۔

## عورت کا لبیک پکارنا

امام بیہقیؒ نے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ عورت نہ تو صفا اور مروہ پر چڑھے اور نہ لبیک کہتے وقت اپنی آواز بلند کرے۔ اور موطا امام مالکؒ میں ہے: امام مالکؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اہل علم حضرات سے سنا ہے کہ لبیک کہتے وقت عورت کو آواز بلند کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ عورت ایسی آواز میں لبیک کہے کہ بس خود سن سکے۔ نیز امام مالکؒ نے یہ بھی لکھا

---

[1] نیل الاوطار ج ۶ ص ۸۲ - اور فقہ السنہ ج ۱ ص ۶۴۷ -

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہے کہ عورت اس طرح لبیک کہے کہ خود سنے اور اس کے قریب والے سنیں اور اس سے زیادہ آواز بلند کرنا عورت کے لئے مکروہ ہے۔

الرویانی رح، ابوالطیب رح اور ابن الرفعہ رح نے لکھا ہے کہ عورت اگر بلند آواز سے لبیک کہے تو حرام نہیں ہے اس لئے کہ قولِ صحیح کے مطابق عورت کی آواز عورت نہیں ہے لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے۔

## حیض اور نفاس کی حالت میں لبیک

حیض یا نفاس والی عورت لبیک کہہ سکتی ہے کیونکہ لبیک کے الفاظ قرآن نہیں ہیں اور حیض و نفاس کی حالت میں عورت کے لئے صرف تلاوت قرآن مجید منع ہے اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حیض اور نفاس والی عورت کو اجازت دی تھی کہ وہ سوائے طوافِ بیت اللہ اور نماز کے تمام مناسکِ حج ادا کرے جس طرح باقی حاجی ادا کرتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# جو باتیں احرام کی حالت میں حرام ہیں

جب کوئی شخص احرام باندھ لیتا ہے یعنی حج یا عمرہ کرنے کی نیت کر لیتا ہے تو اس پر چند مخصوص باتیں حرام ہو جاتی ہیں ان میں سے کچھ تو وہ ہیں جو قرآن میں بصراحت مذکور ہیں اور بعض وہ ہیں جن کا ذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں میں ہے۔

وہ امور جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے درج ذیل ہیں :

ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ۔(البقرۃ ۔ ۱۹۷)

(حج کے مہینے سب کو معلوم ہیں جو شخص ان مقررہ مہینوں میں حج کی نیت کرے۔ اسے خبردار رہنا چاہئے کہ حج کے دوران میں اس سے کوئی شہوانی فعل، کوئی بدعملی، کوئی لڑائی جھگڑے کی بات سرزد نہ ہو)

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے :

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ۔ (المائدۃ۔۹۵)

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو! احرام کی حالت میں شکار نہ مارو)

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ۔ (المائدۃ۔۹۶)

(اور خشکی کا شکار جب تک تم احرام کی حالت میں ہو، تم پر حرام کیا گیا ہے)

۱۔ تمام ایسے امور جن کا ارتکاب مُحرِم اپنی ذات کے بارے میں کرتا ہے مثلاً جماع یا مبادیاتِ جماع یا سِلے ہوئے یا پورے جسم کو چھپا لینے والے کپڑوں کا پہننا (صرف مردوں کے لئے) اور ناخن تراشنا، خوشبو لگانا، سر کا ڈھکنا (مردوں کے لئے) چہرے کو چھپانا (عورتوں کے لئے) یہ افعال حرام ہیں۔

۲۔ اسی طرح وہ تمام افعال بھی حرام ہیں جو مُحرِم دوسرے کے ساتھ یا دوسرے کے لئے کرتا ہے مثلاً دوسرے کے بال مونڈنا یا خشکی میں شکار کرنے کی کوشش کرنا۔

الغرض وہ امور جو بحالتِ احرام حرام ہیں کل انیس[19] ہیں:

۱۔ جماع اور مبادیاتِ جماع مثلاً بوس و کنار وغیرہ۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی خلاف ورزی کرنا خواہ وہ کسی کام کے کرنے کا ہو یا کسی کام سے منع کیا گیا ہو۔

۳۔ لڑائی جھگڑا کرنا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



۴۔ سلے ہوئے یا پورے جسم کو گھیر لینے والے کپڑے پہننا (مردوں کے لئے) اور دستانے پہننا (عورتوں کے لئے)۔

۵۔ ایسا لباس پہننا جو کسی خوشبودار رنگ میں رنگا ہوا ہو۔

۶۔ خوشبو لگانا۔

۷۔ تیل لگانا۔

۸۔ مہندی اور خضاب لگانا۔

۹۔ پھول یا اسی قسم کی کوئی اور چیز سونگھنا۔

۱۰۔ بال مونڈنا۔

۱۱۔ ناخن تراشنا۔

۱۲۔ عورت کے لئے چہرے کا ڈھانپنا۔

۱۳۔ مرد کے لئے سر کو ڈھکنا۔

۱۴۔ نکاح کرنا۔

۱۵۔ شکار کے پیچھے جانا۔

۱۶۔ ایسے جنگلی جانور کے شکار میں مدد دینا جس کا گوشت کھایا جاتا ہے۔

۱۷۔ شکار کو بھگانا یا ضائع کرنا اور شکار کی خرید و فروخت۔

۱۸۔ جنگلی شکار کا گوشت کھانا۔

۱۹۔ قابلِ شکار جنگلی جانور کے انڈے توڑنا یا اس کا دودھ دوہنا یا دودھ کی خرید و فروخت کرنا۔

اس سے پہلے ان میں سے بعض ممنوع باتوں کے بارے میں گفتگو ہو چکی ہے مثلاً خوشبو، مہندی اور خضاب، چہرہ ڈھانپنا یا دستانے پہننا۔
اب یہاں ہم چند اور ایسے امور کا تفصیلی بیان کرتے ہیں جن کا ارتکاب احرام کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



حالت میں عورتوں کے لئے حرام ہے۔

## بال مونڈنا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ۚ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا اَوْ بِهٖ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ۔ (البقرۃ۔ ۱۹۶)

(اور اپنے سر نہ مونڈو جب تک کہ قربانی اپنی جگہ نہ پہنچ جائے۔ مگر جو شخص مریض ہو یا جس کے سر میں کوئی تکلیف ہو اور اس بنا پر سر منڈوالے تو اسے چاہیئے کہ فدیے کے طور پر روزے رکھے یا صدقہ دے یا قربانی کرے)

اس آیۃ کریمہ کے نزول کا سبب جیسا کہ حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا، یہ تھا کہ میرے سر میں تکلیف تھی اور مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس حالت میں لے جایا گیا کہ میرے سر کی جوئیں میرے چہرے پر پھر رہی تھیں۔ یہ دیکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما كنت ارى ان الجهد قد بلغ منك ما ارى۔ أتجد شاة؟ الخ۔

(مجھے یہ خیال نہ تھا کہ تمہاری تکلیف اس قدر بڑھ گئی ہے جو میں اب دیکھ رہا ہوں۔ کیا تم ایک بکری کی قربانی دینے کی قدرت رکھتے ہو؟ میں نے عرض کیا: نہیں، اس پر یہ آیۃ کریمہ نازل ہوئی کہ: "فدیے کے طور پر روزے رکھے یا صدقہ دے یا قربانی کرے")

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



آیتہ کریمہ کی وضاحت کرتے ہوئے آپؐ نے فرمایا کہ: روزے تین دن کے یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلانا، نصف صاع فی مسکین کے حساب سے۔

ایک دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: (( لعلك يؤذيك هوام رأسك ؟ )) غالباً تم کو تمہارے سر کے یہ کیڑے تکلیف دے رہے ہیں؟ کعب بن عجرۃؓ کہتے ہیں میں نے کہا: ہاں یا رسول اللہ! اس پر آپ نے فرمایا:

احلق رأسك وصم ثلاثة ايام او اطعم ستة مساكين او انسك شاة۔

( اپنا سر منڈوا دو، اور تین دن کے روزے رکھ لو یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو یا ایک بکری کی قربانی دو ) یہ حدیث بخاریؒ اور مسلمؒ دونوں میں ہے۔

مذکورہ بالا آیۃ کریمہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف کی روشنی میں اہلِ علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ بحالتِ احرام حاجی عذر کے بغیر اپنے جسم یا سر کے بالوں میں سے کچھ بھی نہیں کٹوا سکتا۔

یعنی احرام باندھنے کے بعد کسی قسم کے بال خواہ سر کے ہوں یا مونچھوں کے یا بغل کے یا پیٹرو کے یا ناک اور کان کے اندر جو بال ہیں ان میں سے کسی قسم کے بال نہ کٹوا سکتا ہے نہ منڈوا سکتا ہے اور نہ نوچ کر اُکھاڑنے کی اجازت ہے۔

لہذا اگر بھول کر یا نادانستگی میں یا ناخن سے کھجاتے وقت یا کنگھی کرتے وقت بھی کوئی بال ٹوٹ جائے گا تو حاجی پر فدیہ واجب ہو گا۔

المغنی میں ابنِ قدامہؒ نے لکھا ہے کہ محرم کو جو تکلیف ہو رہی ہے اس کا باعث اگر بال ہو مثلاً آنکھوں میں پڑبال اُگ آئیں یا بھنویں اس قدر لمبی ہو جائیں کہ آنکھیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ان کے نیچے چھپ جائیں تو فقط اس بال کو جو آنکھ کے اندر ہے، اکھاڑنا اور ان بالوں کو جو آنکھوں کے اوپر لٹک کر آنکھوں کو مُوندرہے ہیں، کاٹنا جائز ہے اور ان کے اکھاڑنے یا کاٹنے پر فدیہ نہیں۔

ابنِ قدامہؒ کی بات سے بظاہر جو سمجھ میں آتا ہے یہ ہے کہ ایسی حالت میں جو بال کاٹا یا اکھاڑا جائے گا اسے بال نوچنا یا کاٹنا نہیں کہا جائے گا۔ بلکہ یہ اس تکلیف کا ازالہ ہے جو بالوں کی وجہ سے آنکھوں کو پہنچ رہی ہے۔

## کنگھی کرنا

کنگھی کرنے سے چونکہ بال ٹوٹ اور جھڑ سکتے ہیں لہٰذا بعض فقہار کا خیال ہے کہ بحالتِ احرام کنگھی نہیں کرنی چاہیئے۔

چنانچہ احناف اور مالکیوں کے نزدیک تو کنگھی کرنا بالکل منع ہے اور شافعیوں کے نزدیک کنگھی کرنا اور بالوں کو ناخنوں سے کھجانا مکروہ ہے لیکن اگر کھجا لے تو فدیہ واجب نہیں البتہ اگر یہ معلوم ہو کہ کنگھی کرنے سے بال ضرور ٹوٹیں گے تو کنگھی کرنا حرام ہے اور اگر کرے گا تو فدیہ واجب ہے۔

ابنِ قدامہؒ نے جو حنبلی المسلک ہیں، المغنی میں لکھا ہے کہ حاجی کو احرام کی حالت میں اپنا حُلیہ درست کرنے، بال سنوارنے یا کسی قسم کی زینت و آرائش کی غرض سے آئینہ بھی نہیں دیکھنا چاہیئے، لیکن امام احمدؒ کا قول ہے کہ آئینہ دیکھنے میں کوئی حرج نہیں البتہ نہ تو بنے سنورے اور نہ اپنے جسم سے گرد و غبار جھاڑے۔ نیز امام احمدؒ نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر آئینہ دیکھنے کی غرض بننا سنورنا ہو تو نہ دیکھے، پوچھا گیا: زینت کے ارادے سے کیا مراد ہے؟ امام احمدؒ نے کہا، مثلاً یہ کہ بالوں کو اس غرض سے دیکھے کہ اگر منتشر ہوں تو ان کو درست کرے۔ اسی قسم کا قول عطاءؒ سے بھی مروی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے:

ان المحرم الاشعث الاغبر۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



حاجی وہ ہے جس کے بال پراگندہ ہوں اور چہرہ و لباس غبار آلود ہو۔۔)
اسی حدیث کے آخر میں ہے:

ان اللہ یباھی باھل عرفۃ ملائکتہ فیقول: یا ملائکتی انظروا الی عبادی قد اتونی شعثاء غبراء ضاحین۔

(اللہ تعالیٰ میدانِ عرفات میں مقیم حاجیوں پر اپنے ملائکہ کے سامنے فخر سے فرماتا ہے: ارشاد ہوتا ہے: اے میرے فرشتو! میرے ان بندوں کو دیکھو جو میرے حضور پراگندہ حال، غبار آلود چہروں اور لباس کے ساتھ حاضر ہیں اور دھوپ میں بیٹھے ہیں)

یہی وجہ ہے کہ عورت کے لئے بھی بحالتِ احرام کنگھی کرنا منع ہے کیونکہ کنگھی سے بال ٹوٹنے کا احتمال ہے اور اگر کنگھی کرتے وقت کوئی بال ٹوٹ گیا تو فدیہ واجب ہو گا۔

## بال ٹوٹنے کا فدیہ

○ شافعیوں کے نزدیک کوئی شخص اگر بحالتِ احرام ایک بال توڑے گا تو اس پر ایک مُد فدیہ واجب ہو گا اور دو بالوں پر دو مُد فدیہ ہو گا اور ایک بال کے کچھ حصہ کا حکم بھی وہی ہے جو پورے بال کا ہے۔

اور اگر تین یا تین سے زائد بال توڑے ہوں تو یا تو ایک ایسی بکری ذبح کرے جس میں وہ اوصاف پائے جاتے ہوں جو قربانی کے جانور کے لئے ضروری ہیں یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلائے اور یا تین دن کے روزے رکھے۔

بال ٹوٹنے پر فدیہ واجب ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ جان بوجھ کر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



توڑا ہو بلکہ اگر بلا ارادہ بھی ٹوٹ جائے گا تو بھی فدیہ واجب ہو گا۔

- حنبلیوں کے نزدیک ایک بال یا بال کا کچھ حصہ توڑنے پر ایک مسکین کو ایک مُد گندم یا نصف صاع جَو وغیرہ دینا فدیہ ہے۔ اسی طرح تین بالوں تک ہر بال پر اتنا ہی فدیہ ہے۔
- حنفیوں کے نزدیک اگر سر یا ڈاڑھی کو ایک چوتھائی سے کم مونڈا ہے تو نصف صاع گندم یا اس کی قیمت بطور فدیہ ادا کرے۔ اور اگر سر ایک چوتھائی یا اس سے زیادہ مونڈا ہے یا گردن کے بال یا دونوں بغلیں یا ایک بغل مونڈی ہے یا پیٹرو کے بال مونڈے ہیں تو محرم پر ایک جانور کی قربانی واجب ہو گی۔ بشرطیکہ بغیر عذر کے مونڈے ہوں لیکن اگر کسی عذر کی بنا پر مونڈے ہوں۔ تو پھر اسے تین باتوں سے کسی ایک کے انتخاب کا اختیار ہے:

۱۔ یا تو ایک بکری ذبح کرے۔

۲۔ یا تین دن کے روزے رکھے۔

۳۔ یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

- مالکیوں کے نزدیک بارہ عدد بالوں پر جو فدیہ واجب ہے اس کی مقدار نصف صاع گندم یا اس کی قیمت ہے۔

## بحالتِ احرام نکاح

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لاَ يَنْكِحُ المحرم ولا يُنْكِحُ ولا يخطب ۔

(حاجی بحالتِ احرام نہ خود نکاح کرے نہ اس کا نکاح کیا جائے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



زمنگنی کرے)

اس روایت کو بخاری رحمہ کے علاوہ احادیث کے تمام جامعین نے روایت کیا ہے البتہ ترمذی رحمہ کی روایت میں "لایخطب" کے الفاظ نہیں ہیں)

مندرجہ بالا احادیث اس بارے میں صریح ہے کہ بحالتِ احرام عقدِ نکاح کرنا جائز نہیں تاہم اس مسئلہ میں یعنی بحالتِ احرام نکاح کے جواز و عدمِ جواز میں علماء کے درمیان اختلاف ہے۔

## جو علماء نکاح سے منع کرتے ہیں

○ شافعی، مالکی اور حنبلی علماء، اور امام لیث رحمہ و اوزاعی رحمہ کے نزدیک اور یہی قول حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کا ہے کہ حاجی کے لئے بحالتِ احرام اپنا نکاح کرنا یا دوسرے کا نکاح کرانا حرام ہے۔ اور ان کی دلیل مذکورہ بالا حدیث ہے اور ان کا خیال ہے کہ اگر کوئی شخص بحالتِ احرام نکاح کرے گا تو نکاح باطل ہوگا۔

○ امام نووی رحمہ (شافعی) لکھتے ہیں:

جاننا چاہیئے کہ احرام کی حالت میں نکاح کرنے اور کرانے کی ممانعت سے مراد یہ ہے کہ ایسا کرنا حرام ہے لہذا اگر کوئی شخص بحالتِ احرام نکاح کرے گا تو اس کا نکاح منعقد ہی نہ ہوگا، خواہ یہ شخص جو احرام میں ہے مرد ہو جس نے اپنا نکاح کیا ہو یا عورت ہو جس سے نکاح کیا گیا یا اس نے اپنی ولایت یا وکالت میں کسی دوسرے کا نکاح کرایا ہو۔ ان تمام صورتوں میں نکاح باطل ہوگا حتی کہ اگر وہ مرد یا عورت جن کا نکاح ہوا ہے اور وہ ولی جس کی ولایت میں نکاح ہوا، احرام میں نہ ہوں لیکن انہوں نے نکاح کے لئے کسی ایسے شخص کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



وکیل بنایا ہو جو احرام میں ہو تو بھی نکاح باطل ہوگا۔

○ امام مالکؒ نے الموطا میں اور دارقطنیؒ نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی کرا دی تھی۔ کیونکہ انہوں نے بحالتِ احرام باہم نکاح کیا تھا۔

○ ابن قدامہؒ حنبلی نے المغنی میں لکھا ہے کہ جب بھی کوئی مرد یا عورت بحالتِ احرام خود نکاح کریں یا ان کا نکاح کیا جائے ان کا نکاح باطل ہوگا اور اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ نکاح کرنے والے دونوں میاں بیوی احرام میں ہوں یا ان میں کوئی ایک احرام میں ہو اس لئے کہ ایسے نکاح سے منع کیا گیا ہے۔ لہذا یہ نکاح صحیح نہیں ہوگا۔

مندرجہ بالا تینوں مسالک کا نقطۂ نگاہ محض یہی نہیں ہے کہ احرام کی حالت میں نکاح ناجائز ہے بلکہ ان کی رائے کا حاصل یہ ہے کہ احرام کی حالت میں اگر نکاح کیا جائے گا تو ایسا نکاح منعقد ہی نہ ہوگا۔

## ان علماء کے دلائل جو احرام کی حالت میں نکاح جائز قرار دیتے ہیں :—

احناف اور امام سفیان ثوریؒ اس مسئلہ میں مذکورہ بالا تینوں مسلکوں سے اختلاف رکھتے ہیں۔ چنانچہ حنفیوں کے نزدیک احرام کی حالت میں نکاح جائز ہے کیونکہ احرام کی بنا پر عورت سے یہ صلاحیت سلب نہیں ہو جاتی کہ اس سے نکاح کیا جائے بلکہ احرام صرف جماع سے روکتا ہے تو گویا احرام حیض، نفاس یا ظہار سے مشابہ ہوا کہ یہ بھی فقط جماع سے روکتے ہیں۔ عقدِ نکاح میں رکاوٹ نہیں بنتے۔ چنانچہ حنفیوں کی رائے یہ ہے کہ حاجی بحالتِ احرام اپنا نکاح بھی کر سکتا ہے اور دوسرے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کا نکاح کرا بھی سکتا ہے۔ یہ لوگ اپنی اس رائے کے لئے اس حدیث کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُم المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے اس حالت میں نکاح کیا تھا کہ آپؐ احرام میں تھے۔

لیکن جمہور علما نے احناف کی اس دلیل کو مندرجہ ذیل روایتوں کی بنا پر رد کر دیا ہے:

۱۔ ابو داؤدؒ اور اثرمؒ نے حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے جب نکاح کیا تو آپ حلال تھے یعنی احرام کھول چکے تھے۔ نیز ابو رافعؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے درمیان پیغام لانے لے جانے والا میں خود تھا۔ امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔

۲۔ ابو داؤدؒ نے ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے نکاح کیا ہم دونوں احرام کھول چکے تھے اور جب آپؐ نے میرے ساتھ پہلی رات گزاری اس وقت بھی آپ احرام میں نہیں تھے۔ ابو داؤدؒ نے مزید لکھا ہے کہ ام المومنین حضرت میمونہ کا انتقال مقامِ سرف میں ہوا اور آپ کو اسی گنبد میں دفن کیا گیا ہے جو وہاں تعمیر کیا گیا ہے[۱]

سرف تنعیم کے قریب ایک مقام کا نام ہے اور تنعیم مکہ کے قریب ہے

---

[۱] مصنفِ کتاب کو مغالطہ ہوا ہے۔ یہ بات ابو داؤدؒ نے نہیں بلکہ امام ترمذیؒ نے لکھی ہے۔ مترجم۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اور یہ مقام حِل[1] میں حرم سے قریب ترین ہے۔

یہ دونوں حدیثیں اس بارے میں واضح ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے عقد کیا آپ احرام کھول چکے تھے اور جب آپ نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ پہلی رات گزاری اس وقت بھی آپ احرام میں نہیں تھے بلکہ احرام کھول چکے تھے۔

ابنِ قدامہؒ نے المغنی میں لکھا ہے کہ اگر مذکورہ بالا دونوں حدیثوں کو صحیح مان لیا جائے پھر بھی وہ حدیث جو ہم نے بطور دلیل پیش کی ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ حاجی بحالتِ احرام نہ اپنا نکاح کرے نہ دوسرے کا نکاح کرائے اس حدیث پر مقدم ہے کیونکہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قولی حدیث ہے اور قولی حدیث زیادہ قابلِ اعتماد ہے۔

آگے چل کر ابنِ قدامہؒ لکھتے ہیں کہ ام المومنین اپنی ذات کے بارے میں زیادہ بہتر طریقے پر جانتی ہیں اور ابورافع رضؓ جنہوں نے یہ واقعہ بیان کیا ہے خود اس واقعہ میں شریک تھے بلکہ وہ دونوں کے درمیان پیغام رساں تھے لہٰذا یہ دونوں اس واقعہ کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے زیادہ جانتے ہیں اور اگر ابن عباس رضی اللہ عنہما اس زمانے میں بڑی عمر کے ہوتے تب بھی ان دونوں کی بات حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کی بات پر قابلِ ترجیح تھی کیونکہ ابن عباسؓ اس وقت کم سن تھے اور معاملات کی حقیقت کو بھی سمجھنے کے قابل نہ ہوئے تھے اور نہ واقعات سے پوری طرح باخبر تھے۔ اور حضرت ابن عباسؓ کی اس بات کا حضرت سعید بن المسیبؒ نے انکار کیا ہے۔ سعید بن المسیبؒ کہتے ہیں کہ:

اس معاملہ میں حضرت ابنِ عباسؓ کو مغالطہ ہوا ہے کیونکہ واقعہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے اس وقت نکاح

---

[1] حدودِ حرمین کے علاوہ پوری زمین "حل" ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کیا تھا جب آپ احرام کھول چکے تھے لہٰذا حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما والی حدیث ناقابلِ عمل ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت ابنِ عباسؓ نے جو کہا ہے: (وھو محرم) "آپؐ محرم تھے" اس سے مراد یہ ہو کہ آپؐ اس وقت حرم میں قیام پذیر تھے یا یہ کہ آپ نے نکاح "شہر الحرام" میں (ذی الحج) میں کیا تھا جیسا کہ بعض روایات میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ:

قتلوا عثمان بن عفان الخليفة محرما۔

(ان لوگوں نے حضرتِ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو جو کہ خلیفہ راشد تھے اس حال میں شہید کیا کہ وہ محرم تھے)

اس میں لفظِ "محرم" سے بظاہر یہ وہم ہوتا ہے کہ احرام باندھے ہوئے تھے۔ حالانکہ واقعہ یہ نہیں ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ مہینہ حرمت والے مہینوں میں سے تھا اور اس بنا پر بھی محرم تھے کہ آپ کا خون محترم تھا۔

بعض لوگوں نے حضرت ابن عباسؓ کی حدیث کے یہ معنی کئے ہیں کہ نکاح تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے اس وقت کیا تھا جب آپ احرام میں نہ تھے لیکن اس نکاح کا اظہار اس وقت کیا جب آپ احرام باندھ چکے تھے۔ (واللہ اعلم)

ابن رشدؒ نے لکھا ہے کہ دونوں حدیثوں میں اس طرح تطبیق ممکن ہے کہ جس حدیث میں بحالتِ احرام نکاح سے منع کیا گیا ہے اس سے نہی حرمت نہیں بلکہ نہیِ کراہت مراد لی جائے یعنی بحالتِ احرام نکاح کرنا کرانا مکروہ ہے اور دوسری حدیث سے جواز مراد لیا جائے تو گویا صورت یہ بنی کہ نکاح کرنا کرانا جائز تو ہے لیکن مع الکراہت۔

لیکن ہمارا رجحان جس رائے کی جانب ہے اور جو ہمارے نزدیک صحیح ہے وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جمہور کی رائے ہے یعنی بحالتِ احرام اپنا نکاح کرنا یا دوسرے کا کروانا دونوں کام ناجائز ہیں۔

## احرام کی حالت میں نکاح کا گواہ بننا

امام نووی ؒ نے لکھا ہے کہ جس طرح بحالتِ احرام اپنا نکاح کرنا منع ہے اسی طرح احرام باندھنے کے بعد حاجی کے لیئے یہ بھی جائز نہیں کہ وہ کسی دوسرے کے نکاح میں گواہ بنے خواہ وہ مرد و عورت جن کا نکاح ہو رہا ہے، احرام کی حالت میں نہ ہوں۔ بلکہ ہمارے بعض علماء (شافعی علماء) نے تو کہا ہے کہ اگر کسی ایسے شخص کو جس نے احرام باندھ رکھا ہے نکاح میں گواہ بنایا جائے گا تو یہ نکاح ہی منعقد نہ ہوگا اس لیئے کہ گواہ عقد نکاح کا رکن ہوتا ہے جیسا کہ ولی رکن ہے لہذا رکن کے مفقود ہونے کی بنا پہ نکاح منعقد ہی نہ ہوگا۔

لیکن صحیح رائے اس سلسلے میں جمہور علماء کی ہے اور وہ یہ ہے کہ نکاح منعقد ہو جائے گا۔

## بحالتِ احرام منگنی کرنا

اوپر جو کچھ بیان ہوا یہ بحالتِ احرام نکاح کے بارے میں تھا۔ اب رہ گیا احرام کی حالت میں منگنی کا مسئلہ تو اس بارے میں:

امام نووی ؒ لکھتے ہیں کہ حدیث نبوی ؐ میں جو ((ولا یخطب)) اور نہ منگنی کرے کے الفاظ وارد ہوئے ہیں اس سے نہی تنزیہی مراد ہے یعنی ایسا کرنا مکروہ تنزیہی ہے، حرام نہیں ہے۔

ابن قدامہ ؒ نے "المغنی" میں لکھا ہے کہ بحالتِ احرام مرد یا عورت دونوں کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سے منگنی کرنا مکروہ ہے بلکہ اس شخص کے لیے جو احرام میں ہو یہ بھی مکروہ ہے کہ ان لوگوں کی منگنی کرائے جو احرام میں نہ ہوں ۔

## احرام کی حالت میں تیل لگانا

کیا مُحرِم اور مُحرِمہ کے لئے جائز ہے کہ اپنے سر یا جسم پر تیل لگائیں ؟
اِس سلسلے میں علماء کے درمیان اختلاف کی نوعیت درج ذیل ہے :

○ حنفی مسلک :

حنفی علماء کے نزدیک بحالتِ احرام سر اور جسم پر تیل یا شیرہ لگانا حرام ہے کیونکہ یہ چیزیں بناؤ سنگھار کے لئے استعمال کی جاتی ہیں اور حاجی پراگندہ بال اور غبار آلود چہرے والا ہوتا ہے ۔ جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

ان اللہ یباھی باھل عرفات اھل السماء فیقول لھم: انظروا الی عبادی جاءونی شعثاء غبراء ۔ (البیہقی)

(بے شک اللہ تعالیٰ اہلِ عرفات پر آسمان والوں کے سامنے اظہارِ فخر فرماتا ہے اور ان سے کہتا ہے : ذرا دیکھو میرے ان بندوں کو جو پراگندہ حال اور غبار آلود جسم ولباس کے ساتھ میرے حضور حاضر ہیں )

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حاجی کی جو ہیئت اللہ تعالیٰ کو پسند ہے وہ یہی ہے کہ وہ پراگندہ حال اور غبار آلود جسم ولباس ہو ۔

احناف علماء نے اس کی وضاحت میں لکھا ہے کہ جو چیزیں بدن پر استعمال کی جاتی ہیں ان کی تین قسمیں ہیں :

ا۔ وہ چیز جن کے استعمال کا مقصد محض خوشبو کا حصول ہوتا ہے اور خوشبو کی غرض

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سے ہی بنائی گئی ہیں، مثلاً مشک، کافور، عنبر اور اسی نوع کی دیگر اشیاء، اس قسم کی تمام اشیاء کا استعمال احرام کی حالت میں کسی شکل میں جائز نہیں خواہ وہ تیل کی طرح چپڑی جائیں یا کسی اور صورت میں استعمال کی جائیں

۲۔ کچھ چیزیں ایسی ہیں جو نہ تو خود خوشبو ہیں نہ ان پر لفظ خوشبو کا اطلاق ہو سکتا ہے اور نہ ان سے کسی طرح خوشبو کا کام لیا جا سکتا ہے۔ مثلاً چربی، یہ وہ قسم ہے جس کو حاجی احرام کی حالت میں جسم یا سر پر ملنے کے لئے استعمال کر سکتا ہے اور ایسی چیزوں کا استعمال نہ گناہ ہے اور نہ ان کے استعمال پر کسی قسم کا فدیہ لازم آتا ہے۔

۳۔ تیسری قسم وہ چیزیں ہیں جو بطور خود تو خوشبو نہیں ہیں لیکن وہ خوشبو کی اساس بن سکتی ہیں۔ ایسی اشیا کو کبھی تو خوشبو اور چکنائی کی خاطر استعمال کیا جاتا ہے اور کبھی دوا کے طور پر۔ اس کی مثال روغن زیتون ہے۔ چنانچہ ایسی چیزوں کو اگر خوشبو اور چکنائی کے لئے استعمال کیا جائے تو ان کا حکم وہی ہے جو خوشبو کے استعمال کا یعنی بحالتِ احرام ان کا استعمال جائز نہیں لیکن اگر ان چیزوں کو بطورِ دوا برتنا مقصود ہو تو احرام کی حالت میں ان کا بیرونی استعمال بھی جائز ہے اور کھانا بھی جائز ہے۔

## ○ مالکی مسلک:

مالکیوں کے نزدیک حاجی کے لئے بحالتِ احرام بالوں میں یا جسم پر یا جسم کے کچھ حصہ پر تیل لگانا حرام ہے۔ یہ تیل کسی قسم کا ہو اور اگرچہ اس میں کسی طرح کی خوشبو بھی نہ ہو۔ چنانچہ کوئی شخص اگر بحالتِ احرام سر میں یا جسم پر تیل ملے گا تو اس پر فدیہ واجب ہوگا البتہ اگر کوئی شخص کسی بیماری کے علاج کی غرض سے کوئی ایسا تیل استعمال کرے جس میں خوشبو نہ ہو تو اس پر فدیہ نہیں ہے۔ یہ بیماری خواہ ہاتھوں کی ہتھیلیوں یا پاؤں کے تلووں میں ہو یا جسم کے کسی اور حصہ میں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



○ شافعی مسلک :

شافعیوں کے نزدیک ایسا تیل لگانا حرام ہے جس میں خوشبو ہو۔ اس کے علاوہ ہر قسم کا تیل سر کے بالوں کے سوا جسم کے ہر حصہ پر لگانا جائز ہے اور اگر کوئی ضرورت پیش آئے تو سر کے بالوں میں بھی لگا سکتا ہے۔ چنانچہ فرقد السبخیؒ نے سعید بن جبیرؒ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم احرام کے وقت ایسا تیل استعمال کیا کرتے تھے جس میں خوشبو نہیں ہوتی تھی۔ (احمدؒ، بیہقیؒ اور ترمذیؒ)

○ حنبلی مسلک :

حنبلیوں کے نزدیک احرام کی حالت میں خوشبو دار تیل پورے جسم پر یا جسم کے کسی حصہ پر لگانا حرام ہے۔ اس کے برعکس وہ تیل جس میں خوشبو نہ ہو مثلاً زیتون کا تیل، ایسے تیل کا استعمال سر کے بالوں میں بھی اور چہرے پر بھی جائز ہے۔

## مندرجہ بالا مسالکِ فقہ کا خُلاصہ

تمام مسالکِ فقہ اس بات پر متفق ہیں کہ خوشبو دار تیل کا استعمال بحالتِ احرام ناجائز ہے کیونکہ بحالتِ احرام خوشبو کا استعمال منع ہے، اسی طرح سب مسالکِ فقہ اس پر متفق ہیں کہ بطور دوا ایسی ہر چیز احرام کی حالت میں استعمال کرنا جائز ہے جس میں خوشبو نہ ہو۔ اس کے بعد اختلاف جس میں رہ جاتا ہے وہ یہ ہے کہ آیا ایسے تیل کو جس میں خوشبو نہ ہو، دوا کے علاوہ استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بعض نے اسے مطلقاً حرام کہا ہے مثلاً مالکی اور بعض نے اسے مطلقاً جائز قرار دیا ہے جیسے حنبلی اور بعض نے ایسا تیل سر اور چہرے کے سوا پورے جسم پر لگانا جائز قرار دیا ہے اور بعض نے اس سلسلے میں اس لحاظ سے فرق کیا ہے کہ جو چیزیں خوشبو کی اساس کا کام دیتی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہیں ان کا استعمال ناجائز ہے اور جن سے خوشبو کا کام نہیں لیا جاتا ہے وہ بہرحال جائز ہیں اور یہ مسلک حنفیوں کا ہے۔

ان علماء کے مابین غیر خوشبو دار تیل کے استعمال کے سلسلے میں اختلاف کا سبب یہ نہیں ہے کہ فی نفسہٖ ایسے تیل کا استعمال حرام ہے بلکہ اصل حرمت دوران حج کی حالت میں زینت اور بناؤ سنگھار کے حوالے سے ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اگر کوئی عورت بحالتِ احرام غیر خوشبو دار تیل اپنے جسم کے کسی حصہ پر استعمال کرلے تو نہ کوئی گناہ ہے اور نہ اس پر فدیہ ہے۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ سر کے بالوں میں غیر خوشبو دار تیل بھی نہ لگائے اس خوف سے کہ تیل لگاتے وقت کوئی بال ٹوٹ کر نہ گر جائے۔

## احرام کی حالت میں سرمہ لگانا

اس بارے میں درجِ ذیل احادیث وارد ہوئی ہیں:

۱۔ نبیہ بن وہبؒ روایت کرتے ہیں کہ عمر بن عبیدؒ اللہ کی آنکھوں میں تکلیف ہوگئی اور جب ہم مقامِ روحاء پر پہنچے تو ان کی تکلیف بہت بڑھ گئی۔ چنانچہ انہوں نے آدمی بھیج کر ابانؒ بن عثمانؒ سے پچھوایا کہ اس حالت میں کیا کرنا چاہئے؟ تو ابانؒ بن عثمانؒ نے انہیں کہلوا بھیجا کہ آنکھوں پر مصبر (ایلوا) کا ضماد کرو اس لئے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے شخص کی آنکھوں پر جو احرام میں تھا اور اس کی آنکھوں میں تکلیف تھی، مصبر (ایلوے) کا لیپ کروایا تھا۔ (مسلمؒ، احمدؒ اور دارمیؒ)

۲۔ نبیہ بن وہبؒ بیان کرتے ہیں کہ عمرؒ بن عبید اللہ بن معمرؒ کی آنکھوں میں آشوب تھا، انہوں نے سرمہ لگانے کا ارادہ کیا تو ابانؒ بن عثمانؓ نے ان کو سرمہ لگانے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سے منع کر دیا اور مشورہ دیا کہ آنکھوں پر ایلوے کا لیپ کریں اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا تھا۔ (مسلمؒ)

۳۔ شمیسہؒ بیان کرتی ہیں کہ میں احرام میں تھی کہ میری آنکھیں دکھنی آگئیں۔ چنانچہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سُرمہ لگانے کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: سوائے معدنی سُرمہ (اثمد) کے جو چیز چاہو آنکھوں میں لگا سکتی ہو یا آپ نے فرمایا: سوائے سیاہ سُرمے کے جو سُرمہ چاہو لگا سکتی۔ نیز یہ کہ سیاہ سرمہ بھی حرام نہیں ہے لیکن سیاہ سرمہ زینت کے کام آتا ہے اور بحالتِ احرام بناؤ سنگھار ہمارے نزدیک مکروہ ہے۔ پھر آپ نے یہ بھی فرمایا، اگر تم چاہو تو مصبّر (ایلوا) آنکھوں میں لگا لو لیکن میں نے ایلوا لگانے سے انکار کر دیا۔ (بیہقیؒ)

۴۔ نافعؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی آنکھیں احرام کی حالت میں دکھنی آئیں تو آپ نے اپنی آنکھوں میں مصبر کے چند قطرے ڈالے اور کہا: مُحرم کی آنکھیں اگر دُکھنی آئیں تو اُسے اجازت ہے کہ جس قسم کا سرمہ چاہے اپنی آنکھوں میں لگائے ___ البتہ خوشبودار چیز بطور سرمہ استعمال نہیں کر سکتا اور بغیر آشوبِ چشم کے سُرمہ بھی نہیں لگا سکتا۔ (بیہقیؒ)

مندرجہ ذیل احادیث کی روشنی میں علماء کا اس بات پر اتّفاق ہے اور یہی حنفی مسلک ہے کہ علاج کی غرض سے اور دواء کے طور پر سُرمے کا استعمال جائز ہے اور زینت و آرائش کے لئے ناجائز۔ اور اگر کسی مُحرم نے ایسا سُرمہ لگایا جس میں خوشبو ہو تو اس پر فدیہ واجب ہے خواہ دواء کے طور پر استعمال کیا ہو یا بغیر دواء کے۔ اور غیر خوشبودار چیز بغیر دوائی ضرورت کے استعمال کرنا منع ہے۔ کیونکہ یہ چیز زینت کے زُمرے میں آ جاتی ہے۔ لیکن یہ ممانعت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کراہت تنزیہی ہے۔ اس لئے فدیہ واجب نہیں ہوتا۔

امام مالک کا قول ہے کہ اگر محرم گرمی کی شدت کی بنا پر اپنی آنکھوں میں معدنی سرمہ سیاہ یا اسی قسم کی کوئی اور چیز ڈالے تو کوئی حرج نہیں۔

امام احمدؒ بن حنبل سے مروی ہے کہ حاجی بحالت احرام سرمہ لگا سکتا ہے بشرطیکہ اس کا مقصد زینت وآرائش نہ ہو، ان سے پوچھا گیا کہ مرد اور عورت دونوں لگا سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں دونوں۔

اور سرمہ لگانا مکروہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن سے آئے تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے احرام کھول دیا ہے اور رنگین کپڑے پہنے ہوئے ہیں اور سرمہ لگا رکھا ہے۔ حضرت علیؓ نے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا تو حضرت فاطمہؓ نے کہا: مجھے ایسا کرنے کا حکم میرے والد محترم نے دیا ہے حضرت علیؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: فاطمہؓ نے سچ کہا ہے۔ (یہ روایت مسلمؒ اور بعض دیگر کتب حدیث میں ہے)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ سرمہ لگانا احرام کھولنے سے پہلے منع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت علیؓ نے اس کو ناپسند فرمایا تھا لیکن حضرت فاطمہؓ چونکہ احرام کھول چکی تھیں اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سرمہ لگانے اور رنگین کپڑے پہننے سے اجازت دیدی تھی۔

علامہ خرقیؒ لکھتے ہیں کہ جس عورت نے احرام باندھ رکھا ہو وہ سیاہ سرمہ نہ لگائے اس لئے کہ بحالت احرام سیاہ سرمے کا استعمال مرد اور عورت دونوں کے لئے مکروہ ہے۔ لیکن بالخصوص عورت کے لئے مکروہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ سرمہ عورت کے لئے زینت وآرائش کا خاص ذریعہ ہے۔

ابن قدامہؒ نے لکھا ہے: احرام کی حالت میں سیاہ معدنی سرمے کا استعمال مکروہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہے، لیکن اس کے استعمال پر فدیہ واجب نہیں ہوتا اور یہ مسئلہ ایسا ہے کہ ہمارے علم کی حد تک اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

امام شافعیؒ نے لکھا ہے کہ اگر مُحرم اور مُحرمہ عورت نے سُرمہ لگا لیا تو کم سے کم میرے علم میں یہ بات نہیں ہے کہ ان پر فدیہ دینا ضروری ہو۔

مجاہدؒ کا قول بھی یہی ہے کہ سُرمہ زینت ہے۔

خلاصۂ بحث یہ ہے کہ علاج کی غرض سے سُرمے کا استعمال جائز ہے اور اگر مقصد علاج نہ ہو تو ناجائز یعنی مکروہ ہے اور اگر سرمہ خوشبودار ہو تو اس کے استعمال پر فدیہ واجب ہوگا خواہ دوا کے طور پر استعمال کیا جائے یا بغیر ضرورت کے لگایا جائے۔

---

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# احرام کی حالت میں جماع

ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ (البقرۃ - ۱۹۷)

(حج کے مہینے سب کو معلوم ہیں۔ جو شخص ان مقررہ مہینوں میں حج کی نیت کرے اسے خبردار رہنا چاہئے کہ حج کے دوران میں اس سے کوئی شہوانی فعل، کوئی بدفعلی، کوئی لڑائی جھگڑے کی بات سرزد نہ ہو)

یہ آیتِ کریمہ جماع اور مبادیاتِ جماع مثلاً بوس وکنار وغیرہ کے احرام کی حالت میں حرام ہونے کے سلسلے میں بالکل واضح ہے۔ حج کے دوران جماع کرنا ان بڑے جرائم میں سے ہے جو حج کو یکسر فاسد کر دیتے ہیں اور شرعاً اس پر جو جرمانہ ہے وہ بھی سب جرمانوں سے زیادہ سخت ہے۔ جو لبا اوقات ایک اونٹ ذبح کرنے اور حج کی قضا کرنے کے لئے دوبارہ حج کرنے تک پہنچ جاتا ہے۔

حج اللہ تعالیٰ کی عبادت کے مناسک میں سے ہے۔ لہٰذا حاجی کے لئے جائز نہیں کہ وہ اللہ کی عبادت کا یہ فریضہ بجا لا رہا ہو اور اس کے ساتھ اس قسم کی حکم عدولی کا ارتکاب کرے، کہ جماع یا مبادیاتِ جماع میں مشغول ہو۔ اگر ایسا کرے گا تو اس کا حج بھی فاسد ہو جائے گا۔

ابنِ منذرؒ نے لکھا ہے کہ تمام علما کا اس پر اجماع ہے کہ حالتِ احرام میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



جماع کے سوا کوئی اور حرکت ایسی نہیں ہے جس کے کرنے سے حج فاسد ہو جائے۔

اور ابن رشد نے لکھا ہے کہ اس پر تمام علماء کا اجماع ہے کہ حاجی سے لئے ہمبستری اسی وقت حرام ہو جاتی ہے جب وہ احرام باندھ کر حج بیت اللہ کی نیت کرتا ہے۔

جماع سے حج اور عمرہ دونوں فاسد ہو جاتے ہیں اور اس سلسلے میں صحیح ترین قول یہ ہے کہ جماع قصداً کرے یا بھول کر، اسے یہ معلوم ہو کہ جماع کرنا بحالت احرام منع ہے یا معلوم نہ ہو —— ہر صورت میں جماع سے حج اور عمرہ دونوں باطل و فاسد ہو جائیں گے۔

یہی حکم حالتِ احرام میں مشت زنی، عورت کو چھونے اور بوسہ لینے کا ہے۔

اور جماع خواہ عورت کے مقامِ مخصوص میں کیا جائے یا عملِ قومِ لوط کیا جائے یا جانور کے ساتھ بدفعلی کی جائے سب کا حکم برابر ہے یہی قول امام شافعیؒ، امام ابو ثورؒ اور حنابلہ کا ہے۔

امام مالکؒ نے مؤطا میں روایت کیا ہے کہ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے جو حج کا احرام باندھے ہوئے تھا، اپنی بیوی سے جماع کر لیا۔ ان سب نے جواب دیا کہ دونوں میاں بیوی اسی طرح حج کے اعمال جاری رکھیں حتیٰ کہ اپنا حج مکمل کر لیں پھر آئندہ سال دوبارہ حج کریں اور قربانی کریں۔

حضرت علیؓ نے کہا کہ یہ دونوں آئندہ سال جب حج کا احرام باندھیں تو ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں اور حج پورا ہونے تک ایک دوسرے سے الگ رہیں۔

نیز امام مالکؒ نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے طوافِ افاضہ کرنے سے پہلے منیٰ میں اپنی بیوی سے جماع کر لیا، حضرت ابن عباسؓ نے حکم دیا کہ وہ ایک اونٹ کی قربانی کرے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



نیز امام مالکؒ نے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک شخص نے پوچھا کہ میں اور میری بیوی دونوں حالت احرام میں تھے اور اسی حالت میں میں نے اپنی بیوی سے جماع کر لیا ہے تو اب مجھے کیا کرنا چاہیئے؟ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کہا، تمہارا حج فاسد ہو گیا ہے، اب طریقِ کار یہ ہے کہ تم اور تمہاری بیوی دونوں دوسرے حاجیوں کے ساتھ ہر وہ عمل کرو جو وہ کریں اور جب سب حاجی احرام کھولیں تو تم بھی احرام کھول دو پھر آئندہ سال تم اور تمہاری بیوی دونوں دوبارہ حج کرو اور ایک ایک جانور کی قربانی کرو اور اگر تمہیں قربانی کا جانور میسر نہ آئے تو روزے رکھو، تین روزے حج کے دنوں میں اور سات روزے گھر لوٹ کر۔ (المغنی)

مفسر قرطبیؒ لکھتے ہیں کہ تمام علماء کا اس پر اجماع ہے کہ وقوفِ عرفہ سے پہلے جماع کرنے سے حج فاسد ہو جاتا ہے اور اگر کوئی شخص ایسا کرے گا تو اس پر آئندہ سال حج کی قضاء اور قربانی کرنا واجب ہو گا۔ لیکن وقوفِ عرفہ کے بعد جماع کی صورت میں اختلاف ہے اور اس میں تحلل اول کے بعد جماع کرنے اور تحللِ ثانی کے بعد جماع کرنے پر بھی حکم کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے اور بعض کے نزدیک حج فاسد ہو جاتا ہے اور بعض کے نزدیک محض فدیہ ادا کرنا واجب ہوتا ہے، اس اختلاف کی تفصیل جاننے کے لئے مختلف مسالکِ فقہ کی کتابوں سے رجوع کیا جائے۔

## بوسہ و دیگر محرکاتِ جماع کے بارے میں احکام:-

محدث اثرمؒ نے اپنی سند سے اور عبدالرحمٰن بن حارثؒ کے حوالہ سے روایت کیا ہے کہ عمر بن عبداللہؒ نے احرام کی حالت میں عائشہ بنت طلحہ کا بوسہ لے لیا پھر اس کے بارے میں علماء سے پوچھا تو متفقہ فیصلہ یہ دیا گیا کہ وہ ایک قربانی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کریں۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بارے میں روایت کیا ہے کہ انہوں نے ایک شخص سے جس نے احرام کی حالت میں اپنی بیوی کا بوسہ لیا تھا۔ یہ کہا کہ تمہارا حج فاسد ہو گیا۔

عطاءؒ کا قول ہے کہ اگر کوئی شخص احرام کی حالت میں بوسہ لے یا شہوت سے عورت کو چھوئے تو اس پر ایک دم واجب ہے۔

سعید بن جبیرؒ کا قول ہے کہ بحالتِ احرام بوسہ لینے سے مذی خارج ہو یا نہ ہو ایک دم واجب ہو جاتا ہے۔

سعید بن جبیرؒ کا یہ قول بھی ہے کہ اگر کوئی شخص ان حرکات کا مرتکب ہوا جو جماع سے پہلے کی جاتی ہیں اور جماع نہیں کیا تو اس پر ایک گائے کی قربانی ہے۔

امام حسن بصریؒ نے ایسے شخص کے بارے میں جس نے اپنی لونڈی کی شرمگاہ پہ ہاتھ مار دیا تھا' یہ فیصلہ دیا تھا کہ وہ ایک اونٹ ذبح کرے۔

بوسہ، شہوت سے نظر ڈالنا اور وہ امور جو جماع سے پہلے کئے جاتے ہیں' ان کے بارے میں فقہاء کے مسائل واحکام بہت زیادہ تفصیل طلب ہیں جو اس مختصر کتابچہ میں نہیں سما سکتے۔ بعض فقہاء نے ان امور کے ارتکاب پر اونٹ کی قربانی ضروری قرار دی ہے اور بعض کے نزدیک اونٹ کی قربانی کے ساتھ حج یا عمرہ کی قضا بھی لازم آتی ہے' بعض کے نزدیک صرف ایک بکری ذبح کرنا کافی ہے۔ ان اختلافات کی تفصیل دیکھنے کے لئے فقہ کی ان کتابوں سے رجوع کیا جائے جن میں ان مسائل پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔

---

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# حج کے اعمال اور مناسک

حج کے ارکان بھی ہیں، واجبات بھی اور سنتیں بھی۔

حج کے ارکان چار ہیں: ۱۔ احرام ۲۔ طواف (طوافِ افاضہ یا طوافِ رُکن) ۳۔ صفا اور مروہ کے درمیان سعی اور ۴۔ وقوفِ عرفہ۔
لیکن اس میں بھی فقہاء کے درمیان کسی قدر اختلاف ہے چنانچہ بعض کے نزدیک حج کے رکن صرف دو ہیں اور بعض نے چار کے علاوہ مزید دو اعمال کو رکن قرار دیا ہے وغیرہ۔

ان ارکان کے علاوہ کچھ واجبات ہیں جن کے بارے میں بھی فقہاء کے درمیان اختلافِ رائے ہے اور یہ سارا اختلاف محض اس بات میں ہے کہ کونسا عمل رکن ہے اور کونسا واجب ہے۔ گویا ایک عمل بعض فقہا کے نزدیک رکن ہے لیکن دوسرے فقہاء اسے واجب قرار دیتے ہیں اور اسی طرح ایک عمل بعض فقہا کے نزدیک واجب ہے جبکہ بعض دوسرے فقہا اسے رکن قرار دیتے ہیں۔

ہم اس مقام پر اس اختلاف سے صرفِ نظر کرتے ہوئے محض حج کے ان اعمال کے بیان پر اکتفا کریں گے جو احرام باندھنے کے بعد حاجی کو ادا کرنے ہوتے ہیں، قطعِ نظر اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سے کہ وہ واجب ہیں یا رکن۔ چنانچہ ہم مندرجہ ذیل موضوعات پر گفتگو کریں گے۔

۱۔ طوافِ بیت اللہ

۲۔ صفا اور مروہ کی سعی

۳۔ وقوفِ عرفہ

۴۔ قیامِ مزدلفہ

۵۔ رمئ جمار

۶۔ بال کٹوانا

۷۔ قربانی

لیکن اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ ہم نے حج کے تمام اعمال کا احاطہ کر لیا ہے بلکہ ہم اس رسالہ میں حج اور عمرہ کے محض ان اعمال و مسائل سے بحث کر رہے ہیں جن کا تعلق بطورِ خاص عورتوں سے ہے۔

## طوافِ بیت اللہ کا بیان

بیت اللہ کا طواف چار قسم کا ہے :

۱۔ طوافِ قدوم : یہ سنت ہے

۲۔ طوافِ افاضہ : یہ رکن ہے

۳۔ طوافِ وداع : جسے طوافِ صدر بھی کہا جاتا ہے۔ یہ واجب ہے۔

۴۔ نفلی طواف :

طواف کے شرائط، واجبات، سنتیں وغیرہ ہیں، جن کی تفصیل کتبِ فقہ میں بیان کی گئی ہے۔ اس مقام پر ہم ان میں سے بعض اہم امور کا ذکر کریں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## ۱۔ طہارت

طواف کے شرائط میں سے ایک شرط طہارت ہے۔ اس سلسلے میں درج ذیل احادیث وارد ہوئی ہیں:

۱۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الطواف صلوۃ الا ان اللہ تعالی احل فیہ الکلام فمن تکلم فلا یتکلم الا بخیر۔

(طواف بھی نماز ہے البتہ اللہ تعالیٰ نے طواف میں باتیں کرنا جائز کر دیا ہے لہذا طواف کرتے وقت اگر کوئی شخص بات کرے تو صرف بھلی بات کرے) یہ روایت ترمذیؒ اور دارقطنیؒ نے بیان کی ہے اور الحاکمؒ ابن خزیمہؒ اور ابن سکنؒ نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔

۲۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسی حالت میں تشریف لائے کہ میں رو رہی تھی۔ یہ دیکھ کر آپ نے دریافت فرمایا: (انفستِ؟) کیا تمہیں خونِ حیض شروع ہوگیا؟ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: ہاں! اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان ھذا شیئ کتبہ اللہ علی بنات آدم، فاقض ما یقضی الحاج غیر ان لا تطوفی بالبیت حتی تغتسلی۔

(یہ ایک ایسا امر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آدم کی بیٹیوں کے نصیب میں لکھ دیا ہے لہذا اب تم وہ اعمال پورے کرو جو حاجی کرتے ہیں، سوائے طوافِ بیت اللہ کے۔ طواف تم اس وقت تک نہیں کر سکیں جب تک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کہ غسل نہ کر لو) یہ روایت مسلمؒ میں ہے۔

مذکورہ بالا دونوں حدیثوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ نجاستِ حکمی اور حقیقی دونوں سے پاک ہونا صحتِ طواف کے لئے شرط ہے۔

چنانچہ نہ تو بغیر وضو کے طواف صحیح ہوگا اور نہ حالتِ جنابت میں اور نہ حیض و نفاس کی حالت میں، جب تک کہ غسل نہ کر لے۔ اسی طرح اگر کسی شخص کے جسم یا لباس پر نجاست لگی ہوئی ہو تو اس کا طواف بھی درست نہیں۔ یہ مسلک امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا ہے اور امام احمد بن حنبلؒ کا مشہور قول بھی یہی ہے اور جمہور فقہاء کا مسلک بھی یہی ہے۔ یہ لوگ اس سلسلے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث بطورِ دلیل پیش کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان النفساء والحائض تغتسل وتحرم وتقضی المناسك كلها غیر انها لا تطوف بالبیت حتی تطهر۔

(نفاس اور حیض کی حالت میں عورت غسل کر کے احرام باندھ لے اور تمام مناسکِ حج ادا کرے، سوائے اس کے کہ وہ بیت اللہ کا طواف اس وقت تک نہیں کر سکتی جب تک کہ پاک نہ ہو جائے)

یہ روایت امام احمدؒ، ابوداؤدؒ اور ترمذیؒ نے نقل کی ہے اور اسے حسن غریب قرار دیا ہے۔

حدیث میں پاک ہونے سے مراد غسل کرنا ہے جیسا کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے جو اوپر بیان ہو چکی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ ایک ایسا امر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آدم کی بیٹیوں کے نصیب میں لکھ دیا ہے لہٰذا تم وہ سب اعمال پورے کرو جو حاجی کرتے ہیں، سوائے اس کے کہ بیت اللہ کا طواف نہیں کر سکتیں، جب تک کہ غسل نہ کر لو۔ (مسلمؒ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



چنانچہ حیض ونفاس کی حالت میں عورت کو طوافِ بیت اللہ سے اس وقت تک کیلئے منع کر دیا گیا ہے، جب تک کہ اس کا خون بند نہ ہو جائے۔

○ حنفی مسلک:

احناف کے نزدیک طواف کرتے وقت نجاستِ حکمی اور نجاستِ ظاہری سے پاک ہونا شرط نہیں ہے۔ البتہ سنتِ مؤکدہ ضرور ہے۔ چنانچہ حنفی مسلک کے مطابق لباس، بدن اور جگہ کا پاک ہونا سنتِ مؤکدہ ہے۔ اگر کسی شخص نے اس حال میں طواف کیا کہ اس کا پورا لباس نجس تھا، تب بھی اس کا طواف درست ہوگا، اور اس پر کوئی فدیہ نہیں۔ لیکن قولِ صحیح کے مطابق ایسا شخص ترکِ سنت کا مرتکب ضرور ہوا ہے۔

○ طواف میں طہارت شرط نہ ہونے کی ایک روایت امام احمدؒ بن حنبل سے بھی ہے چنانچہ اگر کسی شخص نے بے وضو طواف کیا تو اس کا طواف صحیح تو ہو گیا البتہ اسے ایک بکری بطورِ فدیہ ذبح کرنا لازم ہوگا۔

اور اگر کسی مرد یا عورت نے جنابت کی حالت میں یا حیض ونفاس کی حالت میں طواف کیا تو اس کا طواف تو درست ہو گیا لیکن اس پر بطور فدیہ ایک پانچ سالہ اونٹ (بدنہ) ذبح کرنا لازم ہوگا اور جب تک مکہ میں ہے کسی وقت اس طواف کو بھی دہرالے یعنی دوبارہ طواف کرے۔ یہ قول جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں احناف کا ہے اور ایک روایت کے مطابق امام احمدؒ بن حنبل بھی اسی کے قائل ہیں۔

اور یہ حضرات حیض یا نفاس کی حالت میں طواف کرنے والی عورت پر جو پانچ سالہ اونٹ (بدنہ) کی قربانی بطور فدیہ لازم قرار دیتے ہیں۔ یہ بھی ان کے نزدیک اس بنا پر نہیں ہے کہ اس کا طواف درست نہیں ہوا۔ بلکہ اس بنا پر ہے کہ وہ مسجدِ حرام میں حیض یا نفاس کی حالت میں داخل ہوئی۔ کیونکہ عورت کو حیض یا نفاس کی حالت میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com


مسجدِ حرام میں داخل ہونا منع ہے لہٰذا اگر کوئی عورت حیض یا نفاس کی حالت میں مسجدِ حرام میں داخل ہو گی تو اس پر ایک پانچ سالہ اونٹ بطور فدیہ ذبح کرنا لازم ہو گا۔

اگر ہم مسائلِ حج کے بارے میں فقہاء کے اقوال کا تتبع کریں تو ہمیں بدنہ یعنی پانچ سالہ اونٹ بطور فدیہ قربان کرنے کا حکم صرف دو موقعوں پر ملتا ہے ایک بحالتِ احرام جماع کرنے پر اور دوسرے مسجدِ حرام میں بحالتِ جنابت یا حیض و نفاس داخل ہونے پر۔

## استحاضہ کی مریض عورت کا طواف

جمہور فقہاء کے نزدیک حیض یا نفاس کی حالت میں یعنی پاک ہونے سے پہلے طواف کرنا جائز نہیں ہے لیکن اس حکم کا اطلاق ایسی عورت پر نہیں ہوتا جو استحاضہ کی مریض ہو یا جسے کسی اور علت یا خرابی کی وجہ سے خون آتا ہو۔ چنانچہ ایسی عورت جس کا خونِ استحاضہ نہ رکتا ہو یا جسے کسی اور وجہ سے یا اندرونی خرابی کی بنا پر خون آ رہا ہو، طوافِ بیت اللہ کر سکتی ہے اور اس پر کوئی فدیہ یا گناہ نہیں ہے۔

امام مالکؒ نے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک عورت نے مسئلہ پوچھا کہ میں اس غرض سے آئی تھی کہ بیت اللہ کا طواف کروں لیکن جب میں مسجدِ حرام کے دروازے پر پہنچی تو میرا خون بہنے لگا۔ لہٰذا میں لوٹ گئی اور اس وقت تک رکی رہی کہ خون بند ہو گیا۔ اس کے بعد دوبارہ طواف کی غرض سے مسجدِ حرام کی جانب روانہ ہوئی اور پھر جب مسجد کے دروازے پر پہنچی تو خون بہنے لگا۔ یہ سن کر حضرت ابن عمرؓ نے جواب دیا کہ یہ شیطان کی حرکت ہے لہٰذا تم غسل کرو اور ایک کپڑا کس کر باندھ لو اور اس کے بعد طواف کر لو۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی بات کا مفہوم یہ ہے کہ اس عورت کو جو خون آیا یہ حیض یا نفاس کا خون نہ تھا بلکہ کسی بیماری کی وجہ سے خون آ رہا تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## ۲۔ سُتر

طواف کے شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ طواف کرتے وقت حاجی کے جسم کا کوئی ایسا حصہ ننگا نہ ہو جس کو چھپانا ضروری ہے۔ یہ شرط امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور جمہور فقہاء کے نزدیک ہے۔

ان کی دلیل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع سے پہلے حج میں جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر الحج بنایا تھا، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مجھے ایک جماعت کے ساتھ عیدِ قربان کے دن لوگوں میں یہ اعلان کرنے کے لئے بھیجا کہ: اس سال کے بعد نہ تو کوئی مشرک حج کر سکتا ہے اور نہ کوئی شخص برہنہ حالت میں خانہ کعبہ کا طواف کر سکتا ہے۔ یہ روایت بخاریؒ، مسلمؒ، نسائیؒ اور بیہقیؒ نے نقل کی ہے۔

نماز کی حالت میں عورت کے لئے چہرے اور ہاتھوں کے سوا پورے جسم کو ڈھانپنا واجب ہے اور یہ بات پہلے بیان ہو چکی ہے کہ طواف بھی نماز ہے۔ البتہ طواف میں اللہ تعالیٰ نے بات کرنا جائز کر دیا ہے۔ لہٰذا جو امور نماز کے لئے شرط ہیں وہی سب طواف میں بھی شرط ہیں۔

ابنِ قدامہؒ نے المغنی میں لکھا ہے کہ احرام کی حالت میں عورت کے لئے بیک وقت دو ایسے حکم واجب التعمیل ہیں جو بظاہر ایک دوسرے سے متضاد ہیں۔ ۱۔ سر کو ڈھانکنے کا حکم اور ۲۔ چہرے کو کھلا رکھنے کا حکم۔ اب صورتِ حال یہ ہے کہ پورے سر کو ڈھانپنا اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ چہرے کا کچھ حصہ بھی نہ ڈھانپا جائے اور نہ پورے چہرے کو کھولنا اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ سر کا کچھ حصہ نہ کھلے اس لئے سر کو اس طرح ڈھانپنا کہ اس کے نتیجے میں چہرے کا کچھ حصہ بھی ڈھک جائے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



زیادہ بہتر ہے کیونکہ سر کو ڈھکنے کی تاکید زیادہ کی گئی ہے اور پورا سر واجب الستر ہے نیز سر کو کھولنے کی حرمت احرام کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ بغیر احرام کے بھی سر کا کھولنا عورت کے لئے حرام ہے اس کے برعکس چہرے کا کھولنا صرف بحالت احرام ضروری ہے گویا احرام کے ساتھ مخصوص ہے بلکہ ہمارے نزدیک تو احرام کی حالت میں بھی پورے چہرے کو ڈھانپنا مباح ہے تو اگر ستر ڈھکنے کی وجہ سے چہرے کا کچھ حصہ بھی ڈھک جائے تو یہ بدرجہ اولیٰ جائز ہے۔

نیز ابن قدامہؒ نے اپنی کتاب "المغنی" میں لکھا ہے کہ عورت اگر احرام میں نہ ہو تو اس کے لئے نقاب پہن کر طواف کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نقاب پہن کر طواف کیا، عطاءؒ پہلے نقاب پہن کر طواف کرنے کو مکروہ خیال کرتے تھے لیکن بعد ازاں اس سے رجوع کر لیا۔

ابو عبداللہؒ نے ابن جریجؒ سے روایت کیا ہے کہ عطاءؒ عورت کے لئے اگر وہ احرام میں نہ ہو کسی ہنگامی ضرورت کے ماتحت بھی نقاب پہن کر طواف کرنا مکروہ خیال کرتے تھے۔ حتیٰ کہ میں نے ان کو یہ واقعہ سنایا جو حسنؒ بن مسلمؒ نے صفیہ بنت شیبہؒ سے روایت کیا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نقاب پہن کر طواف کیا تھا۔ چنانچہ امام عطاءؒ نے اس کے مطابق اپنی رائے بدل لی۔

حنفیوں کے نزدیک طواف میں عورت کے لئے اپنے قابل ستر حصوں کا چھپانا واجب ہے اور وہ وہی حصے ہیں جن کا چھپانا نماز میں واجب ہے چنانچہ طواف کرتے وقت اگر کسی عورت کے ایسے حصۂ جسم کا جس کو نماز میں چھپانا واجب ہے، چوتھا حصہ کھل گیا ———— تو گویا اس نے واجب ترک کر دیا اور اس پر طواف کا اعادہ یعنی دوبارہ طواف کرنا واجب ہو گا یا ایک جانور بطور فدیہ ذبح کرنا لازم ہو گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہاں یہ بات ملحوظِ خاطر رہے کہ ستر یعنی جسم کے قابلِ ستر حصوں کو چھپانا اصل میں فرض ہے لیکن یہاں جو اسے واجب کہا گیا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ ستر نہ کرنے سے طواف باطل نہیں ہوتا بلکہ ہو جاتا ہے لیکن ایسا کرنا گناہ ہے اور ایسے طواف کا اعادہ واجب ہے اور اس شخص پر جو ایسا کرے گا بطور فدیہ جانور ذبح کرنا لازم ہو گا۔

لیکن اگر قابلِ ستر عضو کا جو حصہ طواف میں کھلا رہ گیا وہ چوتھائی سے کم تھا تو پھر کوئی حرج نہیں جیسا کہ نماز کا حکم ہے یعنی نماز میں بھی اگر قابلِ ستر عضو کا چوتھائی سے کم حصہ کھلا رہ جائے تو نماز فاسد نہیں ہوتی۔

مندرجہ بالا بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ عورت نے اگر اس حال میں طواف کیا کہ اس کے جسم کا کوئی ایسا حصہ کھلا تھا جس کا کھلنا جائز نہیں۔ یعنی چہرے اور ہاتھ کے سوا کوئی حصہ جسم کھلا رہ گیا تو اس پر دوبارہ طواف کرنا واجب ہو گا۔ اور بعض علماء کے نزدیک چہرے کو ڈھکنے میں بھی کوئی حرج نہیں —— احرام کی حالت میں طواف کرتے وقت چہرے کو ڈھکنے نہ ڈھکنے کے سلسلے میں علماء کے درمیان جو اختلاف ہے اس کی تفصیل اور شرائط ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

## عورت پر اضطباع نہیں ہے

اضطباع سے مراد یہ ہے کہ حاجی اپنی احرام کی چادر کا درمیانی حصہ اپنی دائیں بغل کے نیچے رکھے اور چادر کے دونوں کنارے بائیں کندھے کے اوپر ڈال لے۔ یہ طریقہ احناف کے نزدیک اور امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور جمہور فقہاء کے نقطۂ نگاہ سے مردوں کے لئے سنت ہے، کیونکہ حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خانۂ کعبہ کا طواف اس حالت میں کیا کہ آپ کے جسم مبارک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



پر ایک چادر تھی جسے آپ نے اس طرح پہن رکھا تھا کہ اس کا درمیانی حصہ آپ کی دائیں بغل کے نیچے تھا اور چادر کے دونوں کنارے آپ کے بائیں کندھے پر پڑے تھے۔

یہ روایت مسند احمدؒ، ابوداؤدؒ، ابن ماجہؒ، دارمیؒ، بیہقیؒ اور ترمذیؒ میں ہے اور امام ترمذیؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔

اس بارے میں تمام روایات متفق ہیں کہ "اضطباع" (احرام کی چادر کو دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر اس کے دونوں سروں کا بائیں کندھے پر ڈال لینا) صرف مردوں کے لئے مستحب ہے۔ نیز اس پر بھی سب روایات متفق ہیں کہ "اضطباع" عمرے کے طواف میں اور حج کے طوافوں میں سے صرف ایک طواف میں یعنی طوافِ قدوم میں یا طوافِ افاضہ میں سنت ہے۔ الغرض اضطباع صرف مردوں کے لئے ہے عورتوں کے لئے نہیں ہے کیونکہ اضطباع میں دایاں کندھا کھولنا پڑتا ہے۔ دوسرے عورت احرام میں چادر نہیں پہنتی، بلکہ عورت تو اپنا معمول کا لباس پہنتی ہے لہذا اضطباع کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ علاوہ ازیں اس پر سب کا اتفاق ہے کہ عورت کے لئے بہر حال ایسی صورت ہونی چاہیئے جس میں اس کا ستر برقرار رہے لہذا اس کے لئے احرام کی حالت میں بھی چہرے اور ہاتھوں کے علاوہ جسم کا کوئی اور حصہ کھولنا جائز نہیں۔

## ۳۔ عورت طواف میں "رمل" بھی نہیں کرے گی

مردوں کے لئے خواہ وہ حج کر رہے ہوں یا عمرہ طوافِ قدوم کے پہلے تین چکروں میں "رمل" کرنا یعنی کندھے اُچکا کر اور چھوٹے چھوٹے قدم اٹھا کر تیز تیز چلنا سنت ہے۔ اور اس مسئلہ میں ہمارے علم کی حد تک علماء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔

رمل کرتے وقت حاجی کندھے اُچکا کر اور چھوٹے چھوٹے قدم اٹھا کر تیز چلتا ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



لیکن یہ چال دوڑنے سے کم ہوتی ہے اور اس میں اُچھل کود بھی نہیں ہوتی ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ : نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرِ اسود سے حجرِ اسود تک طواف کے تین چکروں میں "رمل" کیا اور چار چکروں میں معمول کی چال چلے ۔ یہ روایت امام احمدؒ ، مسلمؒ ، نسائیؒ ، ابن ماجہؒ اور بیہقیؒ نے نقل کی ہے ۔

عورتوں کے لئے "رمل" جائز نہیں ہے ' حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے : عورتوں کے لئے نہ تو طوافِ بیت اللہ کے وقت تیز تیز چلنا یعنی رمل ہے اور نہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی میں (تیز چلنا) ہے ۔ یہ روایت بیہقیؒ میں ہے ۔

ابن منذرؒ نے لکھا ہے کہ علماء کا اس مسئلہ پر اجماع ہے کہ عورت کے لئے نہ تو طوافِ بیت اللہ کرتے وقت "رمل" ہے ، نہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتے وقت تیز چلنا ہے اور نہ بحالتِ احرام اضطباع یعنی چادر کو دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر اس کے دونوں سروں کو بائیں کندھے پر ڈالنا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ تمام امور بہادری اور قوت کے اظہار کی غرض سے کئے جاتے ہیں اور عورتوں سے یہ چیز یعنی اظہارِ قوت و شجاعت مطلوب نہیں ہے بلکہ عورت کے لئے تو جسم کو مستور کرنا ضروری ہے اور رمل اور اضطباع میں جسم کھلتا ہے ۔

## ۴ ۔ عورتیں مردوں سے دور رہ کر طواف کریں

اس بات پر علماء کا اجماع ہے کہ طواف کرنے والے کے لئے بیت اللہ کا قرب مسنون ہے ۔ کیونکہ نماز میں انسان جس قدر بیت اللہ سے قریب ہو اتنا ہی افضل ہے اور طواف بھی نماز کی مانند ہے لہذا طواف میں بھی بیت اللہ کا قرب افضل ہے ـــــ لیکن اس قرب کے افضل ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ اس سے نہ تو دوسروں کو تکلیف پہنچے اور نہ خود تکلیف اٹھائے چنانچہ قریب ہونے کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کوشش میں اگر خود کو تکلیف ہوتی ہو یا دوسروں کو تکلیف پہنچے تو قریب ہونے کی بجائے دور رہنا بہتر اور افضل ہے لیکن یہ حکم مردوں کے لئے ہے۔

عورتوں کے لئے مستحب یہ ہے کہ جس وقت مرد طواف کر رہے ہوں وہ خانہ کعبہ کے قریب نہ جائیں بلکہ دور رہ کر اس طرح طواف کریں کہ مردوں کے ساتھ اختلاط نہ ہو۔

عورت کے لئے مستحب یہ ہے کہ رات کے وقت طواف بیت اللہ کرے کیونکہ یہ صورت خود عورت کے لئے بھی زیادہ محفوظ ہے اور مردوں کے لئے بھی۔ بعینہٖ اگر طواف کا مقام مردوں سے خالی ہو تو عورت کے لئے بھی بیت اللہ سے قریب ہونا مستحب ہے جیسا کہ مردوں کے لئے مستحب ہے۔

اور اس مسئلہ میں اصل ابنِ جریجؒ کی روایت ہے۔ ابنِ جریجؒ بیان کرتے ہیں کہ جب ہشام بن عبدالملک نے عورتوں کو مردوں کے ساتھ طواف کرنے سے منع کیا تو حضرت عطاؒ نے اس سے کہا کہ تم عورتوں کو طواف سے کیسے منع کر سکتے ہو جب کہ امہات المومنین رضی اللہ عنہنّ نے مردوں کے ساتھ طوافِ بیت اللہ کیا ہے۔ اس موقع پر میں نے حضرت عطاؒ سے پوچھا کہ: امہات المومنینؓ نے طوافِ کعبہ مردوں کی موجودگی میں کیا حجاب کا حکم نازل ہونے کے بعد کیا تھا یا اس سے پہلے؟ عطاؒ نے کہا: میں یہی سمجھتا ہوں کہ حجاب کا حکم نازل ہونے کے بعد امہات المومنین نے مردوں کی موجودگی میں طوافِ بیت اللہ کیا تھا۔ میں نے کہا کہ امہات المومنین مردوں کے ساتھ مخلوط ہو کر کیسے طواف کر سکتی تھیں؟ عطاؒ نے کہا: مردوں کے ساتھ اختلاط کی صورت پیدا نہیں ہوتی تھی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مردوں سے الگ تھلگ طواف کیا کرتی تھیں۔ اس طرح مردوں کے ساتھ اختلاط نہیں ہوتا تھا۔ ایک موقع پر ایک عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ: اے ام المومنین!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



آپ نے حجرِ اسود کو چُومیں ! آپ نے اس سے کہا : دُور ہو جاؤ ! اور حجرِ اسود کو جا کر چُومنے سے انکار کر دیا۔ الغرض امہات المومنینؓ پردے میں لپٹی لپٹائی نکلتی تھیں اور مردوں کی موجودگی میں طوافِ بیت اللہ کیا کرتی تھیں۔ یہ روایت بخاریؒ اور بیہقیؒ میں ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ عورتیں مردوں سے الگ طواف کیا کرتی تھیں اور یہ کہ عورتوں کا رات کو طواف کرنا مستحب ہے۔ یعنی انہیں ایسے وقت طواف کرنا چاہئے جب طواف کرنے کی جگہ مردوں سے خالی ہو۔

شافعیوں کے نزدیک عورت کے لئے حجرِ اسود کو چُھونا یا بوسہ دینا صرف اس صورت میں مسنون ہے جب طواف گاہ مردوں سے خالی ہو خواہ رات کا وقت ہو یا دن کا۔

## صفا اور مروہ کی سعی

حیض اور نفاس کی حالت میں سعی کرنا :

صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا جمہور فقہاء کے نزدیک حج کے ارکان میں سے ہے اور حنفیوں کے نزدیک واجب ہے اور اکثر اہلِ علم کے نزدیک سعی کرنے کے لئے پاک ہونا شرط نہیں۔

ابنِ قدامہؒ نے لکھا ہے : اکثر اہلِ علم کی رائے یہ ہے کہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتے وقت پاک ہونا شرط نہیں جن لوگوں نے یہ بات کہی ہے ان میں امام عطاءؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور ابوثورؒ اور اصحاب الرائے شامل ہیں۔

امام حسن بصریؒ کہا کرتے تھے کہ اگر کسی شخص نے طہارت کے بغیر صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی۔ اور احرام کھولنے سے پہلے اسے یاد آگیا تو اس کے لئے ضروری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہے کہ پاک ہو کر دوبارہ سعی کرے۔ لیکن اگر احرام کھولنے کے بعد یاد آیا تو پھر نہ اعادہ کی ضرورت ہے اور نہ اس پر کوئی فدیہ ہے۔

ابن قدامہؒ لکھتے ہیں کہ اس سلسلے میں ہماری دلیل یہ ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حیض شروع ہو گیا تھا تو ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

اقضی ما یقضی الحاج غیر ان لا تطوفی بالبیت۔

(جو کچھ حاجی کرتے ہیں تم بھی وہ سب ارکان بجالاؤ، سوائے طواف بیت اللہ کے)

گویا طوافِ بیت اللہ کے علاوہ باقی سب اعمال بحالتِ حیض و نفاس جائز ہیں اور سعی بھی ایک ایسا رکن ہے جس کا بیت اللہ سے تعلق نہیں ہے، جیسے وقوفِ عرفہ۔ تو جس طرح حیض و نفاس کی حالت میں وقوفِ عرفہ جائز ہے اسی طرح سعی بھی جائز ہے۔

ابو داؤدؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام احمدؒ بن حنبل سے سنا ہے کہ عورت کو بیت اللہ کا طواف کرنے کے بعد اگر حیض شروع ہو جائے تو وہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرے اور حاجیوں کے ساتھ وقوفِ عرفہ کے لئے چلی جائے۔

الاثرمؒ نے روایت کیا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ اور ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما نے کہا کہ: اگر عورت کو طوافِ بیت اللہ اور طواف کی دو رکعت پڑھ لینے کے بعد حیض شروع ہو جائے تو اسے چاہئے کہ صفا و مروہ کی سعی کرے۔

لیکن جس شخص کو طہارت پر قدرت ہو اس کے لئے مستحب یہ ہے کہ سعی بھی پاک حالت میں کرے اور اسی طرح تمام مناسکِ حج ادا کرتے وقت پاک اور طاہر ہو۔

ابنِ قدامہؒ نے لکھا ہے کہ ہمارے بعض علماء نے ذکر کیا ہے کہ امام احمدؒ بن حنبل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کے نزدیک صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنے کے لئے بھی طہارت اسی قدر ضروری ہے جس قدر طواف کے لئے۔ مگر اس کے باوجود امام احمدؒ ایسے شخص پر جس نے طہارت کے بغیر سعی کی ہو، سعی کا اعادہ ضروری خیال نہیں کرتے۔

حاصلِ کلام یہ ہے کہ آئمہ اربعہ کے نزدیک سعی کے لئے حکمی اور حقیقی نجاست سے پاک ہونا اور جسم کے قابلِ ستر حصوں کا ڈھکا ہونا سنت ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص بغیر وضو کے یا جنابت اور حیض و نفاس کی حالت میں یا اس حالت میں کہ اس کے جسم یا لباس پر نجاست لگی ہو یا جسم کا کوئی قابلِ ستر حصہ کھلا ہو سعی کرے تو اس کی سعی درست ہو جائے گی اور اس پر دم لازم نہ ہوگا البتہ غیروں کے سامنے ستر کھولنا حرام ہے۔

## کیا صفا و مروہ کی سعی کا مقام اب مسجدِ حرام کا حصہ ہے؟

بعض علماء کا خیال ہے کہ مذکورہ بالا اقوال اس وقت کے ہیں جب حرمِ کعبہ میں توسیع نہیں ہوئی تھی۔ جبکہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اب توسیع کے بعد وہ مقام جہاں سعی کی جاتی تھی مسجدِ حرام کے اندر آگیا ہے۔ لہٰذا اس کا حکم مسجد کا ہے اور مسجد میں حدثِ اکبر کی حالت میں داخل ہونا منع ہے لہٰذا بغیر طہارت کے سعی بھی ناجائز ہے۔

لیکن ہم کہتے ہیں کہ صفا و مروہ کا وہ مقام جہاں سعی کی جاتی ہے مسجد قرار نہیں پایا اس لئے کہ حکومتِ سعودیہ نے جب مسجدِ حرام میں توسیع و اصلاح کی تھی تو مسجدِ حرام اور مقامِ سعی کے درمیان ایک روک اور پردہ بنا دیا تھا تاکہ وہ مقام جہاں سعی کی جاتی ہے حسبِ سابق سعی کے لئے مخصوص رہے اور مسجد میں شامل نہ سمجھا جائے لہٰذا اس مقام میں حیض و نفاس والی عورت یا جنبی کا داخل ہونا مسجدِ حرام میں داخل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہونا شمار نہ ہوگا۔ اگرچہ مسجدِ حرام اور مقامِ سعی کے درمیان جو حد بندی کی گئی ہے وہ ہلکی اور سادہ ہے۔

## کیا عورت سعی کرتے وقت صفا و مروہ پر بھی چڑھے ؟

حج یا عمرہ کرنے والے کے لئے سعی کرتے وقت صفا و مروہ پہ چڑھنا اور وہاں کلمہ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللہُ پڑھنا اور اَللہُ اَکْبَرُ کہنا سنت ہے۔

چنانچہ مسلمؒ اور ابوداؤدؒ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب طواف سے فارغ ہو گئے تو صفا پر تشریف لائے اور اس پر چڑھے۔ پھر آپ نے بیت اللہ پر نظر ڈالی اور ہاتھ بلند کئے ؛ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی اور پھر دعا مانگی۔

اور مسلمؒ اور نسائیؒ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں بیان کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب صفا کے قریب تشریف لائے تو آپ نے یہ آیۂ کریمہ تلاوت فرمائی ؛

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃَ مِنْ شَعَآئِرِ اللہِ[1] (۱۵۸۔البقرۃ)

اور فرمایا : ( ابدأ بما بدأ اللہ بہ ) " میں بھی اسی سے ابتدا کرتا ہوں جس سے اللہ تعالیٰ نے ابتدا کی ہے۔" چنانچہ آپ نے صفا سے ابتدا کی۔ اُس کے اوپر چڑھے۔ حتیٰ کہ بیت اللہ نظر آگیا اور آپ نے اپنا رُخ قبلہ کی طرف کر لیا۔ اسی حدیث میں ہے کہ آپ پھر مروہ پر تشریف لائے اور وہاں بھی آپ نے وہی کچھ کیا جو صفا پہ کیا تھا۔

---

[1] ترجمہ : یقیناً صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا عورت کے لئے بھی صفا و مروہ پر مردوں کی مانند چڑھنا ضروری ہے ؟

ابنِ قدامہؒ لکھتے ہیں، عورت کے لئے مسنون نہیں ہے کہ وہ مردوں کی مانند صفا و مروہ پر چڑھے یہ اس لیے تاکہ مردوں کے ساتھ ٹکراؤ پیدا نہ ہو اور ویسے بھی صفا و مروہ پر نہ چڑھنا عورت کے ستر سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔

○ مالکیوں کے نزدیک اگر مردوں سے ٹکراؤ کا خدشہ نہ ہو تو عورتوں اور مردوں دونوں کے لئے صفا و مروہ پر چڑھنا سنت ہے لیکن اگر مردوں اور عورتوں میں اختلاط و مزاحمت کا خطرہ ہو تو پھر عورتوں کو نہیں چڑھنا چاہیئے۔

○ شافعیوں کے نزدیک عورتوں کے لئے صفا و مروہ پر چڑھنا صرف اس حالت میں مسنون ہے جب وہاں کوئی مرد موجود نہ ہو۔ لیکن عورت کے صفا و مروہ پر نہ چڑھنے کے معنی یہ نہیں ہیں کہ سعی کرتے وقت صفا و مروہ کے درمیان والے پورے علاقہ پر سعی بھی نہ کی جائے۔ چنانچہ تقی غیاضؒ نے لکھا ہے کہ حاجی پر لازم ہے کہ سعی کرتے وقت صفا و مروہ کے پورے علاقہ پر سعی کرے اور صفا کے نچلے حصہ کے ساتھ اپنی ایڑیاں ٹکا کر سعی شروع کرے اور مروہ کی طرف چلے پھر اگر پہاڑی پر نہ چڑھ سکے تو اپنے پاؤں کی انگلیاں مروہ کے نچلے حصہ کے ساتھ لگائے۔

ابنِ قدامہؒ نے لکھا ہے کہ سعی کرتے وقت عورت کے لئے بھی صفا اور مروہ کے پورے علاقہ کی سعی کرنا اسی طرح واجب ہے جس طرح مرد کے لئے واجب ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## عورت کے لئے مستحب ہے کہ وہ رات کو سعی کرے

عورت کے لئے مستحب یہ ہے کہ صفا و مروہ کے درمیان سعی رات کے وقت کرے یعنی ایسے وقت جب سعی کرنے کا مقام لوگوں سے خالی ہو۔ لیکن اگر عورت دن کے وقت سعی کرلے تو بھی اس کی سعی درست ہوگی اور اس پر کوئی فدیہ یا گناہ نہیں ہوگا۔ اس سے پہلے ہم بخاریؒ اور بیہقیؒ کی روایت بیان کر چکے ہیں کہ امّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور دیگر امہات المومنین رات کے وقت نکل کر سعی کیا کرتی تھیں۔ لیکن اس وقت مرد بھی موجود ہوتے تھے اور عورتیں مردوں کے ہمراہ طواف اور سعی کیا کرتی تھیں۔

## سعی میں عورت "رمل" نہ کرے

طواف و سعی کرتے وقت میلین اخضرین کے درمیان "رمل" کرنا سنت ہے لیکن یہ حکم مردوں کے لئے ہے، عورتوں کے لئے نہیں ہے۔ جیسا کہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کی بیان کردہ حدیث میں ہے (جو پہلے گزر چکی ہے) کہ طواف اور سعی کرتے وقت رمل یعنی کندھے اُچکا کر تیز تیز چلنے کا حکم عورتوں کے لئے نہیں ہے۔

## وقوفِ عرفہ

اس پر تمام علماء کا اجماع ہے کہ عرفات میں وقوف (قیام کرنا) حج کا ایسا رکن ہے جس کے بغیر حج نہیں ہوتا۔ گویا جس نے وقوفِ عرفہ نہیں کیا، اس کا حج ہی نہیں ہوا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



حضرت عبداللہ بن یعمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جب آپ میدانِ عرفات میں قیام فرما تھے۔ اس وقت آپ کی خدمت میں کچھ لوگ نجد سے آئے ہوئے تھے اور انہوں نے پوچھا تھا: یا رسول اللہ! حج کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا:

الحج عرفة فمن جاء قبل صلوٰة الفجر من ليلة جمع فقد تم حجه۔

(حج وقوفِ عرفہ ہے، جو شخص لیلۃ جمع (مزدلفہ کی رات) — نمازِ فجر سے پہلے عرفات میں پہنچ گیا اس کا حج ہو گیا)

یہ حدیث امام احمدؒ چاروں اصحابِ کتبِ مشہورہ اور بیہقی اور حاکم نے نقل کی ہے اور امام ترمذیؒ نے اسے صحیح کہا ہے)

لیلۃ الجمع سے مزدلفہ کی رات مراد ہے اور وقوفِ عرفہ کی مدت یومِ عرفہ یعنی نویں ذی الحج کے زوالِ شمس کے وقت سے یوم النحر یعنی دسویں ذی الحج کے طلوعِ فجر تک ہے۔ یہ مسلک احناف، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور جمہور کا ہے۔

وقوفِ عرفہ کے لئے محض اتنا کافی ہے کہ حاجی یومِ عرفہ یعنی ذی الحج کی نو۹ تاریخ کو میدانِ عرفات کے کسی حصہ میں بحالتِ احرام موجود رہے، خواہ کھڑا رہے یا بیٹھا یا لیٹا رہے یا کسی سواری پر ہو۔

یہ مسلک احناف اور شافعیوں کا ہے اور امام مالکؒ کا مشہور مذہب بھی یہی ہے، البتہ یہ ضرور ہے کہ وقوف اگر دن کے وقت کیا جائے تو احناف اور مالکیوں کے نزدیک قیام کی مدت غروبِ آفتاب کے بعد تک ہونی چاہیے یعنی غروبِ آفتاب کے بعد بھی کچھ دیر رکنا چاہیے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## وقوفِ عرفہ کے لئے طہارت شرط نہیں

ابنِ قدامہؒ نے "المغنی" میں لکھا ہے کہ وقوفِ عرفہ کے لئے نہ تو طہارت شرط ہے، نہ پردہ لگانا اور نہ استقبالِ قبلہ اور نہ نیت۔ اور اس مسئلہ میں کسی امام کا اختلاف ہمارے علم میں نہیں یعنی ہمارے علم کی حد تک اس مسئلے پر سب کا اتفاق ہے۔ اور ابنِ منذرؒ کہتے ہیں کہ میدانِ عرفات میں اگر کوئی شخص بغیر طہارت کے وقوف کرلے تو اس کا حج ہوگیا اور اس پر کوئی فدیہ نہیں۔

اس کے معنیٰ یہ ہوئے کہ اگر عورت کو حج میں حیض یا نفاس شروع ہوجائے تو وہ حیض اور نفاس کی حالت میں وقوفِ عرفہ کرسکتی ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (سے جب آپ کو حیض شروع ہوگیا تھا) فرمایا تھا:

افعلی ما یفعلہ الحاج غیر الطواف بالبیت۔

(ہر وہ کام کرو جو حاجی کرتے ہیں، سوائے طوافِ بیت اللہ کے)

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ وقوفِ عرفہ بغیر طہارت کے جائز ہے اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حیض کی حالت میں وقوفِ عرفہ کیا۔

## عرفہ میں مسلسل تکبیر وتہلیل یعنی اَللّٰہُ اَکْبَر اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا ورد کرنا:

عرفہ کے دن اللہ کے ذکر اور دعا کی کثرت مستحب ہے کیونکہ یہ ایسا دن ہے کہ اس میں جو دعا مانگی جائے اس کے قبول ہونے کی توقع ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اللہ اکبر اور لا الٰہ الا اللہ کہنے اور دعا مانگنے کے لئے بھی طہارت شرط نہیں ہے۔ چنانچہ عورت حیض و نفاس کی حالت میں اللہ اکبر اور لا الٰہ الا اللہ کہہ سکتی ہے اور جو دعا چاہے مانگ سکتی ہے اور ادعیۂ ماثورہ یعنی جو دعائیں قرآن و حدیث میں وارد ہوئی ہیں وہ بھی پڑھ سکتی ہے البتہ جمہور کے نزدیک اس حالت میں عورت کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ عبادت کے طور پر قرآن مجید کی تلاوت کرے۔

## مزدلفہ میں رات گزارنا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَإِذَا أَفَضْتُم مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِندَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ وَإِن كُنتُم مِّن قَبْلِهِ لَمِنَ الضَّالِّينَ ۝ ۱۹۸ ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ ۱۹۹ ۔ (البقرۃ)

(پھر جب عرفات سے چلو، تو مشعرِ حرام (مزدلفہ) کے پاس ٹھہر کر اللہ کو یاد کرو اور اس طرح یاد کرو، جس کی ہدایت اس نے تمہیں دی ہے ورنہ اس سے پہلے تو تم لوگ بھٹکے ہوئے تھے۔ پھر جہاں سے اور سب لوگ پلٹتے ہیں وہیں سے تم بھی پلٹو اور اللہ سے معافی چاہو، یقیناً وہ معاف کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے)

آیۂ کریمہ میں مشعرِ حرام کا ذکر ہے، مشعرِ حرام سے مراد مزدلفہ ہے، مزدلفہ کے تین نام ہیں: ۱۔ مزدلفہ ۔ ۲۔ جمع ۔ ۳۔ مشعرِ حرام۔

اس آیۂ کریمہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے حاجیوں کو حکم دیا ہے کہ جب وہ حج کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سب سے اہم رکن وقوفِ عرفہ کی ادائیگی سے فارغ ہو جائیں تو عرفات سے مزدلفہ یعنی مشعرِ حرام کی جانب روانہ ہوں اور مُزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھیں اور یہ جمع بین الصلاتین جمع تاخیر کہلاتی ہے یعنی مغرب کی نماز آخر وقت میں اور عشاء کی نماز اوّل وقت میں جمع کر کے پڑھی جائیں۔ نیز عشاء کی نماز قصر پڑھیں یعنی صرف دو رکعت فرض ادا کریں۔

مُزدلفہ میں رات گزارنے کے سلسلے میں فقہاءِ کرام کی حسبِ ذیل آراء ہیں:

- حنبلیوں کے نزدیک مزدلفہ میں رات کو ٹھہرنا واجب ہے اور اگر کوئی شخص قیامِ مزدلفہ نہ کرے تو اس پر ایک جانور ذبح کرنا لازم ہوگا۔
- شافعیوں کے نزدیک مُزدلفہ میں رات کے نصفِ ثانی میں کم از کم ایک ساعت قیام کرنا واجب ہے اور ساعت سے مراد ایک لحظہ ہے۔ اگر کوئی حاجی آدھی رات کے بعد مزدلفہ میں ایک لحظہ بھی نہ ٹھہرا تو اس پر ایک جانور کی قربانی واجب ہوگی۔
- حنفیوں کے نزدیک مزدلفہ میں رات گزارنا سنت ہے اور یوم النحر کی فجر سے پہلے مزدلفہ میں حاضر ہونا یعنی محض پایا جانا واجب ہے خواہ یہ حاضری صرف ایک لحظہ کے لئے ہو۔ اگر کوئی شخص یہ حاضری ترک کر دے گا تو اس پر ایک جانور کی قربانی لازم ہوگی۔
- مالکیوں کے نزدیک بھی مزدلفہ میں رات گزارنا واجب نہیں بلکہ واجب محض کنا ہے کہ رات کے وقت یعنی طلوعِ فجر سے پہلے پہلے فقط اتنی دیر مُزدلفہ میں ضرور ٹھہرا جائے جتنی دیر میں عرفہ سے منیٰ کی طرف سفر جاری رکھتے ہوئے مُزدلفہ میں سواری روک کر اُتر سکے ———— اور یہ بھی اس صورت میں واجب ہے جب کوئی عذر نہ ہو۔ اگر کسی عذر اور مجبوری سے نہ اُتر سکے تو اترنا بھی واجب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



نہیں۔

مالکیوں کے نزدیک واجب محض رات کے وقت اُترنا ہے خواہ رات کے کسی حصہ میں اُترا جائے یعنی نصفِ اول میں ہو یا نصفِ آخر میں، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

چونکہ موجودہ زمانے میں رات کو قیام مزدلفہ کی وہ صورت جو حنفیوں شافعیوں اور حنبلیوں کے مسلک میں بیان ہوئی مشکل ہے کیونکہ معلّمین اپنی گاڑیاں عرفہ سے سیدھی منیٰ لے جاتے ہیں اور یہ گاڑیاں مزدلفہ میں محض تھوڑی دیر کے لئے رکتی ہیں لہذا اگر گاڑیاں واپس چلی جائیں اور حاجیوں کو مزدلفہ میں چھوڑ جائیں تو مزدلفہ میں رات گزارنے کے بعد منیٰ لوٹنے کے لیے انہیں کافی مشکلات اور پریشانیوں سے دوچار ہونا پڑے گا۔ لہذا حاجیوں کو مالکی مسلک کے مطابق عمل کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور اس سلسلہ میں یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ مالکی اپنے مسلک کے سلسلے میں کافی مضبوط دلائل رکھتے ہیں۔[1]

مندرجہ بالا مسالکِ فقہ کو دیکھنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مزدلفہ میں رات گزارنے کے مسئلہ پر مختلف فقہاء کا جو اختلاف ہے اس کی اصل بنیاد محض رخصت وعزیمت ہے۔ اس بارے میں احناف اور حنبلیوں کے مذہب میں زیادہ شدت ہے جس کا سبب یہ ہے کہ دونوں عزیمت پر عمل کر رہے ہیں اور شافعی مسلک میں کم شدت اور مالکی مسلک میں بہت ہی آسانی ہے۔ گویا یہ حضرات رخصت پر عمل کر رہے ہیں تو اس سلسلے میں ہم وہ بات کہتے ہیں جو امام عبدالوہاب شعرانیؒ نے میزان الاعتدال

---

[1] تفسیر قرطبیؒ ج ۲۔ ص ۴۲۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں مسالکِ فقہ کے درمیان مطابقت پیدا کرتے ہوئے کہی ہے کہ معاملہ کو ترازو کے سپرد کر دیجئے، اور حسبِ موقع و حالات عمل کیجئے، یعنی بوقتِ وسعت و سہولت عزیمت پر عمل کیجئے، اور بوقتِ تنگی و مجبوری رخصت پر عمل کر لیجئے۔

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# رمیِ جمار

## (کنکریاں مارنا)

علماء کا اس پر اجماع ہے کہ شیطان کے ستونوں کو کنکریاں مارنا واجباتِ حج میں سے ہے اور اگر کوئی شخص اسے ترک کر دیتا ہے تو پھر وہ مندرجہ ذیل تین صورتوں میں سے کوئی ایک صورت اختیار کر کے فدیہ دے؛

۱۔ ایک بکری کی قربانی کرے لیکن اگر قربانی کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو ۲۔ دس دن کے روزے رکھے جن میں سے تین روزے ایامِ حج میں اور سات روزے گھر لوٹ کر لیکن اگر کسی میں روزے رکھنے کی طاقت بھی نہ ہو تو ۳۔ چھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

اِس فدیہ کے سلسلے میں بھی مختلف مسالکِ فقہ کے درمیان کسی قدر اختلاف ہے۔ بعض فقہاء کا رجحان شدت کی جانب ہے اور بعض کا رجحان آسانی کی طرف ہے۔ تفصیلات کے لئے کتبِ فقہ سے رجوع کیا جائے۔

اِس مقام پر جس بات کی طرف ہم بطورِ خاص اشارہ کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ رمیِ جمار کرتے وقت انسانوں کے ہجوم کی زیادتی ایک ایسی صورتِ حال ہے کہ حاجی کو دورانِ حج جن مشکلات سے دوچار ہونا پڑتا ہے اُن میں اس سے زیادہ سخت کوئی اور مرحلہ نہیں۔ بالخصوص کمزوروں، بوڑھوں اور عورتوں کے لئے۔ اس لئے کہ اس موقع پر حاجی انسانوں کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر میں پھر رہا ہوتا ہے اور اس قدر شدید دھکم پیل ہوتی ہے کہ بہت سے حاجی ہلاک ہو جاتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



یہ صورتِ حال اس بات کا نتیجہ ہوتی ہے کہ لاکھوں حاجی اس بات کے خواہشمند ہوتے ہیں کہ جلد از جلد اور کم سے کم وقت میں رمیٔ جمار سے فارغ ہو جائیں جو کسی طور ممکن نہیں ہوتا۔ دراصل یہی وہ مسئلہ ہے جس پر تفصیلی گفتگو کے بعد اس کا حل ہم پیش کرنے کی کوشش کریں گے

## جمرۂ عقبہ

حاجی مُزدلفہ میں رات گزارنے یا وقوف کرنے کے بعد جمرۂ عقبہ پر کنکریاں مارنے کے لیئے منیٰ کی جانب روانہ ہوتے ہیں۔ جمرۂ عقبہ پر کنکریاں مارنے کے چار اوقات ہیں :

۱۔ وقتِ ادار : یعنی وہ وقت جب کنکریاں ماری جائیں تو یہ رکن ادا ہو جاتا ہے یہ وقت دس ذی الحجہ کے طلوعِ فجر سے گیارہ ذی الحجہ کی فجر تک ہے ۔

۲۔ وقتِ مستحب : دس ذوالحجہ کے دن سورج نکلنے سے زوال کے وقت تک ۔

۳۔ وقتِ مباح : دس ذی الحجہ کے دن وقتِ زوال سے سورج غروب ہونے تک ۔

۴۔ وقتِ مکروہ : دس ذی الحجہ کو سورج طلوع ہونے سے پہلے اور سورج غروب ہونے کے بعد کا وقت، اور مکروہ بھی اس صورت میں ہے جب ان اوقات میں بغیر عذر کے رمی کی جائے، اگر کوئی عذر ہو تو پھر مکروہ نہیں ہے۔ چنانچہ ضعیف اور بوڑھے لوگوں کے لیے سورج طلوع ہونے سے پہلے اور چرواہوں کے لیئے رات کے وقت رمی کرنے میں کوئی کراہت نہیں ہے کیونکہ عذر موجود ہے ۔

فقہاء نے ایک اور وقت کو بھی وقت مکروہ کہا ہے اور اس سے ان کی مراد وہ وقت ہے جب رمیٔ جمار کے لیئے انسانوں کا ہجوم اس قدر زیادہ ہوتا ہے جو بہت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سے لوگوں کی ہلاکت کا سبب بن جاتا ہے۔ اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ ایسے وقت کا انتخاب کرنا جس وقت کو فقہاء نے وقتِ مستحب لکھا ہے مکروہ ہے کیونکہ ایسے ہی وقت میں ہجوم زیادہ ہوتا ہے جو ہلاکت کا باعث بنتا ہے۔ حالانکہ بعض مسالکِ فقہ کے نزدیک وقت مکروہ وہ وقت ہے جسے وقتِ ادا کہا جاتا ہے۔ اور یہ لوگ اپنی بات کے لئے ایسے شرعی دلائل رکھتے ہیں جو ان کے نزدیک قابلِ ترجیح ہیں۔

اس سلسلے میں ہمارا خیال یہ ہے کہ جس وقت کو فقہاء نے وقتِ مستحب لکھا ہے اس کا نام وقتِ عزیمت ہونا چاہیئے اور جس وقت کو فقہاء نے وقتِ مکروہ لکھا ہے اس کا نام وقتِ رخصت ہونا چاہیئے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

ان اللہ یحب ان توتی رخصہ کما توتی عزائمہ ۔

(مسند احمدؒ)

(اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ اس کی رخصتوں سے بھی اسی طرح استفادہ کیا جائے جس طرح اس کی عزیمتوں پر عمل کیا جاتا ہے)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر عمل کرنے کے نتیجہ میں انسانوں پر سے وہ شدید تنگی رفع ہو جائے گی جو بعض امور کو بجالاتے وقت بسا اوقات آدمی کو ہلاکت کے قریب پہنچا دیتی ہے۔ اور اسی بنا پر ہم نے یہ کہا ہے کہ جمرۂ عقبہ پر کنکریاں مارنے کے چار اوقات ہیں:

۱۔ وقتِ ادا: یہ وقت قربانی کے دن یعنی دس ذی الحجہ کی آدھی رات سے گیارہ ذی الحجہ کی فجر تک ہے۔

۲۔ وقتِ عزیمت: یہ وقت یوم النحر (قربانی کے دن) یعنی دس ذی الحجہ کے طلوعِ آفتاب سے وقتِ زوال تک ہے۔

۳۔ وقتِ مباح: یہ وقت زوالِ آفتاب سے غروبِ آفتاب تک ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



۴۔ اور وقتِ رخصت : یہ وقت لیلۃ النحر یعنی قربانی کے دن سے پہلی رات کو آدھی رات گزر نیکے کے بعد سے فجر تک اور یوم النحر کا سورج غروب ہونے کے بعد سے اگلے دن کی فجر طلوع ہونے تک ہے۔

جن فقہاء کے نزدیک یوم النحر یعنی ذی الحجہ کی دس تاریخ کی آدھی رات کے بعد رمیِ جمار جائز ہے وہ یہ ہیں : عطاءؒ، ابنِ ابی لیلی، عکرمہؒ بن خالدؒ اور امام شافعیؒ۔ ان حضرات کی دلیل ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی وہ حدیث ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو یوم النحر کی رات بھیجا اور انہوں نے رمیِ جمار کی اور اس کے بعد طوافِ افاضہ کیا۔ (اس حدیث کو ابوداؤدؒ اور بیہقیؒ نے روایت کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کی سند بالکل صحیح ہے)

ان حضرات کی دوسری دلیل وہ روایت ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا رات کو مزدلفہ کے قریب اتریں اور وہاں کھڑے ہو کر آپ نے نماز پڑھی۔ پھر دریافت کیا : کیا چاند غروب ہو گیا ؟ تو آپ کو بتایا گیا کہ ہاں چاند غروب ہو گیا، اس پہ آپ نے فرمایا کہ : اب چل پڑو۔ چنانچہ سب چل پڑے اور حضرت اسماءؓ نے رمیِ جمار کیا پھر واپس آکر اپنی قیام گاہ پر نمازِ فجر پڑھی۔ (یہ حدیث بخاریؒ اور مسلمؒ دونوں میں ہے)

اور جن فقہاء کے نزدیک جمرۂ عقبہ پر کنکریاں مارنا یوم النحر کی فجر یا یوم النحر کے طلوعِ آفتاب کے بعد واجب ہے، ان کی دلیل بھی بعض دیگر احادیثِ صحیحہ میں ملتی ہے اور دونوں قسم کی روایات میں مطابقت کی صورت یہی ممکن ہے کہ جو علماء اس سلسلے میں شدت کے قائل ہیں ان کی روایات کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان پر عمل کرنا مستحب ہے اور جن روایات سے سہولت پیدا ہوتی ہے ان پر عمل کرنا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مباح ہے۔

اگر کسی شخص نے بغیر کسی عذر کے جمرۂ عقبہ کی رمی کو یوم النحر یعنی دس ذی الحجہ کا آفتاب غروب ہونے کے بعد تک مؤخر کر دیا تو وہ رات کو رمی کرے جو اگرچہ مکروہ ہے لیکن اس پر کوئی فدیہ از قسم قربانی وغیرہ نہیں ہے۔ یہ مسلک احناف اور امام شافعیؒ کا ہے اور امام مالکؒ کا مسلک بھی ایک روایت کے مطابق یہی ہے اور ان حضرات کی دلیل یہ روایت ہے:

نافعؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی زوجہ (صفیہ بنت ابی عبیدؒ) کی بھانجی کو مزدلفہ میں حیض شروع ہو گیا جس کے نتیجہ میں صفیہ اور ان کی بھانجی دونوں پیچھے رہ گئیں۔ اور منیٰ ایسے وقت پہنچیں کہ دسویں ذی الحجہ کا آفتاب غروب ہو چکا تھا اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حکم دیا کہ وہ جس وقت پہنچیں اسی وقت رمی جمرہ کر لیں اور اس تاخیر کے باوجود ان پر کوئی فدیہ از قسم ذبح وغیرہ عائد کرنا ضروری نہ خیال کیا۔ یہ روایت امام مالکؒ اور بیہقیؒ نے نقل کی ہے۔

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عورت اگر دس ذی الحجہ کو نصف شب کے بعد جمرۂ عقبہ کی رمی کرے گی تو اس کی رمی صحیح ہوگی۔ لیکن اس پر سب علماء کا اجماع ہے کہ اگر اس تاریخ سے پہلے کرے گی تو صحیح نہیں ہوگی۔

## ایامِ تشریق میں رمیِ جمار

ایامِ تشریق میں شیطان کے ستونوں پر کنکریاں مارنے کے تین اوقات ہیں:

۱۔ وقتِ ادا: یہ وقت زوال آفتاب سے دوسرے دن کے طلوعِ آفتاب تک ہے۔

۲۔ وقتِ عزیمت (جس میں رمی کرنے کا زیادہ ثواب ہے) یہ زوال آفتاب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سے اسی دن کے غروبِ آفتاب تک کا وقت ہے۔

۴۔ وقتِ رخصت: یہ وقت غروبِ آفتاب سے دوسرے دن کے طلوعِ آفتاب تک ہے۔

ایامِ تشریق سے ذی الحجہ کی گیارہ، بارہ اور تیرہ تاریخ مراد ہے۔ اور ان ایام میں رمیِ جمار کا اول وقت زوالِ آفتاب کے بعد کا ہے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایامِ تشریق میں) شیطان کے ستونوں پر زوالِ آفتاب کے وقت یا زوالِ آفتاب کے بعد کنکریاں ماریں ——— (یہ روایت احمدؒ، ابنِ ماجہؒ اور ترمذیؒ میں ہے اور ترمذیؒ نے اس کو حسن قرار دیا ہے)

نافعؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے کہ: ایامِ تشریق کے تینوں دنوں میں رمیِ جمار سورج کے وقتِ زوال سے پہلے نہیں کی جا سکتی۔ یہ روایت بیہقیؒ میں ہے۔

البتہ حنفیوں کے نزدیک اس شخص کے لئے جو جلدی جانا چاہے یوم النفر (کوچ کے دن) یعنی بارہ تاریخ کو اور جو تاخیر سے جانا چاہے اس کے لیے تیسرے دن (۱۳ تاریخ) کو زوال سے پہلے رمیِ جمرات جائز ہے۔ امام بیہقیؒ نے طلحہ بن عمرؒ کے واسطے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جب کوچ کے آخری دن سورج پوری طرح بلند ہو جائے تو رمیِ جمار اور منیٰ سے واپسی جائز ہے۔

لیکن اس روایت کے بارے میں بیہقیؒ نے لکھا ہے: اس میں طلحہؒ بن عمر المکی ہے جو ضعیف ہے۔

چنانچہ عورتوں کی رمیِ جمار کے سلسلے میں جو بات ہم زیادہ مناسب خیال کرتے ہیں، وہ یہ ہے کہ وقت ایسا ہونا چاہئے، جس میں لوگوں کا ہجوم کم ہو اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



یہ وقت مغرب کے بعد سے دوسرے دن کا سورج طلوع ہونے تک ہے۔

ـــــــــ ہم یہ بات اس بنا پر کہہ رہے ہیں کہ یہ ضرورت کا اقتضا ہے اور عورتیں اسی طرح مردوں کے ہجوم سے محفوظ رہ سکتی ہیں۔ البتہ یوم النفر یعنی روانگی کے دن، اس دن سے زوال آفتاب کے بعد کا وقت عورتوں کے لئے مناسب ہے۔

## رمیِ جمار کے لئے دوسرے کو نائب بنانا

اگر کوئی شخص بیمار ہو، یا بیہوش ہو جائے، یا کمزور ہو اور خود رمیِ جمار نہ کر سکے تو فقہاء کے نزدیک جائز ہے کہ ایسی صورت میں یا تو کوئی شخص اس کے ہاتھ میں کنکری پکڑا دے اور وہ خود اسے جمرات پر مارے یا پھر کوئی دوسرا شخص اس کی طرف سے بطور نائب رمیِ جمار کرے۔ ایسی صورت میں یہ بھی جائز ہے کہ ایک شخص بیک وقت دو کنکریاں پھینکے۔ ایک اپنی طرف سے اور دوسری اس شخص کی طرف سے جو معذور ہے اور جس نے اسے رمیِ جمار کے لئے اپنا نائب بنایا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص قید میں ہو یا کوئی ایسا عذر ہو جو رمی کرنے سے مانع ہو تو اس کے لئے بھی کسی دوسرے کو نائب بنانا جائز ہے۔ ابن ماجہؒ میں ابوالزبیر کے حوالے سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ـــــــــ حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حج کیا اور ہمارے ساتھ عورتیں اور بچے بھی تھے تو عورتوں اور بچوں کی طرف سے تلبیہ اور رمیِ جمار ہم نے کیا۔

المجموع میں امام نوویؒ نے لکھا ہے: مناسب یہ ہے کہ جو شخص خود رمیِ جمار کرنے سے معذور ہو، وہ اپنی طرف سے رمی کے لئے کسی ایسے شخص کو اپنا نائب بنائے جو احرام میں نہ ہو یا جو اپنی رمیِ جمار کر چکا ہو۔ لیکن اگر اس نے کسی ایسے شخص کو نائب بنایا جس نے ابھی اپنی طرف سے رمیِ جمار نہیں کیا تو پھر مناسب یہ ہے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



وہ پہلے اپنی طرف سے رمیٔ جمار کرے پھر اس کی طرف سے جس نے اسے رمیٔ جمار کے لئے اپنا نائب بنایا ہے اور اگر کسی شخص نے عذر کی بنا پر رمیٔ جمار کے لئے دوسرے شخص کو اپنا نائب بنایا اور نائب رمی کر آیا۔ بعد میں اس کا عذر دور ہو گیا تو توزیادہ صحیح یہ ہے کہ اگر رمیٔ جمار کا وقت ابھی باقی ہے تو اس کے لئے مستحب ہے کہ وہ دوبارہ رمیٔ جمار خود کرے لیکن ایسا کرنا واجب نہیں ہے۔ اور یہ اس صورت میں ہے جب نائب نے اس کی طرف سے رمی عذر دور ہونے سے پہلے کی ہو۔ لیکن اگر نائب نے عذر دور ہونے کے بعد رمی کی ہے تو پھر نائب بنانے والے کے لئے ضروری ہے کہ دوبارہ خود رمی کرے۔ اس پر سب علماء کا اتفاق ہے۔

## احرام کھولتے وقت بال کٹانا

بال منڈوانا یا کٹوانا امام احمدؒ بن حنبل کے مذہب ظاہر کے مطابق حج اور عمرے کے اعمال میں سے ایک اہم عمل ہے ——— اور امام مالکؒ، امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ کا مسلک بھی یہی ہے۔

اکثر علماء کا خیال ہے کہ یہ عمل یعنی بال منڈوانا یا کٹوانا واجب ہے۔ اور اگر کوئی حاجی اسے چھوڑ دے تو اس پر ایک جانور کی قربانی بطور کفارہ لازم آئے گی اور امام شافعیؒ کے نزدیک بال کٹوانا یا منڈوانا حج کے ارکان میں سے ہے۔

عمرے کی صورت میں بال کٹوانے یا منڈوانے کا وقت صفا اور مروہ کی سعی سے فارغ ہونے کے بعد ہے اور حج میں یوم النحر یعنی دس ذی الحجہ کو جمرۂ عقبہ کی رمی کر لینے کے بعد کا ہے۔ لیکن اگر حاجی اپنے ساتھ قربانی کا جانور لایا ہو تو پھر وہ ذبح کے بعد بال کٹوائے یا سر منڈوائے اور بال کٹوانے یا سر منڈوانے کا یہ عمل امام ابو حنیفہؒ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



امام مالکؒ اور ایک روایت کے مطابق امام احمدؒ کے نزدیک بھی صرف ایام نحر میں ہونا ضروری ہے۔ ایام النحر سے مراد وہ دن ہیں جن میں قربانی کی جاسکتی ہے لیکن امام شافعیؒ، امام محمدؒ بن حسن اور امام احمدؒ کے مشہور مسلک کے مطابق اگر کوئی شخص بال کٹوانا ان دنوں سے مؤخر کر دے تو جائز ہے اور اس پر کوئی کفارہ نہیں ہے۔

عورتوں کے لئے سنت بال کٹوانا ہے، منڈوانا نہیں۔ جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لیس علی النساء حلق انما علیهن التقصیر۔

(عورتوں کے لئے بال منڈوانا ضروری نہیں ان کے لئے صرف بال کٹوانا کافی ہے)

یہ روایت ابوداؤدؒ نے بیان کی ہے۔ اس کے علاوہ یہ روایت دارقطنیؒ اور طبرانیؒ میں بھی ہے اور حافظ ابن حجرؒ نے اسے حسن قرار دیا ہے۔
اور اس مسئلہ پر علماء کا اجماع ہے بلکہ فقہاء کی ایک جماعت کا خیال یہ ہے کہ عورت کا سر منڈوانا، مثلہ کے حکم میں داخل ہے۔ یہ بات ابن المنذرؒ نے لکھی ہے۔

## عورت کے لئے کس قدر بال کٹوانا ضروری ہے؟

اس مسئلہ میں علماء کے درمیان اختلاف ہے کہ عورت کو احرام کھولتے وقت بالوں کی کتنی مقدار کٹوانا ضروری ہے۔

○ امام مالکؒ کے نزدیک ضروری ہے کہ عورت اپنے بالوں کی تمام مینڈھیوں میں سے کچھ نہ کچھ کٹوائے۔ لیکن اس کی مقدار مقرر نہیں ہے جس قدر کٹوا لے کافی ہوگا لیکن یہ کافی نہیں کہ بعض چوٹیوں میں سے کٹوا لے اور باقی کو اسی طرح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



رہنے دے۔

○ شافعیوں کے نزدیک کم سے کم مقدار تین بال کٹوانا ہے۔

○ امام احمد بن حنبلؒ کا قول یہ ہے کہ ہر چٹیا میں سے انگلی کے ایک پور کے برابر کٹوائے اور یہی قول ابن عمر رضی اللہ عنہ، امام شافعیؒ، اسحاقؒ اور ابو ثورؒ کا ہے۔

ابوداؤدؒ نے لکھا ہے کہ امام احمدؒ سے میں نے خود سنا ہے جب ان سے عورت کے بال کے کٹوانے کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کیا عورت اپنے پورے سر کے بال کٹوائے؟ تو انہوں نے جواب دیا: ہاں اپنے بالوں کو سر کے اگلے حصہ میں اکٹھا کر کے بقدر ایک پور انگلی، ہر طرف سے کٹوائے۔

اسی طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ عورت جب اپنے بال کٹوانا چاہے تو پورے سر کے بال سر کے اگلے حصہ میں اکھٹے کر کے ان میں سے انگلی کے ایک پور کے برابر کٹوائے۔

عطاءؒ کا قول ہے کہ تین انگلیوں کے برابر بال مٹھی میں لے کر کٹوائے۔

## ھدی: (قربانی کا جانور)

ھدی سے مراد وہ قربانی کا جانور ہے جو ثواب اور قربِ الٰہی حاصل کرنے کی خاطر حرم کعبہ کی طرف لے جایا جائے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا
خَيْرٌ ق صلے فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ ج فَاِذَا وَجَبَتْ
جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ط
كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ ۳۶ لن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ط (۳۷۔الحج)

(اور قربانی کے) اونٹوں کو ہم نے تمہارے لئے شعائر اللہ میں شامل کیا ہے تمہارے لئے ان میں بھلائی ہے' پس انہیں کھڑا کر کے ان پر اللہ کا نام لو اور جب (قربانی کے بعد) ان کی پیٹھیں زمین پر ٹک جائیں تو ان میں سے خود بھی کھاؤ اور ان کو بھی کھلاؤ جو قناعت کئے بیٹھے ہیں اور ان کو بھی جو اپنی حاجت پیش کریں۔ ان جانوروں کو ہم نے اس طرح تمہارے لئے مسخر کیا ہے تاکہ تم شکریہ ادا کرو۔ نہ ان کے گوشت تم کو پہنچتے ہیں' نہ خون' مگر اسے تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے)

قربانی کرنے والے حاجی کے لئے مستحب ہے کہ اپنے قربانی کے جانور کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرے۔ بشرطیکہ ذبح کرنا بخوبی جانتا ہو۔ اس لئے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات اونٹ اپنے دست مبارک سے کھڑے ذبح کئے۔ (یہ روایت نسائی رح اور ابو داؤد رح نے نقل کی ہے)

لیکن جو شخص خود اچھی طرح ذبح نہ کر سکتا ہو اس کے لئے یہ مستحب ہے کہ اپنے جانور کو اپنے سامنے ذبح کرائے۔ جیسا کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

یا فاطمة قومی فاشهدی اضحیتك فانه یغفر لك بكل قطرة من دمها كل ذنب عملتیه وقولی:

اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ (۱۶۲۔الانعام)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(اے فاطمہؓ! اٹھو اور اپنے جانور کو ذبح ہوتے ہوئے دیکھو۔ کیونکہ اس کے خون کے ہر قطرے کے عوض ہر گناہ جو تم نے کیا ہے معاف کیا جاتا ہے اور کہو: میری نماز، میرے تمام مراسمِ عبودیت، میرا جینا اور میرا مرنا سب کچھ اللہ ربّ العالمین کے لئے ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور سب سے پہلے سر اطاعت جھکانے والا میں ہوں)

حضرت عمرانؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! یہ طریقہ کیا آپ کے اور آپ کے اہلِ بیت کے لئے مخصوص ہے۔ کیونکہ اس کے مصداق و اہل تو آپ ہی ہیں۔ یا سب مسلمانوں کے لئے عام ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: نہیں، بلکہ سب مسلمانوں کے لئے عام ہے۔

## ھَدْی ذبح کرنے کے لئے کسی کو نائب بنانا

قربانی کرنے والے کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے جانور کو ذبح کرنے، اس کا گوشت تقسیم کرنے اور اس کی کھال اور جھول ٹھکانے لگانے کے لئے کسی شخص کو اپنا نائب مقرر کر دے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں ذبح ہوتے وقت آپ کے اونٹوں کی نگرانی کروں اور ان کی کھالیں اور جھولیں تقسیم کر دوں۔ نیز آپ نے مجھے یہ حکم بھی دیا تھا کہ قربانی کا گوشت یا کھال اور جھول میں سے کوئی چیز بطور اجرت قصائی کو نہ دوں۔ حضرت علیؓ نے کہا: قصائی کو ہم اپنے پاس سے دیا کرتے تھے۔ (اس روایت کو ترمذیؒ کے سوا ساتوں محدثین نے نقل کیا ہے)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## ھَدْی کے سلسلے میں بعض جاہلانہ خیالات کی نشاندھی :

بہت سے حاجی یہ خیال کرتے ہیں کہ ہر حاجی پر حج میں قربانی کرنا واجب ہے نیز یہ کہ جس حاجی پر جانور ذبح کرنا لازم ہو وہ ضرور اس کو صرف انہی تین دنوں میں ذبح کرے جو قربانی کے لیے مقرر ہیں۔ اور ذبح صرف اس مقام پر کرے جو ذبح کے لئے مخصوص ہے' یعنی منیٰ میں اس کے علاوہ جن کی مالی حالت کمزور ہوتی ہے' یا جو لوگ طبعاً بخیل واقع ہوئے ہیں' وہ ایسے جانور خریدتے ہیں جو بیمار اور کمزور ہونے کی بنا پر کم قیمت ہوتے ہیں۔ اور پھر اسے ذبح کر دیتے ہیں۔ جبکہ اس کا گوشت کھانے کے قابل نہیں ہوتا اور اس گوشت کو ایسے فقراء اور ضرورت مند لوگ بھی کھانا پسند نہیں کرتے جو بھوک کی وجہ سے سخت تکلیف میں ہوں۔ اور اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ منیٰ میں جانوروں کا گوشت سڑ جاتا ہے اور اس میں سے بدبو کے بھبکے اٹھتے ہیں اور پوری فضا متعفن ہو جاتی ہے اور ہر طرف بیماری کے جراثیم پھیل جاتے ہیں ظاہر ہے یہ صورتِ حال بہت تکلیف دہ اور ضرر رساں ہے۔ شریعتِ اسلامیہ جو انسانوں کی صحت اور خوشگوار زندگی کی متمنی ہے اسے کسی حال میں پسند نہیں کر سکتی۔

مسئلہ کی صحیح صورت یہ ہے کہ از روئے شریعت صرف حج قران اور تمتع کرنیوالے حاجی پر جانور کی قربانی واجب ہے۔ اور جس نے حج افراد کیا ہو اس پر جانور ذبح کرنا واجب نہیں۔ چنانچہ اس سلسلے میں شریعت کے جو صحیح احکام ہیں' وہ اگر حاجیوں کو معلوم ہو جائیں اور وہ حاجی جس پر قربانی واجب نہیں ہے۔ وہ قربانی کی رقم بطور صدقہ دیدے اور جس پر قربانی واجب ہو صرف وہ قربانی کرے۔ تو یہ شکایات جو ہر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



سال سننے میں آتی ہیں، نہ پیدا ہوں ۔

اسی طرح یہ بات بھی جاننا ضروری ہے کہ ذبح صرف منیٰ میں کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ پورے مکہ میں جہاں چاہیں ذبح کرنا جائز ہے ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

ان منی کلھا منحر وان مکۃ وفجاجھا منحر ۔

(منیٰ پورے کا پورا ذبح کی جگہ ہے اور مکہ میں اور اس کی گھاٹیوں میں بھی ذبح کیا جاسکتا ہے )

## وقتِ ذبح کے بارے میں شیخ محمود شلتوت کی رائے

ھَدی کو ذبح کرنے کا وقت نہ تو قرآن مجید میں بتایا گیا ہے اور نہ کسی حدیث صحیح میں متعین کیا گیا ہے ۔ اس لئے جس پر جانور ذبح کرنا واجب ہو وہ اپنا جانور وقتِ وجوب کے بعد جب چاہے ذبح کرسکتا ہے اور اس کے لئے کوئی ایسا وقت مقرر نہیں ہے کہ اس کے علاوہ کسی دوسرے وقت ذبح کرنا جائز ہی نہ ہو ۔ البتہ وہ قربانی جو صرف قربانی کے تین مخصوص دنوں میں کی جاتی ہے اس کا ان تین دنوں میں ہونا ضروری ہے اور یہ قربانی ھدی کے علاوہ ہے اور یہ قربانی اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ واجب ہے تب بھی حاجی اور مسافر پر واجب نہیں ہے [۱]

---

[۱] فتاویٰ الشیخ محمود شلتوت ۔ ص ۱۵۶ ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# طواف

## (خواتین کی مشکلات)

### طوافِ قدوم

حج میں تین طواف ہیں :۔ ۱۔ طوافِ قدوم ۔ ۲۔ طوافِ افاضہ ۔ ۳۔ طوافِ وداع ۔

طوافِ قدوم :

اس کو طوافِ تحیۃ بھی کہتے ہیں اور طوافِ لقا بھی، یہ طواف احناف، شافعیوں اور حنبلیوں کے نزدیک سنت ہے۔ کیونکہ یہ کعبہ کا سلام ہے اور جس طرح تحیۃ المسجد کا دوگانہ واجب نہیں ہے۔ اسی طرح یہ طواف بھی واجب نہیں ہے۔ دراصل مسجدِ حرام کا تحیۃ طواف ہے لہٰذا ہر شخص جو یہاں حاضری دے ۔ خواہ وہ حج کا احرام باندھ کر آیا ہو یا غیر محرم ہو اس سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ مسجدِ حرام میں داخل ہوتے ہی طوافِ کعبہ کرے گا۔

چنانچہ امّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ میں تشریف لائے تو پہلا جو کام آپ نے کیا وہ یہ تھا کہ وضو کر کے بیت اللہ کا طواف کیا۔ (یہ روایت بخاریؒ، مسلمؒ اور بیہقیؒ میں ہے)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



امام مالکؒ اور بعض شافعی علماء کے نزدیک طوافِ قدوم ہر اس شخص پر واجب ہے جو حج کا احرام باندھ کر مکہ میں داخل ہو خواہ وہ مکہ کا رہنے والا ہی ہو جو مکہ سے باہر گیا ہو اور اب واپس آیا ہو۔ لیکن حیض اور نفاس کی حالت میں عورت پر طوافِ قدوم واجب نہیں ہے۔

## طوافِ عمرہ :

البتہ جس شخص نے عمرے کا احرام باندھا ہو اس پر طوافِ عمرہ واجب ہے۔ کیونکہ یہ طواف عمرے کا رکن ہے۔ اور اس مسئلہ پر تمام علماء کا اجماع ہے۔

علامہ ابنِ رشدؒ نے بدایۃ المجتہد میں لکھا ہے کہ اس بات پر تمام فقہاء کا اجماع ہے کہ جو شخص حج تمتع کرنا چاہتا ہو اور اس نے عمرہ کرنے کے بعد احرام کھول دیا ہو تاکہ حج کی تاریخ آنے پر دوبارہ احرام باندھے۔ اس پر دو طواف واجب ہیں ایک طواف عمرے کا، اور دوسرا طوافِ افاضہ۔

جو کچھ اوپر بیان ہوا اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ طوافِ قدوم اور عمرے کا طواف دو مختلف طواف ہیں اس لئے کہ عمرہ کرنے والے کے لئے طوافِ قدوم کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ اس پر صرف عمرے کا طواف واجب ہے۔

اسی طرح جو حاجی حج افراد کا احرام باندھتا ہے اس پر صرف ایک طواف واجب ہے اور وہ ہے طوافِ افاضہ۔ اب اگر وہ طوافِ قدوم بھی کرتا ہے تو وہ گویا سنت ادا کرتا ہے۔

البتہ حج قران کرنے والے کے سلسلے میں اختلاف ہے اور وہ یہ ہے کہ امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور امام ابو ثورؒ کے نزدیک حج قران کرنے والے کے لئے بھی صرف ایک طواف یعنی طوافِ افاضہ اور ایک سعی کافی ہے۔

اس کے برعکس : امام ابو حنیفہؒ، امام سفیان ثوریؒ، امام اوزاعیؒ اور ابن ابی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



لیلیؒ کے نزدیک حج قران کرنے والے کے لئے دو طواف اور دو سعی واجب ہیں لیکن ہمارے نزدیک پہلی رائے قابلِ ترجیح ہے۔

## اگر عورت کو حج کا احرام باندھنے کے بعد طواف سے پہلے حیض شروع ہو جائے؟

بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کسی عورت نے حج کا احرام باندھا اور ابھی اس نے بیت اللہ کا طواف بھی نہیں کیا ہوتا کہ اسے حیض یا نفاس شروع ہو جاتا ہے۔ یہ مشکل اسے بھی پیش آسکتی ہے جس نے حج افراد یا حج قران کا احرام باندھا ہو اور اسے بھی جس نے حج تمتع کی نیت کی ہو۔

اب صورتِ حال یہ ہے کہ اس سے اس عورت کے لئے تو کوئی مشکل پیدا نہیں ہوگی جو حج قران یا حج افراد کر رہی ہو کیونکہ ان دونوں پر صرف ایک طواف یعنی طوافِ افاضہ کے سوا کوئی اور طواف واجب نہیں ہے اس لئے کہ حج افراد کی صورت میں تو اس پر عمرے کا طواف ہے ہی نہیں۔ اور طوافِ قدوم عذر کی بنا پر ساقط ہو گیا۔ اسی طرح حج قران کی صورت میں طوافِ قدوم عذر کی بنا پر ساقط ہو گیا۔ اب وہ صرف طوافِ افاضہ کرے گی جو اس کے حج اور عمرہ دونوں کے لئے کافی ہوگا، اس مسئلہ پر تمام مسالکِ فقہ کے علماء کا اجماع ہے۔

لیکن اگر کسی عورت نے حج تمتع کا احرام باندھا ہے تو پھر مسئلہ کسی قدر پیچیدہ ہو جاتا ہے کیونکہ اس طرح متعدد صورتیں پیدا ہونگی۔

۱۔ حج تمتع کی نیت سے عمرہ کا احرام باندھا اور حیض یا نفاس شروع ہو گیا اور پھر ایامِ حج سے پہلے پاک ہو گئی۔ اس صورت میں وہ پاک ہونے سے پہلے طوافِ بیت اللہ نہ کرے بلکہ پاک ہونے کے بعد طوافِ بیت اللہ کر کے احرام کھول دے اور پھر حج کا احرام باندھ لے اور حج تمتع کرے۔ اور یہ بھی جائز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہے کہ احرام نہ کھولے اور اسی احرام سے حج میں داخل ہو جائے اور تمتع کی بجائے حج قران کرلے۔ اس صورت میں وہ طوافِ افاضہ کے بعد احرام کھول دے گی۔ لیکن یہ اس صورت میں ہے جب اسے یہ خوف نہ ہو کہ اس کا حج فوت ہو جائے گا۔

۲۔ دوسری صورت یہ ہے کہ احرام باندھتے وقت حیض یا نفاس کی حالت میں ہو اور وقت کی تنگی کی وجہ سے اس کا خیال یہ ہو کہ حج سے پہلے پاک نہیں ہو گی تو وہ تمتع کی بجائے حج افراد کی نیت کرلے اور اس پر جانور ذبح کرنا واجب نہ ہو گا۔ یا پھر قران کی نیت کرلے۔ اس صورت میں اس کے لئے ایک ہی طواف حج وعمرہ دونوں کے لئے کافی ہو گا۔ یعنی صرف طوافِ افاضہ کرے گی اور اس پر ایک جانور کی قربانی بھی واجب ہو گی۔

۳۔ تیسری صورت یہ ہے کہ اگر ایسا ہو کہ ایک عورت حج تمتع کی نیت سے عمرے کا احرام باندھے اور طوافِ بیت اللہ اور صفا ومروہ کی سعی کرنے سے پہلے ہی اسے حیض شروع ہو جائے اور اسے یہ اندیشہ ہو کہ کہیں حج ہی فوت نہ ہو جائے کیونکہ وہ ابھی تک پاک نہیں ہوئی تو اس صورت میں وہ کیا کرے؟ کیونکہ ہم یہ بات پہلے بیان کر چکے ہیں کہ عمرہ کا طواف عمرہ کے ارکان میں سے ہے۔ یعنی اگر طواف نہ کیا جائے تو عمرہ ہو ہی نہیں سکتا۔

اس سلسلے میں علامہ خرقیؒ نے لکھا ہے کہ اگر کوئی عورت تمتع کی نیت سے احرام باندھے، پھر اسے حیض شروع ہو جائے اور اسے ڈر ہو کہ کہیں حج ہی فوت نہ ہو جائے تو اسے چاہئے کہ وہ عمرے کی بجائے حج کی نیت کرلے۔ اور اس صورت میں وہ قران کرے گی۔ اور طوافِ قدوم چھوٹ جانے کی وجہ سے اس پر طوافِ قدوم کی قضا نہیں ہو گی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اس کی وضاحت کرتے ہوئے ابنِ قدامہؒ المغنی میں لکھتے ہیں :

اس بات کا حاصل یہ ہے کہ تمتع کی نیت کرنے والی عورت کو اگر عمرہ کا طواف کرنے سے پہلے حیض شروع ہو جائے تو ظاہر ہے کہ اب وہ طواف بیت اللہ نہیں کر سکے گی کیونکہ یہ طواف نماز کا حکم رکھتا ہے۔ دوسرے حیض کی حالت میں مسجد حرام میں بھی داخل نہیں ہو سکتی اور طواف کئے بغیر عمرہ کا احرام بھی نہیں کھول سکتی۔ لہٰذا اگر اسے حج کے فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو وہ انتظار کرنے کی بجائے عمرے کے ساتھ ہی حج کا احرام باندھ لے اور تمتع کی بجائے قِران کرے۔ یہ قول امام مالکؒ اوزاعیؒ، شافعیؒ اور بہت سے دوسرے علماء کا ہے۔ لیکن امام ابوحنیفہؒ کا قول یہ ہے کہ وہ عمرے کو ترک کر دے اور صرف حج کی نیت کرے۔

امام احمدؒ نے لکھا ہے کہ: امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے کہ اگر (تمتع کی نیت سے احرام باندھنے والی عورت کو طواف سے پہلے حیض شروع ہو جائے اور) وہ عمرہ چھوڑ دے تو اس کا حج صحیح ہو جائے گا۔ لیکن یہ بات سوائے امام ابوحنیفہؒ کے کسی اور نے نہیں کہی۔ اس سلسلے میں امام ابوحنیفہؒ کی دلیل وہ حدیث ہے جو حضرت عروہؓ نے اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔ حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے عمرے کا احرام باندھا۔ لیکن جس وقت میں مکّہ پہنچی تو حیض شروع ہو گیا۔ اس لئے میں طوافِ بیت اللہ اور صفا و مروہ کی سعی نہ کر سکی۔ چنانچہ میں نے اس بات کی شکایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کی تو آپ نے فرمایا :

انقضی رأسكِ وامتشطی، واهلی بالحج ودعی العمرة۔

(تم اپنے سر کے بال کھول دو اور کنگھی کر لو اور حج کا احرام باندھ لو اور عمرہ چھوڑ دو)

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نے آپ کی ہدایت [illegible] ل کیا۔ پھر جب حج

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



مکمل ہوگیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تنعیم کی طرف بھیجا اور وہاں سے میں نے عمرے کا احرام باندھا اس پہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

هٰذه عمرة مكان عمرتك ۔

(یہ عمرہ تمہارے اس عمرہ کی جگہ ہے جو رہ گیا تھا)

(یہ حدیث بخاریؒ اور مسلمؒ دونوں میں ہے)

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے (حیض شروع ہو جانے کی وجہ سے) اپنا عمرہ چھوڑ دیا تھا اور حج کا احرام باندھ لیا تھا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ کے ارشاد میں یہ الفاظ موجود ہیں : ۱۔ دعی عمرتك (تم اپنا عمرہ چھوڑ دو) ۲۔ امتشطی (کنگھی کر لو) ۳۔ هٰذه عمرة مكان عمرتك (یہ عمرہ تمہارے اس عمرہ کا بدل ہے جو چھوٹ گیا تھا)

ابنِ قدامہؒ لکھتے ہیں کہ اس کے برعکس ہماری دلیل مندرجہ ذیل روایات ہیں :

۱۔ حضرتِ جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عمرہ کا احرام باندھا۔ پھر جب آپ مقام سرف میں پہنچیں تو حیض شروع ہوگیا ...... اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے پاس تشریف لے گئے تو آپ رو رہی تھیں، آپ نے دریافت فرمایا : تمہیں کیا ہوا؟ حضرت عائشہ رضؓ نے عرض کیا : مجھے حیض شروع ہوگیا ہے جبکہ لوگوں نے (عمرہ کر کے) احرام کھول دیا ہے اور میں نے نہ احرام کھولا اور نہ طواف بیت اللہ کیا اور لوگ اب حج کے لئے جا رہے ہیں۔ اس پہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

ان هذا امر كتبه الله على بنات آدم فاغتسلي

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ثم اھلی بالحج۔

(یہ بات تو اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کی بیٹیوں کے مقدر میں لکھی ہے جس سے چارہ نہیں) سو تم اب غسل کرو، اور حج کا احرام باندھ لو)

چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا اور تمام مناسکِ حج ادا کئے —— حتیٰ کہ جب میں پاک ہو گئی تو بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا و مروہ کی سعی کی۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قد حللت من حجكِ وعمرتكِ۔

(تمہارا حج اور عمرہ (دونوں کا) احرام پورا ہو گیا)

حضرت عائشہ رضی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اپنے دل میں کچھ کھٹک سی محسوس کرتی ہوں کہ میں نے طوافِ بیت اللہ اس وقت تک نہیں کیا جب تک میں حج سے فارغ نہیں ہو گئی۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے کہا:

فاذھب یا عبد الرحمٰن فاعمرھا من التنعیم۔

(اے عبدالرحمٰن! انہیں تنعیم لے جاؤ تاکہ یہ وہاں سے احرام باندھ کر عمرہ کر لیں)

۲۔ طاؤسؒ نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے: حضرت ام المومنین بیان کرتی ہیں: میں نے عمرہ کا احرام باندھا پھر روانہ ہوئی اور ابھی طواف نہیں کیا تھا کہ حیض شروع ہو گیا پھر میں نے حج کی نیت کر کے تمام مناسکِ حج ادا کئے — پھر روانگی کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

یسعك طوافكِ لحجكِ وعمرتكِ۔

(تمہارا یہ طواف تمہارے حج اور عمرہ دونوں کے لئے کافی ہے)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



لیکن میں نے انکار کر دیا۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ عبدالرحمن ابن ابی بکر رضی اللہ عنہما کو بھیجا اور وہ مجھے تنعیم لے کر گئے اور وہاں سے میں نے احرام باندھ کر عمرہ کیا۔ (یہ روایت مسلمؒ میں ہے)

ان دونوں روایتوں سے وہ تمام باتیں ثابت ہو جاتی ہیں جو ہم نے بیان کی ہیں کیونکہ عمرہ کی نیت کرنے کے بعد حج میں داخل ہو جانا سب کے نزدیک جائز ہے۔ خواہ اسے حج کے فوت ہونے کا خطرہ نہ ہو۔ لہٰذا اگر واقعی حج کے فوت ہونے کا خطرہ لاحق ہو جائے تو بدرجہ اولیٰ عمرہ کو حج میں بدل دینا جائز ہے۔

## سر کے بال نہ کھولے

اگر کوئی عورت عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد (حیض آجانے کی وجہ سے) حج کی نیت کرے تو اسے چاہیئے کہ سر کے بال نہ کھولے۔

ابنِ منذرؒ نے لکھا ہے کہ تمام علماء جن کے بارے میں مجھے یاد ہے ان کا اس پر اجماع ہے کہ اگر کسی عورت نے عمرہ کا احرام باندھا ہو، تو جب تک اس نے طوافِ بیت اللہ نہ کیا ہو، وہ اس احرام پر حج کا احرام باندھ سکتی ہے۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر ان سب صحابہ کرام کو جن کے ساتھ قربانی کے جانور تھے یہ حکم دیا تھا کہ وہ عمرہ کے ساتھ ہی حج کی نیت کرلیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ عمرہ کے احرام میں ہوتے ہوئے حج کی نیت کر سکتا ہے۔ لیکن عمرہ کا ترک کرنا جائز نہیں۔ اس لئے کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ ۔

(جب حج اور عمرہ کی نیت کرو تو اسے پورا کرو)

اور عمرے کا ترک کرنا اس لئے بھی جائز نہیں کہ جو عورت حیض شروع ہو جانے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کی بنا پر عمرے کا احرام باندھنے کے بعد حج کی نیت کرنے پر مجبور ہو گئی ہے وہ بغیر کسی نقصان کے اپنا عمرہ بھی کر سکتی ہے۔ لہٰذا عمرہ چھوڑنا جائز نہیں ہے۔

باقی رہی حدیثِ عروہؒ جس میں یہ مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: (انقضی رأسك وامتشطی ودعی العمرة) کہ بال کھول دو اور کنگھی کرو اور اپنا عمرہ چھوڑ دو) تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کو روایت کرنے میں حضرت عروہؒ منفرد ہیں اور اس کی تائید میں نہ صرف کوئی اور روایت موجود نہیں بلکہ یہ روایت ان سب روایتوں کے خلاف ہے جو ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس موقعہ کے بارے میں مروی ہیں جب آپ کو حیض شروع ہو گیا تھا۔

جبکہ یہی روایت حضرات طاؤسؒ، قاسمؒ، اسودؒ وغیرہم سے بھی مروی ہے اور ان میں سے کسی نے اس بات کا ذکر نہیں کیا جو حدیثِ عروہؒ میں ہے بلکہ حضرت جابرؓ اور طاؤسؒ کی روایتوں سے تو اس اضافہ کی مخالفت صاف معلوم ہوتی ہے۔

پھر حماد بن زیدؒ نے ہشام بن عروہؒ سے روایت کیا ہے کہ میرے باپ حضرت عروہؒ نے مجھ سے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حیض شروع ہونے کا واقعہ بیان کیا اس میں انہوں نے کہا کہ ———— ایک سے زائد افراد نے مجھ سے یہ بات بیان کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: کہ عمرہ چھوڑ دو، اپنا سر کھول دو اور کنگھی کرو وغیرہ وغیرہ۔ یعنی پوری حدیث بیان کی۔

اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ الفاظ جو حضرت عروہؒ کی روایت میں دوسری روایات سے زائد ہیں۔ حضرت عروہؒ نے ام المومنین حضرت عائشہؓ سے خود نہیں سُنے۔ لہٰذا ان کی روایت میں یہ اضافہ چونکہ دوسری روایات کے خلاف ہے۔ لہٰذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت عروہؒ کو وہم ہوا ہے۔ یہ اس لئے بھی کہ یہ بات قرآن مجید اور اصولِ دین دونوں کے خلاف ہے کیونکہ اس کے علاوہ کوئی اور موقع ایسا نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہے کہ اگر عمرے کو پورا کرنا ممکن ہو تو عمرے کا ترک کرنا جائز قرار دیا گیا ہو۔

نیز یہ امکان بھی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے جو ارشاد فرمایا: (دعی العمرۃ) "عمرہ چھوڑ دو۔" اس کے معنیٰ یہ ہوں کہ عمرے کو اسی طرح رہنے دو اور حج کی نیت کر لو۔ یا یہ مراد ہو کہ عمرہ کے ارکان ادا نہ کرو، بلکہ حج کی نیت کر لو۔ اور حج کے ساتھ عمرہ از خود ہو جائے گا۔ کیونکہ عمرے کے ارکان حج کے ارکان میں داخل ہیں۔

اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو تنعیم سے احرام باندھ کر عمرہ کیا، اس عمرے کا حکم حضرت عائشہؓ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں دیا تھا۔ بلکہ ام المومنین حضرت عائشہؓ نے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا کہ: میں اپنے دل میں کچھ ایسا محسوس کر رہی ہوں کہ میں نے جب تک حج نہیں کر لیا اس وقت تک طواف بیت اللہ ہی نہیں کیا ——— اس بنا پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے کہا تھا کہ (یا عبد الرحمٰن فاعمرها من التنعیم) "اے عبدالرحمٰن! ان کو تنعیم لے جاؤ، تاکہ یہ وہاں سے احرام باندھ کر عمرہ کریں۔

شیخ اثرمؒ نے اسودؒ کے حوالے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے: اسودؒ بیان بیان کرتے ہیں کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ سے پوچھا کہ کیا آپ نے حج کرنے کے بعد عمرہ کیا تھا؟ اس کے جواب میں حضرت عائشہؓ نے فرمایا: بخدا یہ عمرہ نہ تھا بلکہ صرف زیارت تھی، میں نے جا کر بیت اللہ کی زیارت کی تھی۔

امام احمدؒ نے لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو عمرہ صرف اس لئے کرایا تھا کہ حضرت عائشہؓ کا اس پر اصرار کیا تھا، اور عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ! اور لوگ دو دو عبادتیں (حج اور عمرہ) کر کے جا رہے ہیں اور میں صرف ایک عبادت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



یعنی حج ہی کرسکی ہوں۔ لہٰذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ سے فرمایا: اے عبدالرحمٰن! انہیں عمرہ کرالاؤ۔ چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن ام المومنین حضرت عائشہؓ کو حرم کے آخری کنارے (تنعیم) تک لے گئے اور حضرت عائشہؓ نے وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ کیا۔

خرقیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا طوافِ قدوم رہ گیا تھا۔ لیکن آپ پر اس کی قضا لازم نہیں تھی۔ ورنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو اس کی قضا کا حکم دیتے اور نہ حضرت عائشہؓ نے طوافِ قدوم کی قضا کی۔

## اگر طواف سے پہلے حیض شروع ہو جائے تو ھدی واجب ہے:

جب عمرہ کا احرام باندھنے والی عورت حیض شروع ہو جانے کی وجہ سے عمرے کے ساتھ حج کی نیت کر لینے پر مجبور ہوتی ہے۔ تو اب وہ گویا قران کر رہی ہے اور اس پر قربانی کرنا لازم ہو جاتا ہے اور قربانی کے لیے ایک بکری ذبح کرنا یا ایک اونٹ ذبح کرنا یا اونٹ کا ساتواں حصہ بطور قربانی دینا واجب ہوگا اور یہ قربانی چاروں آئمہ کے نزدیک حرم میں اور یوم النحر یعنی دس ذی الحجہ کے دن پیش کی جانی ضروری ہے۔ اس لیے کہ ابتداء میں اس نے عمرے کا احرام باندھا تھا اور پھر حج بھی کر لیا تو گویا اس نے عمرہ اور حج دونوں کا فائدہ اٹھایا۔ اسی کو قرآن کریم اور صحابہ کرامؓ کی اصطلاح میں تمتع کہتے ہیں یعنی فقہاء کے قران" و "تمتع" پر قرآن کی زبان میں لفظِ تمتع کا اطلاق ہوتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ۔ (البقرۃ - ۱۹۶)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(تو جو شخص تم میں سے حج کا زمانہ آنے تک عمرے کا فائدہ اٹھائے تو وہ حسبِ مقدور قربانی دے)

گویا اس فائدہ اٹھانے میں قِران کرنے والا اور تمتع کرنے والا دونوں شامل ہیں۔

## طوافِ افاضہ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ۔ (الحج - ۲۹)

(پھر اپنا میل کچیل دُور کریں اور اپنی نذریں پُوری کریں اور اس قدیم گھر کا طواف کریں)

اِس آیتِ کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ قربانی اور ارکانِ حج میں سے جو کچھ ان کے ذمّہ باقی رہ گیا ہے مثلاً سر منڈوانا، شیطان کے ستونوں پر کنکریاں مارنا اور اپنا حلیہ درست کرنا وغیرہ ۔ یہ سب ادا کرکے بیت العتیق یعنی خانہ کعبہ کا طواف کریں۔ اور یہی طواف جو جمرہ عقبہ پر کنکریاں مارنے کے بعد کیا جاتا ہے' طوافِ افاضہ کہلاتا ہے' اور اسی کو طوافِ زیارت یا طوافِ رکن کہا جاتا ہے کیونکہ یہ حج کے ارکان میں شامل ہے۔ اس پر مسلمانوں کے تمام مسالکِ فقہ کا اجماع ہے کہ طواف افاضہ حج کا رکن ہے اور اگر حاجی یہ طواف چھوڑ دے تو اس کا حج باطل ہو جاتا ہے۔

## طوافِ افاضہ کا وقت

○ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک طوافِ افاضہ کا وقت یوم النحر (قربانی کے دن) کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



آدھی رات سے شروع ہوتا ہے اور اس کے ختم ہونے کی کوئی حد مقرر نہیں ہے لیکن اس طواف کو ایامِ تشریق سے مؤخر کرنا مکروہ ہے۔ اگرچہ اس تاخیر پر دم یعنی جانور ذبح کرنا لازم نہیں آتا۔

○ امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک اس طواف کا وقت یوم نحر (۱۰ ذی الحجہ) کی فجر طلوع ہوتے ہی شروع ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کی انتہا کے سلسلے میں ان دونوں ائمہ میں اختلاف ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ طواف ان دنوں میں سے کسی ایک دن ضرور ہو جانا چاہیئے جن میں قربانی ہو سکتی ہے اور اس سے مؤخر کرے گا تو ایک جانور ذبح کرنا واجب ہوگا۔

امام مالکؒ کے نزدیک طوافِ افاضہ کو ایامِ تشریق کے آخری دن تک مؤخر کر دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن جلدی کر لینا افضل ہے۔ اور انکے نزدیک اس کا وقت ماہ ذی الحجہ کے آخری دن تک باقی رہتا ہے۔ اگر اس سے بھی مؤخر کرے گا تو اس پر ایک جانور کی قربانی لازم ہوگی۔ لیکن مؤخر کر دینے کے باوجود اس کا حج صحیح ہو جائے گا۔ کیونکہ امام مالکؒ کے نزدیک پورا ذی الحجہ حج کا مہینہ ہے۔

## عورتوں کو طوافِ افاضہ میں جلدی کرنی چاہیئے:

طوافِ افاضہ یوم نحر (قربانی کے دن) یعنی دس ذی الحجہ کو کر لینا افضل ہے۔

امام احمدؒ، امام مسلمؒ، امام ابوداؤدؒ اور امام بیہقیؒ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دس ذی الحجہ کو پہلے مکہ جا کر طوافِ افاضہ کیا پھر منیٰ واپس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



تشریف لائے اور نمازِ ظہر ادا کی۔

لہٰذا عورت کو اگر حیض آ جانے کا ڈر ہو تو اس کے لئے طوافِ افاضہ میں جلدی کرنا اور یومِ نحر ہی میں کر لینا بدرجۂ اولیٰ مستحب ہے۔ امّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عورتوں کو حکم دیا کرتی تھیں کہ وہ طوافِ افاضہ یومِ نحر یعنی دس ذی الحجہ کو ہی کر لیا کریں، اس اندیشے سے کہ کہیں ان کو حیض نہ شروع ہو جائے۔

عطاءؒ کہتے ہیں کہ اگر عورت کو یہ ڈر ہو کہ حیض شروع ہو جائے گا تو اسے چاہیئے کہ رمیِ جمار سے پہلے ہی طوافِ افاضہ کر لے۔

## اگر طوافِ افاضہ سے پہلے حیض شروع ہو جائے

اگر کسی عورت کو وقوفِ عرفہ اور رمیِ جمرہ کے بعد طوافِ افاضہ کرنے سے پہلے حیض شروع ہو جائے تو وہ کیا کرے؟

اس صورت میں اگر عورت کے لئے یہ ممکن ہو کہ وہ پاک ہونے تک مکہ میں قیام کر سکے تو کوئی دقت نہیں ہے۔ وہ انتظار کرے اور پاک ہونے کے بعد طوافِ افاضہ کرے۔ بلکہ عورت کو چاہیئے کہ وہ اپنی طرف سے پوری کوشش کرے کہ پاک ہونے تک مکہ میں ہی قیام کر سکے اور طوافِ افاضہ کرے۔ لیکن اگر اس کے لئے یہ ممکن نہ ہو کہ وہ طوافِ افاضہ کرنے کے لئے پاک ہونے تک مکہ میں رک سکے کیونکہ اس کے ساتھی یا وہ سواری جس سے اسے واپس جانا ہے اپنے سفر پر روانہ ہونے کے لئے تیار کھڑے ہوں تو ایسی صورت میں یہ عورت کیا کرے؟

اس سلسلے میں فقہاء کی مختلف آراء ہیں جو ہم ذیل میں پیش کرتے ہیں:۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا خیال ہے کہ چونکہ طوافِ افاضہ حج کا رکن ہے اور اگر رکن ادا نہ ہو تو حج باطل ہو جاتا ہے اور جب تک دوبارہ نہ کرے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



حج اس کے ذمے باقی رہتا ہے۔ لہٰذا ایسی صورت میں عورت اگر کوئی دوا استعمال کرے جس سے حیض وقتی طور پہ رک جائے تاکہ وہ طوافِ افاضہ کر سکے تو کوئی حرج نہیں۔

سعید بن منصورؒ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اُن سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی عورت ایسی دوا خرید لے جس سے اس کا حیض رک جائے تاکہ وہ طوافِ افاضہ کر سکے تو حضرت ابن عمرؓ نے اس میں کوئی حرج محسوس نہیں کیا اور ایسی عورتوں کے لئے آپ نے درختِ اَراک (کریہ) کا پانی تجویز کیا۔

## ۲۔ امام مالکؒ، امام احمدؒ بن حنبلؒ اور شافعیوں کی رائے:-

اس سلسلے میں امام شافعیؒ کے دو قول ہیں، جن میں سے مشہور قول یہ ہے کہ جس عورت کو ماہواری کے دنوں میں کسی دن خون آتا ہو اور کسی دن نہ آتا ہو اس کا وہ دن جس دن اسے خون نہ آئے طُہر کا دن ہے یعنی اس دن وہ پاک ہے۔ امام شافعیؒ کے اصحاب میں سے ایک جماعت نے ان کی اسی رائے کو ترجیح دی ہے۔ امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے مسلک سے بھی امام شافعیؒ کی اس رائے کی تائید ہوتی ہے اور اس رائے کے مطابق مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ جس عورت کو ایک دن خون آتا ہو اور ایک دن نہ آتا ہو اس کے لئے جائز ہے کہ جس دن اسے خون نہ آئے اس دن چونکہ وہ پاک ہے لہٰذا وہ مناسب موقع دیکھ کر جلدی سے طوافِ افاضہ کرلے۔

❁

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## ۳۔ احناف کی رائے

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک (اور امام احمدؒ سے جو دو روایتیں ہیں ان میں سے بھی ایک روایت سے اسی کی تائید ہوتی ہے کہ) جس عورت کا خون نہ رُکتا ہو اس کا طواف درست ہے۔ لیکن اگر وہ حائضہ ہے تو اس پر ایک پانچ سالہ اونٹ یا ایک گائے کی قربانی واجب ہوگی۔ لہٰذا اس نے اگر حیض کی حالت میں طوافِ افاضہ کر لیا اور ایک پانچ سالہ اُونٹ یا ایک گائے کی قربانی دے دی تو اس کا حج پُورا ہو گیا اور فرض ادا ہو گیا۔

## ۴۔ مالکی مسلک

علامہ ابن رشدؒ نے بدایۃ المجتہد میں لکھا ہے کہ امام مالکؒ کے اصحاب میں سے ایک گروہ کا قول ہے کہ طوافِ قدوم طوافِ افاضہ کی طرف سے کافی ہو سکتا ہے۔ گویا ان کی رائے یہ ہے کہ حج میں صرف ایک طواف واجب ہے۔ لہٰذا اگر کسی نے طوافِ قدوم کر لیا تھا تو طوافِ افاضہ نہ کر سکنے کے باوجود اس کا حج مکمل ہو گیا۔

مالکیوں کی اس رائے کی بنیاد ان کے اس قول پر ہے کہ طوافِ قدوم واجب ہے۔ قرطبیؒ لکھتے ہیں: ابن حکمؒ نے امام مالکؒ سے روایت کیا ہے کہ اگر کوئی شخص طوافِ افاضہ کئے بغیر گھر لوٹ گیا اور اس نے طوافِ قدوم اور صفا و مروہ کی سعی کر لی تھی تو یہ طواف اور سعی اس کے لئے طوافِ افاضہ کا قائم مقام ہو جائیں گے۔ لیکن اس صورت میں اس پر قربانی لازم آئے گی۔ اسی طرح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



طوافِ افاضہ اور سعی اس شخص کے لئے جس نے مکہ میں داخل ہوتے وقت طوافِ قدوم اور سعی نہ کی ہو طوافِ قدوم کا بدل ہو جائے گا۔ لیکن اس صورت میں بھی اس پر قربانی لازم ہوگی۔ اور جس نے یہ بات کہی ہے اس نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ اس لئے ہے کہ طوافِ قدوم کے بارے میں بھی یہ کہا گیا ہے کہ وہ بھی واجب ہے، جس طرح طوافِ افاضہ واجب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے کے قائم مقام ہو سکتے ہیں۔ نیز یہ اس لئے بھی صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حاجی پر صرف ایک طواف فرض کیا ہے جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہے:

وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ۔

(اور لوگوں کو حج کے لئے اذنِ عام دے دو)

اسی آیت کے سیاق میں آگے چل کر ارشاد ہے:

وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ۔ (الحج - ۲۹)

(اور اس قدیم گھر کا طواف کریں)

اس آیت کا پہلی آیت پر جو واؤ کے ساتھ عطف ہے اس سے مالکیوں کے نزدیک یہی ثابت ہوتا ہے کہ صرف ایک طواف واجب ہے، جو طوافِ قدوم ہو یا طوافِ افاضہ اور اسی سے مالکیوں نے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر کوئی شخص طوافِ قدوم کر لے تو اس کا یہی طواف طوافِ افاضہ کا قائم مقام ہو جائے گا۔

لیکن ان تمام آراء پر ایک دوسرے کی طرف سے اعتراضات وارد ہوتے ہیں۔ مثلاً احناف کی یہ رائے کہ حائضہ طواف کر سکتی ہے، جمہور کی رائے کے خلاف ہے۔ اور اسی طرح مالکیوں کی یہ رائے بھی کہ طوافِ قدوم طوافِ افاضہ کا قائم مقام ہو سکتا ہے جمہور کی رائے کے خلاف ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ سب آراء اجتہاد پر قائم ہیں۔

❊

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## ۵۔ امام ابنِ تیمیہؒ کی رائے

امام ابنِ تیمیہؒ کی رائے ان سب سے مختلف ہے جو اُن کے مجموعۂ فتاویٰ میں موجود ہے۔ اُن کے نزدیک بغیر طہارت کے طوافِ کعبہ جائز نہیں جیسا کہ حنفیوں نے سمجھ رکھا ہے کیونکہ امام ابنِ تیمیہؒ کے خیال میں طواف کے لئے طہارت واجب ہے اور ابنِ تیمیہؒ امام مالکؒ سے بھی اختلاف کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ طوافِ قدوم کو طوافِ افاضہ کا بدل نہیں تسلیم کرتے یعنی ان کے نزدیک یہ صحیح نہیں کہ اگر کسی نے طوافِ قدوم کر لیا ہے تو وہ اگر طوافِ افاضہ نہ کر سکے تو اس کے لئے بس طوافِ قدوم ہی کافی ہے۔ اس کے باوجود ابنِ تیمیہؒ کے نزدیک ایسی حائضہ عورت کے لئے جو پاک ہونے تک نہ رُک سکتی ہو، یہ جائز ہے کہ وہ طوافِ افاضہ اسی حالت میں کرے اور اس پر بطور فدیہ جانور ذبح کرنا بھی واجب نہیں ہے۔

امام ابنِ تیمیہؒ کا کہنا یہ ہے کہ تمام واجبات کے سلسلے میں ضابطہ یہ ہے کہ جن کے ادا کرنے کی قدرت ہو وہ ادا کرے اور جن کے ادا کرنے سے انسان عاجز ہو وہ اس پر سے ساقط ہو جائیں گے۔ چنانچہ اسے چاہئے کہ بیت اللہ کا طواف کرے اور بہتر یہ ہے کہ اگرچہ حیض کی حالت میں ہے، غسل کرے جس طرح احرام باندھتے وقت غسل کیا جاتا ہے بلکہ زیادہ بہتر یہ ہے کہ لنگوٹ باندھ لے جس طرح استحاضہ کی حالت میں لنگوٹ باندھا جاتا ہے۔ اور اس صورت میں اس پر بطورِ فدیہ جانور کی قربانی واجب نہیں ہے۔

امام ابنِ تیمیہؒ نے اپنی اس رائے کی بنیاد اس پر رکھی ہے کہ اس حالت میں عورت معذور ہے، لہٰذا معذور رہنے کی بنا پر اس سے طہارت کی شرط ساقط ہو گئی۔ ان کا یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



استدلال ان نصوص پر مبنی ہے جو شرعی معاملات میں عذر کی حالت کے لئے بالعموم موجود ہیں اور ان اصولوں پر مبنی ہے جو اس صورت سے مشابہ ہیں۔

چنانچہ اصول یہ ہے کہ تمام عبادات خواہ وہ واجب ہوں یا مستحب، جب کوئی شخص ان کے بعض ایسے اعمال کو جو ان میں واجب الادا ہوں، ادا کرنے سے عاجز ہو تو یہ اعمال صرف اس بنا پر ساقط نہیں ہو جاتے کہ وہ ان کے ادا کرنے سے عاجز ہے بلکہ اس بنا پر ساقط ہو جاتے ہیں کہ ایسی صورت کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ہدایت موجود ہے کہ:

اذا امرتکم بامر فاتوا منہ ما استطعتم۔

(جب میں تم کو کسی کام کے کرنے کا حکم دوں تو اس کو بقدرِ استطاعت بجالاؤ)

اور آپ کا یہ ارشاد اللہ تعالیٰ کے مندرجہ ذیل ارشاد کے مطابق ہے:

فَاتَّقُوا اللّٰہَ مَا اسْتَطَعْتُمْ۔ (التغابن۔۱۶)

(لہٰذا جہاں تک تمہارے بس میں ہو اللہ سے ڈرتے رہو)

طہارت، نماز کے لئے بھی شرط ہے بلکہ طواف کے مقابلے میں نماز کے لئے طہارت کی شرط کہیں زیادہ سخت ہے۔ لیکن اگر کسی عورت کو استحاضہ کا خون آتا ہو یا کسی شخص کو مسلسل قطرہ قطرہ پیشاب آنے کا مرض ہو یا اسی طرح کا کوئی اور عذر ہو تو ایسے تمام لوگ طواف بھی کر سکتے ہیں اور نماز بھی پڑھ سکتے ہیں۔ اس پر تمام علماءِ اسلام کا اتفاق ہے۔ حالانکہ "حدث" یعنی ناپاک ہونا ان کے لئے بھی وہی حکم رکھتا ہے جو اور لوگوں کے لئے۔ اور یہ فرق (یعنی ان کے لئے نماز اور طواف کا ناپاک ہونے کے باوجود جائز ہے جبکہ دوسروں کے لئے جائز نہیں ہے) محض اس بنا پر ہے کہ وہ معذور ہیں۔ اور جب نماز کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



شرائط عذر کی بنا پر ساقط ہو سکتے ہیں تو طواف کے شرائط عذر کی بنا پر بدرجۂ اُولیٰ ساقط ہونے چاہئیں۔ نماز پڑھنے کے لئے کپڑا میسر نہ ہونے کی صورت میں بغیر لباس کے نماز پڑھ سکتا ہے اور استحاضہ والی عورت حکمی نجاست اور حقیقی نجاست کی موجودگی میں نماز پڑھ سکتی ہے اور جُنبی اور حائضہ پانی میسر نہ ہونے کی صورت میں تیمم کے ساتھ نماز پڑھ سکتے ہیں بلکہ پانی اور مٹی بھی میسر نہ آنے کی صورت میں اکثر علماء کے نزدیک بغیر تیمم کے بھی نماز پڑھنا جائز ہے تو اسی طرح حج میں بھی جب اس کے لئے یہ ممکن ہی نہیں کہ اس صورت کے سوا کسی اور طرح حج کر سکے تو وہ پھر اسی طرح حج کرے گی۔ کیونکہ کوئی اور صورت اس کے لئے ممکن نہیں ہے۔ گویا یہ وہ آخری صورت ہے جس پر اسے قدرت حاصل ہے۔ بعینہٖ جیسے کوئی شخص پیدل طواف نہیں کر سکتا تو سوار ہو کر کرے گا، اور نجاست سے پاک ہو کر نہیں کر سکتا تو اسی حالت میں کرے گا۔

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر طوافِ افاضہ سے پہلے کسی عورت کو حیض شروع ہو جائے تو وہ معذور ہے لیکن اس عذر کی بنا پر اس پر سے طوافِ افاضہ ساقط نہیں ہوگا بلکہ طواف کا ایک واجب یعنی (طہارت) ساقط ہو جائے گا اور وہ حیض کے باوجود طواف کرے گی۔

بعض لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ اس پر بطور فدیہ ایک جانور کی قربانی واجب ہے لیکن ہمارا ذہن اس طرف جاتا ہے کہ اس پہ جانور ذبح کرنا لازم نہیں کیونکہ اگر کوئی شخص بحالتِ مجبوری کسی واجب کو ترک کر دے تو اس پہ دم یعنی جانور ذبح کرنا واجب نہیں۔ اس کے برعکس اگر بھول کر یا لاعلمی کی بنا پر واجب ترک کرے گا تو اس پہ "دم" واجب ہوگا۔ نیز یہ بات صحیح روایت سے ثابت ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حائضہ کے لئے طواف وداع ساقط کردیا تھا۔
اور جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ طہارت طواف میں فرض بھی ہے اور شرط بھی تو یہ بات واضح ہے کہ طہارت کی شرط جس شدت کے ساتھ نماز کے لئے ضروری ہے اس شدت کے ساتھ طواف کے لئے نہیں ہے، اور سب جانتے ہیں کہ مجبوری اور عذر کی بنا پر نماز کی شرائط بھی ساقط ہو جاتی ہیں لہٰذا طواف میں کسی ایسی ہی شرط کے ساقط ہونے کی گنجائش بدرجۂ اولیٰ ہے۔

## طوافِ وَداع

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا ینفر احد حتی یکون آخر عهده بالبيت۔

(صحیح مسلم)

(کوئی حاجی گھر کی طرف کوچ نہ کرے جب تک بیت اللہ کی سب سے آخری زیارت یعنی طواف نہ کرلے)

یہ حدیث اس سلسلے میں واضح اور صریح ہے کہ مکہ سے باہر جانے والا اس وقت تک نہ جائے جب تک بیت اللہ کے سات چکر (طواف) لگا کر فارغ نہ ہو لے۔ طوافِ وَداع میں صفا و مروہ کی سعی شامل نہیں ہے اور طوافِ وَداع کو طوافِ صدر بھی کہتے ہیں، یعنی روانگی کا طواف۔
اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ طواف وداع واجب ہے اور اگر کوئی شخص اسے ترک کر دے تو اس پر ایک دم یعنی جانور کی قربانی واجب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



ہوگی۔ شافعی مسلک کے مطابق بھی یہی بات صحیح ہے اور جمہور علماء کا قول بھی یہی ہے اور امام ابوحنیفہؒ، امام احمدؒ بن حنبل، امام حسن بصریؒ اور حکمؒ، حمادؒ اور سفیان ثوریؒ، اسحاقؒ اور ابوثورؒ کا قول بھی یہی ہے۔

امام مالکؒ، داؤدؒ ظاہری اور ابن المنذرؒ کا کہنا یہ ہے کہ طوافِ وداع سنّت ہے، اور اس کے ترک کر دینے پر کوئی فدیہ لازم نہیں آتا۔

مجاہدؒ سے اس سلسلے میں دو روایتیں ہیں۔ ایک یہ کہ ان کے نزدیک طوافِ وداع واجب ہے اور دوسری یہ کہ سنّت ہے۔

## طوافِ وداع اور حائضہ

مندرجہ بالا اختلاف کی بنا پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر کوئی عورت جس نے حج کر لیا ہو اور طواف افاضہ بھی کر چکی ہو، اُسے اگر طواف وداع کرنے سے پہلے حیض شروع ہو جائے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس مسئلہ پر تمام فقہی مسالک کا اجماع ہے کہ ایسی عورت سے طوافِ وداع ساقط ہو جاتا ہے اس لئے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کو حکم دیا گیا ہے کہ حج سے فارغ ہو کر روانہ ہونے سے پہلے وہ سب سے آخر میں بیت اللہ کا طواف کریں لیکن اس سلسلے میں اس عورت کے لئے جسے حیض شروع ہو جائے تخفیف کر دی گئی ہے۔ یہ روایت بخاریؒ اور مسلمؒ دونوں میں ہے۔

نیز حضرت عروہؒ سے مروی ہے کہ اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ: اُمّ المومنین حضرت صفیہ بنت حیی ابن اخطب رضی اللہ عنہا کو طوافِ افاضہ کے بعد حیض شروع ہو گیا۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ اس بات کا یعنی انہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



حیض شروع ہو جانے کا ذکر میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: (أحابستنا ھی؟) کیا یہ اب ہمیں روانگی سے روک دے گی؟ تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ طوافِ افاضہ کر چکی ہیں اس کے بعد حیض شروع ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا: (فلتنفر اذا) پھر کوئی حرج نہیں، اب وہ کوچ کر سکتی ہیں۔ (یہ روایت امام مسلمؒ نے نقل کی ہے)

امام نوویؒ نے لکھا ہے: یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ طوافِ وداع ہر حاجی پر واجب ہے لیکن حائضہ عورت سے ساقط ہو جاتا ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اس طواف کے ترک کر دینے کی بنا پر دم لازم نہیں آتا ———— اور یہی امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام احمدؒ بن حنبل اور تمام علماءِ اسلام کا مسلک ہے کیونکہ حدیث میں یہ بات موجود ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (فلتنفر اذا) کہ اب وہ کوچ کر سکتی ہے۔ لیکن آپ نے انہیں فدیہ ادا کرنے کا حکم نہیں دیا۔ لہٰذا ایسی عورت پر کوئی فدیہ نہیں ہے۔

نیز امام نوویؒ نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ طوافِ افاضہ حج کا رکن ہے، جس کا ادا کرنا بہرحال ضروری ہے اور کسی حج کرنے والے سے کسی حالت میں ساقط نہیں ہوتا، خواہ حیض شروع ہو جائے یا کوئی عذر ہو۔ اور حائضہ کو پاک ہونے تک مکہ ہی میں رکنا چاہیئے تاکہ حیض سے پاک ہونے کے بعد طوافِ افاضہ کر کے واپس جائے اور اگر وہ طوافِ افاضہ کئے بغیر وطن واپس چلی گئی تو اس کا احرام ختم نہیں ہوگا اور مسلسل احرام کی حالت میں رہے گی کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہؓ کو طوافِ وداع کئے بغیر کوچ کی اجازت اس وقت تک نہیں دی جب تک آپ کو یہ معلوم نہ ہو گیا کہ وہ طوافِ افاضہ کر چکی ہیں۔

نیز ابن قدامہؒ نے لکھا ہے کہ ہماری دلیل یہ ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کو معلوم ہوا کہ حضرت صفیہؓ کو حیض شروع ہو گیا ہے تو آپ نے فرمایا: احابستنا ھی؟ "کیا اس کا ارادہ یہ ہے کہ ہم اب کوچ نہ کر سکیں؟" لیکن جب آپ کو بتایا گیا کہ وہ دس ذی الحجہ کو طوافِ افاضہ کر چکی ہیں تو آپ نے فرمایا: (فلتنفر اذًا) "تو اب وہ کوچ کر سکتی ہیں" اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ طوافِ افاضہ کئے بغیر چارہ نہیں اور کسی نے یہ طواف نہ کیا ہو تو لوٹ کر لازماً پڑ جائے گا۔ اور اگر وہ حلال ہونے کی نیت سے احرام کھول دے تب بھی حلال نہیں ہو گا اور اس کا احرام ختم نہیں ہو گا کیونکہ احرام باندھنے کے بعد اگر کوئی شخص احرام ختم کرنے کی نیت سے احرام کھول دے تو احرام ختم نہیں ہوتا جب تک حج یا عمرہ جس کی نیت کی تھی پورا نہ کر لے۔ لہٰذا حائضہ بھی اگر طوافِ افاضہ کئے بغیر مکہ سے چلی جائے گی تو اس کا احرام اس وقت کھلے گا اور وہ اس وقت حلال ہو گی جب لوٹ کر مکہ جائے اور بیت اللہ کا طواف (طوافِ افاضہ) کرے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے کہ "کیا وہ اب ہمیں روکنا چاہتی ہے؟" اس بات کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ قافلہ والوں پر یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی روانگی اس وقت تک مؤخر کر دیں جب تک حائضہ عورتیں طوافِ افاضہ نہ کر لیں۔

## اگر کوئی عورت طوافِ زیارت مؤخر کر دے، یعنی کوچ کے وقت کرے:

اگر عورت حیض سے پاک ہو جائے لیکن وہ طوافِ زیارت نہ کر سکے بلکہ وہ کوچ کے وقت طوافِ زیارت کرے تو کیا اس کا یہ طواف طوافِ وداع کی طرف سے کافی ہو جائے گا؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اس سلسلے میں ابن قدامہؒ لکھتے ہیں کہ اس کے بارے میں دو روایتیں ہیں :

۱۔ ایک یہ کہ اس کا یہی طواف زیارت اب طواف وداع کے قائم مقام ہو جائے گا۔ کیونکہ حکم صرف یہ ہے کہ بوقت روانگی ایک آخری زیارت (طواف) ضرور کرے اور وہ اس نے کرلی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو امور تحیۃ المسجد کے لئے بتائے گئے ہیں؛ ان کے سلسلہ میں یہ ہے کہ اگر اسی قسم کا کوئی فرض یا واجب ادا کرلیا جائے تو تحیۃ المسجد ادا ہو جاتا ہے۔

۲۔ دوسری روایت یہ ہے کہ یہ طواف جو طواف زیارت کی نیت سے کیا جارہا ہے طواف وداع کے قائم مقام نہیں ہوگا کیونکہ یہ دونوں طواف علٰحدہ علٰحدہ واجب عبادتیں ہیں لہٰذا محض ایک طواف دوسرے طواف کی طرف سے کافی نہ ہوگا جس طرح دو فرض نمازیں علٰحدہ علٰحدہ ادا کرنا ضروری ہیں ایک پڑھ لینے سے دوسری نماز ادا نہیں ہوگی اور اس پر سے فرض ساقط نہ ہوگا۔

لیکن ہم ان دونوں روایتوں میں پہلی کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ اس کے دلائل زیادہ معقول اور وزنی ہیں۔

## طوافِ وداع حائضہ کے علاوہ کسی اور حاجی سے ساقط نہیں ہوتا :

طواف وداع جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں؛ جمہور فقہا کے نزدیک (سوائے امام مالکؒ کے جو اسے مستحب قرار دیتے ہیں) واجب ہے۔ لہٰذا شریعت نے اگر اس کے سلسلے میں حیض و نفاس والی عورتوں کے لئے تخفیف کردی ہے تو یہ استثناء ہے جو صرف انہی تک محدود ہے۔ ان کے سوا کسی اور حالت کے لئے یہ تخفیف نہیں ہوسکتی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اس لئے اگر کوئی شخص طوافِ وداع کرنے سے پہلے مکہ سے چلا گیا تو اگر وہ کہیں قریب ہی گیا ہے تو واپس آکر طوافِ وداع کرے لیکن اگر دور چلا گیا ہے تو ایک قربانی کا جانور بھیج دے۔ یہ قول عطاءؒ، سفیان ثوریؒ، شافعیؒ، اسحاقؒ اور ابو ثورؒ کا ہے۔ اور اس سلسلے میں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ اس نے یہ طواف عمداً چھوڑا ہے یا بھول کر یا کسی عذر کی بنا پر چھوڑا ہے یا بغیر عذر کے۔ کیونکہ یہ حج کے واجبات میں سے ہے اور ترکِ واجب کے سلسلے میں عمد و خطا اور عذر و عدمِ عذر سب برابر ہے۔

---

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com



# سفرِ مدینہ منوّرہ

## قبرِ مبارک کی زیارت مستحب ہے

مدینہ منوّرہ میں حاضری اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار اقدس کی زیارت بلاشبہ حج کا رکن نہیں ہے، حج صرف مکہ مکرمہ میں ہی ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حج کرنے مکہ مکرمہ ہی آیا کرتے تھے۔ چنانچہ بیت اللہ کا حج کر لینے کے بعد فریضۂ حج مکمل ہو جاتا ہے اور مدینہ منوّرہ جانا نہ تو حج کا رکن ہے، نہ فرض اور نہ واجب۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ مدینہ منوّرہ جانا ہی نہیں چاہیے۔ اس کے برعکس تکمیل حج کے بعد مسلمان کے لئے اس سے بڑی محروم نصیبی اور بدقسمتی اور کوئی نہیں کہ وہ مدینہ منوّرہ حاضری نہ دے سکے۔

اگر ان مرویات سے صرفِ نظر بھی کر لیا جائے جن کو بیہقیؒ اور دارقطنیؒ وغیرہ نے روایت کیا ہے (جو لوگوں کی زبان پر عام ہیں، جو حج و مناسک کی کتب میں موجود ہیں اور جن کی رو سے روضۂ اقدس کی زیارت کا وجوب ثابت ہوتا ہے اور زیارتِ قبرِ مبارک ترک کرنے والا مستوجبِ عتاب قرار پاتا ہے) کیونکہ ان روایات پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



بہت سے محدثین نے کلام کیا ہے بلکہ بعض علماء نے تو انہیں موضوع قرار دیا ہے ۔ تاہم مدینہ منورہ کی غیر معمولی عظمت و فضیلت، مسجد نبوی میں نماز کا بے پایاں اجر و ثواب اور روضۂ نبوی پر حاضری کا شوق مومن کو کشاں کشاں مدینہ منورہ پہنچا دیتا ہے۔

مسجدِ نبوی میں ایک نماز پڑھنے کا ثواب پچاس ہزار نمازوں کے ثواب کے برابر ہے (ابنِ ماجہ) اسی مسجد مبارک میں سید المرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مزارِ اقدس ہے جس کی زیارت تمام مستحب اعمال میں سب سے افضل ہے اور اسی بنا پر یہ امتِ مسلمہ میں ہمیشہ سے ایک طریقہ جاریہ اور سنتِ مستمرہ رہی ہے۔

لہذا حاجی کو چاہیئے کہ وہ فریضۂ حج ادا کرنے کے بعد ضرور عازم مدینہ ہو اور مسجدِ نبوی میں نماز پڑھنے کے ثواب کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس پر نذرانہ صلوٰۃ وسلام پیش کرنے کی سعادت حاصل کرے۔

امام احمدؒ بن حنبل نے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما من احد سلم علی عند قبری الا رد اللہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام۔

(جو شخص بھی میری قبر پر مجھے صلوٰۃ وسلام کا نذرانہ پیش کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس وقت میری روح میرے جسم میں لوٹا دیتا ہے اور میں اسے سلام کا جواب دیتا ہوں)

یہ روایت ابو داؤدؒ نے بھی بیان کی ہے لیکن اس میں "عند قبری" کے الفاظ نہیں ہیں۔

قاضی عیاضؒ نے لکھا ہے کہ "قبرِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری مسلمانوں کے درمیان ایک ایسا مروج طریقہ ہے جس پر سب کا اتفاق ہے اور ایک ایسا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



نیک کام ہے جس کی رغبت دلائی گئی ہے اور بعض مالکی اور ظاہری علماء کے نزدیک تو قبرِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہونا واجب ہے"۔

البتہ بعض حنبلیوں نے بہ نیت زیارت سفر کو ناجائز قرار دیا ہے۔ اور ان کی دلیل حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تشدوا الرحال الا الی ثلاثۃ مساجد: المسجد الحرام ومسجدی ھٰذا والمسجد الاقصیٰ۔

(قصد وارادے سے سفر نہ کیا جائے سوائے تین مسجدوں کے۔ ۱۔ مسجدِ حرام ۲۔ مسجدِ نبویؐ ۳۔ اور مسجدِ اقصیٰ (بیت المقدس)

یہ روایت کتبِ ستہ کے علاوہ مسندِ احمد میں بھی ہے۔

اس کا جواب امام امین محمود خطاب نے اپنی کتاب "ارشاد الناسك" میں یہ دیا ہے کہ:

اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ کسی مسجد یا کسی خاص مقام کی طرف شدِ رحال یعنی قصد وارادہ کے ساتھ اس خیال سے ہرگز سفر نہ کرو کہ اس مکان کو کوئی خصوصیت یا فضیلت حاصل ہے سوائے ان تین مساجد کے۔ لیکن انسان جب کسی جگہ کو دیکھنے یا کسی جگہ علم حاصل کرنے کے لئے جاتا ہے تو اس کا یہ سفر اس جگہ کی بنا پر نہیں ہوتا بلکہ اس شخص کی وجہ سے ہوتا ہے جو وہاں رہتا ہے۔

اور امام احمدؒ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

لا ینبغی للمصلی ان یشد رحالہ الی مسجد یبغی فیہ الصلوٰۃ غیر المسجد الحرام والمسجد الاقصیٰ ومسجدی ھذا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



(کسی نماز پڑھنے والے کے لئے مناسب نہیں کہ وہ نماز پڑھنے کے لئے کسی خاص مسجد کا قصد و ارادے سے سفر کرے سوائے مسجدِ حرام، مسجدِ اقصیٰ اور میری اس مسجد (مسجدِ نبویؐ) کے)

اس روایت کی روشنی میں ایک جگہ سے دوسری جگہ اس جگہ کو دیکھنے یا کسی سے ملاقات کرنے کے لئے جانا اس نہی سے مستثنیٰ ہے کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ تجارت کے لئے قصد و ارادے سے سفر کرنا یا دیگر دنیاوی امور کے لئے سفر کرنا جائز ہے اور جہاد کے لئے جانا، دارالکفر سے دارالاسلام کی طرف ہجرت کرنے اور علم حاصل کرنے کے لئے سفر کرنا واجب یا کم از کم مستحب ہے۔

الغرض اس سلسلے میں قابلِ ترجیح قول یہی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر حاضر ہونا اور اس غرض سے سفر کرنا نہ صرف جائز ہے بلکہ انتہائی پسندیدہ اور مستحب عمل ہے[1]

اس سلسلے میں امام غزالیؒ اپنی کتاب "احیاء علوم الدین" کی دوسری جلد کے باب "آداب السفر" میں لکھتے ہیں:

اور اسی قسم کے سفروں میں (یعنی جائز سفروں میں) سے انبیاء علیہم السلام، صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم، تابعینِ عظام اور تمام علماء و اولیاء رحمہم اللہ کی قبروں کی زیارت کے لئے سفر کرنا ہے یعنی اس غرض سے شدِ رحال جائز ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: (لا تشدوا الرحال الا الی ثلاثة مساجد، مسجدی هذا والمسجد الحرام والمسجد الاقصیٰ) سفر کے لئے کجاوے نہ کسے جائیں مگر تین مسجدوں کے لئے یعنی ۱۔ میری یہ مسجد (مسجدِ نبویؐ) ۲۔ مسجدِ حرام

---

[1] ارشاد الناسک۔ ص ۳۲۲ و ۳۲۳۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



اور ۳۔ مسجدِ اقصیٰ یہ صرف مساجد کے بارے میں ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ ان تین مسجدوں کے علاوہ باقی تمام مساجد ایک جیسی ہیں، کسی کو دوسری پہ کوئی فضیلت نہیں۔ لہذا کسی مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے سفر نہ کیا جائے۔ لہذا آپ کے اس ارشاد کا اطلاق روضۂ رسولؐ کی زیارت یا دوسرے انبیاء اور صلحاء کی قبروں کی زیارت کے لئے جانے پر نہیں ہوتا۔

ان اقوال و آراء کی روشنی میں یہ ثابت ہو گیا کہ قبرِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت مستحب ہے اور یہ استحباب مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے ہے۔

## حیض اور نفاس کی حالت میں مسجدِ نبویؐ میں یا قبرِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جانا :

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی عورت مدینہ منورہ میں قیام کرنے کے بعد روانگی کی تیاری کر رہی ہوتی ہے مگر وہ حیض یا نفاس کی حالت میں ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں کیا یہ عورت مسجدِ نبویؐ میں داخل ہو سکتی ہے تاکہ جانے سے پہلے قبرِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کر سکے؟

اس مسئلہ کی نوعیت یہ ہے کہ اس حالت میں مسجدِ نبویؐ میں داخل ہونے کا حکم وہی ہے جو دوسری مسجدوں میں داخل ہونے کا ہے۔ ۱

اور جنابت یا حیض و نفاس کی حالت میں مسجد میں داخل ہونے کے جواز و عدم جواز میں علماء کے تین اقوال ہیں:

۱۔ علماء کے ایک گروہ کے نزدیک ایسی حالت میں مسجدوں میں داخل ہونا مطلقاً ناجائز ہے۔

۲۔ دوسرے گروہ کے نزدیک ایسی حالت میں مسجد میں ٹھہرنا منع ہے لیکن اگر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کوئی شخص مسجد میں رُکے بغیر صرف اس میں سے گزر جائے تو جائز ہے۔

۳۔ علماء کا تیسرا گروہ اس بات کا قائل ہے کہ اس حالت میں مسجد میں ٹھہرنا اور گزرنا سب جائز ہے۔

پہلے گروہ کے علماء میں فقہاء مالکیہ شامل ہیں جن کا کہنا ہے کہ جنبی، حائضہ اور نفاس والی عورت کا مسجد میں داخل ہونا بالکل ناجائز ہے خواہ ٹھہرنے کے لئے ہو یا محض ایک دروازے سے گزر کر دوسرے دروازے تک جانے کے لئے ہو اور خواہ یہ مسجد اس کے گھر کی مسجد ہو، البتہ چور، درندے یا کسی ظالم کے خوف کی صورت میں یہ جائز ہے کہ تیمم کر کے مسجد میں داخل ہو جائے اور رات وہاں گزار لے۔

اس سلسلے میں ان کی دلیل یہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا۔

(النساء۔۴۳)

(جب تم نشے کی حالت میں ہو تو نماز کے قریب نہ جاؤ، نماز اس وقت پڑھنی چاہئے جب تم جان لو کیا کہہ رہے ہو اور اسی طرح جنابت کی حالت میں بھی نماز کے قریب نہ جاؤ جب تک کہ غسل نہ کر لو، اِلّا یہ کہ راستے سے گزرتے ہو)

اس آیت کریمہ میں نماز سے مراد نماز بھی ہے اور نماز پڑھنے کے مقامات بھی اس لئے کہ سورۂ حج میں صلوٰۃ کو مقامِ صلوٰۃ کے معنیٰ میں استعمال کیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ ۔ (الحج۔۴۰)

(تو مسمار کر ڈالی جاتیں خانقاہیں اور گرجا اور یہود کے نماز پڑھنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کی جگہیں )

اس سے ثابت ہوا کہ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ سے مسجد میں سے گزرنا مراد ہے۔

نیز ان فقہاء نے اپنے مسلک کے لئے اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے جو مسلمؒ نے روایت کی ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا احل المسجد لحائض ولا جنب۔

(میں مسجد میں حیض والی عورت اور جُنبی کے داخل ہونے کو جائز نہیں ٹھہراتا)

علماء کے دوسرے گروہ نے جُنبی اور حائضہ کا مسجد میں داخل ہونا اور گزرنا چند شرائط کے ساتھ جائز قرار دیا ہے۔ ان شرائط کی تفصیل یہ ہے:

- حنفیوں کے نزدیک جُنبی اور حیض و نفاس کی حالت میں عورت کا مسجد میں داخل ہونا جائز نہیں مگر یہ کہ کوئی ضرورت لاحق ہو مثلاً یہ کہ غسل کے لئے پانی مسجد کے علاوہ کہیں موجود نہ ہو۔ یا گھر کا دروازہ مسجد میں کھلتا ہو۔ اور صورت ایسی ہو کہ نہ تو دروازے کو کسی دوسری طرف کھولا جاسکتا ہو اور نہ یہ شخص جو مسجد میں سے گزرنے پر مجبور ہے کسی اور مکان میں رہنے پر قادر ہو۔
- شافعیوں کے نزدیک حیض اور نفاس کے ساتھ خواہ خون کتنا ہی کم آرہا ہو مسجد میں داخل ہونا اور ٹھہرنا یا بار بار آنا جانا حرام ہے۔ البتہ صرف گزرنا جائز ہے۔ کیونکہ مذکورہ آیت کریمہ میں اس کی اجازت موجود ہے لیکن یہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ مسجد ناپاک ہونے کا ذرا بھی خطرہ نہ ہو۔ اس کے باوجود اس کا مسجد میں سے گزرنا مکروہ ہے۔ کیونکہ اس کا حدث یعنی نجاست حکمی انتہائی شدید ہے اور اگر مسجد کے آلودہ ہونے کا خطرہ نہ ہو تب بھی مسجد میں داخل ہونے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



کے جواز کی شرط یہ ہے کہ ایک دروازے سے داخل ہو اور دوسرے سے باہر نکل جائے۔ یعنی اس کا یہ مسجد میں سے گزرنا کسی ضرورت اور مجبوری کے ماتحت ہو۔

○ حنبلیوں کے نزدیک جُنبی اور حیض و نفاس والی عورت کے لئے بغیر ٹھہرے مسجد میں سے گزرنا جائز ہے، خواہ اس وقت اسے خون آرہا ہو۔ لیکن یہ شرط ہے کہ مسجد کے آلودہ ہونے کا خطرہ نہ ہو اور مسجد میں ٹھہرنا صرف اس وقت جائز ہے جب خون آنا بند ہو چکا ہو۔

یہ لوگ بھی اپنے مسلک کے دلائل رکھتے ہیں جیسے ابن قدامہؒ نے المغنی میں بیان کیا ہے۔

ابنِ قدامہؒ لکھتے ہیں: حیض و نفاس والی عورت اور جُنبی کے لئے مسجد میں ٹھہرنا جائز نہیں ہے۔ لیکن ہمارا مسلک یہ ہے کہ "اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ" میں ٹھہرنے کی ممانعت میں جو استثناء ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ گزرنا مباح ہو۔ نیز حضرت عائشہ[1] رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: (ناولینی الخمرة من المسجد ۔ مسلمؒ) "مجھے مسجد میں سے چٹائی کا ٹکڑا لادو"۔ میں نے عرض کیا: میں حائضہ ہوں۔ آپ نے فرمایا:

ان حیضتكِ لیست فی یدكِ ۔

(تمہارا حیض تمہارے ہاتھوں میں نہیں ہے یعنی ہاتھ تو ناپاک نہیں ہیں)

---

[1] مصنف کو مغالطہ ہوا ہے۔ یہ روایت ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے ہے نہ کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔ (مترجم)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



نیز حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم جنابت کی حالت میں مسجد میں سے گزر جایا کرتے تھے۔ اس روایت کو ابن منذرؒ نے بیان کیا ہے۔ نیز زید بن اسلم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جنابت کی حالت میں مسجد میں سے گزرا کرتے تھے۔ یہ روایت بھی ابن منذرؒ نے بیان کی ہے اس روایت میں تمام صحابہ کرام کی طرف اشارہ ہے گویا یہ ایسا مسئلہ تھا جس میں کسی کو اختلاف نہ تھا۔ اس کے مقابل وہ حدیث جو ہم نے پہلے بیان کی ہے کہ (لا احل المسجد لجنب و لا حائض) اس کے بارے میں ابن رشدؒ نے بدایۃ المجتہد میں لکھا ہے کہ یہ حدیث علماء حدیث کے نزدیک مستند نہیں ہے نیز اس حدیث کو امام احمدؒ نے بھی ضعیف قرار دیا ہے جبکہ ابن قطانؒ نے اسے صحیح اور حسن لکھا ہے۔

تیسرے گروہ میں جو علماء شامل ہیں اُن میں مُزنیؒ، داؤد ظاہریؒ اور ابن منذرؒ ہیں۔ ان کے نزدیک جُنبی کے لئے مسجد میں ٹھہرنا بغیر کسی شرط کے جائز ہے اور اس جواز کی دلیل ان کے پاس یہ ہے کہ آیت: وَلَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی۔ (النساء۔۴۳) میں صلوٰۃ سے مجازاً موضعِ صلوٰۃ مراد لینے کا کوئی قرینہ موجود نہیں ہے۔ بلکہ یہاں صلوٰۃ سے اس کے حقیقی معنیٰ یعنی نماز مراد ہیں، لہٰذا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ سے مسجد میں سے گزرنے والا مراد نہیں لیا جا سکتا۔ بلکہ اس سے وہ مسافر مراد ہے جسے سفر میں ہونے کی وجہ سے پانی نہ مل سکے اور وہ جُنبی ہو تو نماز کے قریب نہ جائے جب تک تیمم نہ کرلے۔

اور اس کی دلیل یہ ہے کہ مسجدِ نبویؐ میں آپ سے ملنے کے لئے کافر بھی آیا کرتے تھے جن کے جنبی ہونے میں کوئی شک نہیں۔ لہٰذا اگر جُنبی کا مسجد میں داخل ہونا اور ٹھہرنا منع ہوتا تو آپ کافروں کو مسجد میں آنے کی اجازت نہ دیتے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



قاضی ابوطیب الطبریؒ نے لکھا ہے کہ حائضہ عورت کو اگر اپنے آپ پر پختہ اعتماد نہ ہو اور ساتھ اس نے کس کر لنگوٹ نہ باندھ رکھا ہو تو اس کے لئے مسجد میں داخل ہونا مکروہ ہے۔ لیکن اگر اسے اعتماد ہو کہ اس کی وجہ سے مسجد آلودہ نہ ہو گی تو پھر مکروہ نہیں ہے۔

## خلاصۂ کلام

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ حیض کی حالت میں عورت مسجد میں داخل ہو سکتی ہے بشرطیکہ اسے یہ اطمینان ہو کہ اس کی وجہ سے مسجد آلودہ نہ ہو گی۔ یہ مسلک حنبلیوں اور بعض علماء ظاہریہ کا ہے۔ اور مزنیؒ، ابن منذرؒ اور قاضی ابوطیب الطبریؒ کی رائے بھی یہی ہے۔

لیکن حنفیوں، مالکیوں اور شافعیوں کے نزدیک ضرورت اور مجبوری کے بغیر جُنبی اور حیض و نفاس والی عورت کا مسجد میں جانا جائز نہیں ہے۔

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ اس اختلاف کی اصل وجہ یہ ہے کہ ان میں سے بعض علماء نے عزیمت کو ملحوظ رکھا ہے اور بعض نے رخصت کو اور ہر ایک کے پاس اپنی بات کی دلیل موجود ہے۔

لیکن ہم اس بات کو ترجیح دیتے ہیں کہ حیض و نفاس والی عورت کو زیادہ محتاط طریقے پر عمل کرنا چاہیئے اور وہ یہ کہ مدینہ سے کوچ کرتے وقت قبر مبارک کی زیارت کے لئے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مسجد مبارک میں اس حالت میں داخل نہ ہو بلکہ اس کے لئے یہ کافی ہے کہ باب جبریل کے ایک طرف کھڑے ہو کر آپؐ پر صلوٰۃ وسلام کا نذرانہ پیش کر دے اور لوٹ جائے۔ اس طریقہ میں ادب و احتیاط کا پہلو زیادہ ہے۔

واللہ اعلم۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ۝

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# ادارۂ معارفِ اسلامی کی دیگر کتب

## الاسماء الحسنیٰ

اللہ تعالیٰ کے ذاتی وصفاتی ناموں کی توضیح وتشریح

- ماخوذ ومنتخب از نگارشات ——— سیدابوالاعلیٰ مودودیؒ
- ترتیب ——— مولانا عبدالوکیل علوی

صفحات ——— ۳۸۰ ——— قیمت ——— ۶۶/۰۰ روپے

## اقضیۃ الرسولؐ

ان تمام فیصلوں کا مکمل مجموعہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں مختلف مقدمات واحوال کے سلسلے میں فرمائے۔ ایک نہایت نادر اور مستند کتاب حوالہ ———

- تصنیف: ——— امام ابن الطلاع اندلسیؒ
- تحقیق وترتیب: ——— ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن اعظمی، پروفیسر مدینہ یونیورسٹی

صفحات ——— ۷۹۲ ——— قیمت ——— ۱۶۵/۰۰ روپے (مجلد)

## فقہ السنۃ

- تصنیف: مولانا محمد عاصم الحداد

فقہی احکام پر اپنے موضوع کی ایک ایسی کتاب جو شریعت کے تمام گوشوں کو بخوبی واکرتی ہے۔

صفحات ——— ۴۹۴ ——— قیمت ——— ۶۰/۰۰ روپے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com




## منہاج القاصدین

● تصنیف ــــــ امام ابن جوزی

● تلخیص : علامہ ابن قدامہ المقدسی ● ترجمہ : مولانا محمد سلیمان کیلانی

صفحات ــــــ ۵۹۷ ــــــ قیمت ــــــ ۱۰۰/۰۰ روپے (مجلد)

# رسائل و مسائل

سلسلہ رسائل و مسائل سید مودودیؒ کی بہت مقبول و معروف کتابوں میں سے ہے۔ ادارۂ معارف اسلامی لاہور نے اس سلسلے میں تین نئی کتابیں شائع کی ہیں۔

## حصہ پنجم ● سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

اہم دینی، سیاسی اور سماجی سوالات کے مدلل اور مفصل جوابات علم و تفقہ کا خزانہ۔

صفحات ــــــ ۴۹۴ ــــــ قیمت ــــــ ۶۰/۰۰ روپے

## حصہ ششم ● (ریٹائرڈ) جسٹس ملک غلام علی

یہ جوابات ملک صاحب موصوف نے تحریر کیے ہیں جنہیں دینی بصیرت اور اسلوب نگارش میں سید مودودی کا جانشین تسلیم کیا جاتا ہے۔

صفحات ــــــ ۵۶۸ ــــــ قیمت ــــــ ۲۶/۰۰ روپے

## حصہ ہفتم ● (ریٹائرڈ) جسٹس ملک غلام علی

جوابات کے علاوہ اس کتاب میں ملک صاحب کے چند بلند پایہ مقالات بھی شامل کر دیے گئے ہیں۔

صفحات ــــــ ۳۶۸ ــــــ قیمت ــــــ ۲۶/۰۰ روپے

اس سلسلے کی پہلی چار کتابیں بھی دستیاب ہیں طلب فرمایئے۔


" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



## دلائل السنن و آلآثار

● تصنیف: مولانا نجم الدین اصلاحی

علم حدیث کو فروغ دینے کے لیے سلف صالحین کی گرانقدر کوششوں کا تذکرہ، جسے مولانا مودودیؒ کی توثیق بھی حاصل ہوئی۔

صفحات: ـــــ ۱۷۶ ـــــ قیمت ـــــ ۲۴/۰۰ روپے

## سیدانسانیت

● مولانا نعیم صدیقی

محسن انسانیت کے فاضل مصنف کے جذبہ انگیز قلم سے سیرت رسولؐ پر ایک اور قابل قدر کتاب۔

صفحات ـــــ ۲۲۴ ـــــ قیمت ـــــ ۲۷/۰۰ روپے

## حیات حضرت ابوبکر صدیقؓ

● تصنیف: علی طنطاوی ● ترجمہ: پروفیسر عثمان غنی

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی سیرت پر ایک تابندہ کتاب، نامور شامی عالم کے منفرد اور پرکشش اسلوب کا مرقع جمیل۔

صفحات ـــــ ۲۸۸ ـــــ قیمت ـــــ ۵۴/۰۰ روپے

## سیرت تابعین

تصنیف: ڈاکٹر عبدالرحمٰن رافت پاشا

ترجمہ: مولانا محمد نصراللہ خاں خازن

بارہ جلیل القدر تابعین کی زندگیوں کے اہم پہلوؤں پر معلومات افزا تصنیف۔

صفحات ۲۸۸ قیمت ۲۷/۰۰ روپے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com



# وثائق مودودی

● مرتبہ ______ (ادارہ)

سید مودودیؒ کی غیر مطبوعہ تحریریں، دستاویزات اور تعلیمی اسناد کی عکسی تصاویر کا نادر و دلاویز مجموعہ۔ پچاس برسوں پر پھیلے ہوئے جھوٹ کا مسکت جواب۔

(بڑی تقطیع رنگین طباعت، مضبوط خوش نما جلد)

صفحات ______ ۱۰۰ ___ قیمت ______ ۳۰۰/۰۰ روپے

# تذکرہ سید مودودیؒ

● مرتبہ ______ (ادارہ)

سید مودودیؒ کی سیرت اور دعوت کے بارے میں معروف اہل قلم کی روشن روشن تحریریں جو اُن کے جذبات کی عکاس ہیں۔

صفحات ______ ۹۵۶ ___ قیمت ______ ۱۲۵/۰۰ روپے مجلد

# مولانا مودودی اپنی اور دوسروں کی نظر میں

● محمد یوسف بھٹہ

مولانا مودودیؒ نے خود اپنے بارے میں کیا لکھا اور دوسروں نے انھیں کیسا پایا اس کتاب میں پڑھیے۔

صفحات ______ ۴۰۶ ___ قیمت ______ ۴۵ روپے

# المودودی

● مولانا نعیم صدیقی

سید مودودیؒ کے حالات اور شخصیت پر ایک لاجواب کتاب۔

صفحات ______ ۴۰۰ ___ قیمت ______ ۴۵/۰۰ روپے

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

اِدارۂ معارفِ اِسلامی
منصورہ ـــــ لاہور